

مسجد الامام المنعم بن محمد
قدس سره
الاعرف به

وقایع و تاریخ

جلد سوم

از افتاد است

توسعه کتب و تصانیف
از افتاد است
از افتاد است

توسعه کتب و تصانیف

توسعه کتب و تصانیف

توسعه کتب و تصانیف

توسعه کتب و تصانیف
توسعه کتب و تصانیف

فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

فتاویٰ دیوبند پاکستان

المعروف به

فتاویٰ فریدیہ

(جلد سوم)

افادہ

محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید دامت برکاتہم
جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تخریج و ترتیب

مفتی محمد وہاب منگلوری مدرس دارالعلوم صدیقیہ زروبی

اہتمام و اشاعت

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

- نام کتاب: ————— فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ (جلد سوم)
- افادات: ————— محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید مجددی زرو بوی دامت برکاتہم شیخ الحدیث و صدر دارالافتاء جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
- ترتیب و تخریج: ————— مولانا مفتی محمد وہاب منگلوری نقشبندی دارالافتاء دارالعلوم صدیقیہ
- معاون: ————— مولانا مفتی عصمت اللہ حقانی
- کمپوزنگ: ————— حافظ ولی الرحمن صدیقی..... (لوند خور)
- پروف ریڈنگ: ————— سلطان فریدی
- ضخامت: ————— ۵۹۲/صفحات
- طبع بار سوم: ————— مارچ ۲۰۰۹ء، ربیع الاول ۱۴۳۰ھ
- تعداد بار سوم: ————— تیرہ سو..... (۱۳۰۰)
- قیمت: —————
- نگرانی: ————— مولانا مفتی سیف اللہ حقانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
- اہتمام و اشاعت: ————— مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی
- مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زرو بوی ضلع صوابی (پاکستان)
- فون و فیکس دارالعلوم: 480534-0938 رہائش: 480156
- موبائل: 0300-5681986



فہرست مضامین جلد سوم

صفحہ

عنوانات

باب صلاة المسافر

(فصل فی السفر التي تتغير به الاحکام)

۴۵ قصر نماز کیلئے سفر میں مشقت کا ہونا ضروری نہیں
۴۵ دائمی سفر یا قیام، شریعت سے متصادم نہیں
۴۶ بے قرار شخص کی اقامت اور سفر کا مسئلہ
۴۷ وطن اصلی پر مرور سے بھی سفر ختم ہو جاتا ہے
۴۷ ملازمت یا طلب علم کے سلسلے میں وطن اقامت کا مہم مسئلہ
۴۸ جائے ملازمت جب وطن اقامت بن جائے پھر جب تک چھوڑا نہ ہو اتمام کیا جائے گا
۴۹ میلوں پر مقدار مسافت قصر کا اعتبار
۵۰ ملکی سرحد و محاذ پر کمپ لگائے ہوئے فوجی سپاہی قصر و اتمام میں افران بالائے تابع ہیں

صفحہ	عنوانات
۵۲	شہر یا فناء شہر کے قیدی اتمام اور بیابان و صحرا کے قیدی قصر کریں گے.....
۵۳	جنگی قیدیوں کی نیت اقامت و قصر معتبر نہیں بلکہ وہ افسران بالا کے تابع ہیں.....
۵۵	کسی شخص کا دو وطنوں میں جائیداد وغیرہ ہونے کی صورت میں سفر و قصر کا مسئلہ.....
۵۶	بیوی والدین کے گھر اور شوہر کے گھر کی مسافت کے راستے میں قصر کرے گی.....
۵۷	قصر نماز کیلئے مسافت سفر کی مقدار.....
۵۷	ڈرائیور جو مسلسل سفر میں ہو، کی نماز کا حکم.....
۵۷	وطن اقامت سے دوسرے مقامات پر جانے کی صورت میں سفر کہاں سے حساب کیا جائے گا؟.....
۵۸	بیوی کا والدین اور شوہر کا سر کے گھروں کے درمیان مسافت سفر کا مسئلہ.....
۵۹	سرکار کا حکم پندرہ دن سے زیادہ ٹہرنے کا ہے جبکہ ملازم کم قیام کرتا ہے.....
۶۰	۴۸ میل یا ۷۸ کلومیٹر سے کم مسافت سفر میں قصر نہیں کریں گے.....
۶۰	مختلف مقامات میں گھر و والدین وغیرہ کے ہونے کی صورت میں سفر و اقامت کا مسئلہ.....
۶۲	جائے ملازمت میں پندرہ دن سے کم قیام والے قصر کریں گے.....
۶۲	جائے ملازمت میں ایک دفعہ اقامت کرنے کے بعد تارک ایجا اتمام کرے گا.....
۶۳	افغان مہاجرین کا افغانستان میں دوران جہاد قصر و اتمام کا مسئلہ.....
۶۳	سفر میں تین روز کی مسافت معتبر ہے فراخ معتبر نہیں.....
۶۳	مسافر جس راستے پر جا رہا ہو اس کی مسافت معتبر ہوگی.....
۶۵	اقامت کیلئے عارضی نیت معتبر نہیں.....

۶۶	آبائی وطن میں صرف جائیداد ہو تو اس میں رائج قصر ہے
۶۷	گھر و جائیداد میں مشترک دو بھائیوں کی مختلف جگہوں میں رہنے کی صورت میں اتمام و قصر کا مسئلہ
۶۸	مسافر ڈرائیور وطن اصلی یا اقامت کو واپسی سے قبل قصر کرے گا
۶۸	تائل اور تزوج والی مقام میں قصر کیا جائے گا
۶۹	سامان تجارت کیلئے مکان کرایہ پر لیا اور دیہات میں جا کر فروخت کرتا ہے لیکن نیت اقامت نہیں کی ہے قصر کرے گا
۷۰	دیہات میں نیت اقامت درست ہے
۷۰	پندرہ دن سے کم اقامت کرنے والے قصر کریں گے
۷۱	اہل و عیال کے وطن اقامت میں متائل کبھی کبھی آتا ہو تو قصر کرے گا
۷۲	بحری جہاز کے ملازمین کا قصر و اتمام
۷۳	سرکاری مدارس اور مدارس عربیہ کے ملازمین کی اپنی نیت سفر معتبر ہے متبوع کی نہیں
۷۳	افسر بالا یا امیر کے حکم پر مسافت سفر کی نیت کرنے والے قصر کریں گے
۷۴	وطن اقامت کو جب تک چھوڑا نہ ہو تو اس میں اتمام کرنا پڑے گا
۷۵	وطن اقامت کو جنگل سے ہر ہفتہ آنے جانے میں قصر و اتمام کا مسئلہ
۷۶	مہاجرین افغانستان کی نیت اقامت
۷۷	افغان مجاہدین نے آبادی میں نیت اقامت نہ کی ہو تو قصر کریں گے
۷۸	بہشتی زیور کی ایک عبارت کی وضاحت

فصل فی قصر الصلاة

۷۹	مسافر کا مقیم امام کے پیچھے نیت کرنے کا مسئلہ
۷۹	مسافر مقتدی نے مسافر امام کو مقیم سمجھ کر چار رکعت کی نیت کی اب کیا کرے گا؟
۸۰	مسافر مقتدی کا مقیم امام کے پیچھے نیت رکعات کا مسئلہ
۸۱	مسافر شرعی قصر نہ کرنے سے گنہگار ہوتا ہے
۸۲	سفر میں صوری جمع بین الصلاتین جائز ہے
۸۲	مسافر مقیم امام کی نماز کے آخر میں شامل ہوا تو پوری نماز ادا کریں گے
۸۳	سفر میں سنن رواتب کے ادا کرنے یا نہ کرنے میں فقہاء کا رائج قول
۸۴	مسئلہ ترک وعدم ترک سنن در سفر
۸۵	سفر کے بعض احکام کے بارے میں استفسار
۸۷	سفر شرعی میں مسافر پر قصر واجب اور اتمام ممنوع ہے اور روزہ رکھنا افضل ہے
۸۸	کسی کیلئے دو وطن ہونے کی صورت میں قصر نماز کا مسئلہ
۸۹	مسافر کی حالت نماز میں اقامت کی نیت کا مسئلہ
۸۹	مسافر مقیم کے اقتداء میں چار رکعت پڑھے گا
۹۰	ہندوستان میں قید پاکستانی اسیروں کی نماز کا مسئلہ
۹۱	وطن اقامت سے انشاء سفر کی صورت میں قصر کریں گے

۹۲	آبادی میں مقیم قیدی اتمام کریں گے.....
۹۳	مسافر امام کا مقیمین کیلئے چار رکعت نماز پڑھانا.....
۹۳	مسجد حرام اور مسجد نبوی میں مقیم امام کے پیچھے پوری نماز ادا کی جائے گی.....
۹۴	جیل میں قیدی اتمام کریں یا قصر؟.....
۹۵	حالت نماز میں اقامت کی نیت کا مسئلہ.....
۹۶	حنبلی مسافر کے اقتدا میں حنفی مسافر کا اتمام کرنا.....

باب صلاة الجمعة

۱۰۰	نماز جمعہ فرض عین اور اس کی فرضیت سے منکر کافر ہے.....
۱۰۰	جمعہ کے دن اعمال صالحہ کی فضیلت.....
۱۰۱	جمعہ کے دن بعض اعمال کرنے کے ثواب میں زیادتی اور جمعۃ الوداع کا مسئلہ.....
۱۰۲	نماز جمعہ کے بعد ذکر جہری کرنا بدعت نہیں البتہ بعض صورتوں میں مکروہ ہے.....
۱۰۳	عورتوں کا جمعہ کیلئے مساجد جانا مکروہ ہے.....
۱۰۵	نماز جمعہ اور نماز عید ایک ہی روز میں ادا کئے جائیں گے.....
۱۰۶	کپڑے اتار کر صرف چادر لپیٹ کر جمعہ پڑھانا.....
۱۰۷	جمعہ کے دن حرمت بیع وغیرہ اذان ثانی کے ساتھ ہے یا اول کے ساتھ؟.....
۱۰۷	دیہات میں جمعہ اور ظہر کے درمیان جمع کرنے کی اجازت نہیں بلکہ ظہر پڑھنا ضروری ہے.....

صفحہ	عنوانات
۱۰۸	جمعہ کے دن وعظ وغیرہ سننے کیلئے اپنے محلے کے بجائے دوسرے محلے کی مسجد میں جانا.....
۱۰۹	ایک شخص کا ایک وقت میں تین مقامات پر خطبہ و جمعہ ممکن غیر واقع ہے.....
۱۱۰	تعدد جمعہ جائز اور تو حد افضل ہے.....
۱۱۱	جمعہ کے بارے میں فقہ سے ناواقف غیر مقلد کے عجیب مسائل.....
۱۱۲	جمعہ بند کرنے کی صورت میں فتنہ و فساد اور خانہ جنگی کا خطرہ ہو تو جمعہ بند نہیں کیا جائے گا.....
۱۱۳	کسی مسجد میں نماز جمعہ ترک کر کے دوبارہ شروع کرنا مباح ہے.....
۱۱۳	جمعہ کی آخری دو رکعت سنت کی تاکید، عدم تاکید اور نیت کا مسئلہ.....
۱۱۵	جمعہ کے بعد چار رکعت سنن کافی اور چھ رکعت بہتر ہیں.....
۱۱۵	جمعہ کے سنن قبلہ کی قضا کے بارے میں تفصیلی استفسار.....
۱۱۸	جمعہ کی چار رکعت سنت قبلہ کی قضا کا حکم.....
۱۱۹	جمعہ سے قبل چار سنت رہ جائیں تو بعد میں پڑھنا احوط ہے.....
۱۲۰	قریہ کبیرہ اور قریہ صغیرہ میں احتیاط الظہر کا کوئی اصل نہیں ہے.....
۱۲۱	مشکوٰۃ مقام میں احتیاط الظہر پڑھنے کا جواز.....
۱۲۲	جن لوگوں پر جمعہ واجب نہیں وہ لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں.....
۱۲۳	شرائط جمعہ کے تحقق میں تردد کے وقت احتیاطی پڑھنا.....
۱۲۳	سنت جمعہ مسجد کے ساتھ مختص نہیں ہیں.....

فصل فی شروط صحت الجمعة

- ۱۲۵ ہر مقام میں جمعہ کے جواز کا حکم قرآن و حدیث اور فقہ سے مخالف ہے
- ۱۲۷ جمعہ کے متعلق ضرورت شرعی کی بنا پر مذہب غیر پر فتویٰ دینا درست ہے
- ۱۲۷ صحت جمعہ کیلئے فوات امن عامہ ضرر رسان نہیں ہے
- ۱۲۸ جہاں اذن عام نہ ہو وہاں جمعہ کا حکم کیا ہے؟
- ۱۳۰ فنائے مصر میں مسافت کا اعتبار نہیں
- ۱۳۱ ہنگامی اور وقتی مصر میں جمعہ درست ہے
- ۱۳۱ جیل میں جمعہ کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں
- ۱۳۲ قریہ صغیرہ میں بحکم حاکم اقامت جمعہ درست ہے
- ۱۳۳ میلوں سے فنائے مصر اور شرائط مصر اور شافعی مسلک پر جمعہ پڑھانے کا حکم
- ۱۳۴ دیہات میں رہنے والوں پر نماز جمعہ کیلئے شہر آنے اور فرضیت جمعہ میں ائمہ کا اختلاف
- ۱۳۵ وعظ و تبلیغ کیلئے چھوٹے گاؤں میں جمعہ قائم کرنا
- ۱۳۵ فنائے مصر میں میلوں کا کوئی اعتبار نہیں
- ۱۳۶ جس گاؤں میں کئی محلے اور کئی مساجد ہوں تو قریہ کبیرہ کے حکم میں ہے
- ۱۳۷ جمعہ فی القری کے بارے میں عدم جواز کا قول راجح و مؤند ہے
- ۱۳۹ جمعہ و عیدین دونوں کیلئے مصر شرعی شرط ہے

صفحہ	عنوانات
۱۳۹	سنی، شیعہ، مرزائی وغیرہ کے مشترکہ گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم
۱۴۰	جیل میں نماز جمعہ درست ہے
۱۴۱	اقامت جمعہ کیلئے قاضی و والی کی اجازت کا مسئلہ
۱۴۲	نماز جمعہ کیلئے مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے
۱۴۳	دیہات میں اقامت جمعہ کیلئے مذہب سے عدول غیر مستحسن امر ہے
۱۴۳	کمیٹی کی حدود میں داخل دیہات فتائے مصر یا مضافات میں داخل دیہات ہیں
۱۴۴	دارالحرب میں جمعہ پڑھنا درست ہے
۱۴۵	جس جگہ جمعہ جائز ہو وہاں متعدد مقامات پر نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے
۱۴۶	دیہات میں جمعہ جائز نہیں
۱۴۷	صحرا میں اقامت جمعہ درست نہیں
۱۴۷	جیل کے اندر قیدی یا حوالاتی کا جمعہ وعیدین
۱۴۸	صحرا و بیابان میں جمعہ وعیدین کسی صورت میں صحیح نہیں
۱۴۹	مستقل کیمپ میں مسلمان حاکم کی اجازت سے جمعہ قائم کرنا
۱۴۹	نماز جمعہ کیلئے اذان عام اور سلطان کا شرط ہونا مقاصد سے نہیں
۱۵۰	اقامت جمعہ کیلئے مصر، جماعت اور خطبہ وغیرہ ضروری ہیں
۱۵۳	مصر شرعی کے بارے میں حضرت مفتی صاحب کے فتویٰ پر نقد اور اس کا تفصیلی جواب
۱۵۴	حضرت مولانا فضل احمد صاحب صدر مدرس دارالعلوم اسلامیہ لکی مروت کا جواب

صفحہ

عنوانات

۱۵۵	دارالافتاء جامعہ حقانیہ کی جانب سے حضرت مولانا فضل احمد صاحب کے جواب پر نقد
۱۶۰	شہر تہ پارسو میل دور تجارتی منڈی میں جمعہ کرنا
۱۶۱	قریہ صغیرہ میں جمعہ درست نہیں لہذا اس میں نماز احتیاطی پڑھنا بے احتیاطی ہے
۱۶۲	تین سو افراد پر مشتمل آبادی قریہ صغیرہ ہے
۱۶۲	متعدد قریٰ پر مشتمل علاقہ مصر شرعی نہیں
۱۶۳	تقریباً دو ہزار افراد پر مشتمل قریہ میں نماز جمعہ درست ہے
۱۶۳	دو ہزار افراد پر مشتمل آبادی میں نماز جمعہ کا حکم
۱۶۳	ایک سو بیس گھروں پر مشتمل افغان مہاجر کمپ میں نماز جمعہ کا حکم
۱۶۵	چار ہزار افراد پر مشتمل آبادی جہاں سولہ دکانیں ہوں میں جمعہ کا حکم
۱۶۶	قریہ صغیرہ میں اقامت جمعہ کی اجازت نہیں ہے
۱۶۷	متعدد قریٰ پر مشتمل علاقہ میں نماز جمعہ کا حکم
۱۶۸	نوے گھروں پر مشتمل آبادی میں جمعہ اور حکم جمعہ میں مسافر وغیرہ کا استثناء
۱۶۹	جب آبادی نہ ہو تو صرف بازار کا ہونا تحقق جمعہ کیلئے کافی نہیں
۱۷۰	اٹھارہ سو کی آبادی میں اقامت جمعہ درست ہے
۱۷۱	ڈیڑھ ہزار مردم شماری ہو تو جمعہ درست ہے
۱۷۲	ایک وادی میں مختلف محلات اور دور ہونے کی صورت میں جمعہ کا حکم
۱۷۲	فتنہ و فساد کی وجہ سے دیہات میں جمعہ کا حکم

صفحہ

عنوانات

۱۷۴ موضع شادی و ہمیال میں نماز جمعہ کے بارے میں تیرہ تفصیلی مسائل

فصل فی الخطبة

۱۸۲ خطبہ جمعہ و عیدین کے الفاظ کی مقدار اور حکم

۱۸۲ جمعہ کے دن خطبہ میں یا خطبہ سے قبل وعظ و نصیحت کا حکم

۱۸۳ خطبہ جمعہ و عیدین میں پنجابی زبان کے اشعار پڑھنا خلاف سنت ہے

۱۸۴ امام الحجی کی اجازت کے بغیر مسجد میں وعظ و تقریر کرنا

۱۸۵ خطبہ جمعہ میں والسلطان العادل ظلل اللہ فی الارض الخ پڑھنے کا حکم

۱۸۶ خطبہ کے دوران قعدہ کی شکل میں دوزانو بیٹھنا نہ مطلوب ہے نہ ممنوع

۱۸۷ جمعہ کے دن مسجد میں ٹیپ شدہ تقریر سنانا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے

۱۸۷ خطبہ جمعہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام لینے کا حکم

۱۸۸ اذان ثانی اور خطبہ کے درمیان مسجد کیلئے چندہ کرنا

۱۸۹ جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان تقریر کرنا نماز کیلئے نقصان دہ نہیں

باب صلاة العیدین

۱۹۳ عورتوں پر نماز عید واجب نہیں

۱۹۳ نماز عیدین میں شافعی امام کا اقتدا درست ہے

صفحہ

عنوانات

۱۹۴	عید کے دن کیلئے پہلے سے کپڑوں کو تیار کرنا اور رقم رکھنا درست ہے
۱۹۵	نماز عید صحرا میں بہتر ہے اور مصر میں متعدد مقامات پر جائز ہے
۱۹۶	نماز عید کیلئے ساٹھ میل کا سفر کرنا کسی کے نزدیک واجب نہیں
۱۹۶	نماز جمعہ اور عید میں تداخل ائمہ اربعہ کا مذہب نہیں
۱۹۸	بلا عذر عید گاہ میں نماز نہ پڑھنا خلاف سنت اور محلہ کی مساجد میں جائز ہے
۱۹۸	آبادی کی اندرونی عید گاہ اور مسجد کا یکساں حکم ہے
۱۹۹	نماز عید میں لوگوں کی کثرت کی وجہ سے سجدہ سہو ترک کرنا جائز ہے
۱۹۹	ایک ہی مقام پر یکے بعد دیگرے الگ الگ نماز عید پڑھنا
۲۰۰	خطبہ عیدین کے ضمن میں یا بعد از خطبہ ہیئت اجتماعہ سے دعا کا حکم
۲۰۱	نماز عید یا خطبہ عید کے بعد دعا کرنے یا نہ کرنے کے متعلق قول رسول یا فعل رسول ثابت نہیں
۲۰۲	نماز عید یا خطبہ عید کے بعد دعا غفو اور مباح ہے
۲۰۲	عید کے دن مصافحہ کا حکم
۲۰۳	شہر سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر صحرا میں نماز عید ادا کرنا
۲۰۴	عید کارڈ، عید مبارکی اور عید کیلئے نئے کپڑوں کے اہتمام کا حکم
۲۰۶	عید کے دن مصافحہ اور معافقہ سے منع کرنے میں تشدد نہ دیا نہیں
۲۰۸	عیدین کی نماز میں مسبوق اپنی رکعت مع تکبیرات پوری کرے
۲۰۸	تکبیرات تشریق احادیث سے ثابت ہیں
۲۰۹	تکبیرات تشریق منفرد اور عورت دنوں پر واجب ہیں

- ۲۰۹ بنا بر قول مفتی بہ تکبیرات تشریق عرفہ کی صبح سے تیرہ ذی الحجہ کی عصر تک ہیں
- ۲۱۰ تکبیرات تشریق میں مفتی بہ قول صاحبین کا ہے

کتاب احکام الجنائز

باب صلاة الجنازة

- ۲۱۳ ایک مسلمان کو بلا جنازہ دفن کرنے سے تمام مطلع لوگ گنہگار ہوں گے
- ۲۱۳ نماز جنازہ میں عدم تاخیر افضل ہے
- ۲۱۴ جنازہ میں عوام کی طرف سے مقررہ قاضی امام الحی پر مقدم ہے
- ۲۱۵ جنازہ میں فاتحہ پڑھنا اور مذہب احناف
- ۲۱۶ جنازہ میں امام کا چار سے زائد تکبیرات کہنا
- ۲۱۷ جنازہ سے منع کرنے والے توبہ تائب ہو جائیں
- ۲۱۷ دعا بعد الجنازہ کا حکم
- ۲۱۸ جنازہ میں تین صفوف بنانا افضل اور کثرت کی صورت میں طاق بنانا انسب ہے
- ۲۱۹ جنازہ میں امام کا جبر سے دعا پڑھنا
- ۲۲۰ قبرستان میں نماز جنازہ کا حکم

صفحہ	عنوانات
۲۲۱	مرتکب کبائر کے جنازہ کا حکم
۲۲۲	شیعہ پر جنازہ کا حکم
۲۲۲	قرض خواہ کی جانب سے قرض دار پر جنازہ بند کرنے کا کوئی حق نہیں
۲۲۳	منکوحۃ الغیر سے نکاح کرنے والے کے جنازہ کا حکم
۲۲۴	منکوحۃ الغیر کو رکھنے والے کا جنازہ
۲۲۵	میت کا سر جنوب اور پاؤں شمال کو کر کے جنازہ پڑھانا
۲۲۶	گرفتاری سے پہلے قطاع الطريق قتل کئے جائیں تو جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا
۲۲۶	تابلغ کے جنازہ کی نیت
۲۲۷	میت کا صرف سر پایا جائے جنازہ کا کیا حکم ہے؟
۲۲۷	مفتی امام کی امامت کا حکم
۲۲۸	میت پر ولی بعد کے جنازہ کے بعد ولی اقرب کا دوبارہ جنازہ پڑھانا
۲۲۹	میت پر نجس چادر یا کفن ڈالا جائے یا ریشمی کپڑے میں ہو تو جنازہ کا کیا حکم ہے؟
۲۳۰	تکرار جنازہ کی اجازت نہیں
۲۳۱	امام الحجی کی موجودگی میں دوسرے شخص کا جنازہ پڑھانا
۲۳۱	مردہ پیدا شدہ بچے کے جنازہ کا حکم
۲۳۲	جنازہ کی نیت میں فرض کفایہ کے بجائے کفائی پڑھنا
۲۳۲	میت کو نکال کر دوسری جگہ لے جانا اور اس پر دوبارہ جنازہ کا حکم
۲۳۳	مرزائی کا جنازہ پڑھنا یا جنازے کا اتباع کرنا ناجائز ہے

صفحہ	عنوانات
۲۳۳	کئی دنوں کے بعد نماز جنازہ پڑھانا
۲۳۴	جنازہ کو چالیس قدم لے جانا سنت زائدہ (مستحب) ہے
۲۳۵	والدین کے قاتل، قطاع الطريق اور خودکشی کرنے والے کا جنازہ
۲۳۶	بالغ اور نابالغ کے اکٹھے جنازہ میں نیت اور دعا کا مسئلہ
۲۳۶	مقبرہ اور سڑک پر نماز جنازہ پڑھنا
۲۳۷	امام الحی سے ناراضگی کی وجہ سے دوسرے امام کیلئے جنازہ پڑھانا خلاف سیاست ہے
۲۳۸	خودکشی کرنے والے پر نماز جنازہ جائز بلکہ رائج ہے
۲۳۹	دریا میں بوسیدہ و بد بولاش پائی جائے تو غسل اور جنازہ کیا جائے گا
۲۴۰	قادیانی پر جنازہ کرنا حرام ہے
۲۴۰	ناپاک جگہ پر کھڑے ہو کر جنازہ درست نہ ہوگا
۲۴۱	جنازہ میں چار پائی کی جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں
۲۴۱	مرزائی پر جنازہ پڑھنے والوں کے نکاح کا حکم
۲۴۲	قبل البلوغ مجنون اور بعد البلوغ مجنون کے جنازہ میں فرق
۲۴۳	بعد کسر الصفوف دعا بعد الجنازہ جائز ہے
۲۴۴	کسر الصفوف کے بعد دعا بعد الجنازہ پر دوبارہ استفسار
۲۴۵	دعا بعد الجنازہ کی شرعی حیثیت
۲۴۷	المقالة فی الدعاء بعد الجنازة
۲۵۱	غانبانہ نماز جنازہ کا حکم

صفحہ

عنوانات

۲۵۳ بالغین اور نابالغ کے مشترکہ جنازہ میں دونوں دعائیں پڑھی جائیں گی
۲۵۳ قاتل، چور، راہزن، مفرور اور باغی پر جنازہ کا حکم
۲۵۴ شدید بارش کی وجہ سے مسجد میں جنازہ پڑھنا جائز ہے
۲۵۵ جنازہ کے درود میں درود ابراہیمی کے دیگر الفاظ ثابت ہیں
۲۵۶ خنثی مشکل کے جنازہ کا طریقہ
۲۵۷ مسلمان والدہ یا والدین کی متابعت کی وجہ سے بچہ پر نماز جنازہ ادا کی جائے گی
۲۵۸ ولد الزنا کے کانوں میں اذان اور جنازہ کا حکم
۲۵۹ اوقات مکروہہ میں جنازہ حاضر ہو جائے تو جنازہ مکروہہ نہیں
۲۶۰ جنازہ کی نیت میں بعض الفاظ کا چھوڑنا
۲۶۱ قبرستان میں نماز جنازہ اور میت کو منتقل کرنے کی وجہ سے دوبارہ جنازہ کا حکم
۲۶۲ تمام عمر نماز نہ پڑھنے والے شخص کے جنازہ کا حکم
۲۶۳ دوران اغوا اغوا کنندہ مقتول پر جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا

فصل فی الحمل

والغسل والدفن والتعزیه

۲۶۶ جہاں موت واقع ہو وہاں کے مقبرہ میں دفن کرنا مستحب ہے
-----	--

صفحہ

عنوانات

۲۶۶	مردہ کیلئے صندوق بنا کر دفنانا
۲۶۷	میت کو دوبارہ غسل دینا اور سلی ہوئی قمیص و شلوار پہنانا تعامل امت سے مخالف ہے
۲۶۸	بعد الغسل اور جنازہ لے جاتے وقت میت کا سر اور پاؤں کس جانب ہو؟ اور لوگوں کا دفن سے پہلے چلے جانے وغیرہ مسئلہ
۲۷۰	دفنانے کے بعد وقت تعزیت شروع ہو جاتی ہے
۲۷۱	بیوی کیلئے شوہر کو اور شوہر کیلئے بیوی کو غسل و دفن وغیرہ کا حکم
۲۷۱	شوہر کیلئے مردہ بیوی کو غسل دینے میں حدیث تجرید البخاری سے استدلال صحیح نہیں
۲۷۲	میت کے کانوں میں اذان دینے کا کوئی ثبوت نہیں
۲۷۳	قبر پر اذان کا حکم
۲۷۴	مردہ پیدا شدہ بچے کو قبرستان میں دفنایا جائے گا
۲۷۴	قبر میں رضائی وغیرہ ساتھ رکھنا خلاف سنت ہے
۲۷۵	دفن کے وقت قبر گر کر دوبارہ مرمت کی جائے
۲۷۵	قبر کے سر اور پاؤں کی جانب سورۃ بقرہ کا اول و آخر پڑھنا اور تلقین بعد الممات کا حکم
۲۷۶	دفن کے بعد میت کے سر ہانے اور پاؤں کی طرف سورۃ بقرہ کا اول و آخر پڑھنا
۲۷۷	دفن کے بعد مسئلہ میراث بیان کرنا نہ مطلوب ہے نہ ممنوع
۲۷۸	غسل دینے کے بعد میت پر ایک رات گزر جائے غسل کا اعادہ نہیں ہے
۲۷۸	میت کے ساتھ بطور تبرک حدیث و وظائف کی کتابوں کا دفن کرنا
۲۷۹	خفشی مشکل کو غسل دینے کا مسئلہ

۲۸۰	تقریت میں دعا، جنازہ کے بعد دعا اور حیلہ اسقاط میں دو قرآن کا حکم
۲۸۱	قبر پر سیمنٹ کے بنے ہوئے پتھر رکھ کر مٹی ڈالنا
۲۸۲	تلقین میت بعد الدفن کا حکم
۲۸۳	میت کا دوسرے وطن منتقل کرنے اور مسلمان کا اہل کتاب کے مقبرہ میں دفن کرنے کا مسئلہ
۲۸۳	دفن سے پہلے لاش کو دوسری جگہ لے جانا
۲۸۵	نوزائیدہ مردہ بچے کا نام رکھنا جائز ہے
۲۸۵	میت کو غسل دینے کا حقدار اور اجرت پر غسل دینے کا مسئلہ
۲۸۶	بالشت سے اونچی قبر بنانا اور اس پر کسی درخت کی شاخ گاڑنا
۲۸۶	غسل کے وقت میت کے پاؤں بجانب قبلہ کرنا
۲۸۷	میت کے تیسرے دن میت کے کپڑے وغیرہ دھونا رسم ہے
۲۸۷	جب میت کو دو دفعہ غسل دینا کسی کا مذہب نہیں ہے
۲۸۸	قبر کے ارد گرد چاروں طرف پتھر کے تختے لگانا اور درمیان میں مٹی ڈالنا
۲۸۸	قبر تیار ہوا اور جنازہ بھی ہوا ہو تو کسی کی زیارت کے انتظار میں میت رکھنا بہتر نہیں ہے
۲۸۹	نوزائیدہ مردہ بچے کے دفنانے کفنانے کیلئے لوگوں کا جمع ہونا
۲۸۹	نماز جنازہ کے بعد فوراً جنازہ اٹھالینا
۲۹۰	دفن سے پہلے میت کے چہرہ سے کفن ہٹا کر لوگوں کو زیارت کرانا
۲۹۱	بعد از تکفین مردہ کے چہرے کو دیکھنا
۲۹۱	میت کی پہلی رات قبر کے ارد گرد آگ جلانا

صفحہ	عنوانات
۲۹۲	کفن دفن سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں تعزیت جائز ہے
۲۹۳	غیر کی ملکیت میں دفن کرنا جائز نہیں
۲۹۳	عیدین میں تعزیت کیلئے دوبارہ جانا
۲۹۳	جب میت کا حکم
۲۹۳	بنسبت مسجد کے حجرہ میں تعزیت کیلئے بیٹھنا بہتر ہے
۲۹۵	دوبارہ جنازہ اور غسل میت سے قبل تعزیتی دعا کا حکم
۲۹۵	کفن پر روشنائی یا مٹی سے مبارک کلمات لکھنا
۲۹۶	برزخی حیات تزوج زوجہ اور ارث وغیرہ کے منافی نہیں ہے
۲۹۶	منہدم شدہ قبر کا دوبارہ بنانا
۲۹۷	مرزائی اور رافضی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کئے جائیں گے
۲۹۸	نامعلوم قاتل کے مقتول کو غسل دیا جائے گا
۲۹۸	میت پر آیۃ الکرسی وغیرہ کلمات سے منقش چادر ڈالنے کا حکم
۲۹۹	میت کو دس دس قدم لے جا کر تین مرتبہ رکھ کر اٹھانا
۳۰۰	رسم چہلم کا حکم
۳۰۰	میت کے پیچھے قل خوانی کا حکم
۳۰۱	عالم کیلئے میت کو غسل دینا بطور پیشہ مکروہ ہے
۳۰۲	مکہ مکرمہ سے لائی گئی چادر میت پر بچھانا

فصل فی زیارة القبور

وايصال الثواب وغيرها

- زیارت روضہ مطہرہ اور زیارة القبور کے آداب و مستحبات ۳۰۵
- قبرستان میں دعا و سلام کا طریقہ ۳۰۶
- مقبرہ میں ایصال ثواب مسنون اور تخصیص سورت وعد التزام کی وجہ سے بدعت ہے ۳۰۷
- میت کے پیچھے مختلف خیرات کا حکم ۳۰۸
- میت کے ایصال ثواب کیلئے شب جمعہ خیرات اور چہلم وغیرہ کا حکم ۳۰۹
- پانچ آدمیوں کیلئے ختم القرآن کرنے میں بے ترتیبی محل ثواب نہیں ۳۰۱
- دفن کرتے وقت پتھروں پر سورۃ ملک پڑھ کر قبر میں ڈالنا اور جنازہ سے پہلے جائے نماز تقسیم کرنا ۳۱۱
- میت کو جمعہ کیلئے گھر پر رکھنا، میت کے پیچھے خیرات، دعا بعد الجنازہ دائرہ اسقاط وغیرہ ۳۱۲
- اولیاء کی قبروں پر گنبد اور چادر دیواری بنانا ۳۱۳
- میت کے پاس قبل الدفن تلاوت کرنا اور آیات قرآنیہ سے منقش چادر چار پائی پر ڈالنا ۳۱۵
- غسل سے پہلے میت کے پاس تلاوت اور اس کے حق میں دعا کرنا ۳۱۶
- بدھ یا جمعرات کو دفن شدہ کی قبر پر جمعہ تک پہرہ دینے کا رسم ۳۱۷
- میت کا کسی کو خواب میں قبر تبدیل کرنے کا حکم کرنا ۳۱۸

صفحہ	عنوانات
۳۱۹	ایک قبر سے دوسری قبر کو شعلہ اٹھنا
۳۱۹	نابالغ بچوں سے نکیر منکر کا سوال و جواب
۳۲۰	قبر کی مٹی تبر کا یا علا جا کھانا امر منکر ہے
۳۲۱	عورتوں کیلئے مصالح خارجیہ کی بنا پر زیارۃ القبور ممنوع ہے
۳۲۲	مزارات پر بعض عوامی امور کی شرعی وضاحت
۳۲۳	سگ اصحاب کہف کو ایصال ثواب
۳۲۳	دریا برد ہونے کی وجہ سے قبروں کا منتقل کرنا
۳۲۵	بدعات و رسومات کی وجہ سے قبروں کو منہدم کرنا جائز نہیں ہے
۳۲۶	قبر و تعزیہ کو چومنے، قبر کے پتھر بدن پر ملنے وغیرہ کا حکم
۳۲۷	بوقت جنازہ غربا میں کپڑوں کی تقسیم
۳۲۷	میت یا قبر کے پاس تلاوت قرآن مجید کا حکم
۳۲۸	مٹی دم کر کے قبر میں رکھنے اور ڈالنے کا حکم
۳۲۹	قبر پر ہری شاخ رکھنا جائز اور اندر رکھنا ابداع ہے
۳۲۹	قبر پختہ کرنے اور اس پر غلاف رکھنے کا حکم
۳۳۰	مردہ کے پاس قرآن رکھنا اور امام کی جائے نماز کا مسئلہ
۳۳۱	میت دفنانے کے بعد تین بار دعا کرنا
۳۳۲	میڈیکل کالجوں میں جسد میت پر تجربات کرنا
۳۳۳	قبر پر آیات، احادیث، تاریخ وفات اور نام وغیرہ لکھنے کا حکم

صفحہ

عنوانات

۳۳۳ اولیاء اللہ اور صلحاء کی قبروں پر جھنڈے لگانا اور غلاف چڑھانا
۳۳۴ قبرستان پر گزرتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا
۳۳۵ شرکاء جنازہ کیلئے میت کے گھر میں کھانا
۳۳۵ میت کے بارے میں مختلف مسائل
۳۳۷ قبرستان میں کھانا کھانے کا حکم
۳۳۸ زیارۃ القبور جائز اور عبادۃ القبور ناجائز ہے
۳۳۸ قبر تیار ہو کر اندر سورۃ تیس پڑھ کر مٹی دم کر کے قبر میں بچھانا
۳۴۰ بعض جانوروں کا جنت جانا
۳۴۱ مسئلہ اطعام من اہل المیت
۳۴۳ بوسیدہ قبر میں قلش کٹر Gutter بنانا
۳۴۳ بچے کی موت کے بعد بکری ذبح کرنے اور ہڈیوں کو قبر کے پاس دفن کرنے کی رسم
۳۴۴ قبر کے اندر سورۃ تیس پڑھنا، جنازہ کے دوران ذکر کرنا اور ناخواندہ کا جنازہ پڑھانا

فصل فی احکام الشہید

۳۴۷ بندوق کے ذریعے ظلماً مقتول شہید ہے
۳۴۷ شہید کی شہادت اخروی کا دارمدارنیت پر ہے
۳۴۸ شہید کو انزال اور جنابت کی وجہ سے غسل دیا جائے گا

۳۴۹	شہداء کی حیات قرآن و احادیث سے ثابت ہے
۳۴۹	ثوابی اور عرفی شہید میں فرق اور میت کو یتیم دینے کا مسئلہ
۳۵۱	شہید کے اقسام اور کفن و دفن کا مسئلہ
۳۵۲	بم دھماکوں میں مرنے والے شہید ہیں
۳۵۲	نامعلوم شخص کے فائرنگ سے مرنے والا شہید ہے
۳۵۲	صحرا میں مردہ پایا جائے تو غسل دیا جائے گا یا نہیں؟

کتاب الزکوٰۃ

باب وجوب الزکوٰۃ

۳۵۸	انما الصدقات للفقراء والمساكين (الآیۃ) میں صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے
۳۵۹	مالک نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے اگرچہ حاجات اصلیہ مثل سواری وغیرہ حاصل نہ ہوں
۳۶۰	تابالغ اور مجنون پر زکوٰۃ واجب نہیں
۳۶۰	لفظ صدقہ سے کوئی چیز زکاۃ کی نیت سے دی جائے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے
۳۶۱	نصاب شرعی سے کم مال میں وجوب زکوٰۃ نہیں ہے
۳۶۱	مال بقدر نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی

صفحہ

عنوانات

۳۶۲ سونے اور چاندی کے خلط اور افراد کی صورت میں زکوٰۃ کا حکم
۳۶۳ حرمان زکوٰۃ کا نصاب
۳۶۳ زکوٰۃ کی فرضیت کیلئے بلوغ شرط ہے
۳۶۴ نقد روپیہ میں ہر سال باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہے
۳۶۵ اوزان نصاب زکوٰۃ میں حضرت تھانوی اور محقق لکھنوی کا اختلاف
۳۶۶ انکم ٹیکس زکوٰۃ کا متبادل نہیں ہو سکتا
۳۶۷ ریڈیو، ٹی وی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں یا نہیں؟
۳۶۸ سواری کیلئے موٹر کار، قالین، ریڈیو، دکان کے فرنیچر وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں
۳۶۹ زکوٰۃ میں تاخیر مکروہ ہے
۳۶۹ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تعجیل افضل ہے تاخیر بہتر نہیں
۳۷۰ صاحب مال کی زکوٰۃ خود اس کے ذمہ ہے دوسرے کے ذمہ پر نہیں
۳۷۱ غنی بننے کے وقت سے قمری سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہوگی
۳۷۱ والد کے اموال میں بیٹوں کیلئے اباحت اور اجازت عامہ کی صورت میں زکوٰۃ وغیرہ کا مسئلہ
۳۷۲ نصاب سے کم سونا اور کچھ رقم اور مہر مؤجل کی صورت میں شوہر پر زکوٰۃ کا مسئلہ
۳۷۳ والد کے ذمہ بیٹوں کا قرضہ ہو تو اس قرض کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟
۳۷۳ گیارہ تو لے سونے میں شریک والد و بیٹوں پر زکوٰۃ کا حکم
۳۷۴ بیٹے کے صاحب نصاب ہونے سے والد غنی نہیں ہوتا
۳۷۴ زکوٰۃ کی رقم گم ہونے کی صورت میں دوبارہ ادائیگی کا حکم

صفحہ

عنوانات

۳۷۵ وکیل زکوٰۃ سے چوری ہونے کی صورت میں مالک کیلئے دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنے کا مسئلہ
۳۷۶ زکوٰۃ کی ادائیگی میں موجودہ شہر کی قیمت معتبر ہوگی
۳۷۶ تکمیل نصاب کے وقت سے حوالان حول معتبر ہوگا
۳۷۷ حاجات اصلیہ میں صرف نہ کی گئی رقم پر باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی
۳۷۷ زکوٰۃ کی رقم مقروض کے قرضہ میں دینے کا مسئلہ
۳۷۸ مقروض پر قرضہ کی زکوٰۃ واجب نہیں
۳۷۹ قرض کی زکوٰۃ مقروض پر نہیں قرض دہندہ پر ہے
۳۷۹ مقروض کو زکوٰۃ میں قرضہ چھوڑنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی
۳۸۰ بینک کی زکوٰۃ فنڈ میں نفع نقصان کی بنیاد پر زیادتی کا حکم
۳۸۱ بینک کا طریقہ اخذ زکوٰۃ درست نہ ہونے کی صورت میں خود ادائیگی کا طریقہ
۳۸۲ تاحال حکومتی نظام زکوٰۃ درست اور باقاعدہ ہے۔
۳۸۲ بینکوں میں جمع شدہ رقوم سے سرکاری طور پر زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کرنے کا حکم
۳۸۳ پاکستانی حکومت کے مروجہ نظام زکوٰۃ پر تنقید اور اسے شرک کے مترادف قرار دینے کا حکم
۳۸۳ کاغذی نوٹ کے ذریعے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے
۳۸۶ کاغذی کرنسی کی ادائیگی سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے
۳۸۷ مروجہ کرنسی ٹمن عمرنی ہے لہذا اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے
۳۸۸ شیعہ کو زکوٰۃ کا عامل بنانے یا زکوٰۃ دینے کا حکم
۳۸۸ زکوٰۃ سے بچنے کیلئے اپنے آپ کو شیعہ اور جعفری کہنا اور لکھنا

صفحہ

عنوانات

۳۸۹	گاڑی تجارت کیلئے نہ ہو تو اس کی آمدنی میں زکوٰۃ واجب ہوگی قیمت میں نہیں
۳۸۹	دکان، عمارت اور فرنیچر پر زکوٰۃ واجب نہیں
۳۹۰	حولان حول کے بعد مزید رقم آنے کی صورت میں زکوٰۃ کا مسئلہ
۳۹۱	درمیان سال مال مستفاد حولان حول میں سابقہ نصاب کا تابع ہوتا ہے
۳۹۲	حولان حول سے قبل خریدی ہوئی گاڑی پر زکوٰۃ کا مسئلہ
۳۹۲	باقاعدہ ہبہ و تملیک کی صورت میں زکوٰۃ موہوب لہ پر فرض ہوگی
۳۹۳	مہتمم چندہ دہندہ گان کا وکیل ہوتا ہے طالبان کا نہیں
۳۹۳	مختلف مزکین کی زکوٰۃ کو جمع اور خلط کرنے کی صورت میں حیلہ تملیک کا حکم
۳۹۳	فقیر کو زکوٰۃ کی رقم دیکر واپسی کا تقاضا جائز نہیں
۳۹۵	کسی مدرسہ کو زکوٰۃ دینے کا وعدہ کیا اور اداء کسی اور مدرسہ میں کر دی
۳۹۶	جماعتی زکوٰۃ فنڈ میں جب تملیک کی رعایت نہ ہو زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی
۳۹۷	زکوٰۃ کا فنڈ مضاربہ میں دے کر اس کا منافع کھانا حرام ہے
۳۹۷	ڈاک پر زکوٰۃ بھیجنے کا خرچ بھیجنے والے پر ہے
۳۹۸	زکوٰۃ چیئر مین کیلئے زکوٰۃ کی رقم سے تنخواہ مقرر کرنا

باب الزکوٰۃ فی الأموال

۴۰۱

دوسو دراهم اور چاندی کا نصاب

۴۰۱	نصاب سے کم خالص سونا اور پچاس روپے کی صورت میں زکوٰۃ کا حکم
۴۰۲	نصاب سے کم سونے مع نقد رقم میں زکوٰۃ کا مسئلہ اور عبارت بہشتی زیور کی توضیح
۴۰۳	گندم اور سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ کا مسئلہ
۴۰۴	تعمیری کام کیلئے رکھی گئی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی
۴۰۵	نصاب سے کم سونا اور چاندی ہو اور مجموعہ کی قیمت نصاب تک پہنچتی ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی
۴۰۵	سونے چاندی کی قیمت لگا کر اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا جائز ہے
۴۰۶	زکوٰۃ کی رقم اپنے پیسوں سے خلط ہو کر خرچ ہوا تو دیگر رقم دینے سے ذمہ فارغ ہو جاتا ہے
۴۰۷	اصل زر اور سود کے مجموعہ سے زکوٰۃ ادا کرنا
۴۰۸	نصاب سے کم زیورات اور مہر مؤجل میں زکوٰۃ کا مسئلہ
۴۰۹	بینکوں میں جمع شدہ رقوم اموال ظاہرہ کے حکم میں ہیں
۴۱۰	حج کیلئے رکھی گئی رقم میں زکوٰۃ واجب ہے
۴۱۱	موجودہ کاغذی نوٹ اور چاندی کا نصاب
۴۱۲	پاکستان کرنسی کے لحاظ سے نصاب زکوٰۃ
۴۱۳	صرف چاندی یا چاندی اور سونے دونوں میں زکوٰۃ کا طریقہ
۴۱۳	سونا چاندی میں حوالان حول کے وقت کی قیمت معتبر ہوگی
۴۱۴	بیوی کو مہر کے علاوہ دیئے گئے زیورات میں زکوٰۃ کا حکم
۴۱۵	استعمال کیلئے چالیس پچاس جوڑے کپڑوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ
۴۱۶	کان کی پیداوار میں زکوٰۃ

صفحہ

عنوانات

۴۱۶ مکان بنانے کیلئے رکھی ہوئی رقم میں زکوٰۃ کا حکم
۴۱۸ بیوی کے زیورات سے اطلاع دیئے بغیر زکوٰۃ و فطرانہ دینے کا حکم
۴۱۹ رہن میں رکھے ہوئے زیور میں زکوٰۃ
۴۱۹ بینک وغیرہ سے لئے ہوئے قرضے بھی نصاب زکوٰۃ سے منہا کئے جائیں گے
۴۲۰ زر ضمانت پر زکوٰۃ کا حکم
۴۲۰ دکان کے زر ضمانت اور پگڑی میں زکوٰۃ کا حکم
۴۲۱ کاروبار کے پلانوں اور سرمایہ میں زکوٰۃ
۴۲۲ پلاٹ کی قیمت میں ہر سال زیادتی کی صورت میں زکوٰۃ کا حکم
۴۲۳ غیر منقولہ جائیداد میں زکوٰۃ کا حکم
۴۲۳ رہائش یا تجارت کی نیت سے تعمیر کردہ مکان میں زکوٰۃ کا مسئلہ
۴۲۳ رہائش کیلئے خریدی گئی زمین میں زکوٰۃ کا مسئلہ
۴۲۵ کرایہ پر دیئے گئے مکانات و دکانات میں زکوٰۃ نہیں
۴۲۶ تجارت کی نیت سے خریدی ہوئی زمین و مکان و دکان پر زکوٰۃ واجب ہے
۴۲۶ ٹرک اور بس کی قیمت سے نہیں بلکہ آمدنی اور حاصلات سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی
۴۲۷ قسطوں پر فروخت کئے گئے ٹرک کی اقساط پر زکوٰۃ
۴۲۷ گاڑی اور تجارتی گیہوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ
۴۲۸ تجارتی اور کرایہ کی گاڑیوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ
۴۲۹ کرایہ کیلئے یا ذاتی استعمال کی موٹر میں زکوٰۃ کا مسئلہ

صفحہ	عنوانات
۲۳۰	پکڑی کی رقم پر زکوٰۃ کا حکم
۲۳۰	جی پی فنڈ اور سال میں دو دفعہ زکوٰۃ کی کٹائی کا حکم
۲۳۱	جی پی فنڈ ظاہر میں دین ضعیف کے حکم میں ہے
۲۳۳	حکومت کی طرف سے جبراً کٹی گئی رقم اور تنخواہ میں زکوٰۃ
۲۳۳	تجارتی اور نقد مال میں حولان حول کے بعد بہر حال زکوٰۃ واجب ہے
۲۳۳	ذاتی کتب میں زکوٰۃ کا حکم
۲۳۵	صرف گائے یا بھینس کی صورت میں زکوٰۃ کا حکم
۲۳۶	بشرط بقائے نصاب مال تجارت میں نقصان کی صورت میں بھی زکوٰۃ فرض ہے
۲۳۶	قرضہ رہن میں زکوٰۃ کا حکم
۲۳۷	قرضہ کی رقم میں زکوٰۃ کا مسئلہ
۲۳۸	مسجد فنڈ سے تجارت کرنا اور اس میں زکوٰۃ کا حکم
باب زکوٰۃ السوائم	
۲۳۹	بھیڑ بکریوں کا نصاب اور زکوٰۃ
۲۳۹	نصاب سے کم بھیڑ بکریوں میں زکوٰۃ نہیں ہے
۲۴۰	بھیڑ اور بکریوں کے مشترکہ نصاب کا مسئلہ
۲۴۰	گائے اور بھینسوں کی زکوٰۃ پر چراگاہ کے کرایہ کا کوئی اثر نہیں پڑتا

صفحہ

عنوانات

۴۴۱

بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ میں معیت فی الرعی شرط نہیں ہے

۴۴۲

اجارہ پردی گئی بھیت بکریوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ

۴۴۳

زکوٰۃ میں جانور دینے کی بجائے قیمت دینا

باب زکاة الزروع والثمار (العشر)

۴۴۶

عشر کے وجوب کیلئے غنا اور نصاب شرط نہیں ہے

۴۴۷

مسلک حنفی کی رو سے زرعی پیداوار میں نصاب مقرر نہیں

۴۴۸

عشر میوہ ہا میں ایک سال ذخیرہ ہونے کی شرط معتبر نہیں

۴۴۹

پاکستانی زمینیں عشری ہیں خراجی نہیں

۴۵۰

زمین وقف کے عشر کا مسئلہ

۴۵۱

ائمہ مساجد کو دی گئی سیری میں عشر واجب ہے

۴۵۱

رہن شدہ زمین کا عشر اور زر رہن میں زکوٰۃ کا مسئلہ

۴۵۲

باغات میں عشر کا مسئلہ اور امام ابو یوسف کے قول کی تشریح

۴۵۳

عشر کے بارے میں امام ابو یوسف کے قول پر دوبارہ استفسار

۴۵۶

عشر میں زمانہ وجوب کی قیمت معتبر ہے

صفحہ	عنوانات
۴۵۷	عشر میں جنس کی قیمت دینے کی صورت میں مقامی نرخ معتبر ہے نہ کہ سرکاری
۴۵۷	عشری زمین سے خراج لینے کی صورت میں ذمہ فارغ نہیں ہوتا
۴۵۸	بہن کے حصہ زمین پر غاصب بھائی اس بہن کو عشر دے سکتا ہے
۴۵۹	افغان مجاہدین عشر لے سکتے ہیں
۴۵۹	شراب، تمباکو، افیون اور بچ میں عشر کا مسئلہ
۴۶۰	غیر مملوک جنگلات کی آمدنی اور عشر و زکوٰۃ کا مسئلہ
۴۶۱	مملوک اور غیر مملوک پہاڑ کے چلغوزوں میں عشر کا حکم
۴۶۲	پہاڑی گھنگور میں عشر نہیں
۴۶۳	خشخاش، افیون اور پوست میں عشر کا مسئلہ
۴۶۳	افیون کا عشر پختہ ہونے کے بعد مالک زمین پر ہے
۴۶۴	پہاڑی درختوں کے میوہ جات میں عشر کا حکم
۴۶۵	مالٹا کے باغ اور درختوں کے درمیان غلہ وغیرہ میں عشر کا حکم
۴۶۵	اشجار میوہ دار اور غیر میوہ دار میں عشر کا مسئلہ
۴۶۶	سیب کے باغات میں عشر نکالنے کا طریقہ
۴۶۷	چارے کیلئے بوئے گئے سرسوں میں عشر واجب ہے
۴۶۸	حکومتی حمایت سے خارج پہاڑوں کے میوہ جات میں عشر کا مسئلہ
۴۶۹	پہاڑی درختوں اور لکڑیوں میں عشر کا مسئلہ

صفحہ	عنوانات
۴۷۰	فصل اور میوہ جات میں عشر کے مسائل
۴۷۱	نشہ آور اشیا کی کاشت پر عشر واجب ہے
۴۷۲	تمباکو کا استعمال اور عشر کا مسئلہ
۴۷۳	گڑ میں عشر کا حکم
۴۷۴	گنے اور گڑ میں عشر کا حکم
۴۷۴	تمباکو میں عشر کا مسئلہ
۴۷۵	مکھیوں کے شہد میں عشر واجب ہے
۴۷۵	فصل کے بیج میں عشر نہیں
۴۷۶	بھوسہ میں عشر احوط ہے واجب نہیں
۴۷۶	خود روگھاس میں عشر واجب نہیں
۴۷۷	درخت کے پتوں میں عشر کا حکم
۴۷۷	توت کے پتوں، درخت اور ٹہنیوں میں عشر واجب نہیں
۴۷۸	نہر کے کناروں پر بوئے گئے درختوں میں عشر واجب نہیں
۴۷۹	تھریشر سے کمائے گئے گندم میں عشر نہیں
۴۷۹	پھاڑی خود رو درختوں میں عشر واجب نہیں
۴۸۰	گھر کے پھلدار درختوں اور سبزی وغیرہ میں عشر واجب نہیں
۴۸۰	کٹائی، خرمن والے، لوہار اور ترکھان کو دینے والے گندم میں عشر زمیندار پر ہے

صفحہ	عنوانات
۲۸۱	زمین کے حاصلات زمین ہی پر خرچ کرنا اور قرض مانع عشر نہیں
۲۸۲	پیداوار سے اجارہ کی رقم منہا نہیں کی جائے گی
۲۸۲	زمینی پیداوار میں ہل وغیرہ کا خرچہ منہا نہیں کیا جائے گا
۲۸۳	باغات کا عشر بائع پر ہے یا مشتری پر؟
۲۸۴	اجارہ کی صورت میں عشر کس پر واجب ہے؟
۲۸۴	مختلف مسائل در بارہ عشر و اجارہ
۲۸۷	اجارہ اور مزارعت کی مختلف صورتوں میں عشر کے وجوب کا مسئلہ
۲۸۸	مستاجر پر عشر کا اشتراط مفید عقد نہیں ہے
۲۸۹	مزارعت کی صورت میں عشر کا حکم
۲۹۰	مشین کے ذریعے سیراب شدہ فصل میں نصف العشر واجب ہے
۲۹۰	کارین سے سیراب ہونے والی زمین میں عشر کا مسئلہ
۲۹۱	مالیہ کی نہری زمینوں میں عشر و نصف عشر کے مسئلہ میں مناظرہ اور فیصلہ
۲۹۳	بارانی اور مالیہ والی نہری زمینوں کے عشر میں فرق
۲۹۴	عشر کو مالیہ میں نہیں دیا جائے گا
۲۹۵	اجارہ کے عشر میں ائمہ کا اختلاف اور نہری زمینوں کا حکم
۲۹۶	مشترکہ نہر پر ظالمانہ قبضہ اور آبیانہ کی صورت میں عشر کا مسئلہ
۲۹۷	سرکاری نہر کے آبیانہ کی صورت میں نصف عشر کا مسئلہ

باب صدقة الفطر

۵۰۱ صدقة الفطر کی مقدار
۵۰۲ صدقة فطر میں مقامی نرخ معتبر ہے
۵۰۲ صرف تین تولہ سونے پر صدقة الفطر اور قربانی
۵۰۳ بھجوں اور پاگل کی طرف سے باقاعدہ فطرانہ ادا کیا جائے گا
۵۰۳ قیدی کے جرمانہ میں فطرانہ دینا
۵۰۵ صدقة فطر متعدد مسکینوں کو دینا جائز ہے
۵۰۵ اجرت میں فطرانہ دینا جائز نہیں
۵۰۶ صدقة فطر کی مقدار
۵۰۶ تنخواہ دار امام کا فطرانہ وصول کرنا

باب صدقة التطوع

۵۰۸ نابالغ کے مال سے تصدق اور تبرع کا حکم
۵۰۹ مال حرام کا تصدق کی نیت سے دینا اور معطلی لہ کا معطلی کیلئے دعاء کرنے کا حکم
۵۰۹ صدقة سے خود کھانا اور رد بلاء و آفات کیلئے ذبح کرنا
۵۱۰ مشترکہ مال سے صدقات ادا کرنا

۵۱۱ دینی طلباء کیلئے گھروں سے روٹی سالن جمع کرنے کا حکم

باب مصارف الزکاة

۵۱۳ پرند و چرند مصرف عشر و زکوٰۃ نہیں

۵۱۳ مال و متاع میں شریک فقیر کو زکوٰۃ دینا

۵۱۵ میت کے قرضہ میں زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی

۵۱۵ کیا زکوٰۃ کنویں کے بنانے اور اس پر مشین لگانے میں صرف کی جاسکتی ہے؟

۵۱۶ زکوٰۃ اور مصارف کے بعض مسائل

۵۱۷ وہ زمین موجب غنا نہیں جس سے سال بھر کی قوت یا اس سے کم حاصل ہو رہی ہو

۵۱۸ فقیر مطلقہ عورت کو زکوٰۃ دینا جائز ہے

۵۱۸ مالدار مجاہدین پر صرف زکوٰۃ نہیں ہو سکتا

۵۱۹ زکوٰۃ کی رقم سے کچھ پکا کر کھلانے سے فراغت ذمہ کا مسئلہ

۵۲۰ مقروض اور مکان بنانے والے فقیر کو نصاب سے زائد زکوٰۃ دینے کا حکم

۵۲۱ فقیر کو زکوٰۃ سے غنی بنانا مکروہ ہے

۵۲۲ زکوٰۃ سے کتاب کی طباعت کرنا

۵۲۲ بچیس گائیوں یا پینتیس بکریوں کا مالک زکوٰۃ لے سکتا ہے

۵۲۳ حاجت اصلیہ کی اشیاء نہ رکھنے والے صاحب نصاب کیلئے زکوٰۃ لینا حرام ہے

صفحہ	عنوانات
۵۲۴	حج کیلئے رقم جمع کرنے والے غنی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں
۵۲۴	عیالدار اور مقروض فقیر کو مقدار نصاب زکوٰۃ دینا
۵۲۵	سودی کاروبار کرنے والے کی زکوٰۃ نادار طلباء پر صرف کرنا
۵۲۵	سودی کاروبار کرنے والے سے زکوٰۃ کی رقم لینا جائز ہے
۵۲۶	تابالغ کو زکوٰۃ دینے کا حکم
۵۲۷	عاقل و مراہق تابالغ کو زکوٰۃ دینا جائز ہے
۵۲۷	مالدار آدمی کا نادار بالغ بیٹا مصرف زکوٰۃ ہے
۵۲۸	باپ بیٹے کی مشترکہ زکوٰۃ نہ ہو تو بہو کو دینا جائز ہے
۵۲۸	وکیل کا اپنی بیوی کو زکوٰۃ دینے اور داماد کو زکوٰۃ دینے کا حکم
۵۲۹	فقیر ماں باپ بہن بھائی کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ
۵۳۰	بہوؤں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے
۵۳۰	عزیز یا رشتہ دار کو کتنی رقم تک زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟
۵۳۱	اگر باپ مالک نہیں صرف تصرف کرتا ہے تو بیٹے بہن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں
۵۳۲	بیٹی اور پوتے پوتیاں مصرف زکوٰۃ نہیں
۵۳۲	عاقل تابالغ بچے کا اپنے لئے اور تابالغ بھائیوں کیلئے زکوٰۃ لینا جائز ہے
۵۳۳	والدہ اور غیر شرعی نکاح میں ازدواجی زندگی گزارنے والوں کو زکوٰۃ دینا
۵۳۳	سوتیلی ماں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے
۵۳۴	صاحب نصاب شوہر کی فقیر بیوی کیلئے زکوٰۃ لینے اور مہر غیر معجل سے غنی نہ بننے کا مسئلہ

صفحہ	عنوانات
۵۳۵	عیالدار عالم اور محترم اقارب پر مقدم کئے جائیں گے
۵۳۵	مدرس کیلئے بطور صلہ عشر و زکوٰۃ لینا جائز ہے
۵۳۶	فقیر امام مسجد کو زکوٰۃ بطور ترحم اور صلہ جائز ہے
۵۳۷	ائمہ مساجد کو زکوٰۃ و صدقات دینا
۵۳۸	زکوٰۃ و عشر کے مصارف فقراء و مساکین ہیں خواہ ائمہ المساجد ہوں یا علماء
۵۳۹	روافض کے علاقے میں اہل سنت کی اقلیت کی بنا پر زکوٰۃ و عشر سے دینی مدرسہ کا قیام
۵۴۱	دینی مدارس کو زکوٰۃ و غیرہ دینے کا حکم
۵۴۲	کسی فقیر مسکین کو مال زکوٰۃ ملا تو معلمین کو اجرت میں دے سکتا ہے
۵۴۲	تملیک بالذات یا بواسطت مہتمم مدارس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے
۵۴۳	حکومتی زکوٰۃ کمیٹی سے دینی مدارس کیلئے زکوٰۃ لینے کا حکم
۵۴۴	مدرسہ کیلئے زکوٰۃ کی مد میں باقاعدہ حیلہ کی صورت
۵۴۴	حیلہ زکوٰۃ میں تملیک حقیقی ضروری ہے ہزل سے نہیں ہوتا
۵۴۶	حکومت سے مدارس کیلئے حیلہ پر رقم لینا درست ہے
۵۴۷	زکوٰۃ میں باقاعدہ حیلہ کے بغیر فراغت ذمہ نہیں ہوتی
۵۴۷	مدرسہ کے مطبخ میں زکوٰۃ خرچ کرنے اور تنخواہ میں زکوٰۃ کیلئے عجیب حیلہ
۵۴۸	بیت المال اور حیلہ زکوٰۃ کا حکم
۵۴۹	غنی عالم اور محترم کیلئے زکوٰۃ لینے کا حکم
۵۵۰	مدارس کے اساتذہ وغیرہ ”والعاملین علیہا“ میں داخل نہیں ہیں

صفحہ

عنوانات

۵۵۱	زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء پر خرچ کرنا
۵۵۲	صاحب نصاب طالب علم بسا اوقات مصرف زکوٰۃ بن سکتا ہے
۵۵۳	طالب علم اور احوج کیلئے دوسرے شہر کو زکوٰۃ بھیجنا
۵۵۴	غنی معلم اور معلم کو زکوٰۃ دینا اور علامہ شامی کا قول
۵۵۵	زکوٰۃ کی رقم سے طلباء کی ضروریات پوری کرنا
۵۵۵	کالج کا مسکین طالب علم زکوٰۃ سے وظیفہ لے سکتا ہے
۵۵۶	سادات کو زکوٰۃ دینے کا حکم
۵۵۷	سادات اور بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینے کی شرعی حیثیت
۵۵۹	سادات کو زکوٰۃ دینے اور لینے کا حکم
۵۵۹	سوائے بنی ہاشم کے دیگر قریشیوں پر صرف زکوٰۃ میں اختلاف نہیں
۵۶۰	سادات کے مسئلہ میں حضرت تھانوی اور مفتی شفیع رحمہما اللہ کی رائے بالکل درست ہے
۵۶۱	عیسائی اور تمام غیر مسلموں کو زکوٰۃ دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا
۵۶۱	شیعہ کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے فریضہ ادا نہیں ہوگا
۵۶۲	سلطان جائز کو زکوٰۃ دینے سے ذمہ کا فراغ اور یہ اموال ٹھیکا پر لینے کا حکم
۵۶۳	عشر و زکوٰۃ میں ٹھیکداری نظام اور مشاہرات ملازمین میں دینے کا حکم
۵۶۵	سیلاب زدگان کیلئے چندہ میں زکوٰۃ دینا
۵۶۵	مال زکوٰۃ کو دفاعی آلات و اسلحہ پر خرچ نہیں کیا جائے گا
۵۶۷	زکوٰۃ کی رقم سے فری ہسپتال چلانا

صفحہ

عنوانات

۵۶۸	زکوٰۃ فنڈ اور تعلیمی فنڈ تعمیر مسجد میں لگانا
۵۶۹	ہائی سکول بنانے کے قومی چندے میں عشر و زکوٰۃ دینا درست نہیں
۵۷۰	زکوٰۃ کی رقم سے ٹرسٹ قائم کرنا
۵۷۰	زکوٰۃ فنڈ اور بینک کے سودی یا غیر سودی کھاتے میں رکھنے کا حکم
۵۷۲	زکوٰۃ کی رقم سے دینی کتب کی اجرت کتابت اور کاغذ خریداری کا حکم
۵۷۲	زکوٰۃ کی ادویات وصول کرنے والے مریضوں سے دو روپیہ پرچی کی بجائے پانچ روپیہ وصول کرنا
۵۷۳	میت کے ورثاء اور مصیبت زدہ اشخاص کیلئے زکوٰۃ وغیرہ فنڈ کا حکم
۵۷۴	مال زکوٰۃ کا دوسری جگہ انتقال اور مال زکوٰۃ سے دوائی خرید کر دینے کا حکم
۵۷۵	مسجد کی تعمیر میں زکوٰۃ دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا

مسائل شتی

۵۷۶	مسافر کا مقیم امام کے پیچھے فساد نماز کی وجہ سے اعادہ رکعات کا مسئلہ:
۵۷۶	صدقۃ الفطر کو دو مسکینوں پر تقسیم کرنا جائز ہے:
۵۷۷	موجودہ کرنسی کے اعتبار سے مہر فاطمی کی مقدار:
۵۷۸	شریکین میں سے ایک کو میراث یا ہدیہ و ہبہ سے ملی ہوئی رقم میں دوسرا شریک نہیں ہوگا
۵۷۹	قرض مؤجل پر مصالحت کر کے معجل کی صورت میں کم رقم لینے کا مسئلہ:
۵۷۹	تعلقی طلاق کی ایک صورت اور اس سے نجات کا طریقہ
۵۸۰	”طلاق، طلاق طلاق، ماں بہن“ کا حکم:

صفحہ	عنوانات
۵۸۰	بیوی کا شوہر کو یا اپنے آپ کو طلاق دینے کا مسئلہ
۵۸۱	طلاق ۳ نیت سے بیوی کو ماں، بہن یا عمہ کہنا:
۵۸۱	بیوی کے ساتھ لواطت موجب حرمت مصاہرت نہیں ہے:
۵۸۲	سالی کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی:
۵۸۲	بغیر ہاتھ پاؤں والے اور منہ پر زخمی آدمی کی نماز کا حکم:
۵۸۲	فاقد الطہور دین قیدی کی نماز کا حکم:
۵۸۳	وضو کی وجہ سے مرض سلس البول جاری ہونے والے آدمی تیمم کرے گا:
۵۸۳	نکاح فاسد کی صورت میں مطلقہ مغفلہ کے ساتھ دوبارہ نکاح بلا تحلیل جائز ہے:
۵۸۳	قراءت میں فحش غلطی کرنے والا دوبارہ صحیح پڑھے تو نماز درست ہے:
۵۸۳	حرام کمائی کرنے والے شخص کی دعوت طعام میں شرکت:
۵۸۳	فصل سے عشر علیحدہ کئے بغیر کھانے کا حکم:
۵۸۵	پیداوار سے عشر دیتے وقت کرایہ مزدوری چوکیداری وغیرہ کی رقم کا حکم:
۵۸۵	اجارہ کی صورت میں عشر کا مسئلہ:
۵۸۶	مزارعت کی صورت میں عشر کا مسئلہ:
۵۸۶	عاریت کی صورت میں عشر کا مسئلہ:
۵۸۷	فصل فروخت کرنے کی صورت میں عشر کا مسئلہ:
۵۸۷	اہل حرب کیلئے معاون اور جاسوسی کرنے والے منافق مسلمانوں کا حکم
۵۸۸	جہاد مقدس عبادت اور انسداد فساد ہے

بسم الله الرحمن الرحيم

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ (جلد سوم)

الحمد لله رب العالمین، والصلوة والسلام علی اشرف المرسلین سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ ... أما بعد!

اللہ کریم کی خصوصی عنایات اور مہربانیوں پر بندہ کا قلب و دماغ حمد و شکر اور مسرت سے لبریز اور جمین نیاز رب کریم کے آگے سر بسجود ہے کہ نو مہینے کی قلیل مدت میں فتاویٰ فریدیہ کی جلد ثالث منظر عام پر آ رہی ہے اس جلد میں کتاب الصلوٰۃ کے آخری ابواب اور کتاب الزکوٰۃ مکمل شامل ہے اسی طرح کل دو ہزار دو سو پچاس مسائل تقریباً اٹھارہ سو ستر صفحات میں آپ کے ہاں پہنچ چکے فتاویٰ کی ترتیب و تخریج اور تہذیب و ترتین میں جس عرق ریزی اور محنت شاقہ سے واسطہ پڑتا ہے ارباب علم و فضل اس سے بے خبر نہیں ہیں لیکن یہ سب کچھ خداوند کریم کی رحمت خاص کی دستگیری اور توفیق نصیب ہونے پر موقوف ہے، دارالعلوم حقانیہ کے تیس سالہ غیر مرتب ریکارڈ جو سینکڑوں رجسٹروں پر مشتمل ہے میں سے ان بکھرے ہوئے مسائل کی تخریج و ترتیب کی بیدار مغزی کے ساتھ ہر ایک مسئلہ کا مطالعہ کیا اور پھر ہر ایک مسئلہ کیلئے فقہی ذخائر سے استخراج جزئیات اور باحوالہ ذکر کرنا انتہائی مشکل اور کٹھن کام تھا لیکن توفیق ربی اور بزرگ و مہربان اساتذہ و مشائخ اور والدین کی دعاؤں سے یہ عظیم علمی خدمت کامیابی سے ہمکنار ہو رہی ہے ورنہ مجھے جیسے نا کارہ اور سیاہ کار کیلئے اس کا تصور بھی محال تھا، اور اللہ کریم کا یہ بھی خصوصی فضل و کرم اور مہربانی ہے کہ سیدی و شہنی و سندی و مولائی حضرت مفتی صاحب متعنا اللہ تعالیٰ بطول حیاتہ و فیوضہ نے بیماری اور ضعف و نقاہت کے باوجود اس جلد کی بھی فصل فصل اور باب باب پر نظر ثانی فرما کر اسے مزید استناد اور استحکام سے نوازا اور جہاں تک بعض مسائل میں ضروری حواشی اور بحث و تحقیق کا تعلق ہے اس میں حتی الوسع کوئی کوتاہی نہیں کی گئی ہے پھر بھی انسان ٹھوکر کھانے سے محفوظ نہیں، برائے اصلاح مطلع فرمانے پر ہم مشکور ہوں گے، یہاں بندہ اپنے نگران اور مشفق اتاذ حضرت مولانا مفتی سیف اللہ حقانی رئیس دارالافتاء جامعہ حقانیہ کی خدمت میں ہدیہ اعتنان و تشکر پیش کرتا اپنا فریضہ سمجھتا ہے جنہوں نے اول سے اب تک قدم قدم پر رہنمائی اور حوصلہ افزائی کی ہے، حضرت الشیخ مفتی صاحب دامت برکاتہم کے تلامذہ، مریدین اور متعلقین کی خدمت میں بھی ہدیہ عقیدت و محبت پیش کرتا ہوں جن کی دلی دعاؤں اور حوصلہ افزائیاں سے یہ ساری جدوجہد جاری و ساری ہے امید ہے حضرات علماء کرام اور طالبان علوم نبویہ استفادہ کے وقت اپنی دعاؤں میں بندہ حقیر پر تقصیر اور رفیقان کار حضرت مولانا حافظ حسین احمد صدیقی، مولانا مفتی عصمت اللہ حقانی، جناب سلطان فریدی اور حافظ ولی الرحمن صدیقی اور ان تمام حضرات کو جنہوں نے اس کام میں جس طور پر بھی کچھ حصہ لیا ہے یاد رکھیں گے۔ اللہ کریم اسے قبول فرمائے اور ہم سب کیلئے زادۂ خیرت اور فلاح و آرزوین کا ذریعہ بنائے۔ آمین

طالب دعا: محمد وہاب منگلوری غفی عنہ

خادم العلم والافتاء، دارالعلوم صدیقیہ زردلی (صوابی)

۶/ رجب ۱۴۲۶ھ

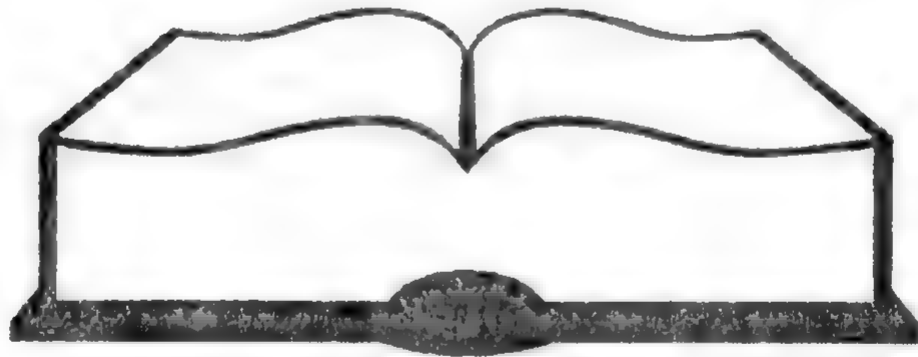
اللَّهُ

اللَّهُ

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد سوم

باب صلوٰۃ المسافر





قال الله تعالى

واذا ضربتم فى الارض فليس عليكم

جناح ان تقصروا من الصلوة.

.....(النساء).....



بسم الله الرحمن الرحيم

باب صلاة المسافر

(فصل فی السفر التي تتغير به الاحکام)

قصر نماز کیلئے سفر میں مشقت کا ہونا ضروری نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس زمانہ میں سفر تمام تر سہولیات کے ساتھ کیا جاتا ہے جس میں کسی قسم کی مشقت نہیں ہوتی مثلاً ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر میں کوئی مشقت نہیں ہوتی، تو پھر قصر کیوں کی جاتی ہے؟ بینو اتوجروا

المستفتی: عبد الغنی شیوہ ضلع صوابی..... ۱۸/۱۰/۱۹۷۸

الجواب: واضح رہے کہ قصر کا دار مدار سفر پر ہے نہ کہ مشقت پر کیونکہ سفر قائم مقام مشقت ہے، ویدل علیہ مافی شرح التنویرہ: حتی لو اسرع فوصل فی یومین قصر، فافہم
ہامش ردالمحتار ص ۷۳۵ جلد ۱ ﴿۱﴾. فافہم. وهو الموفق

دائمی سفر یا قیام، شریعت سے متصادم نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ڈرائیور ہے جو ہمیشہ سفر پر ہوتا ہے یا کوئی اور شخص مثلاً ہمیشہ سفر پر ہوتا ہے تو کیا شریعت میں دائمی سفر کا کوئی تصور ہے؟ کہ ہمیشہ کیلئے یہ مسافر وہی رکعت پڑھے گا؟ بینو اتوجروا

المستفتی: نا معلوم.....

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۸۰ جلد ۱ مطلب فی سجدة الشکر)

الجواب: تمام عمر مقیم ہونا یا مسافر ہونا نہ شریعت سے متصادم ہے اور نہ نفس الامر سے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

بے قرار شخص کی اقامت اور سفر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم جی ٹی ایس یعنی گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس کے ملازم ہیں ہماری سروس پشاور سے مختلف علاقوں کو ہوتی ہے لاہور، فیصل آباد، سوات وغیرہ ہم اب نوکری کی وجہ سے کرایہ کے کمروں میں رہائش پذیر ہیں ہمارے ساتھ بال بچے نہیں ہیں، تو ہم قصر کریں گے یا پوری نماز؟ بینواتوجروا

المستفتی: نور علی شاہ جی ٹی ایس ڈرائیور گڑ منڈی پشاور..... ۱۷/ رمضان ۱۴۰۸ھ

الجواب: آپ ہمیشہ مسافر ہوں گے ﴿۲﴾ اور قصر کریں گے ظہر، عشاء، عصر کی نمازوں کو دو دور رکعت پڑھیں گے البتہ اگر آپ مقیم امام کے پیچھے اقتداء کریں تو چار رکعت پڑھیں گے ﴿۳﴾ اور اگر آپ کو یہ حکم ہو کہ پندرہ دن تک آپ کی ڈیوٹی دن کو ہوگی اور رات کو پشاور میں ٹہریں گے تو آپ پشاور میں اتمام کریں گے ﴿۴﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الحصكفي: اولم يكن مستقلاً برايه او دخل بلدة ولم ينوهاى مدة الاقامة بل ترقب السفر غداً او بعده ولو بقى على ذلك سنين.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ص ۵۸۲ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ووطن الإقامة يبطل بوطن الإقامة وبانشاء السفر وبالوطن الاصلى هكذا في التبيين: (فتاوى عالمگیری ص ۱۴۲ جلد ۱ الباب الخامس عشر في صلاة المسافر)

﴿۳﴾ قال العلامة شرنبلالی: وان اقتدى مسافر بمقيم يصلى رباعية ولو فى التشهد الاخير فى الوقت صح اقتداؤه واتمها اربعاً. (امداد الفتاح شرح نور الايضاح ص ۷۱ مطلب فى اقتداء المسافر بالمقيم وعكسه)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن نجيم: كوطن الإقامة يبقى ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر. (البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب المسافر)

وطن اصلی پر مرور سے بھی سفر ختم ہو جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک ڈرائیور ہوں روزانہ پچاس ساٹھ میل سفر کرتا ہوں، میرا گھر کروڑہ (کلام) میں ہے جو کہ یتکوره سے پچاس میل دور ہے جب گھر جاتا ہوں تو اتمام کرتا ہوں لیکن گھر سے باہر یتکوره کے راستے میں یا یتکوره میں نماز سفر ادا کرتا ہوں، اور یتکوره میں رات کرایہ کی ایک بیٹھک میں گزار کر کھانا وغیرہ ہوٹل سے کھاتا ہوں، اب مطلوب یہ ہے کہ راستہ میں میری نماز سفرانہ ہوگی یا پوری؟ دوسری بات یہ ہے کہ کبھی کبھار میری روانگی یتکوره سے ہو کر کوئی ستر میل کے فاصلے پر جاتا ہوں اور میرا گزر اپنے گاؤں پر ہوتا ہے یعنی گاؤں سے بیس میل آگے جاتا ہوں لیکن روانگی یتکوره سے ہوتی ہے کیا اس مقام میں بھی قصر کروں گا؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد افسر کروڑہ کلام سوات..... ۱۹۷۴ء/۱۱/۱۳

الجواب: محترم آپ گھر سے یتکوره جانے کے وقت قصر کریں گے یعنی سفرانہ نماز پڑھیں گے اور یتکوره سے اس مقام تک جو کہ ستر میل ہے اور آپ کے گھر سے بیس میل دور ہے جانے کے حکم میں تفصیل ہے وہ یہ کہ گھر تک قصر کریں گے اور باقی بیس میل اتمام کریں گے اسی طرح واپسی کے وقت گھر تک اتمام اور باقی پچاس میل قصر کریں گے اور یتکوره میں آپ مسافر شمار ہوں گے، ماخوذ از شامی، عالمگیری (۱)۔ وهو الموفق

ملازمت یا طلب علم کے سلسلے میں وطن اقامت کا مہم مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو طلباء و اساتذہ دارالاقامہ میں تنہا

(۱) قال العلامة ابن عابدین: والحاصل ان انشاء السفر يبطل وطن الإقامة اذا كان منه اما لو انشاء من غيره فان لم يكن فيه مرور على وطن الإقامة او كان ولكن بعد سير ثلاثة ايام فكذلك ولو قبله لم يبطل الوطن بل يبطل السفر لان قيام الوطن مانع من صحته. (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۵۸۶ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی والاقامة)

تلیحدہ مکان میں رہتے ہوں، اور پندرہ شب و روز سے کم قیام کریں، تو وہ مقیم شمار ہوں گے یا مسافر جبکہ طلباء تین سال تک زیر تعلیم رہے ہوں، اور اساتذہ ہو سکتا ہے کہ متعدد سال ایک جگہ پر ملازمت کریں؟ بینوا تو جو وَا
المستفتی: نا معلوم..... ۱۹۸۷ء/۱۰/۲۷

الجواب: اگر ان طلباء نے ایک دفعہ پندرہ دن اقامت کی نیت کی ہے تو اس کے بعد مقیم شمار ہوں گے بشرطیکہ ان کا ضروری سامان بود و باش ان کے پاس ہو ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

جائے ملازمت جب وطن اقامت بن جائے پھر جب تک چھوڑا نہ ہو اتمام کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کچھ عرصہ سے یہاں قیام پذیر ہے اور پانچ یوم کے بعد وطن اصلی کو لوٹ کر جاتا ہے، وطن اصلی میں ایک دو دن رہ کر واپس آتا ہے اور فاصلہ تقریباً چونسٹھ میل ہے، سوال یہ ہے کہ یہ شخص یہاں تمام نماز پڑھے گا یا قصر کرے گا؟ بینوا تو جو وَا
المستفتی: مولوی فضل ہادی بغدادی مردان

الجواب: اگر اس ملازم کا اس مقام ملازمت میں بود و باش کا ضروری سامان موجود ہو تو یہ شخص ایک دفعہ پندرہ دن اقامت کی نیت سے دیگر دفعات میں یہ مقام، مقام اقامت شمار کرے گا، خواہ یہاں پندرہ دن رہے یا پانچ دن رہے، بہر حال وطن اقامت سفر سے اس وقت باطل ہوتا ہے جبکہ اس شخص کا

﴿۱﴾ قال ابن نجيم رحمه الله: كوطن الإقامة يبقى ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر .

(البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب المسافر)

وقال العلامة علاؤ الدين الحصكفي رحمه الله: ويطل بمثله اذا لم يبقى له بالاول اهل فلو بقي لم يطل بل يتم فيها. (الدر المختار على صدر رد المحتار ص ۵۸۶ جلد ۱ باب المسافر)
وقال العلامة كاساني: وينتقض بالسفر ايضا لان توطنه في هذا المقام ليس للقرار ولكن لحاجة فاذا سافر منه يستدل به على قضاء حاجته فصار معرضا عن التوطن به فصار ناقضا له دلالة. (بدائع الصنائع ص ۲۸۰ جلد ۱ الكلام في الاوطان)

سامان اس وطن اقامت میں نہ ہو، یدل علیہ مافی البحر ص ۱۳۶ جلد ۲ کوطن الإقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر انتهى ﴿۱﴾. ویدل علیہ کلام البدائع ص ۱۰۳ جلد ۱ علی ان قصد عدم الترك کاف فی بقاء الوطن الاولی و غیرہ بخلاف ما اذا قصد الترك کالمهاجرین رضی اللہ عنہم ﴿۲﴾. وهو الموفق

میلوں پر مقدار مسافت قصر کا اعتبار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقدار مسافت قصر کو علماء دیوبند نے میلوں کی مقدار سے معتبر کیا ہے جو اڑتالیس میل ہے، کیا مسافت قصر کو میلوں سے معتبر کیا جا سکتا ہے اگر اعتبار ہے تو میلوں پر مقدار مسافت قصر کتنی بنتی ہے؟ بینو اتوجروا
المستفتی: عبدالحی مردانی..... ۵/۹/۱۹۷۲

الجواب: اکابر دیوبند نے مسافت قصر کو اڑتالیس میل انگریزی ٹہرایا ہے (کما فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۴۴۴ جلد ۲) وجہ یہ ہے کہ ظاہر الروایت میں اگرچہ مسافت اور میلوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے (کما فی الہدایۃ وشروحہا و جمیع کتب الفتاویٰ) ﴿۳﴾ لیکن موجودہ زمانے

﴿۱﴾ (البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة کاسانی: واصله ان رسول اللہ ﷺ والمهاجرین من الصحابة رضی اللہ عنہم کانوا من اهل مكة، وكان لهم بها او طان اصلية، ثم لما هاجروا وتوطنوا بالمدينة وجعلوها دارا لانفسهم، انتقض وطنهم الاصلی بمكة حتى کانوا اذا اتوا مكة یصلون صلاة المسافرين حتی قال النبی ﷺ حين صلی بهم اتموا یا اهل مكة صلاتکم فانا قوم سفر لان توطنه فی هذا المقام لیس للقرار ولكن لحاجة فاذا سافر منه يستدل به علی قضاء حاجته فصار معرضا عن التوطن به فصار ناقضا له دلالة. (بدائع الصنائع ص ۲۸۰ جلد ۱ الکلام فی الاوطان)
﴿۳﴾ قال ابن الهمام: ولا معتبر بالفراسخ هو الصحيح..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میں پیدل سفر کے نادر اور کالعدم ہونے کی وجہ سے تین دن کی مسافت معلوم اور معین کرنا بہت مشکل ہے، لہذا علماء کرام نے آسانی کیلئے تحدید کیا ہے یعنی اڑتالیس میل مقرر کئے ہیں اور اس تحدید کی دلیل یہ ہے کہ درمختار اور ردالمختار کے باب صلاة المسافر میں مسطور ہے کہ تین دن کی مسافت سے مراد ہے کہ سال کے چھوٹے دنوں میں فجر سے زوال تک (باستثناء استراحات معقودہ وغیرہ) مثل قضاء حاجت، وضوء، نماز، خوراک وغیرہ معتدل رفتار سے تین دن کا ہو اور تین میل فی گھنٹہ کے حساب سے روزانہ سولہ میل قطع کرنے سے اڑتالیس میل بنتے ہیں، فی ردالمختار: ومجموعه ثلثة ايام في دمشق عشرون ساعة الاثنت ساعة تقريباً لان من الفجر الى الزوال في اقصر الايام عندنا ست ساعات وثلثي ساعة الا درجة ونصف ﴿١﴾ انتهى بقدر الحاجة قلت وهذا هو مقدار اليوم عندنا ايضا لاتحاد السميت فليراجع الى الخريطة (النقشه) والمعتاد المجرب قطع ثلثة اميال في ساعة واحدة فاذا استثنى لقضاء الحاجة، والطهارة والصلاة والاكل وغيره ساعة وثلث ساعة لانه اقل ما يكفي فبقيت خمس ساعات وثلث فافهم وجرب. فقط

ملکی سرحد و محاذ پر کمپ لگائے ہوئے فوجی سپاہی قصر و اتمام میں افسران بالا کے تابع ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ فوج میں فرائض امامت سرانجام دیتا ہے ابھی ہم سرحد یعنی محاذ پر ہیں اور ایک جگہ کمپ لگا دیا ہے جس کے تقریباً تین مہینے گزر گئے پہلے تو ہم قصر نماز پڑھتے تھے اب کیا ہم یہاں نیت اقامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر مجھے اپنا کمانڈر حکم دے کہ ہم (بقیہ حاشیہ) احتراز عن قول عامة المشايخ فان عامة المشايخ قدروها بالفراسخ ايضا ثم اختلفوا فيما بينهم قالوا احد وعشرون فرسخا وبعضهم قالوا ثمانية عشر وبعضهم قالوا خمسة عشر والفتوى على ثمانية عشر.

(فتح القدیر ص ۵ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

﴿١﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۷۹ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

یہاں پندرہ دن تک رہیں گے تو کیا ہم اقامت کی نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن یہ بات بھی یاد رکھنی کی ہے کہ فوج کا کمانڈر دوسرے جنرل کا ماتحت ہوتا ہے اور جنرل خود تیسرے جنرل کا ماتحت ہوتا ہے، اب ہمارے لئے اپنے کمانڈر کی بات کافی ہوگی یا اس دوسرے بالا کی، نیز میں نے ان کے حکم میں بغیر نیت اقامت کی ہے کیونکہ مجھے غالب گمان ہے کہ ہم یہاں تقریباً تین مہینے رہیں گے کیا میری یہ نیت صحیح ہے؟ بینواتو جروا المستفتی: مولوی سمیع اللہ بریگیڈ ہیڈ کوارٹرائس پی پی او

الجواب: اگر یکمپ بیابان میں لگایا گیا ہو تو یہاں نیت اقامت درست نہیں ہے اگرچہ کمانڈر وغیرہ کا حکم اور اجازت موجود ہو، اور اگر آبادی میں ہو تو نیت اقامت کمانڈر کے حکم کے بعد درست ہے، فی الدر المختار ولو نوى غيرهم (اهل الاخبية) الإقامة معهم لم يصح في الاصح ﴿١﴾ (هامش ردالمحتار ص ۷۳۹ جلد ۱). وفي الهندية ص ۱۲۸ جلد ۱ ونية الإقامة انما تؤثر بخمس شرائط (الى ان قالوا) وصلاحيه الموضع حتى لو نوى الإقامة في بر او بحر او جزيرة لم يصح ﴿٢﴾ وفيها ايضاً ص ۱۲۹ جلد ۱ وكل من كان تبعاً لغيره يلزمه طاعته يصير مقيماً باقامته ومسافراً بنيته وخروجه الى السفر كذا في محيط السرخسي، وفيها ايضاً الاصل ان من يمكنه الإقامة باختياره يصير مقيماً بنية نفسه ومن لا يمكنه الإقامة باختياره لا يصير مقيماً بنية نفسه حتى ان المرأة اذا كانت مع زوجها في السفر..... والجندي مع اميره فهؤلاء لا يصيرون مقيمين بنية انفسهم في ظاهر الرواية كذا في المحيط ﴿٣﴾. وهو الموفق

﴿١﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۵۸۳ جلد ۱ مطلب سجدة الشكر باب صلاة المسافرين)

﴿٢﴾ (فتاوى عالمگیری ص ۱۳۹ جلد ۱ الباب الخامس عشر في صلاة المسافرين)

﴿٣﴾ (فتاوى عالمگیری ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر في صلاة المسافرين)

شہر یا فناء شہر کے قیدی اتمام اور بیابان و صحرا کے قیدی قصر کریں گے

سوال: ہم جنگی قیدیوں کی حیثیت سے ہندوستان میں نظر بند ہیں، ہم حکومت ہند کے تمام مذہبی سہولتوں کے فراہمی کے ساتھ ساتھ اس مسئلہ سے دوچار ہیں کہ ہمیں ہندوستانی کیمپوں میں کوئی نماز ادا کرنی چاہئے نماز قصر یا پوری نماز، آپ صاحبان نے جو فتویٰ ارسال فرمایا ہے یہ اس سے مختلف ہے جو جناب مفتی اعظم مفتی محمد شفیع (رحمہ اللہ) صاحب کراچی والے نے دیا ہے انہوں نے قصر کا لکھا ہے مولانا مودودی صاحب نے بھی قصر کی رائے دی ہے آپ نے جو ردالمحتار کے حوالے سے نقل کیا ہے کیا ہم اب اس کے مطابق عمل کریں یا ان اکابر علماء دین جن کی علمی حیثیت مسلم ہے اس پر عمل کریں، ہمارے کیمپ میں ہم دوسرے کیمپ میں نہیں جاسکتے اور نہ ہم کو معلوم ہے کہ ہم کب رہا ہوں گے؟ کب کہیں دوسری جگہ جائیں گے؟ انہیں حالت میں ہم جمعہ بھی ادا نہیں کر سکتے ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، جواب سے آگاہ کریں؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبدالرحمن جنگی قیدی انڈیا

الجواب: محترم القام دامت برکاتہم السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ آپ میں سے جو لوگ چھاؤنی شہر یا فناء شہر میں قید ہیں تو وہ اتمام کریں گے اور جمعہ وعیدین بھی باقاعدہ پڑھ سکتے ہیں اور رمضان میں افطار نہ کریں گے اور سنن بھی باقاعدہ پڑھیں گے، کما فی الہندیہ ص ۱۴۹ جلد ۱ فیصیر الجندی مقیما فی الفیافی بنية اقامة الامیر فی المصر کذا فی الکافی انتہی ﴿۱﴾۔ اور جو لوگ بیابان اور صحرا میں قید ہیں تو وہ قصر کریں گے اور سنن ادا کرنا بہتر ہوگا، اور جمعہ وعیدین نہیں پڑھیں گے اور رمضان میں افطار کر سکتے ہیں، لان المفازہ لیست من محل الاقامة فلا تصح فیہا نية الاصل والمتبوع فكيف تصح نية التابع والاسیر ﴿۲﴾۔ فافہم۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاوی عالمگیریہ ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة الكاسانی: واما المفازة والجزيرة۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جنگی قیدیوں کی نیت اقامت وقصر معتبر نہیں بلکہ وہ افسران بالا کے تابع ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بھارت میں پاکستان کے جنگی قیدی نماز قصر پڑھیں گے یا نماز اتمام؟ بعض حضرات قصر کے ثبوت میں قاضی خان کے ص ۸۱ جلد ۱ کا حوالہ دیتے ہیں اور بعض جمہور اہل علم جواز کے قائل ہونے کا اجمالی حوالہ دیتے ہیں کہ وہ قصر کا حکم دیتے ہیں، جہاں تک بندہ کا علم ہے مذکورہ صورت میں حنفیہ کے نزدیک اتمام کا حکم صحیح ہے، کیونکہ تقریباً تمام فقہاء حنفیہ نے اسیر کو ان لوگوں کے زمرہ میں شمار کیا ہے جن کی اپنی رائے اور نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ وہ قصر و اتمام میں دوسروں کے تابع ہیں مثلاً عورت، غلام وغیرہ، اگر ان لوگوں پر قصر کا حکم اسیر ہونے کی وجہ سے ہے تو یہ صحیح نہیں بلکہ اتمام کا حکم صحیح ہے (فتح القدیر ص ۶۰۶ جلد ۱ مصری)، (در المنتقى شرح الملتقى) اور مجمع الانهر میں اس طرح منقول ہے، لیس مراد المصنف قصر التبع علی هؤلاء الثلاثة (المرأة والعبد والجندي) بل هو كل من كان تبعاً له وتلزمه طاعته (ص ۱۶۰ جلد ۱) اسی طرح صلوٰۃ مسعودی میں بھی اس سے زیادہ تفصیل ہے ص ۴۲۴ جلد ۲ مطبع محمدی بمبئی ہند، اور فتح اللہ المعین علی شرح الكنز ومن الاتباع الاجیر مع المستاجر والتلميذ مع استاذہ والمکرمہ علی السفر والاسیر آہ (فتح اللہ المعین للعلامة محمد بن المسعود المصری الحنفی ص ۳۱۰ جلد ۱) اسی طرح اور بھی مختلف کتب شامی وغیرہ سے بھی ثابت ہے۔

مذکورہ تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک قیدی کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے متبوع کے حکم کے تابع ہے، اسلئے قصر کا حکم ان تصریحات کی رو سے صحیح نہیں ہے، اور اس وقت

(بقیہ حاشیہ) والسفينة فليست موضع الاقامة حتى لو نوى الاقامة في هذه المواضع خمسة عشر يوماً لا يصير مقيماً.

(بدائع الصنائع ص ۲۷۱ جلد ۱ بیان مکان الصالح للاقامة)

کے اسیر اور اس زمانہ کے اسیروں میں ماہ الامتياز اگر کوئی وجہ فرق ہے تو نشاندہی فرما دیں، اگر یہ کہا جائے کہ مسلح افواج میں جن کا تعلق مغربی پاکستان سے ہیں وہ مشرقی حصہ میں لڑتے وقت مسافر تھے اور اس حکم کو بحالت اسیری کے قائم رکھا گیا ہے تو یہ بالکل ناقابل فہم ہے، شوافع کے نزدیک پیش آمدہ صورت میں قصر کا حکم صحیح معلوم ہوتا ہے جیسا کہ نہایۃ المحتاج ص ۲۵۰ جلد ۲ اور التجوید لنفع العبید ص ۳۹۰ جلد ۱ سے معلوم ہوتا ہے، حنابلہ کے نزدیک بھی اسیر اور مکہ کیلئے قصر کا حکم ہے کما فی الانصاف ص ۳۱۵ جلد ۱ البتہ مدونة الكبرى سے امام مالک کا مذہب اتمام کا معلوم ہوتا ہے، ملاحظہ ہو مدونة الكبرى ص ۱۲۲ جلد ۱ قال مالک صلاة الاسير في دار الحرب اربع ركعات الخ. امید ہے مسئلہ مذکورہ پر کما حقہ روشنی ڈال کر مدلل ثابت کریں گے اور حوالہ جات بھی نقل فرمائیں گے۔ بینواتوجروا

المستفتی: محمد رفیع اللہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد..... ۲/ جولائی ۱۹۷۳ء

الجواب: واضح رہے کہ اسیر اور قیدی کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ نیت قید کنندہ افسر کی معتبر ہوگی، کما فی الدر المختار والمعتبر نية المتبوع لا التابع كما مرأة وعبد وجندی واجیر واسیر وغریم وتلمید الخ بحذف ﴿۱﴾ هامش رد المحتار ص ۷۴۴، ۷۴۵ جلد ۱ وبمعناه فی جمیع کتب الفقہ، نیز واضح رہے کہ بیابان اور سمندر میں نیت اقامت درست نہیں ہے، کما فی الہندیۃ ص ۱۲۸ جلد ۱ ونية الإقامة انما تؤثر بخمس شرائط ترك السير حتى لو نوى الإقامة وهو يسير لم يصح وصلاحيۃ الموضع حتی لو نوى الإقامة فی بحر او جزیرۃ لم يصح انتهى ﴿۲﴾ وبمعناه فی سائر کتب الفتاویٰ، پس ان قواعد کی بنا پر ان ﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۵۸۷ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الإقامة باب صلاة المسافر) ﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۳۹ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

قیدیوں کا حکم یہ ہے کہ ان میں سے جو لوگ کسی آبادی میں زیر حراست ہوں تو وہ اتمام کریں گے، لزیادة مدة اسرهم وحبسهم على مدة القصر كما لا يخفى على من راجع الى تاريخ المذاكرات (بین حکومت الہند و الباكستان) اور جو لوگ بیابانی کیمپوں میں زیر حراست ہوں اور ان کا امیر یعنی وہ افسر جو کہ حکومت کی طرف سے قیدیوں کی نقل و تحویل کا مکمل مختار ہو، ان کے ساتھ بیابان میں ہو تو یہ لوگ قصر کریں گے، لعدم صحة نية المتبوع، اور اگر یہ امیر کسی آبادی میں مقیم ہو اور انتظام کیلئے باقاعدہ آتا ہو، تو اسی صورت میں بھی اتمام ضروری ہوگا، كما في الهندية ص ۱۴۹ جلد ۱ فیصير الجندی مقيما في الفيا في بنية اقامة الامير في المصر كذا في الكافي انتهى ﴿۱﴾ قلت فكذا الاسير بنية الامير، خلاصه یہ ہے کہ اگر یہ مقیم ہو تو یہ قیدی اتمام کریں گے۔ وهو الموفق کسی شخص کا دو وطنوں میں جائیداد وغیرہ ہونے کی صورت میں سفر و قصر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنے وطن اصلی یعنی ابا و اجداد کے موروثہ جائیداد وغیرہ میں مع جمیع اہل و عیال کے مقیم ہے، جبکہ اس کا دوسرا بھائی یا چچا وغیرہ دوسرے وطن جدید میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ مقیم ہے، اور دونوں اوطان میں حد مسافت اڑتا بیس میل سے زیادہ ہے، اب وطن اصلی کے رہنے والے وطن جدید کو آتے ہیں تو اگر یہ شخص پندرہ دن سے کم رہتا ہے تو یہ مقیم ہوگا یا مسافر؟ جبکہ یہاں اس کا بھائی وغیرہ موجود ہے مکان اور جائیداد وغیرہ بھی شریک ہے اور وطن اصلی والی جائیداد بھی شریک ہے۔ بینوا تو جروا

المستفتی: نور سلیم لال گڑھی کوہاٹ..... ۲۲/۵/۱۹۸۹ء

الجواب: جب یہ شخص اس وطن جدید کے زمین اور مکانات میں حصہ دار ہے تو قواعد کی رو سے

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۴۱ جلد ۱۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

یہ شخص اس وطن جدید میں بھی اتمام کرے گا، کما یدل علیہ مافی الہندیۃ ص ۱۴۲ جلد ۱ ولو انتقل باہلہ ومتاعہ الی بلد وبقی لہ دور وعقار فی الاول قیل بقی الاول وطناً لہ والیہ اشار محمد فی الکتاب کذا فی الزاہدی ﴿۱﴾. فافہم قلت یؤیدہ ماوجہ بہ اتمام عثمان فی حجہ من اتخاذه عقاراً بالطائف ﴿۲﴾. وهو الموفق

بیوی والدین کے گھر اور شوہر کے گھر کی مسافت کے راستے میں قصر کرے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی کی شادی اڑتالیس میل سے زائد فاصلہ پر ہوگئی ہے اب والدین کے گھر آنے کی صورت میں قصر کرے گی یا اتمام؟ بینوا تو جو و المستفتی: حاجی عظیم شاہ ایران منزل ٹانک ڈی آئی خان

الجواب: یہ بیوی راستے میں آتے جاتے وقت تو قصر کرے گی حتیٰ کہ اگر راستے میں کوئی نماز قضاء ہوگئی تو گھر میں اس کی قضا قصر سے کرے گی، اور والدین کے گاؤں اور شہر میں پوری نماز ادا کرے گی، کما فی ردالمحتار ص ۷۴۲ جلد ۱ الوطن الاصلی هو موطن الاصلی ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۴۲ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)
﴿۲﴾ (وفی منهاج السنن ان النبی ﷺ قصر فی غزواتہ وفی فتح مکة وفی حجة الوداع عند الاقامة وعند عدم المشقة وقیل ان عثمان نوى الاقامة وقیل انه تاهل بمكة وقیل انه اتخذ الاموال بالطائف وفيه انه لو كان الاتمام بناء على هذه الوجوه لما انكر على عثمان الصحابة رضى الله عنهم. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص ۷۹ جلد ۳ ابواب السفر)
﴿۳﴾ قال الحصكفي: الوطن الاصلی هو موطن ولادته او تاهله او توطنه يبطل بمثله اذالم يبق له بالاول اهل فلو بقي لم يبطل بل يتم فيها، قال ابن عابدين: ولو كان له اهل ببلدتين فايتهما دخلها صار مقيماً فان ماتت زوجته في احدهما وبقى له فيها دور وعقار قیل لا يبقى وطناً له اذالمعتبر الاهل دون الدار كما لو تاهل ببلدة واستقرت سكنا له وليس له فيها دار وقيل تبقى. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۵۸۶ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی والاقامة باب المسافر)

قصر نماز کیلئے مسافت سفر کی مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حد سفر تین روز کا ہے یا اس سے

پیدل سفر مراد ہے یا گاڑی، جہاز وغیرہ کا بھی؟ بینواتو جروا

المستفتی: ملک غزنوی معلم دارالعلوم حقانیہ..... ۲۰/ رجب ۱۴۰۳ھ

الجواب: اڑتالیس میل یا اٹھتر کلومیٹر مسافت معتبر ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

ڈرائیور جو مسلسل سفر میں ہو، کی نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ڈرائیور جو اکثر سفر میں ہوتا ہے

اور لاہور سے پشاور آتا ہے اس کی نماز کا کیا حکم ہے قصر یا اتمام؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبدالودود تیراوی کوہاٹ..... ۱۹/۵/۱۳

الجواب: ایسا ڈرائیور قصر کرے گا جب تک وطن اقامت وغیرہ کو واپس نہ آیا ہو ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

وطن اقامت سے دوسرے مقامات پر جانے کی صورت میں سفر کہاں سے

حساب کیا جائے گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کو نہ کارہنے

﴿۱﴾ وفي الهندية: اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذا في

التبيين..... والمعتبر السير الوسط وهو سير الابل ومشى الاقدام في اقصر ايام السنة الخ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۳۸ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة المرغيناني رحمه الله ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في

بلدة او قرية خمسة عشر يوما او اكثر وان نوى اقل من ذلك قصر.

(الهداية على صدر فتح القدير ص ۹ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

والا ہے اور گڈانی (جو کراچی سے تقریباً چالیس میل کے فاصلے پر ہے) میں مقیم ہے تین ماہ وہاں پر رہنے کا ارادہ کیا ہے اور وہ کراچی آتا جاتا ہے تو کراچی جانے کی صورت میں کوئٹہ یعنی وطن اصلی کا اعتبار ہوگا یا گڈانی یعنی وطن اقامت کا اعتبار ہوگا؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حافظ محمد قاسم حقانی کوئٹہ شہر..... ۳/ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ شخص کراچی نیز دیگران مقامات پر جو کہ اس مقام سے مقدار سفر (اڑتالیس میل یا اٹھتر کلومیٹر) سے کم دور ہوا تمام کرے گا (شامیہ ص ۷۳۳ جلد ۱) ﴿۱﴾ . وهو الموفق

بیوی کا والدین اور شوہر کا سر کے گھروں کے درمیان مسافت سفر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایسی جگہ نکاح کر لیا ہے جو مسافت سفر پر ہے، اب جب یہ بیوی والدین کے گھر پانچ چھ دنوں کیلئے جاتی ہے تو پوری نماز ادا کرے گی یا قصر، نیز شوہر سر کے گھر جا کر اتمام کرے گا یا قصر؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حافظ عبدالمالک نریاب ضلع ہنگو

الجواب: یہ شوہر سر کے گاؤں میں قصر کرے گا کیونکہ بیوی شوہر کے پاس سکونت پذیر ہے نہ کہ والد کے پاس تو سر کا مقام مقام تامل نہیں ہے، کما یشیر الیہ ما ذکرہ العلامة الشامی عن شرح المنیة ولو کان له اهل ببلدین فایتھما. دخلها صار مقيماً، فان ماتت زوجته فی ﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: والحاصل ان انشاء السفر يبطل وطن الإقامة اذا كان منه اما لو انشاء من غیره فان لم یکن فیہ مرور علی وطن الإقامة او کان ولكن بعد سیر ثلاثة ایام فکذلک ولو قبله لم يبطل الوطن بل يبطل السفر لان قیام الوطن مانع من صحته واللہ اعلم.

(ردالمحتار ص ۵۸۶ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الإقامة باب صلاة المسافرين)

احدهما وبقي له فيها دور وعقار قليل لا يبقى وطناً له اذا المعتبر الاهل دون الدار كما لو تاهل ببندة واستقرت سكناله، وليس له فيها دار. فافهم ﴿١﴾. اور بیوی اتمام کرے گی کیونکہ اس نے اس دن اصلی کو ترک نہیں کیا ہے جیسا کہ مہاجرین نے ترک کیا تھا ﴿٢﴾۔ وهو الموفق

سرکار کا حکم پندرہ دن سے زیادہ ٹہرنے کا ہے جبکہ ملازم کم قیام کرتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سرکاری ملازم ہے اور جائے ملازمت اڑتالیس میل سے زیادہ ہے سرکاری حکم یہ ہے کہ یہ ملازم اپنی ملازمت کی جگہ پر پندرہ دن سے زیادہ قیام کرے گا، لیکن بوجہ کمی کام کے یا ویسے ہی یہ ملازم پندرہ دن سے کم قیام کرتے ہیں، ان ملازمین میں سے بعض اپنی نیتوں کے اعتبار سے قصر کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ہماری نیتوں کا اعتبار نہیں ہے سرکار کے حکم کی وجہ سے ہم پوری نماز ادا کریں گے، اس میں کونسا قول معتبر ہے؟ بینوا اتوجروا

المستفتی: مولانا شیر خان دارالعلوم ایوبیہ تجوڑی بنوں

الجواب: صورت مسئلہ میں اس مقام ملازمت پر نہ سرکار ڈیوٹی پر ہے اور نہ بالاقائم، تو اس

قاعدہ معروفہ ﴿٣﴾ کو اس صورت میں جاری کرنا بد فہمی ہے ﴿٢﴾۔ وهو الموفق

﴿١﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۸۶ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الإقامة)
﴿٢﴾ قال العلامة کاسانی: واصله ان رسول الله ﷺ والمهاجرین من الصحابة رضی الله عنهم كانوا من اهل مكة وكان لهم بها اوطان اصلية ثم لما هاجروا وتوطنوا بالمدينة وجعلوها داراً لانفسهم انتقض وطنهم الاصلی بمكة حتى كانوا اذا اتوا مكة يصلون صلاة المسافرين. (بدائع الصنائع ۲۸۰ جلد ۱ الکلام فی الاوطان)
﴿٣﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: والمعتبر نية المتبوع لانه الاصل لا التابع كما مرأة وفاها مهرها المعجل وعبد غیر مکاتب وجندی اذا کان یرتوق من الامیر او بیت المال واجیر واسیر وغیرم وتلمیذ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۸۷ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الإقامة باب صلاة المسافرين)

﴿٤﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله واجیر) ای مشاهرة... (بقیه حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۲۸ میل یا ۸۷ کلومیٹر سے کم مسافت سفر میں قصر نہیں کریں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ اپنے گاؤں سے بائیس کلومیٹر دور کالج میں لیکچرار ہے اور ہر جمعرات کو گھر واپس آتا ہے بالفرض اگر دو ہفتے بھی وہاں قیام کروں تب بھی پندرہ دن پورے نہیں ہوتے اب بندہ قصر کرے گا یا پوری نماز؟ بینوا اجروا

المستفتی: لعل دادخان بابوزئی ضلع مردان..... ۱۹۸۹ء/۱/۲۹

الجواب: آپ اسی کالج میں مسافر نہیں ہے مقدار قصر اٹالیس میل یا اٹھتر کلومیٹر

ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

مختلف مقامات میں گھر و والدین وغیرہ کے ہونے کی صورت میں سفر و اقامت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چھ مقامات ہیں۔ (۱) دو کی (۲) سجاوی (۳) لورالائی (۴) پوئی (۵) کچ (۶) جڑہ۔ ان چھ مقامات میں سے ہر ایک کے ساتھ بندہ کا کسی نہ کسی طریقہ سے تعلق ہے وہ یہ کہ (۱) دو کی بندہ کا وطن اقامت ہے (۲) سجاوی میں والد کا گھر ہے (۳) پوئی میرا وطن ولادت ہے نیز یہاں ایک قطعہ اراضی بھی ہے (۴) جڑہ بندہ کے والد کا وطن سکونت ہے اس بنا پر بندہ جڑہ کو دور استوں سے جاتا ہے کبھی ایک راستہ سے جو ۵۹ میل بنتا ہے کبھی دوسرے راستہ سے جو ۵۷ میل بنتا ہے پہلا راستہ لورالائی سجاوی اور کچ کے راستے سے جاتا ہے، اور دوسرا راستہ سجاوی اور پوئی کے راستے جڑہ جاتا ہے اب اگر بندہ دو کی سے سجاوی آ گیا جہاں آبائی قلعہ ہے اور سجاوی سے پوئی جا رہا ہے جبکہ یہاں پیدائش ہو چکی ہے اور وہاں سے جڑہ جا رہا ہے جو آبائی مسکن ہے تو کیا بندہ سجاوی، پوئی اور جڑہ تینوں

(بقیہ حاشیہ) او مسانہة کما فی التارخانیة اما لو کان میاومة بان استأجره کل یوم بکذا فان له فسخها اذا فرغ النهار فالعبرة لیتہ. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۵۸۷ قبیل باب الجمعة) ﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: (قوله من جاوز بیوت مصره) مریدا سیرا وسطا ثلاثة ايام فی بر او بحر او جبل قصر الفرض الرباعی الخ. (البحر الرائق باب المسافر ص ۲۸ جلد ۲)

مقامات میں قصر کریں گے یا اتمام، اور اگر کبھی دو کی سے جڑہ براستہ لور آ لائی اور کچ جانا ہوتا ہے اب لور آ لائی اور کچ سے بندہ کا کوئی تعلق نہیں ہے تو قصر کریں گے یا اتمام؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولوی بختیار فاضل حقانیہ دو کی ضلع لور آ لائی ۱۹/ جنوری ۱۹۸۴ء

الجواب: وبالله التوفیق: چونکہ آپ اپنے والد کی تبعیت اور عیالت سے خارج ہوئے ہیں لہذا آپ مقام نمبر ۲ اور مقام نمبر ۴ کو اپنا وطن شمار نہیں کریں گے اور اگر مقام نمبر ۳ میں آپ کا اہل و عیال نہ ہوں صرف زمین ہو تو اس کو بنا بر قول رائج وطن شمار کیا جائے گا، لان هذا وان كان فيه قولان كما في البحر ص ۱۳۶ جلد ۲ ﴿۱﴾ عن المجتبیٰ لا کن یوید کونہا وطنالہ ما وجہ بہ اتمام عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ انہ اتخذ فی الطائف الاموال فافہم ﴿۲﴾۔ پس اگر آپ مقام نمبر ۳ لور آ لائی کے راستہ سے والد کے پاس جائیں تو قصر کریں دوسرے راستے پر جانے کے وقت اتمام کریں ﴿۳﴾۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: وفي المحيط ولو كان له اهل بالكوفة واهل بالبصرة فمات اهل بالبصرة وبقي له دور وعقار بالبصرة قيل البصرة لا تبقى وطنا له لانها انما كانت وطنا بالاهل لا بالعقار الا ترى انه لو تاهل ببلدة لم يكن له فيها عقار صارت وطنا له وقيل تبقى وطنا له لانها كانت وطناله بالاهل والدار جميعا فبزوال احدهما لا يرتفع الوطن كوطن الإقامة يبقى ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر وفي المجتبیٰ نقل القولین فیما اذا نقل اهلہ ومتاعه وبقي له دور وعقار الخ. (بحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب صلاة المسافر)
﴿۲﴾ وفي المنهاج: وروی عن عثمان وعائشة الاتمام كما في حديث متفق عليه وقيل ان عثمان رضی اللہ عنہ نوى الإقامة وقيل انه تاهل بمكة وقيل انه اتخذ الاموال بالطائف. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۹ جلد ۳ باب التقصير فی السفر ابواب السفر)
﴿۳﴾ قال فی الہندیة: وتعتبر المدة من ای طریق اخذ فیہ فاذا قصد بلدة والی مقصده طریقان احدهما مسيرة ثلاثة ايام ولياليها والآخر دونها فسلک (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جائے ملازمت میں پندرہ دن سے کم قیام والے قصر کریں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں پاڑہ چنار میں ملازم ہوں، اور بنوں کا رہنے والا ہوں، اور پاڑہ چنار میں پندرہ دن سے کم ٹھہرتا ہوں یعنی ہفتہ بہفتہ واپس آتا ہوں کیا میں قصر کروں گا یا اتمام؟ بینواتو جروا

المستفتی: امیر اللہ لیکچرر ڈگری کالج پاڑہ چنار

الجواب: بظاہر آپ مسافر ہیں پاڑہ چنار نہ آپ کا وطن اصلی ہے اور نہ وطن اقامت آپ قصر کیا کریں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

جائے ملازمت میں ایک دفعہ اقامت کرنے کے بعد تا ترک اینجا اتمام کرے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری ملازمت گاؤں سے تقریباً ساٹھ میل کے فاصلے پر ہے اور میں ہر دوسرے جمعہ کو گھر جاتا ہوں جو کہ تقریباً تیرہ دن بنتے ہیں تو اس حالت میں اتمام کروں گا یا قصر؟ اور اگر ایک دفعہ پندرہ دن پوری کروں اس کے بعد ہر دوسرے جمعہ کو جاتا رہوں تو اس صورت میں اتمام کروں گا یا قصر؟ قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں تسلی بخش جواب سے نواز کر عند اللہ ماجور اور عندنا مشکور ہوں۔ بینواتو جروا

المستفتی: ماسٹر معراج الدین خیر و خیل لکی مروت..... ۱۹۹۰ء/۱۱/۷

(بقیہ حاشیہ) الطريق الی بعد کان مسافرا غلنا..... وان سلك الاقصر یتیم کذا فی البحر. (فتاویٰ

عالمگیریہ ص ۱۳۸ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۱﴾ قال المرغینانی: ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الإقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر یوما او اکثر وان نوى اقل من ذلك قصر.

(هدایة علی صدر فتح القدیر ص ۹ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

الجواب: آپ ایک دفعہ اس جگہ مقیم ہو جائیں تو اس کے بعد آپ کا یہ وطن اقامت سفر سے باطل نہ ہوگا پھر جب تک آپ کی ملازمت یہاں پر ہوگی آپ اتمام کریں گے (ماخوذ از بحر البدائع) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

افغان مہاجرین کا افغانستان میں دوران جہاد قصر و اتمام کا مسئلہ

سوال: محترم مفتی صاحب! عرض میداریم اینکہ مایاں مہاجرین بہ افغانستان از برائے جہاد میرویم و در آں جامدت چہار ماہ بود و باش میکنم در کوہ یاد قرئی کہ سکان آں ہجرت کردہ است و مایاں ازین مراکز بردشمن حملہا میکنم و امکان دارد اگر دشمن بالائی مایاں جدی نماید، مایاں قرار خواہم کرد ایا مایاں مقیم گردیم و یا نہ، افغانستان دار حرب است یا نہ باقی از شما خواہش میکنم کہ جواب را برائے مایاں وضع نماید بعد از لطف تان نخواہد بود۔ بینواتو جروا

المستفتی: عبد النصیر مہاجر افغانستان دارالعلوم حقانیہ..... ۲۲/۳/۱۹۸۸

الجواب: چونکہ مہاجرین افغانستان ارادہ ترک مؤبد نہ کردہ اند، و مثل مہاجرین مکہ نہ مستعد لہذا این مہاجرین در مسکن خویش اتمام خواہند کرد، و اگر در مسکن خود داخل نہ شدہ باشند در صحاری و کوہ باشد قصر خواہد کرد ﴿۲﴾ ﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: كوطن الإقامة يبقى بقاء الثقل وان اقام بموضع آخر. (البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب صلاة المسافرين)

وقال العلامة كاساني: وينتقض بالسفر ايضا لان توطنه في هذا المقام ليس للقرار ولكن لحاجة فاذا سافر منه يستدل به على قضاء حاجته فصار معرضا عن التوطن به فصار ناقضا له دلالة، انتهى. (بدائع الصنائع ص ۲۸۰ جلد ۱ باب صلاة المسافرين)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: والخلاصة ثم نية الإقامة لا تصح الا في موضع الإقامة ممن يتمكن من الإقامة وموضع الإقامة العمران والبيوت المتخذة من الحجر والمدر والخشب لا الخيام والاخبية والوبر. (البحر الرائق ص ۱۳۱ جلد ۲ باب المسافرين)

اور اگر در قری داخل شدہ باشند و نیت پانزدہ روز نہ کردہ باشند قصر خواهند کرد ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

سفر میں تین روز کی مسافت معتبر ہے فراح معتبر نہیں

سوال: کتب فقہ میں مسطور ہیں کہ قصر کیلئے فراح کا اعتبار نہیں ہے جبکہ علماء اڑتالیس میل کو معتبر کرتے ہیں کیا یہ تضاد نہیں؟ مدلل جواب سے نوازیں۔ واجز کم علی اللہ
المستفتی: عبد الودود مسجد روڈ کوئٹہ شہر..... ۳۰/ صفر ۱۴۰۲ھ

الجواب: شامی اور بحر وغیرہ میں مسطور ہے کہ ہمارے نزدیک اعتبار فراح نہیں ہے اور اعتبار مسافت تین روز ہے اور وہ تین دن جو موسم سرما کے دن ہوں اور کوتاہ ہو ﴿۲﴾ اور اس حساب سے سولہ میل مسافت ظہر تک روزمرہ طے کرنا برقرار متوسط ثابت ہے (۳۸ = ۳ × ۱۶) پس بریں وجہ ہمارے علماء اڑتالیس میل انگریزی پر فتویٰ دیتے ہیں۔ وهو الموفق

مسافر جس راستے پر جا رہا ہو اس کی مسافت معتبر ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قریہ عظیم کلے سے قریہ خانیل میں میل کے فاصلے پر واقع ہے جبکہ دوسرا راستہ پینتالیس میل بنتا ہے جبکہ تیسرے راستے پر باسٹھ میل بنتے
﴿۱﴾ قال العلامة المرغینانی: ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوما أو أكثر وان نوى اقل من ذلك قصر.

(هداية على صدر فتح القدير ص ۹ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: مسيرة ثلاثة ايام ولياليها من اقصر ايام السنة ولا يشترط سفر كل يوم الى الليل بل الى الزوال ولا اعتبار بالفراسخ على المذهب بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ص ۹۷۵ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

ہیں اب وہ ملازمین جو خانگیل کو جاتے ہیں اور چان بوجھ کر باسٹھ میل والے راستے سے جاتے ہیں تو کیا یہ مسافر شمار ہوں گے اور قصر کریں گے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی ولی داد تجوڑی لکی مروت..... ۲۷/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: جب عرف میں ان تینوں کو خانگیل کے راستے کہے جاتے ہیں تو باسٹھ میل والے راستے پر چلنے سے مسافر بن جائے گا اور قصر کرے گا، خواہ اس راستے سے جانے میں کوئی غرض صحیح ہو یا نہ ہو، کما فی الہندیۃ فاذا قصد بلدة والی مقصده طریقتان واحدہما مسیرۃ ثلاثۃ ایام و لیالیہا والاخر دونہا فسلک الطریق الا بعد کان مسافراً عندنا ﴿۱﴾

نوٹ:..... لان رعاية قواعد الفقه اولیٰ مما سواه بخلاف اذا خرج من موضعه قاصداً موضعاً آخر دون مسافة السفر وقصد المشی بالتدويرات فانه يتم لعدم كونها من طريقة . وهو الموفق

اقامت کیلئے عارضی نیت معتبر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب نے ۵۴ میل سفر کر کے ایک گاؤں کو تقریر کرنے کیلئے تشریف لائے مولوی صاحب نے ظہر کی نماز چار رکعتیں خود پڑھائیں نماز کے بعد ایک آدمی نے پوچھا کہ آپ مسافر ہیں اور نماز کو پوری چار رکعتیں ادا کیں؟ تو صاحب نے جواب دیا کہ میں نے عارضی اقامت کی نیت کر لی، حالانکہ داعی جلسہ کے ساتھ یہ وعدہ ہو چکا تھا کہ تقریر کے بعد فوراً واپسی ہوگی، اور نماز عصر بھی چار رکعتیں پڑھا کر تشریف لے گئے، اور یہ بھی کہا کہ یہ مسئلہ ہدایہ میں موجود ہے حالانکہ ہدایہ میں ایسے الفاظ ہیں، ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر يوماً او اکثر وان نوى اقل من ذلك قصر. اب

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۳۸ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافرين)

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا ہم اقتداء کرنے والوں کی نماز ہوگئی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد الدین ماہنامہ الحق خریداری نمبر ۱۶۳۲..... ۱۹۷۳ء/۴/۱۰

الجواب: چونکہ یہ نیت تحقیقی نہیں ہے صرف تحلیلی (حیلہ سازی کیلئے) ہے، لہذا ان مقتدیوں کی نماز فاسد واجب الاعادہ ہوگی، فی الدر المختار ولو نوى الإقامة لا لتحقيقها بل لیتيم صلوة المقيم لم يصبر مقيماً وفي رد المحتار ص ۴۱ جلد ۱ (قوله يصبر مقيماً) فلو اتم المقيمون صلاتهم معه فسدت لانه اقتداء المفترض بالمتنفل (ظہیریہ) ای اذا قصد وامتا بعته اما لو نوا مفارقتہ ووافقوه صورة فلا فساد افاده الخیر الرملى ﴿۱﴾. وهو الموفق

آبائی وطن میں صرف جائیداد ہو تو اس میں رائج قصر ہے

سوال: محترم مفتی صاحب! گزارش ہے کہ میرے والدین دیر کے رہنے والے ہے جو کہ اب فوت ہو چکے ہیں البتہ وہاں پر ان کی جائیداد بھی تھی جس کا اب میں مالک بن گیا ہوں مگر میری مستقل سکونت مردان میں ہے مردان میں میرے اہل و عیال بھی ہیں، سو ایسی صورت میں اگر میں ضلع دیر جاؤں تو کیا میں وہاں قصر کروں گا یا پوری نماز؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حاجی نذر گل بازار شہیدان ہوتی مردان..... ۱۹۷۲ء/۱۰/۴

الجواب: رائج یہ ہے کہ آپ دیر میں قصر کیا کریں، فی الدر المختار مع رد المحتار ویبطل بمثلہ اذ لم یبق له بالاول اهل ای وان بقى له فيه عقار انتهى ﴿۲﴾ ویؤیدہ ان النبی ﷺ قال انا قوم سفر ﴿۳﴾ ولم یخص منه احداً من المهاجرین. فقط

﴿۱﴾ (الدر المختار مع رد المحتار ص ۵۸۴ جلد ۱ قبیل مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الإقامة باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ (الدر المختار مع رد المحتار ص ۵۸۶ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الإقامة باب الصلاة المسافر)

﴿۳﴾ عن عمران بن حصین قال غزوت مع النبی ﷺ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

گھر و جائیداد میں مشترک دو بھائیوں کی مختلف جگہوں میں رہنے کی صورت میں اتمام و قصر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو بھائی ہیں ان کے دو وطن ہیں زمین، جائیداد اور مکانات وغیرہ مشترک ہیں مثلاً ایک پشاور میں مع اہل و عیال اور دوسرا لاہور میں رہتا ہے ایک بھائی دوسرے کے پاس جائے تو قصر کرے گا یا اتمام؟ بینوا تو جروا
المستفتی: نامعلوم..... ۱۹۹۰ء/۱/۲۹

الجواب: جب کسی شخص کے دو مقامات میں گھر اور زمین موجود ہوں اور دونوں مقامات میں (گرمی یا سردی میں) سکونت کرتا ہو تو دونوں مقامات میں اتمام کرے گا (بحر) ﴿۱﴾ اور جب صرف ایک مقام میں رہتا ہو تو صرف گھر اور زمین کی وجہ سے اتمام کرنا مختلف فیہ ہے ﴿۲﴾ لاکن تعلیل اتمام عثمان (بقیہ حاشیہ) وشہدت معہ الفتح فاقام بمکة ثمانی عشرة ليلة لا یصلی الارکعتین یقول یا اهل البلد صلوا اربعاً فانا سفر، رواہ ابو داؤد (۱۸: ۱) باب متی یتیم المسافر. وفي رواية لابی داؤد سبع عشرة وفي اخرى خمس عشرة وعن عمران بن حصین ثمانی عشرة، وفي سنده علی بن زید بن جدهان قال ابن عدی فی الکامل احادیثه صالحة، وقال یعقوب بن شیبہ ثقة صالح الحديث وقال العجلی یکتب حدیثه، واما هذا الحديث فصحة وحسنه الترمذی لشواهدہ كما فی التلخیص.

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: وفي المجتبی نقل القولین فیما اذا نقل اهلہ و متاعہ و بقی له دور و عقار ثم قال وهذا جواب واقعة ابتلینا بها و کثیر من المسلمین المتوطنین فی البلاد ولهم دور و عقار فی القرى البعیدہ منها یصیفون بها باهلهم و متاعهم فلا بد من حفظها انهما و طنان له لا یبطل احدهما بالآخر. (البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۱ باب المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن الہمام: وفي المحيط ولو انتقل باهلہ و متاعہ الی بلد و بقی له دور و عقار فی الاول قبل بقی الاول و طناله والیہ اشار محمد رحمہ اللہ فی الکتاب..... الا ان ابا یوسف کان یتیم بها لکنہ یحمل علی انه لم یتوترک وطنہ. (فتح القدیر شرح ہدایہ ص ۱۸ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

بن عفان رضی اللہ عنہ بشراء العقار بالطائف یزید الاتمام ﴿۱﴾ فافهم. وهو الموفق

مسافر ڈرائیور وطن اصلی یا اقامت کو واپسی سے قبل قصر کرے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید گاڑی چلاتا ہے اور روزانہ پشاور تالاہور اور لاہور تا پشاور آنا جانا ہوتا ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ ڈرائیور قصر کرے گا یا اتمام؟ کتب دینیہ سے باحوالہ تحریر فرمائیں۔ بینواتوجروا

المستفتی: نثار احمد معلم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک..... ۳۱/۵/۱۹۸۹

الجواب: یہ ڈرائیور یقیناً مسافر ہے اور وطن اصلی یا وطن اقامت کو واپسی سے قبل قصر کرے گا، الا اذا اقتدی بمقیم ودلیل اصل المسئلة ما فی شرح التئویر حتی لو اسرع فوصل فی یومین قصر ﴿۲﴾. وهو الموفق

تأهل اور تزوج والی مقام میں قصر کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری پیدائش ضلع دیر کی ہے اب مردان میں نے ایک مکان کرایہ پر لیا ہے اور لنڈی کوتل میں چند سالوں سے کام کرتا ہوں اب میں نے مردان میں شادی کی ہے اور ہر ہفتہ چھ دن لنڈی کوتل میں رہتا ہوں اور ایک رات کیلئے مردان آتا ہوں اب میں کہاں مسافر ہوں اور کہاں مقیم؟ بینواتوجروا

المستفتی: نامعلوم..... ۲۳/۳/۱۹۷۶

﴿۱﴾ وفي منهاج السنن: وروی عن عثمان وعائشة الاتمام كما في حديث متفق عليه..... وقيل ان عثمان رضي الله عنه نوى الإقامة وقيل انه تاهل بمكة وقيل انه اتخذ الاموال بالطائف. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۹ جلد ۳ ابواب السفر باب التفسير في السفر)

﴿۲﴾ (الدر المختار على هامش رد المحتار ص ۵۸۰ جلد ۱ مطلب في وطن الاصلی والاقامة)

الجواب: آپ مردان میں تامل اور تزوج کی وجہ سے اتمام کریں گے ﴿۱﴾ اور لنڈی کوتل میں (نیز آنے جانے کے دوران) قصر کریں گے کیونکہ نہ یہ آپ کا وطن اصلی ہے اور نہ وطن اقامت آپ نے یہاں یکمشت پندرہ دن کے قیام کی نیت نہیں کی ہے اور نہ یہاں تزوج کیا ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

سامان تجارت کیلئے مکان کرایہ پر لیا اور دیہات میں جا کر فروخت کرتا ہے
لیکن نیت اقامت نہیں کی ہے قصر کرے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے وطن اصلی سے دور کہیں سامان کپڑا وغیرہ فروخت کرنے کیلئے لایا اور اس نے یہاں کسی کمرہ میں اپنا سامان رکھا، اور سامان رکھتے وقت بھی اس نیت سے کمرہ لیا کہ دس پندرہ میل کے گرد و نواح دیہات میں سامان فروخت کر کے واپس آؤں گا کبھی کبھی دو تین دن بھی باہر رہ جاتا ہے اور اقامت کی نیت نہیں کی ہے اسی میں مہینہ یا زائد گزر جاتا ہے یہ قصر کرے گا یا اتمام؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبد المنان حلم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله او تأهله) اي تزوجه قال في شرح المنية ولو تزوج المسافر ببلد ولم ينو الإقامة به فقل لا يصير مقيماً وقل يصير مقيماً وهو الاوجه ولو كان له اهل ببلدين فایتهم دخلها صار مقيماً فان ماتت زوجته في احدهما وبقي له فيها دور وعقار قيل لا يبقى وطناً له اذالمعتبر الاهل دون الدار كما لو تأهل ببلدة واستقرت سكناً له وليس له فيها دار وقل تبقى.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۸۶ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی والاقامة)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة او قرية خمسة عشر يوماً او اكثر كذا في الهداية.

(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۳۹ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

الجواب: یہ شخص قصر کرے گا لعدم عزمه على اقامة خمسة عشر يوماً ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

دیہات میں نیت اقامت درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دیہات میں نیت

اقامت صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاکم گل مدرسہ مفتاح العلوم ضلع ہتکو

الجواب: اگر یہ دیہات صحرائہ ہو بلکہ اس میں پتھر اور خاک کی آبادی موجود ہو تو اس میں نیت

اقامت درست ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

پندرہ دن سے کم اقامت کرنے والے قصر کریں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں دیوالیہ ضلع بھکر میں بطور

سکرٹری بلدیہ تعینات ہوں اور میرا گھر سرگودھا میں ہے، جب میں گھر سے آتا ہوں میرا حتمی ارادہ یہاں

رہنے کا نہیں ہوتا یعنی دنوں کا تعین نہیں ہوتا کہ کتنے دن بعد آؤں گا، بعض اوقات پندرہ دن سے پہلے اور

بعض اوقات پندرہ دن کے بعد گھر جاتا ہوں دیوالیہ میرے گھر سے ایک سو بیس میل دور ہے پھر یہاں

دیوالیہ سے عموماً یعنی ہر تیسرے چوتھے روز بھکر یا کلور کوٹ جانا پڑتا ہے یہ دونوں مقام دیوالیہ سے تقریباً تیس

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام: ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية

خمس عشر يوماً أو أكثر وإن نوى أقل من ذلك قصر.

(فتح القدیر ص ۹ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: والخلاصة ثم نية الإقامة لا تصح الا في موضع

الإقامة ممن يتمكن من الإقامة وموضع الإقامة العمران والبيوت المتخذة من الحجر والمدر

والخشب لا الخيام والاخبية والوبر. (البحر الرائق ص ۱۳۱ جلد ۲ باب المسافر)

یا پینتیس میل کے فاصلے پر ہیں اب یہ بتلائیے کہ میں دیوالیہ میں جو کہ میری **Place Of Resting**

ہے پوری نماز پڑھوں گا یا قصر کرونگا؟ بینواتوجروا

المستفتی: چوہدری مولا بخش ناؤن کمیٹی دیوالیہ ضلع بھکر..... ۱۱/۲/۱۹۸۶ء

الجواب: اگر دیوالیہ آنے کے وقت آپ کا ارادہ پندرہ دن رہنے کا نہ ہو بلکہ کم ایام کا ہو اور یا

کوئی خاص ارادہ نہ ہو تو آپ دیوالیہ میں اتمام نہ کیا کریں ﴿۱﴾۔

نوٹ:..... اگر اس مقام ملازمت میں تمام ضروری سامان آپ کے پاس ہو تو ایک دفعہ مقیم ہونے کے

بعد آپ اس مقام میں تاوقت تبادلہ اتمام کرتے رہیں گے ﴿۲﴾۔ وهوالموفق

اہل و عیال کے وطن اقامت میں متاہل کبھی کبھی آتا ہو تو قصر کرے گا

سوال: ان رجلا رحل مع اہلہ الی وطن فاقام اہلہ فیہ لشہر او شہرین ولم

ینوالرجل الاقامة فسافر الی وطن آخر ثم رجع الی اہلہ لمدة یوم او یومین ایقصر

الصلاة ام لا؟ بینواتوجروا جزاکم اللہ خیر الجزاء

المستفتی: فضل عمر افغانستان..... ۱۴/اگست ۱۹۸۳ء

الجواب: هذا الرجل یقصر فی هذه القرية لانها لیست وطننا اصلیا له

ولاتأهل فیہا، لان اہلہ لم یتخذوها وطنًا لا یزیدون الرحلة عنها، ولا اقام فیہا

مدة الاقامة ﴿۳﴾. وهوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة المرغینانی: ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قرية

خمسة عشر یوما او اکثر وان نوى اقل من ذلك قصر.

(ہدایہ علی صدر فتح القدیر ص ۹ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم رحمہ اللہ: کوطن الاقامة یبقی بقاء الثقل وان اقام بموضع

آخر. (البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

﴿۳﴾ قال العلامة حسن بن عمار الشربلانی: ولا تصح..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بحری جہاز کے ملازمین کا قصر و اتمام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم بحری جہاز کے ملازمین جہاز پر رہتے ہیں بعض اشخاص پوری نماز پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جہاز ہمارے لئے گھر کا حکم رکھتا ہے بعض اشخاص قصر پڑھتے ہیں مسئلہ کی وضاحت روانہ فرما کرو ہم کا ازالہ فرمائیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: شیرامیر خان..... ۳/ رجب ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر آپ نے کسی پورٹ (بندرگاہ) پر پندرہ دن قیام کی نیت نہیں کی ہے تو آپ قصر کریں گے اور اگر آپ نے کسی پورٹ پر قیام کی نیت نہیں کی ہے اور سہ ماہ بھر بھی گزر جائے آپ قصر کریں گے (ماخوذ از شرح التنویر) ﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) نية الإقامة ببلدتين لم يعين المبيت باحديهما لان الإقامة لا يكون في مكانين اذ لو جازت فيها لجازت في اما كن فيؤدى الى عدم تحقق السفر، واذا عين المبيت باحدى البلدتين كان مقيماً لان إقامة المرء تضاف الى مبيته.

(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ص ۲۶۹ مطلب فيما يشترط لصحة نية السفر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: او دخل بلدة ولم ينوهاى مدة الإقامة بل ترقب السفر غدا او بعده ولوبقى على ذلك سنين الا ان يعلم تأخر القافلة نصف شهر كما مر وكذا يصلى ركعتين. (الدر المختار على هامش رد المحتار ص ۵۸۲ جلد ۱ مطلب فى سجدة الشكر باب صلاة المسافر)

مگر پورٹ پر اقامت کی نیت تب صحیح ہوگی کہ بندرگاہ میں کچھ آباد گھر موجود ہوں، ہندیہ میں ہے، ولا يزال على حكم السفر حتى ينوى الإقامة في بلدة او قرية خمسة عشر او اكثر (ص ۱۳۹ جلد ۱). اور جہاز وغیرہ جو سمندر میں ہو اس میں بھی نیت اقامت معتبر نہیں، قال ابن النجيم: وقيد بالبلد والقرية لان نية الإقامة لا تصح في غيرهما فلا تصح في مفازة ولا جزيرة ولا بحر ولا سفينة الخ (البحر الرائق ۲: ۱۳۱ صلاة المسافر) وهكذا فى الهندية ۱: ۱۳۹ (الباب الخامس عشر)..... (از مرتب)

سرکاری مدارس اور مدارس عربیہ کے ملازمین کی اپنی نیت سفر معتبر ہے متبوع کی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سرکاری ملازمین جن کی تقرری سرکار کے قانون کے موافق تین سال تک کسی شہر میں ہوا کرتی ہے دریں مدت یہ ملازمین سفر و قصر کے معاملہ میں اپنی نیت کے پابند ہوں گے یا سرکار کی اجیر ہونے کی وجہ سے ان کی اپنی نیت قابل اعتبار نہیں بلکہ مقیم ہی مقیم رہ کر چار رکعت ادا کرتے رہیں گے، اسی طرح مدارس عربیہ کے مدرسین اگر دوران تعلیم مسافت سفر کے مدارس میں آجائیں اور پندرہ دن تک رہنے کا ارادہ نہ ہو تو کیا یہ مقیم مہتمم کے تابع بن کر بغیر نیت اقامت کے نماز پڑھیں گے، یا اپنی نیت کے اعتبار سے قصر کریں گے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عطاء اللہ شاہ غفرلہ مدرس دارالعلوم نعمانیہ ڈی آئی خان..... ۸/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: سرکاری مدارس کے ملازمین اور اسلامی مدارس کے مدرسین کی اپنی نیت معتبر ہے کیونکہ ڈیوٹی کے وقت کے علاوہ دیگر اوقات میں حسب العرف اور حسب الاصول یہ لوگ ہر جگہ رہ سکتے ہیں گھر کو بھی آ سکتے ہیں جیسا کہ ان کے متبوعین کو بھی یہ اختیار حاصل ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

افسر بالا یا امیر کے حکم پر مسافت سفر کی نیت کرنے والے قصر کریں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فوج کا امیر ہیڈ کوارٹر میں مقیم ہے جس کے ماتحت تقریباً چار ونگ ہوتے ہیں اور ہر ونگ کا جدا جدا میجر ہوتا ہے لیکن ساری کارروائی کا دار مدار کرنل پر ہوتا ہے حالانکہ کرنل مقیم ہوتا ہے اور یہ کرنل اپنے ماتحت کو کشتیوں کیلئے بھیجتا ہے کبھی ۳۵ میل کبھی ﴿۱﴾ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: وتعتبر نية الإقامة والسفر من الاصل كالزوج والمولى والامير دون التبع كالمراة والعبد والجندی ان علم التبع بنية المتبوع في الاصح فلا يلزمه الاتمام بنية الاصل الإقامة حتى يعلم كفا في توجه الخطاب الشرعی الخ.

(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ص ۶۸ جلد ۱ مطلب فی ما يشترط لصحة نية السفر)

۶۰۔ کبھی سو میل، اب بعض کہتے ہیں کہ یہ فوجی جب سرکاری کام کیلئے جاتے ہیں تو اتمام کریں گے کیونکہ ان کا امیر مقیم ہوتا ہے اور حوالہ یہ دیتے ہیں، وکل من کان تبعاً لغيره يلزمه طاعته يصير مقيماً باقامته ومسافراً بنيتہ وخروجه الى السفر (ہندیہ ص ۱۴۱ جلد ۱) مسئلہ کی وضاحت فرما کر ممنون فرمادیں۔ بینواتو جروا

المستفتی: مولوی قادر بخش خطیب جامع مسجد الدبندین چاغی بلوچستان..... ۵/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: صحرائیں نیت اقامت درست نہیں ہے البتہ جب اس صحرائیں واردین کا امیر آبادی میں مقیم ہو تو اس صحرائیں واردین کو مقیم شمار کرنا پڑے گا جیسا کہ استفتاء میں حوالہ مذکور ہے لیکن اگر واردین صحرائیں کے حکم سے پچاس میل جانے کی نیت کریں تو یہ لوگ بلا شک وشبہ مسافر ہیں ﴿۱﴾ فقہاء نے یہ نہیں لکھا ہے کہ جب امیر مقیم ہو تو مأمور بھی بہر حال مقیم ہوگا۔ فافہم، وهو الموفق

وطن اقامت کو جب تک چھوڑا نہ ہو تو اس میں اتمام کرنا پڑے گا

سوال: محترمی و مکرمی واستادی حضرت مفتی صاحب دامت معالیکم! ہم یہاں ابوظہبی میں رہتے ہیں جہاں ہماری جگہ ہے وہاں سے ہم اکثر سفر کرتے رہتے ہیں پھر اسی دن یا دو تین دن بعد واپس آتے ہیں تو وطن واپسی (موضع اقامت) پر یہ لوگ قصر کریں گے یا اتمام؟ اگر عربی میں جواب سے نوازیں تو مہربانی ہوگی۔ بینواتو جروا

المستفتی: آپ کا شاگرد سالم جان حقانی موسسہ ابن نصیب ابوظہبی..... ۱۹۸۳ء

﴿۱﴾ قال العلامة شرنبلالی: اقل مدة سفر تتغير به الاحکام..... مسيرة ثلاثة ايام بسيرة ثلاثة ايام من اقصر ايام السنة. كما في الجوهرة والبرهان و اشرنا بتقديره بالايام الى انه لا يقدر بالفراخ وهو الاصح لقوله ﷺ يمسح المقيم يوماً وليلة والمسافر ثلاثة ايام ولياليها الخ. (امداد الفتاح شرح نور الابضاح ص ۴۶۴ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

الجواب: من خرج من وطن الإقامة مسافراً غير معرض عن التوطن به فهو يصلی اربعاً اذا رجع اليه وبقاء ثقله دليل ظاهر على عدم اعراضه عن التوطن به وهذا من اجده صريحاً لا كنه مأخوذ من كلام البدائع والبحر، قال صاحب البدائع ص ۱۰۴ جلد ۱ وينتقض بالسفر ايضاً لان توطنه في هذا المقام ليس للقرار ولكن لحاجة فاذا سافر منه يستدل به على قضاء حاجته فصار معرضاً عن التوطن به فصار ناقضاً له دلالة انتهى ﴿ ۱ ﴾ وفي البحر ص ۱۳۶ جلد ۲ كوطن الإقامة يبقى بقاء الثقل وان اقام بموضع آخر، انتهى اي لعدم قصد ترك الاول ﴿ ۲ ﴾. فافهم، وهو الموفق

وطن اقامت کو جنگل سے ہر ہفتہ آنے جانے میں قصر و اتمام کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں عربستان میں کام کرتا ہوں شہر میں رہنے کیلئے ایک مکان کرایہ پر لیا ہے اور شہر سے ایک سو ستر کلومیٹر دور جنگل میں چھ دن کام کرتا ہوں اور جمعہ کے دن شہر آتا ہوں کرایہ کے مکان میں ضروریات زندگی مہیا ہیں اسی طرح جنگل میں تمام ضروریات ہمارے ہاں موجود ہوتے ہیں جنگل میں لکڑیوں کے مکانات ہم نے بنائے ہیں اس کمپ میں چالیس پچاس بندے موجود ہوتے ہیں نہ ہم جنگل میں مستقل طور پر مقیم ہیں اور نہ شہر میں، دہائی کے علماء کہتے ہیں کہ شہر میں قصر کریں گے اور جنگل میں اتمام کریں، بعض کہتے ہیں کہ راستے میں قصر کریں مسئلہ کی وضاحت کر کے ارسال فرماویں مہربانی ہوگی۔ بینواتوجروا

المستفتی: حاجی سید ولی شاہ ملا خیل ہنگو کوہاٹ..... ۲۶/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: آپ اس شہر میں اتمام کیا کریں بشرطیکہ آپ نے کسی وقت اس شہر میں پندرہ دن

﴿ ۱ ﴾ (بدائع الصنائع ص ۲۸۰ جلد ۱ الکلام فی الاوطان کتاب الصلاة)

﴿ ۲ ﴾ (البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب صلاة المسافرين)

متواتر رہنے کی نیت کی ہو ﴿۱﴾ اور یہ پندرہ دن اسی شہر میں گزارے بھی ہوں، اس کے بعد جب آپ کام کیلئے جنگل کو جاتے ہیں اور چھ دن گزارتے ہو تو چونکہ جنگل محل اقامت نہیں ہے، لہذا آپ جنگل میں قصر کریں گے البتہ اگر آپ کا مستاجر کسی شہر میں مقیم ہو تو آپ بھی مقیم شمار ہوں گے کما فی الہندیۃ ۱۲۱ جلد ۱ ﴿۲﴾ اور جب آپ جمعہ کے دن شہر واپس آئیں تو اتمام کریں یہ آپ کا وطن اقامت ہے اس شہر کی مساکنت کو آپ نے ترک نہیں کی ہے، بدل علیہ مافی البحر ص ۱۳۲ جلد ۱ ﴿۳﴾ خصوصاً جبکہ مستاجر مقیم ہو۔ وہو الموفق

مہاجرین افغانستان کی نیت اقامت

سوال: چہ سے فرمایند علماء دین درین مسئلہ کہ از افغانستان مہاجرین بسیار آمدہ است (۱) بعض در آں درکمپ ہائے حکومت مسکن گرفته است و حکومت بایشان گندم وغیرہ میدہد (۲) و بعضے در قریہا مقیم است و گندم و روپیہ از حکومت میخواند (۳) و بعضے در آن در قریہا مقیم است گزارہ خود بخود میکند از حکومت چیزے نہ خواہد بعض از علماء مہاجر از قسم دوم و ثالث در قریہا مایان امامت گرفته ہست نماز قصر نمیکند بعض از اہل علماء بران ﴿۱﴾ و فی الہندیۃ: ولا یزال حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قرية خمسة عشر یوما او اکثر کذا فی الہدایۃ .

(عالمگیریہ ص ۱۳۹ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۲﴾ و فی الہندیۃ: وکل من کان تبعاً لغيره بلزومه طاعته یصیر مقيماً باقامته و مسافراً بنیتہ و خروجہ الی السفر کذا فی محیط السرخسی .

(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: لو جمعت كانت خمسة عشر یوما او اكثر الا اذا نوى ان یقیم باللیل فی احدهما فیصیر مقيماً بدخوله فيه لان الاقامة المرء تضاف الی مبیته یقال فلان یسکن فی حارة کذا وان کان بالنهار فی الاسواق ثم بالخروج الی الموضع الآخر لا یصیر مسافراً . (البحر الرائق ص ۱۳۲ جلد ۲ باب صلاة المسافر)

فتویٰ دادہ است کہ اقتداء بخمس امامان در وقت ظہر وعصر وعشاء صحیح نیست از شما مبارک عرض میدارم کہ حکم اقسام ثلاثہ یک باشد یا نہ، اگر نہ باشد حکم ہر قسم جدا جدا ارسال بکن؟ بینوا تو جروا
المستفتی: مولوی عبدالرؤف کچلاک سرکلر روڈ کوئٹہ

الجواب: واضح باد کہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ وغیرہ در باب المسافر تصریح کردہ اند کہ صحرا مقام اقامت نیست ﴿۱﴾ یعنی نیت اقامت در صحرا درست نیست الا اذا كان امير الجند مقيما في المصر فيصير الجندی مقيما بتبع الامير كما في الهندية ﴿۲﴾ پس این مہاجرین (ماسوائے مقیم در صحرا و نیمہا) تمام اتمام خواہند کردند زیرا چہ بعد از امدادگی مخالفین برائے مذاکرات چند ماہ بر مذاکرات صرف خواہند شد۔ وهو الموفق

افغان مجاہدین نے آبادی میں نیت اقامت نہ کی ہو تو قصر کریں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں مجاہدین دو قسم کے ہیں ایک وہ جو کہ داخلی ہوں یعنی شہر میں ہوں مگر فی الحال کمپ میں رہتے ہوں اور دوسرے وہ جو کہ خارج سے آتے ہوں یعنی ان کا شہر سے واسطہ نہ ہو تو وہ نماز سفر ادا کریں گے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: عبد المجید افغان مہاجر پشاور..... ۹/ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: جن مجاہدین نے آبادی میں نیت اقامت نہیں کی ہے تو وہ قصر کریں گے خواہ وہ داخلی ﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: والحاصل ان شروط الاتمام ستة النية والمدة واستقلال الرأي وترك السير واتحاد الموضع وصلاحيته قهستاني (قوله وصلاحيته) اي صلاحية الموضع للاقامة.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۸۳ جلد ۱ مطلب فی سجدة الشکر باب صلاة المسافر)
﴿۲﴾ وفي الهندية فيصير الجندی مقيما في الفيا في بنيه اقامة الامير في المصر كذا في الكافي. (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

ہوں یا خارجی ہوں (شامیہ، ہندیہ) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

بہشتی زیور کی ایک عبارت کی وضاحت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی گھر سے تین منزل جانے کی ارادہ سے نکلتا ہے گھر سے نکلتے وقت اس کی نیت یہ ہے کہ منزل مقصود میں پندرہ دن یا کچھ زیادہ ٹھہروں گا اب یہ آدمی راستہ میں جو نماز ادا کریں گے قصر کرے گا یا اتمام؟ لہذا بہشتی زیور میں لکھا گیا ہے، بہشتی زیور حصہ دوم ص ۳۵ مسئلہ نمبر ۱۰ ”تین منزل جانے کا ارادہ کر کے گھر سے نکلی لیکن گھر ہی سے یہ بھی نیت ہے کہ فلاں گاؤں میں پندرہ دن ٹھہروں گی تو مسافر نہیں رہی رستہ بھر پوری نمازیں پڑھے پھر اگر گاؤں میں پہنچ کے پورے پندرہ دن نہیں ٹھہرنا ہو تو تب بھی مسافر نہ بنے گی“ حالانکہ جوہرۃ النیرہ ص ۸۶ جلد ۱ میں ہے، ومن خرج مسافر اصلی رکعتین اذا فارق بیوت المصر ولا یزال علی حکم المسافر حتی ینوی الإقامة فی بلدة خمسة عشر یوم فصاعداً فیلزمہ الاتمام فان نوى الإقامة اقل من ذلك لم يتم انتہی: یہ عبارت قدوری کی ہے پس مسئلہ کی وضاحت فرما کر مشکور فرماویں؟ بینواتو جروا

المستفتی: شیر محمد خان محسود جنوبی وزیرستان

الجواب: محترم المقام ان عبارات میں کوئی اشکال نہیں ہے اور بہشتی زیور کے مسئلہ میں اس گاؤں سے مراد ایک درمیانی گاؤں ہے جو کہ مقام روانگی سے تین منزل سے کم مقدار پر واقع ہے، کمالاً یخفی فافہم۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهندية: ولا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة او قرية خمسة عشر يوما او اكثر كذا في الهداية.

(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۳۹ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

فصل فی قصر الصلوة

مسافر کا مقیم امام کے پیچھے نیت کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافر مقیم امام کے پیچھے سفرانہ دو رکعت کی نیت کرے گا یا چار رکعت کی؟ بینوا تو جروا
المستفتی: زاہد حسین نور کلاتھ ہاؤس بٹ خیلہ

الجواب: اس مسئلہ میں توسع ہے برجندی نے محض فرض کی نیت کرنا لکھا ہے اور جامع الرموز میں ہے کہ دو رکعت کی نیت کرے ﴿۱﴾ اور تحقیق کی رو سے چار رکعت کی نیت کرنا رائج ہے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق
مسافر مقتدی نے مسافر امام کو مقیم سمجھ کر چار رکعت کی نیت کی اب کیا کرے گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) مسافر آدمی نے یہ سمجھا ﴿۱﴾ قال العلامة عبد الحنی اللکھنوی: بہتر یہ ہے کہ بے تعین رکعات کے محض فرض کی نیت کرے، جیسا کہ برجندی میں ہے اور اگر نیت کرے تو دو رکعت کی نیت کرے، جامع الرموز میں ہے، لو اراد نية العدد نوی رکعتین، اور اگر عدد رکعات کی نیت کرنا چاہے تو دو رکعت کی نیت کرے۔

(مجموعۃ الفتاوی ص ۱۳ جلد ۱ رقم: ۱۴۰ کتاب الصلوة)

﴿۲﴾ حضرت الشیخ مفتی اعظم مفتی محمد فرید دامت برکاتہم نے ایک مجلس میں فرمایا کہ چار رکعت کی نیت کرنا رائج ہے ہمارے شیخ امین اللہ فی الارض محدث کبیر مولانا نصیر الدین الغرغشتوی النقشبندی المجددی (المتوفی ۱۳۸۸ھ) فرمایا کرتے تھے کہ چار رکعت کی نیت کرے، لان نية الامامة قبل التكبير التحريمة صحيحة لانه بشرف ان يكون اماما فنية الاربعة ايضا صحيحة لانه بشرف ان تكون صلاته اربعاً۔ (از ملفوظات حضرت مفتی اعظم شیخ الحدیث دامت برکاتہم۔ از مرتب)

کہ امام مقیم ہے اور نیت چار رکعت کی باندھی، اب مقتدی کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ اور چار رکعت پوری کرے یا دو۔
 (۲) اگر امام کا پتہ نہیں کہ مقیم ہے یا مسافر تو مقتدی کی نیت کس طرح ہوگی؟ بینوا تو جروا
 المستفتی: زاہد حسین نور کھاتھ ہاؤس بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی..... ۱۳/۹/۱۹۸۹ء

الجواب: (۱) جب امام کی حالت غائب ہونے سے قبل معلوم ہو تو مقتدی کی نماز درست ہوگی اور دو رکعت پر اکتفا کرنا ضروری ہوگا ﴿۱﴾۔ (۲) فرض وقت کی مطلق نیت ضروری ہوگی نیز عدد رکعات ذکر کرنے میں کمی بیشی نقصان دہ نہ ہوگی ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

مسافر مقتدی کا مقیم امام کے پیچھے نیت رکعات کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام مقیم ہے اور مقتدی مسافر ہے اب یہ مسافر مقتدی مقیم امام کے پیچھے کونسی نیت کرے گا دو رکعت کی نیت کرے گا یا چار رکعت کی کیونکہ مسافر کیلئے دو رکعت کرنے میں اور امام کیلئے چار رکعت؟ بینوا تو جروا
 المستفتی: سبزی علی سپاہی باجوڑ ایجنسی..... ۲۱/اکتوبر ۱۹۷۵ء

الجواب: تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ صحت صلوٰۃ کیلئے رکعات کا عدد ذکر کرنا ضروری نہیں

﴿۱﴾ قال العلامی: وندب للامام هذا يخالف الخانية وغيرها ان العلم بحال الامام شرط لكن في حاشية الهداية للهندي الشرط العلم بحاله في الجملة لا في حال الابتداء وفي شرح الارشاد ينبغي ان يخبرهم قبل شروعه والا فبعد سلامه.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ص ۵۸۴ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: دون تعين عدد ركعاته لحصولها ضمنا فلا يضر الخطأ في عددها وينوي المقتدي المتابعة لم يقل ايضا لانه نوى الاقتداء بالامام او الشروع في صلاة الامام ولم يعين الصلاة صح في الاصح وان لم يعلم بها لجعله نفسه تبعاً لصلاة الامام.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ص ۳۰۹ جلد ۱ بحث النية باب شروط الصلاة)

﴿۱﴾ لہذا اگر یہ مسافر کوئی عدد ذکر نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر یہ مسافر تعیین کرنا چاہتا ہو تو بعض فقہانے دو کے عدد کو رائج کہا ہے ﴿۲﴾ اور بعض اکابر نے چار کے عدد کو رائج کہا ہے، وہو الواجهة لان المقتدى جاز له نية الاقتداء قبل تحريمة الامام لكونه اماماً فيما يؤل اليه فكذا نية الاربع لان صلاحته تصير اربعا فيما يؤل اليه امر الله ﴿۳﴾ فافهم. وهو الموفق

مسافر شرعی قصر نہ کرنے سے گنہگار ہوتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص سفر شرعی میں ہے اور قصر نہ کرے بلکہ چاروں رکعت پڑھ لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محبت خان ایران بندر جمہوریہ ایران ۱۴۰۱/۶/۲۶ھ

الجواب: گنہگار ہے کیونکہ مسافر شرعی پر ظہر عصر عشاء میں قصر واجب ہے اور دو رکعت ادا کرے گا البتہ اگر دوسری رکعت کے قعدہ کرنے کے بعد تیسری چوتھی رکعت پڑھے تو اعادہ فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے (شامی) ﴿۴﴾ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: لان نية عدد الركعات ليست بشرط في الفرض والواجب لان قصد التعيين مغلغ عنه ولونوى الظهر ثلاثا والفجر اربعا جاز. (البحر الرائق ص ۲۸۲ جلد ۱ باب شروط الصلوة) (ومثله في الدر المختار على صدر رد المحتار ص ۴۱۸ جلد ۱ باب شروط الصلوة)

﴿۲﴾ قال العلامة عبد الحنى اللكهنوي: بهتريه ہے کہ بے تعیین رکعات کے محض فرض کی نیت کرے (برجندی) اور اگر نیت کرے تو دو رکعت کی نیت کرے، جامع الرموز میں ہے، لو اراد نية العدد نوى ركعتين.

(مجموعۃ الفتاویٰ ص ۳۱۴ جلد ۱ کتاب الصلوة رقم مسئلہ: ۱۳۹)

﴿۳﴾ (من افاضات الشيخ زينة المحدثين مولانا نصير الدين الغرغشتوي رحمه الله)

﴿۴﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: فلو اتم مسافر ان قعد في القعدة الاولى تم فرضه ولكنه اساء لو عامد التأخير السلام وترك واجب القصر.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ص ۵۸۳ جلد ۱ مطلب في سجدة الشكر باب صلاة المسافر)

سفر میں صوری جمع بین الصلاتین جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حالت سفر میں جمع بین الصلاتین یعنی مغرب وعشاء کی نماز بیک وقت پڑھنا جائز ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا تو جو و المستفتی: نا معلوم.....

الجواب: دو نمازوں کا بیک وقت ادا کرنا اگر صوری ہو (یعنی ایک کو مؤخر کر کے آخری وقت میں اور دوسری کو پہلے وقت میں ادا کرنا) تو ضرورت کے وقت جائز ہے ﴿۱﴾ اور ایسا کرنا کہ ایک نماز وقت سے پہلے یا بعد میں ادا کی جائے یہ ناجائز ہے، عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ جمع بین الصلاتین حقیقی جائز نہیں عند الاحناف. وهو الموفق

مسافر مقیم امام کی نماز کے آخر میں شامل ہوا تو پوری نماز ادا کرے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافر نے مقیم امام کی اقتدا ﴿۱﴾ قال العلامة حصکفی رحمہ اللہ: ولا جمع بین فرضین فی وقت بعذر سفر ومطر خلافاً للشافعی وما رواه محمول علی الجمع فعلاً لا وقتاً فان جمع فسد لو قدم الفرض علی وقته وحرم لو عکس ای اخره عنه وان صح بطریق القضاء الاحاج بعرفة ومزدلفة. قال ابن عابدین رحمہ اللہ: (قوله محمول) ای مارواه مما يدل علی التأخیر محمول علی الجمع فعلاً لا وقتاً ای فعل الاولی فی آخر وقتها والثانیة فی اول وقتها ویحمل تصریح الراوی بخروج وقت الاولی علی التجوز کقوله تعالیٰ فاذا بلغن اجلهن ای قاربن بلوغ الاجل او علی انه ذلک ویدل علی هذا التأویل ما صح عن ابن عمر انه نزل فی آخر الشفق فصلی المغرب ثم اقام العشاء وقد توارى الشفق ثم قال ان رسول الله ﷺ کان اذا عجل به السير صنع هكذا وفي رواية ثم انتظر حتى غاب الشفق وصلى العشاء.

(الدر المختار مع رد المحتار ص ۲۸۱ جلد ۱ قبیل باب الاذان کتاب الصلاة)

کی لیکن یہ اس وقت جب امام آخری قعدہ میں تھے تو کیا نماز کے آخری حصہ میں اقتدا کی صورت میں بھی یہ مسافر مقتدی اتمام کرے گا؟ بینوا تو جروا
المستفتی: نامعلوم.....

الجواب: یہ مسافر مقتدی جب مقیم امام کی اقتدا کی نیت کرے تو اتباع امام کی وجہ سے پوری نماز ادا کرے گا اگرچہ بالکل آخر میں شامل ہوا ہو، کما فی رد المحتار فیدخل فیہ مالو اقتدی بہ فی القعدة الاخيرة ﴿۱﴾. وهو الموفق

سفر میں سنن رواتب کے ادا کرنے یا نہ کرنے میں فقہاء کا رائج قول

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) اعلاء السنن میں بحالت سفر پیغمبر علیہ السلام سے سنتوں کے ادا کرنے کا ثبوت وارد ہے اور ایک عالم دین نے کہا کہ پیغمبر علیہ السلام سے فجر کی سنتوں کا ادا کرنا بھی بحالت سفر ثابت نہیں، یہ کس حد تک درست ہے؟ (۲) سفر کی حالت قرار و فرار میں سے کس کس حالت میں پڑھنے اور نہ پڑھنے کی افضلیت ہے بعض علماء حالت سفر میں سنن کے ترک کی افضلیت کیلئے کبیری کا حوالہ دیتے ہیں کونسا قول رائج ہے بینوا تو جروا
المستفتی: بدر منیر مہتمم دارالعلوم مدنیہ اماندرہ بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی..... ۱۶/۶/۱۹۸۹

الجواب: محترم المقام مولانا بدر منیر صاحب زاد اللہ معالیکم السلام علیکم اما بعد! پس جوابات علی ترتیب السوالات ملاحظہ ہو۔ (الف) ابو داؤد شریف ص ۶۳ جلد ۱ باب من نام عن صلوة او نسیها میں مروی ہے، قال رسول اللہ ﷺ من كان منكم يركع ركعتي ﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: فيدخل فيه مالو اقتدى به في القعدة الاخيرة انه لا يصح لان تحريمته اشتملت على نفلية القعدة الاولى والقراءة بخلاف الامام وهذا معنى قول السراج لانه تحريمه المأموم اشتملت على الفرض لا غير۔ (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۵۸۵ جلد ۱ قبيل مطلب في الوطن الاصلی ووطن الإقامة باب صلاة المسافر)

الفجر فليركعها فقام من كان يركعها ومن لم يكن يركعها فركعها ﴿١﴾ . نیز ترمذی شریف ابواب السفر میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنت بعد الظہر کا ادا کرنا موقوفاً اور مروی ہے ﴿٢﴾ . فقہاء کرام سے سفر میں سنن مؤکدہ ادا کرنے کی متعلق تین اقوال مروی ہیں امام ہندوانی فرماتے ہیں جب مسافر سائر نماز کیلئے ٹہرے تو سنن کو ترک کر دے اور جب ہفتہ عشرہ کیلئے نزول کرے تو سنن ادا کرے وہو مختار الامام الحلبي فليراجع الى ردالمحتار ص ۵۵۵ جلد ۱ باب المسافر ﴿٣﴾ . وهو موفق

مسئلہ ترک وعدم ترک سنن در سفر

سوال: چہ فرمایند علماء کرام درین مسئلہ کہ سنن مؤکدہ در حالت سفر شرعی کردن درست است یا نہ؟ بینواتو جروا
المستفتی: حسن خان افغانی افغانستان..... ۱۹۸۸ء/۱/۷

الجواب: بر مسافر شرعی در سنت مؤکدہ خواندن توسع است البتہ رائج این ست کہ در وقت

﴿١﴾ (سنن ابی داؤد ص ۷۰ جلد ۱ باب من نام عن صلوة او نسيها)
﴿٢﴾ عن ابن عمر قال صليت مع النبي ﷺ الظهر في السفر ركعتين وبعدها ركعتين الخ.
عن ابن عمر قال صليت مع النبي ﷺ في الحضر والسفر فصليت معه في الحضر الظهر اربعاً وبعدها ركعتين وصليت معه في السفر الظهر ركعتين وبعدها ركعتين الخ.
(سنن ترمذی ص ۷۲ جلد ۱ ابواب صلاة السفر باب ما جاء في كم تقصر الصلاة)
﴿٣﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (هو المختار) وقيل الافضل الترك ترخيصاً وقيل الفعل تقرباً وقال الهندواني الفعل حال النزول والترك حال السير وقيل يصلي سنة الفجر خاصة وقيل سنة المغرب ايضاً بحر قال في شرح المنية والاعدل ما قاله الهندواني قلت والظاهر ان ما في المتن هو هذا وان المراد بالا من والقرار النزول وبالخوف والفرار السير لكن قدمنا في فصل القراءة انه عبر عن الفرار بالعجلة لانها في السفر تكون غالباً من الخوف تأمل.

(ردالمحتار ص ۵۸۵ جلد ۱ مطلب في الوطن الاصلی ووطن الإقامة)

قرار و نزول اس را خواند و در وقت سیر و فرار و خوف نہ خواند، رد المحتار ص ۵۵۵ جلد ۱ باب المسافر ﴿۱﴾۔ پس اگر سائر باشد و برائے نماز توقف کند سنن را ترک خواہد کرد، و اگر برائے قرار نزول کردہ باشد یعنی کم از مقدار اقامت ادا خواہد کرد۔ و هو الموفق

سفر کے بعض احکام کے بارے میں استفسار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) فوجی جو اپنے ارادے کا مالک نہیں ہوتا بلکہ تابع ہوتا ہے اقامت کی نیت کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) جو فوج ہندوستانی علاقے میں ہے اس کا کیا حکم ہے اور جو پاکستانی علاقے میں ہے اس کا کیا حکم ہے؟ (۳) دیہات، قریہ اور شہر کا حکم و تعریف کیا ہے اور جنگل میدانوں اور پہاڑوں کا کیا حکم و تعریف ہے؟ (۴) اگر بالیقین اقامت کا عرصہ معلوم نہیں اور اندازے سے پندرہ دن سے زیادہ رہنا معلوم ہو تو نیت اقامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۵) کن افسروں کے کہنے پر اقامت کی نیت درست ہے؟ (۶) سفر و حضر کا تعلق سہولت کے ساتھ ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں کیا تکلیف ہے بر چیز آسانی سے ملتی ہے؟ (۷) دیہاتوں اور شہروں کے قریب جو فوج خیموں میں رہتی ہے اس کا حکم دیہات اور شہر کے رہنے والوں جیسا ہے؟ (۸) زمانہ ماضی میں جو مجاہدین اسلام جہاد کیلئے سفر پر روانہ ہوتے تھے وہ کب تک دو گانہ پڑھتے تھے، تواریخ میں اگر مفصل واقعہ نماز قصر کے بارے میں ہو تو تحریر فرماویں۔ بینواتو جروا

المستفتی: مولوی عبدالصمد امام مسجد ۱۲ انفنٹری ورکشاپ E M E ڈیوی پاک آرمی ۱۹۷۲ء/۶/۷

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (هو المختار) وقيل الافضل الترك ترخيصة وقيل الفعل تقربا وقال الهندواني الفعل حال النزول والترك حال السير وقيل يصلي سنة الفجر خاصة وقيل سنة المغرب ايضا بحر قال في شرح المنية والاعدل ما قاله الهندواني، قلت والظاهر ان مافي المتن هو هذا وان المراد بالامن والقرار النزول وبالخوف والفرار السير. (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۵۸۵ جلد ۱ مطلب في الوطن الاصلی ووطن الاقامة باب صلاة المسافر)

الجواب: (الف) واضح رہے کہ آپ میں سے جو امام یا سپاہی یا افسران چھاؤنیوں سے آئے ہیں جو کہ محاذ اور کمپ سے اڑتالیس میل کے فاصلہ پر ہیں تو وہ قصر پڑھیں گے اور جو اشخاص قریبی چھاؤنیوں سے آئے ہیں تو وہ اتمام کریں گے ﴿۱﴾ فائز بندی سے اس حکم پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(ب) مصر اور فناء مصر میں نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں ﴿۲﴾ لیکن جنگل، بیابان وغیرہ میں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے اس کے بعد بالترتیب جوابات ملاحظہ کریں۔

(۱) نہیں کر سکتا ہے ﴿۳﴾۔ (۲) کوئی فرق نہیں ہے کما مر فی (الف)۔ (۳) جس مقام میں متعدد مساجد، محلے اور بازار ہوں اور دیہات سے ضروریات کیلئے یہاں لوگ آتے ہوں تو یہ مقام مصر، قصبہ، قریہ کبیرہ ہے اس میں نماز جمعہ درست ہے ﴿۴﴾ ورنہ درست نہیں ہے۔ (۴) نیت اور ارادہ معتبر ہے اندازہ معتبر نہیں ہے ﴿۵﴾۔ (۵) بالائی افسروں کا حکم معتبر ہے ﴿۶﴾۔ (۶) شرعی احکام میں فطرت اور مصلحت

﴿۱﴾ وفی الهندیة: اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام كذا فی التبيين۔

(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۳۸ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافرين)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: ویشرط لصحتها سبعة اشياء الاول المصر (او فناءه)۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۵۹۰، ۵۹۱ جلد ۱ مطلب فی صحة الجمعة بمسجد السرجة والصالحية فی دمشق باب الجمعة)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: والمعتبر نية المتبوع لانه الاصل لا التابع كما مرأة وفاها مهرها المعجل وعبد غیر مکاتب وجندی اذا کان یرتزق من الامیر۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۵۸۷ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الاقامة باب صلاة المسافرين)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمہ اللہ: عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سک واسواق ولها رساتیق۔ (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۵﴾ قال العلامة شرنبلالی: وقصر ان نوى اقل منه ای من نصف شهر لما قدمناه اولم ينو شيئا وبقي عاى ذلك سنين وهو ينوى انه غدا يخرج او بعده لما روى البيهقي باسناد صحيح ان ابن عمر قال ارتج علينا الثلج ونحس باذر بيجان ستة اشهر في غزاة فكنا نصلى ركعتين۔ (امداد الفتاح شرح نور الايضاح ص ۲۶۹ مطلب فيما يشترط لصحة نية السفر)

﴿۶﴾ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: ولا بد من علم التابع۔۔۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عامہ پر نظر ہوتی ہے نہ کہ خصوصیت پر ﴿۱﴾۔ (۷) ان جیسا حکم ہے ﴿۲﴾۔ (۸) جب اپنے مقام اور گاؤں سے باہر ہو جاتے تھے تو دو گانہ ادا کرتے تھے ﴿۲﴾۔ فقط

سفر شرعی میں مسافر پر قصر واجب اور اتمام ممنوع ہے اور روزہ رکھنا افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سفر شرعی میں قصر ہے، لیکن اگر تکلیف و مشقت نہ ہونے کی صورت میں اتمام کرے تو کیا یہ جائز ہوگا؟ (۲) اگر سفر شرعی میں مشقت نہ ہو ریل، جہاز وغیرہ میں سفر کیا جاتا ہو تو روزہ رکھنا اولیٰ ہے یا نہ رکھنا؟ بینو اتوجروا
المستفتی: محمد عبداللہ ضلع خوشاب پنجاب..... ۲۰/ رمضان ۱۴۰۸ھ

(بقیہ حاشیہ) بنية المتبوع فلو نوى المتبوع الإقامة ولم يعلم التابع فهو مسافر حتى يعلم على الاصح وفي الفيض وبه يفتى كما في المحيط وغيره.
(الدر المختار على هامش رد المحتار ص ۵۹۹ جلد ۱ مطلب في الوطن الاصلی ووطن الإقامة باب صلاة المسافرين)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: حتى لو اسرع فوصل في يومين قصر.
(الدر المختار على هامش رد المحتار ص ۵۸۰ جلد ۱ باب صلاة المسافرين)
﴿۲﴾ قال الشرنبلالی: ولا يزال يقصر حتى يدخل مصره او ينوي اقامته نصف شهر ببلد او قرية. (امداد الفتاح شرح نور الايضاح ص ۴۶۸ باب صلاة المسافرين)
﴿۳﴾ عن انس قال خرجنا مع رسول الله ﷺ من المدينة الى مكة فكان يصلي ركعتين ركعتين حتى رجعنا الى المدينة قيل له اقمتم بمكة شيئاً قال اقمنا بها عشرأ متفق عليه، وعن ابن عباس قال سافر النبي ﷺ سفراً فاقام تسعة عشر يوماً يصلي ركعتين ركعتين قال ابن عباس فنحن نصلي فيما بيننا وبين مكة تسعة عشر ركعتين ركعتين فاذا اقمنا اكثر من ذلك صلينا اربعاً رواه البخارى.
(مشکوٰۃ المصابيح ص ۱۱۸ جلد ۱ باب صلاة المسافرين)

الجواب: مسافر کیلئے قصر کرنا واجب ہے اور اتمام ممنوع ہے ﴿۱﴾ اور عدم مشقت کے وقت افطار جائز ہے اور روزہ رکھنا افضل ہے ﴿۲﴾ (بحر ص ۲۸۲ جلد ۲ و شامی)۔ وهو الموفق

کسی کیلئے دو وطن ہونے کی صورت میں قصر نماز کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے دو وطنوں میں رہائش اختیار کی ہے ایک موسم سرما کی رہائش کیلئے اور دوسرا موسم گرما کیلئے اب موسم گرما والے وطن سے موسم سرما کے وطن کو کسی ضرورت کیلئے آیا تو کیا یہ مسافر ہوگا یا نہیں اور قصر کرے گا یا اتمام؟ بینوا تو جروا

سائل: محمود الحسن کوٹلی ڈی آئی خان

الجواب: یہ دونوں وطن بہ حال خود رہیں گے رحلت کی وجہ سے باطل نہ ہوں گے، کما فی البحر ص ۱۳۶ جلد ۲ و کثیر من المسلمین المتوطنین فی البلاد ولهم دور وعقار فی القرى البعيدة منها یصیفون بها بأهلهم ومتاعهم فلا بد من حفظها انهما وطنان له لا یبطل احدهما بالآخر ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة حصکفی: صلی الفرض الرباعی رکعتین وجوبا لقول ابن عباس ان الله فرض علی لسان نبیکم صلاة المقیم اربعا والمسافر رکعتین، قال ابن عابدین (قوله وجوبا) فیکرهه الاتمام عندنا حتی روی عن ابی حنیفة انه قال من اتم الصلاة فقد اساء وخالف السنة. (الدر المختار مع رد المحتار ص ۵۸۰ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم رحمہ الله: (قوله وللمسافر وصومه احب ان لم یضره) ای جاز للمسافر الفطر لان السفر لا یعری عن المشقة فجعل نفسه عذرا بخلاف المرض لانه قد یخف بالصوم فشرط کونه مفضیا الی الحرج وانما کان الصوم افضل ان لم یضره لقوله تعالیٰ وان تصوموا خیر لکم ولان رمضان افضل الوقتین فکان فیہ الاداء اولی ولا یرد علینا القصر فی الصلوات فانه واجب حتی یأثم بالاتمام. (بحر الرائق ص ۲۸۲ جلد ۲ فصل فی العوارض)

﴿۳﴾ (البحر الرائق ص ۱۳۶ جلد ۲ باب المسافر)

مسافر کی حالت نماز میں اقامت کی نیت کا مسئلہ

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک جناب عالی! اگر درجہ ذیل عبارت کی پوری مطلب واضح فرماویں تو عین نوازش ہوگی۔

(الف) اگر کوئی مسافر حالت نماز میں اقامت کی نیت کرے خواہ اول میں یا درمیان میں یا آخر میں مگر سجدہ سہو یا سلام سے پہلے تو اس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہئے اس میں قصر جائز نہیں، (بہشتی زیور)

(ب) ہاں اگر نماز کا وقت گزر جانے کے بعد نیت کرے یا لاحق ہونے کی حالت میں نیت کرے تو اس کی نیت کا اثر اس نماز میں ظاہر نہ ہوگا اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر کرنا اس میں واجب ہوگا۔ مثلاً نمبر ۱: کسی مسافر نے ظہر کی نماز شروع کی بعد ایک رکعت پڑھنے کے وقت گزر گیا بعد اس کے اس نے اقامت کی نیت کی تو یہ نیت اس نماز میں اثر نہ کرے گی اور یہ نماز اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔ مثال نمبر ۲: کوئی مسافر کسی مسافر کا مقتدی ہو گیا اور لاحق ہو گیا پھر اپنی گئی ہوئی رکعتیں ادا کرنے لگا اس نے اقامت کی نیت کر لی تو اس نیت کا اثر اس نماز پر کچھ نہ پڑے گا، اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔ بینواتو جروا

المستفتی: عبد الحمید شہرلوئے جنوبی وزیرستان..... ۳۰/ جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: یہ عبارات نہایت واضح ہیں آپ کسی مقامی عالم کو مراجعت کریں۔ وہوالموفق

مسافر مقیم کے اقتداء میں چار رکعت پڑھے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافر جب مقیم امام کا

اقتداء کرے تو کتنی رکعت ادا کرے گا؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد اسماعیل ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: یہ مسافر مقیم جیسا نماز پڑھے گا ﴿۱﴾ اقتداء کی وجہ سے اس کی نماز دو کی بجائے چار رکعات ہوں گی، ونظیرہ نية الاقتداء قبل التحريمہ فافہم ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

ہندوستان میں قید پاکستانی اسیروں کی نماز کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم یہاں ہندوستان میں شروع قید ہونے کے دن سے قصر کر رہے ہیں جس کا فتویٰ ہمیں مکتبہ دیوبند سہارنپور سے سید احمد صاحب نے دیا تھا، چند دن ہوئے کہ پاکستان سے ایک مولانا صاحب نے خط میں پوری نماز پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے جس میں کوئی علمی یا عقلی دلیل نہیں ہے اس وجہ سے ہمارے اذہان میں شکوک پیدا ہو گئے ہیں اسلئے براہ مہربانی خط ملتے ہی دلائل کے ساتھ مدلل مہر شدہ فتویٰ صادر فرما کر ارسال فرمائیں، جبکہ ہماری پوزیشن یہ ہے کہ ہم تاروں کے دائرہ میں رہتے ہیں جس پر چاروں طرف سے ہتھیار سے لیس فوجی کھڑے ہیں، دن کو ہم اپنے احاطہ میں گھومتے پھرتے ہیں جو تقریباً چار سو گز لمبا اور ڈیڑھ سو گز چوڑا احاطہ ہے لیکن رات کے وقت کسی بھی حرکت پر پابندی ہے حتیٰ کہ پیشاب وغیرہ بھی ہم بارک کے ساتھ ایک مخصوص جگہ میں کرتے ہیں جو صرف رات کے وقت کیلئے بنائی گئی ہے، اس کے علاوہ کھانے پینے کی آزادی ہے رہائش کیلئے خیمے ہیں نہانے دھونے کا تسلی بخش انتظام ہے ان سب چیزوں کو مد نظر رکھ کر جلد از جلد اپنی رائے سے آگاہ فرمادیں۔ بینواتوجروا

المستفتی: عبدالرحیم جنگلی قیدی انڈیا..... اگست ۱۹۷۳ء

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: واما اقتداء المسافر بالمقيم فيصح في الوقت ويتم. (الدر المختار على هامش رد المحتار ص ۵۸۴ جلد ۱ باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد امين: قوله (نية المؤتم) اى الاقتداء بالامام او الاقتداء به في صلاته او الشروع فيها او الدخول فيها بخلاف نية صلاة الامام وشرط النية ان تكون مقارنة للتحريم او متقدمة عليها بشرط ان لا يفصل بينها وبين التحريم فاصل اجنبى.

(رد المحتار هامش الدر المختار ص ۴۰۷ جلد ۱ باب الامامة)

الجواب: واضح رہے کہ آپ میں سے جو لوگ کسی آبادی میں زیر حراست ہیں تو وہ چار رکعت ادا کریں گے، لانہم محبوسون لمدة زائدة على الاسبوعین فی ارادة الهندو کما لا يخفى علی من راجع الی تاریخ المذاکرات ﴿۱﴾ اور جو لوگ بیابانی کیمپوں میں زیر حراست ہوں اور ان کا امیر یعنی وہ افسر جو کہ بھارت کی طرف سے قیدیوں کی نقل و تحویل کا مجاز ہو کسی آبادی میں مقیم ہو تو پھر بھی چار رکعت پڑھنا ضروری ہوگا اور اگر یہ افسران کے ساتھ بیابان میں رہتا ہو اور مسافر ہو تو اس صورت میں دو رکعت پڑھنا ضروری ہوگا، ویدل علیہ مافی الہندیہ ص ۱۴۹ جلد ۱ فیصیر الجندی مقیما فی الفیافی بنیة اقامة الامیر فی المصر کذا فی الکافی ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

وطن اقامت سے انشاء سفر کی صورت میں قصر کریں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لاری کا ڈرائیور ہے یہ ڈرائیور جس گاؤں سے لاری چلاتا ہے وہ ڈرائیور کا اپنا گاؤں بھی نہیں ہے بلکہ اس لاری کے گاؤں اور اس کے اپنے گاؤں کے درمیان مسافت سفر کی منزل ہے اب جب کہ یہ ڈرائیور کبھی کبھی گاؤں کو بھی آتا ہے تو یہ ڈرائیور اس لاری والے مقام پر قصر کرے گا یا اتمام کرے گا؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولوی عبداللہ مدرس مفاح العلوم ہنگو..... ۲۱/۲/۱۹۷۳

الجواب: واضح رہے کہ یہ مقام اس ڈرائیور کیلئے وطن اقامت ہے بشرطیکہ اس میں اس نے پندرہ دن بہ نیت اقامت گزارے ہوں تو جس طرح وطن اصلی سے مقدار سفر (اڑتالیس میل) کی نیت سے ﴿۱﴾ قال العلامة شرنبلالی: ولا تصح نية الإقامة لعسكرنا بدار الحرب..... ولا تصح نية الإقامة لعسكرنا بدارنا في حال محاصرة عسكرنا اهل البغي لان حالهم يخالف عزمهم للتردد بين القرار والفرار..... فافاد مفهومه انه اذا كانت المحاصرة بمصر صحت نية الإقامة. انتهى.

(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ص ۴۷۰ جلد ۱ قبیل مطلب فی اقتداء المسافر بالمقیم)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر)

آدمی مسافر بن جاتا ہے تو اسی طرح وطن اقامت سے بھی اتنی مقدار مسافت کی نیت سے مسافر بنے گا ولا یضر قطع المسافة فی اقل من ثلثه ایام فی الہندیہ ص ۱۳۸ جلد ۱ ولو كانت المسافة بالسیر المعتاد فسار الیہا علی الفرس جریا حیثا فوصل فی یومین او اقل قصر کذا فی جوہرۃ النیرہ ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

آبادی میں مقیم قیدی اتمام کریں گے

سوال: محترم مفتی صاحب جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خشک پاکستان

بعد از سلام مسنون! آپ صاحبان کا ایک عدد فتویٰ ہمیں موصول ہوا لیکن قدرے اختلاف رہا کیونکہ آپ نے ”یا“ کا لفظ لگایا ہے ہم مندرجہ ذیل حالت میں رہتے ہیں آپ اس کے مطابق فتویٰ صادر کریں اپنی رائے یا اخباری خبروں وغیرہ کی بنا پر فتویٰ نہ دے، یعنی میرا مطلب یہ ہے کہ شاید آپ سوچیں کہ پتہ نہیں کہ ان کی کیا حالت ہوگی؟ تو حالت یہی ہے کہ ہم چھاؤنی کے ساتھ ملحق رہتے ہیں روشنی کا انتظام موجود ہے جیسا کہ اسلام آباد میں، یعنی صبح تک ہم اپنے بستر پر قرآن پاک پڑھ سکتے ہیں اور پانی کا اتنا انتظام موجود ہے کہ پانچوں نمازوں کیلئے آدمی غسل بھی کر سکتا ہے بازار سے کینٹین کے ذریعہ ضروریات زندگی کھانے پینے سے لے کر قرآن پاک، جانے نماز اور لوٹا وغیرہ منگوانے تک کی کھلی اجازت ہے نماز کے اوقات میں ہمارے ساتھ کسی کا کوئی سروکار نہیں ہوتا بلکہ صبح اور شام صرف دس منٹ کیلئے انڈیا والے ہماری چیکنگ کرتے ہیں، باقی دن بھر سوائے قرآن پڑھنے کے اور کوئی کام نہیں، نیز میرا پندرہ دن بھی نہیں کیونکہ میری رہائی ایک ماہ بعد ممکن ہے میں نے صاف الفاظ میں آپ کو حالات بتائیں تو مجھے بھی صاف الفاظ میں بتائیں کہ قصر نماز پڑھوں یا پوری، نیز روزہ، عیدین اور جمعہ وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ بینو اتو جروا

المستفتی: کلرک محمد ثار جنگلی قیدی انڈیا..... ۱۵/۳/۱۹۷۳

الجواب: محترم المقام السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ آپ یعنی وہ قیدی جو کہ چھاؤنی کے ساتھ ملحق کیمپ میں رہتے ہیں چار رکعت ادا کریں گے اور جمعہ وعیدین بھی ادا کریں گے اور روزے بھی رکھیں گے آپ پر مقیم کے احکام جاری ہوں گے ﴿۱﴾۔ فقط والسلام

مسافر امام کا مقیمین کیلئے چار رکعت نماز پڑھانا

سوال: حضرت الشیخ مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ العالی: بندہ دعاؤں کا طلبگار ہے وہ خاص مسئلہ میں بھی دعائیں کریں مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق جواب مطلوب ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ مسافر امام نے مقیمین کو چار رکعت والی نماز پڑھائی اور دو رکعت پر سلام کے بغیر چار رکعت ہی پڑھی، سوال: یہ ہے کہ مقیمین کی نماز ادا ہوئی یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: حافظ عبدالمالک نریاب متنی کو ہاٹ..... ۱۷/ جولائی ۱۹۷۹ء

الجواب: محترم المقام جناب حافظ عبدالمالک سلمہ الرحمن السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ دعا گو بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہے اللہ کریم آپ کو خیریت سے رکھے، اور اخلاص اور ولد صالح کی نعمتوں سے نوازے آمین۔ مسئلہ کے متعلق جواب یہ ہے کہ اگر تیسری رکعت کو قیام کرنے کے وقت ان مقیمین نے نیت انفرادہ کی ہو تو اعادہ واجب ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں مقیم امام کے پیچھے پوری نماز ادا کی جائے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم سعودی عرب میں ملازمت

﴿۱﴾ وفی الہندیۃ: فیصیر الجندی مقیماً فی الفیافی بنیۃ اقامۃ الامیر فی المصر کذا فی الکافی. (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۴۱ جلد ۱ الباب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر)
﴿۲﴾ قال ابن عابدین: (لم یصر مقیماً) فلو اتم المقیمون صلوٰتہم معہ فسدت لانہ اقتداء المفترض بالمتفل ظہیر یہ ای اذا قصدوا متابعتہ اما لو نوا مفارقتہ ووافقوہ صورۃ فلا فساد افادہ الخیر الرملی. (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۸۴ جلد ۱ باب صلاۃ المسافر)

کرتے ہیں، مکہ معظمہ اور مسجد نبوی سے ہم بمقدار سفر شرعی کافی دور ہیں مکہ مکرمہ پانچ سو کلومیٹر اور مدینہ منورہ ہزار میل، جب ہم عمرہ کیلئے جاتے ہیں تو امام کے ساتھ پوری نماز پڑھتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ بینو اتوجروا
المستفتی: افضل خان بیشہ سعودیہ عربیہ..... ۱۹۸۵ء/۱۱/۶

الجواب: اگر آپ مسافر ہیں تو مقیم امام کے پیچھے پوری نماز پڑھا کریں گے اور انفراداً پڑھتے ہوئے قصر کریں گے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

جیل میں قیدی اتمام کریں یا قصر؟

سوال: محترمی و مکرمی جناب حضرت مفتی صاحب زید مجدکم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک! کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جیل میں مجبوس بعض لوگ وہ ہوتے ہیں جنہیں باقاعدہ عدالت کی طرف سے سیاسی یا اخلاقی دفعات کے تحت قید کی سزا سنائی جا چکی ہوتی ہے ایسے لوگوں کو قیدی کہا جاتا ہے، بعض وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو حوالاتی کہا جاتا ہے یعنی ان کے مقدمات زیر سماعت ہوتے ہیں، اور بعض انتظامیہ کی طرف سے معینہ یا غیر معینہ مدت کیلئے نظر بند ہوتے ہیں، سیاسی دفعات کے تحت گرفتار شدہ گان کی رہائی یا دوسری جیل کو منتقلی کا دار مدار زیادہ تر حکومتی پالیسیوں پر ہوتا ہے پس جو گرفتار شدہ گان مسافت سفر طے کر کے جیل لائے جاتے ہیں ان کی نیت اقامت صحیح ہوگی یا نہیں جبکہ جیل نہ تو اقامت اختیار کرنے کی جگہ ہے اور نہ کسی کو جیل میں متعین مدت کا کوئی اختیار حاصل ہوتا ہے، انہیں شرعاً اسی صورت میں نیت سفر ہوگی یا اقامت ہوگی؟ بینو اتوجروا

المستفتی: صاحبزادہ عبدالباری جان ناظم اعلیٰ جے یو آئی سرحد سنٹرل جیل ہری پور ایبٹ آباد ۱۹۸۳ء/۸/۳

﴿۱﴾ قال العلامة مرغینانی: (وان اقتدی المسافر بالمقیم فی الوقت اتم اربعاً) لانه یتغیر فرضہ الی اربع للتبعیۃ کما یتغیر بنیۃ الاقامۃ لاتصال المغیر بالسبب وهو الوقت.
(ہدایۃ علی صدر فتح القدیر ص ۱۲ جلد ۲ باب صلاۃ المسافر)

الجواب: یہ گرفتار شدہ گان جن کے متعلق استفتاء کیا گیا ہے اتمام کریں کیونکہ جیل کا وہ بالائی افسر جو کہ ایک جیل سے دوسرے جیل کو منتقلی کا اختیار رکھتا ہے وہ مقیم ہوتا ہے، وقالوا المعتبرية المتبوع دون التابع كالاسير والغريم ﴿۱﴾، البتہ اگر اس افسر کی نیت نامعلوم ہو تو قول اصح کی بنا پر یہ گرفتار شدگان قصر کریں گے، کما فی شرح التویر علی هامش الشامیہ ص ۵۵۸ جلد ۱ ولا بد من علم التابع بنية المتبوع فلو نوى المتبوع الإقامة ولم يعلم التابع فهو مسافر حتی يعلم وهو الاصح وبہ یفتی ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

حالت نماز میں اقامت کی نیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) اگر کوئی مسافر حالت نماز میں اقامت کی نیت کرے خواہ اول میں یا درمیان یا آخر میں مگر سجدہ سہو یا سلام سے پہلے تو اس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہئے اس میں قصر جائز نہیں۔ (۲) ہاں اگر نماز کا وقت گزر جانے کے بعد نیت کرے یا لاحق ہونے کی صورت میں نیت کرے تو اس کی نیت کا اثر اس نماز میں ظاہر نہ ہوگا اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر کرنا اس میں واجب ہوگا۔ مثال نمبر ۱: کسی مسافر نے جہر کی نماز شروع کی بعد ایک رکعت پڑھنے کے وقت گزر گیا بعد اس کے اس نے اقامت کی نیت کی تو یہ نیت اس نماز میں اثر نہ کرے گی اور یہ نماز اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔ مثال نمبر ۲: کوئی مسافر کسی مسافر کا مقتدی ہوا اور لاحق ہو گیا پھر اپنی گئی ہوئی رکعتیں ادا کرنے لگا اس نے اقامت کی نیت کر لی تو اس نیت کا اثر اس نماز پر کچھ نہ پڑے گا، اور یہ نماز اگر چار رکعت کی ہوگی تو اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔ یہ مسائل بہشتی زیور سے لئے گئے ہیں اس میں مثال نمبر ۲ مثال نمبر ۱ سے متعارض معلوم ہو رہا ہے اس نقطے کو ذرا سمجھا دیجئے۔ بینواتوجروا

المستفتی: عبد الحمید وزیر ستانی..... ۱۹/۵/۱۹۷۵

﴿۱﴾ (الدر المختار ص ۵۸۷ جلد ۱ مطلب فی الوطن الاصلی ووطن الإقامة)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش رد المختار ص ۵۸۸ جلد ۱ قبیل باب الجمعة)

الجواب: محترم المقام دامت برکاتکم السلام علیکم کے بعد جواباً عرض ہے کہ آپ نے بہشتی زیور کی عبارت پر غور نہیں کیا ہے اس وجہ سے آپ الجھن میں پڑ گئے اس عبارت میں مسطور ہے کہ نمبر: ۲ کی مثال نمبر: ۱ اس مسافر کے حق میں ہے جو کہ ایک رکعت پڑھنے کے بعد نیت کرے لیکن وقت گزرنے کے بعد تو یہ نیت غیر موثر ہوگی کیونکہ جب یہ شخص ظہر کے آخری لمحہ تک مسافر رہا تو اس کا فریضہ دو رکعت مقرر اور مستحکم ہوا ہے بقیہ نماز جو کہ عصر کے وقت ادا کی جاتی ہے اس میں نیت اقامت ماضی میں موثر نہیں ہو سکتی ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حنبلی مسافر کے اقتداء میں حنفی مسافر کا اتمام کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عرب کی تبلیغی جماعت ہمارے شہر آئی ہوئی تھی پھر دو دنوں کیلئے اہل حدیث والوں کی مسجد چلی گئی اہل حدیث والوں نے بطور اکرام ایک آدمی کو برائے امامت آگے کر دیا اور مسافر ہونے کے باوجود اتمام کیا، کیا ہمارے حنفی مسلک والوں کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد سرور کھلoul ڈیرہ غازی خان..... ۱۲/۸/۱۹۸۹ء

الجواب: چونکہ صرف احناف کے نزدیک مسافر پر قصر واجب ہے، لدلائل قد فصلت

فی موضعہا ﴿۲﴾ اور دیگر ائمہ کے نزدیک اتمام بھی جائز ہے لہذا آپ پر اعادہ ضروری نہیں ہے وجہ یہ ﴿۱﴾ قال العلامة الکاءانی: واقتداء المسافر بالمقیم یجوز فی الوقت ولا یجوز فی خارج الوقت عندنا لان فرض المسافر قد تقرر رکعتین علی وجه لا یحتمل التفرع بالاقتداء بالمقیم فكانت القعدة الاولى فرضاً فی حقه فیکون هذا اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدة وهذا لا یجوز علی اصل اصحابنا. (بدائع الصنائع ص ۲۶۰ جلد ۱ احکام المسافر)

﴿۲﴾ وفي المنهاج: والقصر واجب عندنا وهو رواية عن مالک واحمدی روايتی احمد وهو مذهب جمهور الصحابة والتابعين، ويقال له قصر اسقاط وقال ابن القيم انه لم يثبت عنه عليه السلام انه اتم الرباعية في سفره البتة، انتهى ومارواه الشافعي..... (بقية حاشيه اگلے صفحہ پر)

ہے کہ یہ مذاہب خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی موجود تھے اور مخالفت کنندہ پر انکار مروی ہے لیکن اعادہ مروی نہیں ہے، کما انکروا علی امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اتمامہ ولم یرو عن المنکرین الاعادة ﴿۱﴾ . وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) انه علیہ السلام اتم ففی سندہ طلحة بن عمرو وهو متروک، وكذلك ماروی فی شرح السنة ففی سندہ ابراهیم بن یحیٰ وهو لین الحدیث. والقصر والایتمام کلاهما جائزان وهو مذهب مالک وهو قول احمد الاخر وهو مذهب الشافعی والقصر افضل فی مواضع الخ. (منہاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۹ جلد ۳ ابواب السفر) ﴿۱﴾ قال العلامة الکاسانی: وروی ان عثمان رضی اللہ عنہ اتم الصلاة بمنی فانکر علیہ اصحاب رسول اللہ ﷺ حتی قال لهم انی تاهلت بمكة وقد سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: من تاهل بقوم فهم منهم، فدل انکار الصحابة واعتذار عثمان ان الفرض ما قلنا اذ لو كان الاربع عزيمة لما انكرت الصحابة علیه ولما اعتذر هو اذ لا يلام على العزائم ولا يعتذر عنها. (بدائع الصنائع ص ۲۵۹ جلد ۱ الکلام فی صلاة المسافر)



قال الله تعالى

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ
الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ،
ذَلِكَ خَيْرٌ لَكُمْ أَنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ.

.....(الجمعة).....



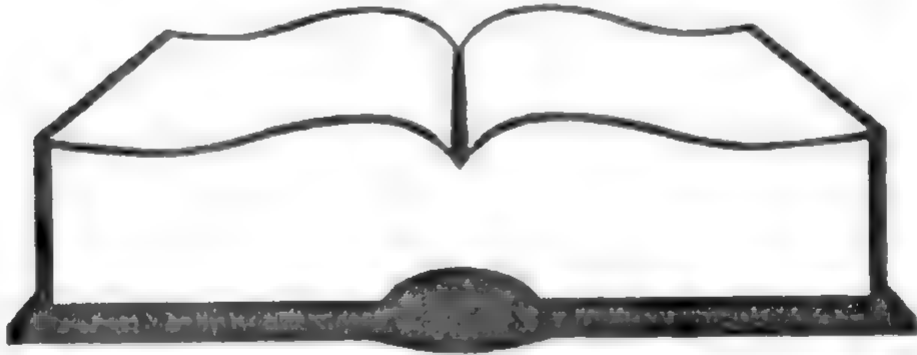
اللَّهُ

اللَّهُ

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ

باب صلوٰۃ الجمعة



باب صلاة الجمعة

نماز جمعہ فرض عین اور اس کی فرضیت سے منکر کا فر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کی نماز میں اختلاف ہے کہ آیا نماز جمعہ فرض ہے یا واجب ہے؟ اگر فرض ہے تو اس کا منکر کا فر ہے یا نہیں؟ اور اگر واجب ہے تو واجب کی نیت کیوں نہیں کی جاتی؟ بینواتوجروا

المستفتی: فیض اللہ معلم دارالعلوم حقانیہ..... ۱۷/۲/۱۹۶۹

الجواب: نماز جمعہ فرض عین ہے اس کی فرضیت سے منکر کا فر ہے، فی الدر المختار: ہی فرض عین یکفر جاحدها بالدلیل القطعی کما حققه الکمال ﴿۱﴾. وهو الموفق

جمعہ کے دن اعمال صالحہ کی فضیلت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جمعہ کے دن نیک اعمال کا ثواب دوسرے دنوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبدالحق ابوباسوات..... ۳/ رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: اجمالی طور پر یہ مسئلہ مروی ہے ﴿۲﴾ البتہ تخصیص بلا تخصص مکروہ ہے، وکم من

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۵۸۹ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ ان من الفضل اياكم يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه قبض وفيه النفخة وفيه الصعقة فاكثروا على من الصلوة فيه فان صلوتكم معروضة على قالوا يا رسول الله وكيف تعرض صلاتنا عليك وقد امنت قال يقولون بليت قال ان الله حرم على الارض اجساد الانبياء رواه ابو داود والنسائي وابن ماجه والدارمي والبيهقي.

(مشکوٰۃ المصابيح ص ۱۲۰ جلد ۱ باب الجمعة)..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فرق بین الفضيلة والتخصيص ﴿۱﴾. وهو الموفق

جمعہ کے دن بعض اعمال کرنے کے ثواب میں زیادتی اور جمعۃ الوداع کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) کیا جمعہ کے دن اعمال کا ثواب دوسرے دنوں سے زیادہ ہو جاتا ہے (۲) کیا جمعۃ الوداع کو دوسرے جمعوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جس طرح کہ جمعہ کو ہفتہ کے باقی ایام پر؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبدالحق ابوباسوات..... ۱/رمضان ۱۳۹۹ھ

(بقیہ حاشیہ) وفي المنهاج: اعلم ان الحديث يدل على ان افضل الايام يوم الجمعة وبه قال احمد وبه جزم ابن العربي، وقيل يوم عرفة افضل لحديث ابن حبان عن جابر قال قال رسول الله ﷺ ما من يوم افضل عند الله من يوم عرفة وبه اخذت الحنفية وهو اصح الوجهين عند الشافعية، وثمره الاختلاف في النذر في افضل الايام والطلاق فيه، وحديثنا انص على المرام من حديث الباب، وكذا من حديث عبد الله بن قرط عند ابن حبان ان النبي ﷺ قال افضل الايام عند الله تعالى يوم النحر، وقد جمع الحافظ العراقي بينها فقال المراد تفضيل الجمعة بالنسبة الى ايام الجمعة، وتفضيل يوم عرفة او يوم النحر بالنسبة الى ايام السنة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۰ جلد ۳ باب فضل يوم الجمعة)

﴿۱﴾ وفي المنهاج: قال صاحب البحر في اثناء الرد على من جوز التكبير سرا يوم الفطر، ولان ذكر الله اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم يكن مشروعاً حيث لم يرد الشرع به لانه خلاف الموضوع، وقال ناقلاً عن الغاية ولا يكبر في طريق المصلي عند ابي حنيفة اى حكماً للعید ولكن لو كبر لانه ذكر الله تعالى يجوز ويستحب انتهى، فلا بد من ابداء الفرق بين الاتيان بعبادة في يوم الجمعة وليتها حكماً لهما وبين الاتيان بها فيهما لا حكماً لهما فان مالا يدرك كله لا يترك كله، وائمة مساجد هذا العصر مبتلون بالاولى فالى الله المشتكى.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۴ جلد ۴ باب ما جاء في صوم يوم الجمعة)

الجواب: (۱) بعض اعمال جس کو ابن قیم نے زاد المعاد میں ذکر کیا ہے ثواب زیادہ ہے مثل درود شریف وغیرہ ﴿۱﴾۔ (۲) جمعة الوداع ایک عوامی نام ہے اسلامی نام نہیں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق نماز جمعہ کے بعد ذکر جہری کرنا بدعت نہیں البتہ بعض صورتوں میں مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کے بعد کلمہ طیبہ کا ذکر بلند آواز سے بدعت ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عزیز الرحمن قریشی کہوٹہ..... ۶/۱۹/۱۶

الجواب: واضح رہے کہ بدعت احداث فی الدین کو کہا جاتا ہے یعنی غیر دین کو دین ماننا ﴿۳﴾

﴿۱﴾ قال ابو عبد الله ابن القيم الجوزية: وكان من هذه عليه السلام تعظيم هذا اليوم وتشريفه وتخصيصه بعبادات يختص بها عن غيره... وكان عليه السلام يقرأ في فجره بسورتي ألم تنزيل وهل اتى على الانسان... الخاصة الثانية استحباب كثرة الصلاة فيه على النبي صلی اللہ علیہ وسلم وفي ليلته لقوله عليه السلام اكثروا من الصلاة على يوم الجمعة وليلة الجمعة ورسول الله صلی اللہ علیہ وسلم سيد الانام ويوم الجمعة سيد الايام فللصلاة عليه في هذا اليوم مزية ليست لغيره... فاعظم كرامة تحصل لهم فانما تحصل يوم الجمعة فان فيه بعثهم الى منازلهم وقصورهم في الجنة وهو يوم المزيد لهم اذا دخلوا الجنة وهو عيد لهم في الدنيا.

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد ص ۱۲۶ جلد ۱ فصل فی تعظیم یوم الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامة عبد الحی المکھنوی: خطبة وداع کا اہتمام کرنا جیسا کہ اس زمانے میں مروج ہے اور اس کو حد التزام تک پہنچانا ابتداء سے خالی نہیں، علمائے معتمدین کو لازم ہے کہ اس طریقے کے التزام کو چھوڑ دیں تا کہ عوام اس کے مستحب اور سنت بلکہ ضروری ہونے کے اعتقاد سے نجات پائیں۔

(مجموعۃ الفتاوی ص ۱۷۹ جلد ۲ کتاب الحظر والاباحہ)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن رجب الحنبلي: والمراد بالبدعة ما احدث مما لا اصل له في الشريعة يدل عليه واما ما كان له اصل من الشرع يدل فليس..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ)

اور چونکہ ذکر بالجہر کا غیر دین ہونا نہ مبرہن ہے اور نہ مسلم ہے بلکہ ذکر بالجہر مستحب ہے، کما فی رد المحتار ص ۶۱۸ جلد ۱ وفی حاشیہ الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرہا الا ان يشوش جہرہم (بقیہ حاشیہ) ببدعة شرعاً وان كان بدعة لغة (جامع العلوم والحکم ص ۲۳۳) وقال القرطبی: كل بدعة صدرت من مخلوق فلا یخلوا ان يكون لها اصل فی الشرع اولا فان كان لها اصل كانت واقعة تحت ما ندب الله اليه وحفن رسولہ اليه فهي فی حيز المدح وان لم يكن مثاله الخ (احکام القرآن للقرطبی ص ۸۷ جلد ۱ بقرة) قال الملا علی قاری: قال النووي البدعة كل شيء عمل علی غیر مثال سبق وفي الشرع احداث ما لم يكن فی عهد رسول الله ﷺ (مرقاۃ ص ۲۱۶ جلد ۲) قال الامام الغزالی: اذا لم يرد فيه نهی فلا ينبغي ان يسمى بدعة ومكروها ولكنه ترك الاحب وقال الشافعی ما خالف الكتاب والسنة او الاثر او الاجماع فهو ضلالة وما احدث من الخير مما لا يخالف شيئاً من ذلك فليس بمذموم (الاحیاء للعلوم الدین ص ۳۳۱ جلد ۲) قال العزبن عبد السلام الشافعی: البدعة فعل مالم یعهد فی عصر رسول الله ﷺ وهي منقسمة الى بدعة واجبة وبدعة محرمة وبدعة مندوبة وبدعة مكروهة وبدعة مباحة الخ (قواعد الاحکام ص ۱۷۲، ۱۷۳ جلد ۲) قال الشيخ محمد فريد: اعلم ان البدعة هي اعتقاد ما ليس من الدين دينا وهي قسمان مكفرة ومفسقة (فتح المنعم شرح مقدمه مسلم ص ۲۹) وفي مختار الصحاح: البدعة الحدث فی الدين بعد الاكمال، وفي عمدة القاری: البدعة فی الاصل احداث امر لم يكن فی زمن رسول الله ﷺ، وفي شرح المقاصد: ان البدعة المذمومة هو المحدث فی الدين من غير ان يكون فی عهد الصحابة والتابعين ولا دل عليه دليل شرعی (ضروری مسائل ص ۱۱) وقال العلامة ابن حجر العسقلانی: والتحقيق انها ان كانت مما تدرج تحت مستحسن فی الشرع فهي حسنة وان كانت من ما تدرج تحت مستقبح فی الشرع فهي مستقبحة والا فهي من قسم المباح وقد تنقسم الى الاحکام الخمسة (فتح الباری ص ۲۱۹ جلد ۴) قال العلامة ابن عابدين: بدعة ای محرمة والا فقد تكون واجبة ومندوبة وكل احسان لم يكن فی الصدر الاول ومكروهة ومباحة الخ (رد المحتار ص ۴۱۴ جلد ۱).

علی نائم او مصل او قاری ﴿۱﴾ لہذا اس کو بدعت قرار دینا درست نہیں ہے، البتہ ایذا اور تکلیف رسائی کے وقت مکروہ ہوگا ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

عورتوں کا جمعہ کیلئے مساجد جانا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل مسجدوں میں عورتیں جمعہ پڑھنے کیلئے آتی ہیں اس کا کیا حکم ہے کیا یہ جائز ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: مولوی کرم الہی عثمانی اسلام پورہ سرگودھا..... ۲۹/رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: عورتوں کیلئے مساجد جانا برائے نماز مکروہ اور ممنوع ہے ﴿۳﴾۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۲۸۸ جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر)
﴿۲﴾ قال العلامة جلال الدین السیوطی: انه لا کراهة فی شیء من ذلك وقد وردت احادیث تقتضی استحباب الجهر بالذکر، واحادیث تقتضی استحباب الاسرار به، والجمع بينهما ان ذلك يختلف باختلاف الاحوال والاشخاص كما جمع النووي بمثل ذلك بين الاحادیث الواردة باستحباب الجهر بقراءة القرآن والاحادیث الواردة باستحباب الاسرار بها..... بعد ذکر احادیث خمس وعشرون قال: اذا تأملت ما اوردنا من الاحادیث عرفت من مجموعها انه لا کراهة البتة فی الجهر بالذکر بل فيه ما يدل علی استحبابه اما صریحا او التزاما كما اشرنا الیه واما معارضته بحديث "خير الذکر الخفی" فهو نظیر معارضة احادیث الجهر بالقرآن بحديث المسر بالقرآن كالمسر بالصدقة وقد جمع النووي بينهما بان الاخفاء افضل حيث خاف الرياء او تأذى به مصلون او نيام والجهر افضل فی غیر ذلك.
(الحاوی للفتاویٰ ۱: ۳۷۵، ۳۷۹ نتيجة الفکر فی الجهر فی الذکر)

(ومثله فی سباحة الفکر فی الجهر بالذکر للشيخ عبد الحیٰ فرنجی محلی لکهنوی)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: ويكره حضورهن الجماعة ولو جمعة وعيد ووعظ مطلقا ولو عجوز الیلا علی المذهب.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۱۸ جلد ۱ باب الامامة)

نماز جمعہ اور نماز عید ایک ہی روز میں ادا کئے جائیں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال انگلینڈ میں اور خاص کر ہماری رہائش کی اطراف میں عید الاضحیٰ جمعہ کے روز منائی گئی، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ خطبہ عید اور خطبہ جمعہ ایک ہی روز میں نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اس میں تنگی اور حرج ہے کہ ابھی قربانی سے فارغ نہیں ہوئے کہ جمعہ کی نماز شروع ہوگئی اسلئے عید کو ایک روز پہلے یا بعد میں منانا چاہئے، عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ کی وضاحت اور حقیقت کیا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد اعظم بولٹن انگلینڈ..... ۱۹۶۹ء/۵/۷

الجواب: ہمارے یعنی احناف کے نزدیک نماز عید اور جمعہ دونوں پڑھے جائیں گے اور یہی جمہور کا مذہب ہے (خلاف العطاء) کیونکہ جن دلائل سے نماز عید کا وجوب اور نماز جمعہ کی فرضیت ثابت ہے، ان میں کوئی تقید اور تخصیص نہیں، اور جو روایات حدیثیہ ترک جمعہ کی رخصت پر دال ہیں وہ رخصت دیہاتی لوگوں کیلئے تھی ﴿۱﴾ بقرینۃ ما رواہ ابو داؤد وانا مجمعون وللتفصیل موضع آخر ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: اما مذهبنا فلزوم کل منهما قال فی الہدایۃ ناقلا عن الجامع الصغیر عیدان اجتماع فی یوم واحد فالاول سنة والثانی فریضة ولا یتروک واحد منهما، قال فی المعراج احترز بہ عن قول عطاء تجزی صلاة العید عن الجمعة ومثله عن علی وابن الزبیر قال ابن عبد البر سقوط الجمعة بالعید مہجور وعن علی ان ذلک فی اہل البادیۃ ومن لا تجب علیہم الجمعة. (ردالمحتار ص ۶۱۰ جلد ۱ مطلب فی الفال والطیرۃ باب العیدین)

﴿۲﴾ وفی المنہاج: (قوله وربما اجتماع فی یوم واحد فیکرأبہما) فیہ رد لزعم الجہال ان اجتماع الخطبتین یکون منحوسا، وفیہ حجة علی من قال بتداخل صلاة الجمعة صلاة العید وهو عطاء، بدلیل ما رواہ ابو داؤد من حدیث زید بن ارقم..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کپڑے اتار کر صرف چادر لپیٹ کر جمعہ پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام قصد کپڑے اتار کر

صرف چادر لپیٹ کر جمعہ کی امامت کرے کیا یہ جائز ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبدالحق..... ۱۹۷۴ء/۳/۲۶

الجواب: تارک السنن ہے جبکہ کسی غرض صحیح پر مبنی نہ ہو ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ومن حدیث ابی ہریرۃ من الرخصة فی ترک الجمعة لمن صلی صلاة العید، والجواب عنه انه حدیث ضعیف فی اسناد حدیث زید بن ارقم ایاس بن ابی رملۃ وهو مجهول، وفی اسناد حدیث ابی ہریرۃ بقیۃ وهو متهم بتدلیس التسویۃ علانہ مضطرب رفعا وارسالا، وعلى تقدير تسليم الصحة يقال انه عليه السلام رخص لاهل العوالی دون اهل المدينة كما فی رواية البيهقي وكما فی المعراج عن علی ان ذلك فی اهل البادية ومن لا تجب علیه الجمعة، وكما رواه البخاری فی باب ما يؤكل من لحوم الاضاحی وما يتزود منها عن عثمان انه قال فی خطبته يا ايها الناس ان هذا اليوم قد اجتمع لكم فيه عيدان فمن احب ان ينتظر الجمعة من اهل العوالی فلينتظر ومن احب ان يرجع فقد اذنت له وروی مثله الحاكم عن الفاروق الاعظم. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۲ جلد ۳ باب القراءة فی العیدین)

﴿۱﴾ قال العلامة سيد احمد الطحطاوى : ويكره فى ازار مع القدرة عليها وكذا يكره ان يصلى فى السراويل وحده لما روى ان النبى ﷺ نهى ان يصلى الرجل فى ثوب ليس على عاتقه منه شئ كذا فى الشرح وظاهر التعبير بالنهى ان الكراهة تحريمية. (حاشية الطحطاوى على المراقى ص ۲۱۱ باب شروط الصلاة واركانها)

وقال الحلبي: المستحب ان يصلى الرجل فى ثلثة اثار و قميص وعمامة ولو صلى فى ثوب واحد متوشحاً به جميع بدنه كما يفعله القصار فى المقصورة جاز من غير كراهة مع تيسر وجود الطاهر الزائد ولكن فيه ترك الاستحباب وروى عن ابى حنيفة انه كان يلبس احسن ثيابه للصلاة. (غنية المستملى المعروف بالكبرى ص ۳۳۷ فصل فى ما يكره فى الصلاة)

جمعہ کے دن حرمت بیع وغیرہ اذان ثانی کے ساتھ ہے یا اول کے ساتھ؟

سوال: چہ مے فرمایند علماء دین دریں مسئلہ کہ در روز جمعہ دو اذان مے شود، سوال این است کہ حل و حرمت خرید و فروخت باذان اول حاصل مے شود یا باذان ثانی؟ بینوا تو جروا
المستفتی: حاجی امیر مقام شیر گڑھ مردان

الجواب: این مسئلہ مختلف فیہ است، بعض وقت نزول ایت را نظر مے کنند و حرمت را بر اذان داخلی و منبری بنا مے کنند، و بعض حکمت را نظر مے کنند و حرمت را بر اذان اجماعی بنا مے کنند تا کہ سماعت خطبہ فوت نہ شود، و بعض علماء محققین مے گویند کہ حرمت بر منبری قطعی است و بر اجماعی ظنی است، و مختار صاحب الہدایۃ القول الثانی ﴿۱﴾. فافہم، و هو الموفق

دیہات میں جمعہ اور ظہر کے درمیان جمع کرنے کی اجازت نہیں بلکہ ظہر بڑھنا ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں شہر یا قریہ کبیرہ نہیں ہے بلکہ دیہات ہے، یہاں جمعہ کی نماز درست نہیں، لیکن عرصہ سے یہاں ہمیشہ جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے اور کہتے ہیں کہ جمعہ کی نماز اس ترتیب سے ادا کی جائے کہ جمعہ کے بارہ رکعت فرض سے جو پہلے چار رکعت سنت ہیں اس میں جمعہ کا نام لیا جاوے اور پھر دو رکعت فرض جمعہ امام کے ساتھ ادا کی جائیں، بعد میں پوری دس رکعت اسی ترتیب سے پڑھی جائیں جیسا کہ ہمیشہ ظہر کے وقت دس رکعت پڑھی جاتی ہیں کیا یہ طریقہ

﴿۱﴾ قال العلامة المروغینانی: واذا صعد الامام المنبر جلس واذن المؤذنون بین یدی المنبر بذلك جرى التوارث ولم يكن على عهد رسول الله ﷺ الا هذا الاذان ولهذا قيل هو المعتبر في وجوب السعي وحرمة البيع والاصح ان المعتبر هو الاول اذا كان بعد الزوال لحصول الاعلام به والله اعلم.

(ہدایۃ علی صدر فتح القدیر ص ۳۸ جلد ۲ باب صلوٰۃ الجمعة)

برائے ادائیگی جمعہ درست ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: حبیب اللہ مندوری خیر آباد پشاور..... ۲۰/۹/۱۹۶۹ء

الجواب: ان لوگوں پر نماز ظہر باجماعت ادا کرنا لازمی ہے ﴿۱﴾ اور طریق مذکورہ بالا سے فراغت ذمہ علی طریق الکمال حاصل نہیں ہوتی لہذا ان لوگوں پر ضروری ہے کہ یا شہر کو جایا کریں اور یا نماز ظہر باجماعت ادا کریں۔ فقط

جمعہ کے دن وعظ وغیرہ سننے کیلئے اپنے محلے کے بجائے دوسرے محلے کی مسجد میں جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوہالہ بازار دریائے جہلم کے کنارے پر واقع ہے دریا کے دونوں جانب پاکستان اور آزاد کشمیر کے علاقوں میں آٹھ سائے دو مساجد ہیں آزاد کشمیر جامع مسجد کے خطیب خوش الحان واعظ اور نسبتاً بڑے عالم ہیں اس وجہ سے اکثر عوام کار حجان جمعہ کے دن ادھر ہوتا ہے، باقی نمازیں اپنی مسجد میں ادا کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا پاروالی مسجد میں جا کر نماز جمعہ ادا کرنے والے گنہگار ہو جاتے ہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: حکیم ڈاکٹر محمود احمد ملک قادری کوہالہ راولپنڈی..... ۴/۵/۱۹۷۰ء

الجواب: اگر اس دوسرے جامع مسجد کو زوال سے پہلے جانا ہوتا ہو تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے، اور اگر زوال کے بعد ہو تو اس میں تفصیل ہے یعنی اگر دوسری مسجد میں وعظ ہوتا ہو تو پھر بھی جانا مکروہ نہیں ہے، اور اگر دونوں مساجد میں یکساں وعظ ہوتا ہو تو جانا مکروہ ہوگا، فی الدر المختار و کمرہ تحریمہ للنہی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ جری علی الغالب والمراد دخول ﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزومهم اداء الظهر.

(رد المحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۰ جلد ۱ مطلب في صحة الجمعة)

الوقت اذن فيه اولا الا لمن ينتظم به امر جماعة اخرى او سماع الوعظ الخ ﴿١﴾ یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ مسجد کو داخل ہونے کے بعد جایا کرے اور جب اہل محلہ دوسری مسجد کو اپنی مسجد کے دخول سے پہلے جاتے ہوں تو بہتر نہیں ہے، بشرطیکہ دخول وقت کے بعد ہو اور بشرطیکہ دوسری مسجد میں وعظ نہیں ہوتا ہو (واصل المسئلہ فی الہندیۃ) ﴿٢﴾۔ وهو الموفق

ایک شخص کا ایک وقت میں تین مقامات پر خطبہ و جمعہ ممکن غیر واقع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ہی وقت میں ایک انسان تین مقامات یا شہروں میں بیک وقت خطبہ و جمعہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ بندہ کا اپنا یہ عقیدہ ہے کہ یہ محال اور ممتنع ہے اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولانا عبدالحی اکبر پورہ نوشہرہ..... ۱۹۹۰ء/۷/۲۲

الجواب: ایک شخص کا ایک مقام میں موجود ہونا ممکن بلکہ واقع ہے اور متعدد مقامات میں موجود ہونا ممکن ہے کیونکہ لطائف اور لطائف کا تملک جائز ہے لیکن وقوع ناممکن ہے ﴿٣﴾۔ وهو الموفق

﴿١﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۵۲۸ جلد ۱ باب ادراک الفریضۃ)

﴿٢﴾ وفي الہندیۃ: دخل مسجد اذن فيه يكره له ان يخرج حتى يصلي فان كان رجلا مؤذنا او امام مسجد وتفرق الجماعة بسبب غيبته لا بأس بالخروج .

(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۲۰ جلد ۱ الباب العاشر فی ادراک الفریضۃ)

﴿٣﴾ قال العلامة محمد عبد العزيز الفرہاری: وانكر بعض الفقهاء قطع المسافة البعيدة في المدة القليلة من الولي وعارضه بعض الفقهاء فقال من انكر ذلك كفر مستدلا بهذه القصة ولكن عندنا في كونها من قطع المسافة نظر لان الظاهر ان آصف احضر العرش بتصرف باطنی لا بان يذهب ويحمله ومن اللطائف ما ذكره بعض الصوفية القائلين بتجدد الامثال في الاجسام ان عرشها انعدم في سبا وتجدد عند سليمان (بقية حاشیه اگلے صفحہ پر)

تعدد جمعہ جائز اور تو حد افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں تیس مساجد میں جمعہ پڑھایا جاتا ہے کیا یہ جائز ہے جبکہ یہاں ایک شخص بغیر کسی ضرورت کے متعدد مساجد میں جمعہ کو مکروہ کہتا ہے اور کراہت میں مفتی کفایت اللہ صاحب الدہلوی کا فتویٰ نقل کرتے ہیں اس کے علاوہ کراہتہ التعدد پر ائمہ ثلاثہ کا قول بھی نقل کرتے ہیں (ص ۲۴۲ جلد ۳ کفایت المفتی) آپ صاحبان کا اس بارے میں کیا رائے ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: حافظ مطیع اللہ خطیب مرکزی مسجد چمن..... ۱۵/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: خیر القرون میں تو حد معمول تھی نہ کہ تکثیر، کما لا یخفی، پس بنا بریں تو حد کی افضلیت میں کوئی خفا نہیں ہے، خصوصاً نماز جمعہ کی حکمتیں بھی تو حد میں متحقق ہیں ﴿۱﴾ پس جب حکام بے (بقیہ حاشیہ) علیہ السلام والافضل هو الاستدلال بما تواتر عن الاولیاء کما فعلہ الشارح فی التلویح وقال الشیخ ابو عبد اللہ الیافعی امام مکة ان الشیخ رکن الدین ابالفتح القرشی الملتانی والشیخ نصیر الدین سراج الدہلوی یصلیان فی المسجد الحرام وامثاله فی تواریخ المشائخ اکثر من ان یحصی.

(النبراس شرح شرح العقائد ص ۲۹۶ بحث کرامات الاولیاء حق)

﴿۱﴾ قال الامام ولی اللہ الدہلوی: وقد تلقت الامة تلقیا معنویا من غیر تلقی لفظ انه یشرط فی الجمعة الجماعة ونوع من التمدن وكان النبی ﷺ وخلفاؤه والائمة المجتهدون یجمعون فی البلدان ولا یؤخذون اهل البدو بل ولا یقام فی عہدہم فی البدو ففہموا من ذلک قرنا بعد قرن وعصراً بعد عصر انه یشرط لها الجماعة والتمدن اقول وذلك لانه لما كان حقيقة الجمعة اشاعة الدين في البلد وجب ان ينظر الى تمدن وجماعة.

(حجة الله البالغة ۲: ۳۰ الجمعة)

دین ہوئے نہ خود جمعہ پڑھاتے ہیں اور نہ اس کا اہتمام کرتے ہیں تو اس کے نتائج سے تکثر جمعہ بھی ظہور پذیر ہوا، اور تعدد کے جواز پر فتویٰ دینا شروع ہوا، اور توسع ہوتا رہا، حتیٰ کہ تعدد بلا تنقید کا فتویٰ دیا گیا دفعاً للخرج فلیراجع الی ردالمحتار ص ۵۴۱ جلد ۱ ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

جمعہ کے بارے میں فقہ سے ناواقف غیر مقلد کے عجیب مسائل

سوال: مخزن علوم سبحانی جناب شیخ الحدیث صاحب دامت فیوضکم! بعد از سلام عرض ہے کہ ہمارے ہاں ایک عالم نے عجیب مسائل بیان کرنا شروع کیا ہے کہ مستورات پر مسافر پر حتیٰ کہ مزارع پر کھیت میں اندھے اور مریض پر گھر میں بغیر خطبہ کے جمعہ فرض ہے اور دو رکعت ادا کرے، اور بالفرض کسی سے جمعہ ہوا ہو تو پھر بھی ظہر کی بجائے دو رکعت جمعہ ادا کریں گے، نیز یہ عالم فقہ شریف اور ائمہ مذاہب سے منکر ہے اور تمام حوالے ترمذی شریف، بخاری اور مسلم شریف کا دیتا ہے براہ مہربانی ہمیں جلد ان مسائل کے بارے میں مطلع کریں کیونکہ انتہائی شر و فساد کا خطرہ ہے۔ فقط

المستفتی: مرزا گل صاحب الحق واژری ریاست دیر... ۵/ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: یہ شخص کوئی غیر مقلد ہے، اس کے بیان کردہ مسائل پر آپ عمل نہ کریں ان لوگوں

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: فقد ذکر الامام السرخسی ان الصحيح من مذهب ابی حنیفۃ جواز اقامتها فی مصر واحد فی مسجدین واكثر وبہ ناخذ لاطلاق لا جمعة الا فی مصر شرط المصر فقط وبما ذکرنا اندفع ما فی البدائع من ان ظاهر الروایۃ جوازها فی موضعین لا فی اکثر وعلیہ الاعتماد، فان المذهب الجواز مطلقا بحر (قوله دفعاً للخرج) لان فی الزام اتحاد الموضع حرجا بینا لا استدعائه تطویل المسافة علی اکثر الحاضریین ولم یوجد دلیل عدم جواز التعدد بل قضیۃ الضرورة عدم اشتراطہ لا سیما اذا کان مصرا کبیرا کمصرنا کما قالہ الکمال.

(ردالمحتار ہامش الدر المختار ص ۵۹۵، ۵۹۶ جلد ۱ باب الجمعة)

میں نہ خود تحقیق کی اہلیت ہوتی ہے اور نہ دیگر علماء پر اعتماد ہوتا ہے ان سے آپ پوچھیں کہ حدیث شریف میں یہ حقیقت ثابت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے عرفات میں نماز ظہر کیوں ادا کی تھی، اور نماز جمعہ نہیں پڑھی تھی، حالانکہ یہ جمعہ کا دن تھا، نیز پیغمبر علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے، لا جمعة الا فی مصر جامع روی مرفوعا وموقوفا وهو الاصح لا کنہ فی حکم المرفوع ﴿۱﴾ اس حدیث سے کیوں اعراض کرتے ہو خلاصہ یہ کہ اگر ان کے پاس کوئی دلیل ہو تو لکھ کر ہمیں روانہ کرے، تاکہ ہم ان کو مکمل جوابات دیں۔ فقط

جمعہ بند کرنے کی صورت میں فتنہ و فساد اور خانہ جنگی کا خطرہ ہو تو جمعہ بند نہیں کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے متعلقہ دیہات میں ایک موضع شارکول ہے جس کی آبادی پندرہ سو پر مشتمل ہے اور تین مساجد ہیں جمعہ پہلے زمانے سے جاری ہے، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں جمعہ نہیں ہوتا کیا یہاں جمعہ کی نماز درست ہے؟ نیز جمعہ بند کرنے میں فتنہ و فساد اور خانہ جنگی کا خطرہ ہے کیا جمعہ بند کیا جائے گا؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا حبیب الرحمن ہائی بالامانسہرہ..... ۲۱/ شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس موضع شارکول میں بہ ظاہر جمعہ کی نماز پڑھنا درست نہیں ہے، لعدم کونہ

﴿۱﴾ قال ابن الہمام: رفعہ المصنف وانما رواہ ابن ابی شیبۃ موقوفاً علی علی رضی اللہ عنہ لا جمعة ولا تشریق ولا ... صححہ ابن حزم ورواہ عبد الرزاق من حدیث عبد الرحمن السلمي عن علی رضی اللہ عنہ (فتح القدیر ص ۲۲ جلد ۳) وفي هامش البدائع: اخرجہ عبد الرزاق فی مصنفہ ص ۱۰۱ جلد ۲ والبيهقي في السنن الكبرى ص ۱۷۹ جلد ۳ (بدائع الصنائع ص ۵۷۷ جلد ۱) وقال العلامة شرنبلالی: ذكره الزيلعي وغيره قال الكمال: وكفى بقول علي رضي الله عنه قدوة ورفع صاحب الهداية الى النبي ﷺ وصححه ابن حزم ولم ينقل عن الصحابة رضي الله عنهم انهم حين فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع الا في الامصار دون القرى ولو كان لنقل ولو اجادا فلا بد من الاقامة بمصر.

(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ص ۵۵۱ جلد ۱)

مصرأ ولا فناءه ولا قرية كبيرة فيها اسواق ﴿١﴾، البتہ اگر نماز جمعہ کے بند کرنے میں فتنہ، فساد اور خانہ جنگی کا خطرہ ہو تو جمعہ بند نہیں کیا جائیگا، ونظيره ما في شرح التنوير من عدم منع العوام من الصلاة وقت الشروق ﴿٢﴾. وهو الموفق

کسی مسجد میں نماز جمعہ ترک کر کے دوبارہ شروع کرنا مباح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں پہلے تین جگہ نماز جمعہ پڑھی جاتی تھی، پھر ائمہ مساجد نے آپس میں مشورہ کر کے آئندہ کیلئے ایک جگہ نماز جمعہ پڑھانے کا فیصلہ کیا ایک امام نے اپنی قوم سے کہا کہ نماز جمعہ ایک ہی جگہ پڑھی جائے تو صحیح ہے ورنہ میں یہاں الگ نہیں پڑھاؤں گا، اب دو جگہ نماز جمعہ ہوتی ہے لیکن جس قوم کی مسجد میں نماز جمعہ چھوڑی گئی ہے وہاں کے صرف تین چار آدمی نماز جمعہ کیلئے دوسری مسجد جاتے ہیں باقی جمعہ نہیں پڑھتے، اب قوم کے اصرار پر دوبارہ اس مسجد میں نماز جمعہ بحال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد ظاہر میرانشاہ ستمبر ۱۹۷۹ء

الجواب: اگر یہ مقام مصر شرعی ہو تو اس میں نماز جمعہ شروع ہے خواہ ایک مسجد میں ہو یا متعدد مساجد میں (الدر المختار مع رد المحتار) ﴿٣﴾ اور کسی ایک مسجد میں نماز جمعہ پڑھنا اور دوبارہ قائم ﴿١﴾ قال العلامة مرغینانی: لا تصح الجمعة الا في مصر جامع او في مصلی المصر ولا تجوز في القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحی الا في مصر الجامع الخ (هداية على صدر فتح القدير ص ۲۲ جلد ۲ باب الجمعة)

﴿٢﴾ قال العلاتی: مع شروق الا العوام فلا يمنعون من فعلها لانهم يتركونها والاداء الجائز عند البعض اولی من الترك كما في القنية.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ص ۲۷۳ جلد ۱ مطلب يشترط العلم بدخول الوقت)

﴿٣﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: وتودی فی (بقیه حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کرنا نہ مطلوب شرعی ہے نہ ممنوع شرعی، اور اگر یہ مقام مصر شرعی نہ ہو تو تمام مساجد میں جمعہ بند کرنا ضروری ہے، الا عند تحقق الضرورة الشرعية . وهو الموفق

جمعہ کی آخری دو رکعت سنت کی تاکید، عدم تاکید اور نیت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کے آخری دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں یا غیر مؤکدہ، نیز نیت میں جمعہ کہیں گے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: عبدالرؤف ندیم معلم اسلامیات ہائی سکول صوابی

الجواب: یہ دو رکعت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سنت زائدہ ہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں (کما فی شرح الکبیر ص ۳۲۷) ﴿۱﴾ پس جو شخص ان سے قبل چار رکعت فرض ظہر احتیاطاً پڑھے تو وہ سنت الوقت کی نیت کرے گا (کما فی رد المحتار ص ۵۳۳ جلد ۱) ﴿۲﴾ . وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) مصر واحد بمواضع كثيرة مطلقا على المذهب وعليه الفتوى ، وقال ابن عابدين: ان الصحيح من مذهب ابی حنیفہ جواز اقامتها فی مصر واحد فی مسجدین او اکثر وبہ ناخذ لاطلاق لا جمعة الا فی مصر شرط المصر فقط . (الدر المختار مع رد المحتار ص ۵۹۵ جلد ۱ قبیل مطلب فی نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة باب الجمعة)

﴿۱﴾ قال العلامة الحلبي: والسنة قبل الجمعة اربع وبعدها اربع ... وعند ابی یوسف السنة بعد الجمعة ست ركعات وهو مروي عن علي رضي الله عنه والافضل ان يصلي اربعا ثم ركعتين للخروج عن الخلاف . (غنية المستملی ص ۳۷۳ فصل فی النوافل)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: ونقل المقدسي عن المحيط كل موضع وقع الشك فی كونه مصرًا ينبغي لهم ان يصلوا بعد الجمعة اربعا بنية الظهر احتیاطا حتى انه لو لم تقع الجمعة موقعها يخرجون عن عهدة فرض الوقت باداء الظهر .

(رد المحتار ص ۵۹۶ جلد ۱ مطلب فی نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة باب الجمعة)

جمعہ کے بعد چار رکعت سنن کافی اور چھ رکعت بہتر ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دن بعض لوگ چار رکعت سنن پڑھتے ہیں اور بعض چھ رکعات، درست تو دونوں ہیں لیکن اہم کون سے ہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: نور الحق باز و قلعہ پشاور

الجواب: اگر جمعہ کے بعد فقط چار رکعت پڑھ لیں تو وہ ہی کافی ہیں اور اگر چھ رکعات پڑھ لیں تو بہتر ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

جمعہ کے سنن قبلہ کی قضا کے بارے میں تفصیلی استفسار

سوال: محترم جناب حضرة مفتی صاحب زید مجدکم! تمام فرض نمازوں کی قضا فرض واجبات کی قضا واجب اور بعض سنتوں کی قضا سنت ہے تو وہ سنت کونسی ہیں جن کی قضا سنت ہے؟
جواب: فجر کی سنتیں اگر مع فرض کے قضا ہو جائیں تو زوال سے پہلے ان کو بھی مع فرضوں کے قضا پڑھ لینا چاہئے اور زوال کے بعد پڑھیں تو صرف فرضوں کی نماز قضا کریں اور اگر صرف سنتیں چھوٹ گئیں تو سنتوں کی قضا نہیں، طلوع آفتاب سے پہلے پڑھ لینا تو مکروہ ہے اور آفتاب نکلنے کے بعد پڑھنا مکروہ تو نہیں مگر وہ سنتیں نہ ہوں گی نفل ہو جائیں گی۔

(تعلیم الاسلام حصہ چہارم مولفہ مولانا کفایت اللہ صاحب)

وقضى التي قبل الظهر في وقته قبل شفعه، لیکن بعد از وقت قضا نہ کند سنت ظہر اما سنتہائے باقی اوقات قضا نہ کند نہ بالفرض و نہ تنہا، چنانچہ در ظاہر الروایت است، (معیار الحقائق شرح کنز الدقائق ص ۵۸)
﴿۱﴾ قال العلامة الحلبي رحمه الله: وعند أبي يوسف رحمه الله السنة بعد الجمعة ست ركعات وهو مروي عن علي رضي الله عنه والافضل ان يصلي اربعاً ثم ركعتين للخروج عن الخلاف. (غنية المستملی ص ۳۷۳ فصل فی النوافل)

ثم تنزل وامر المؤذن فاذن فصلى هو واصحابه ركعتي السنة ثم صلى مع الجماعة الفرض مع جهر القراءة فعلم من قوله عليه السلام شرعية القضاء بالجماعة والجهر فيه ، والاذان والاقامة للقضاء وان السنة تقضى مع الفريضة لكن لا يلزم من قضاء سنة الفجر ثبوت قضاء غيرها من السنة لان سنة الفجر أكد من غيره حتى قيل بوجوبها لحديث صلوها وان طرد تكم الخيل اخرج ابو داود وغيره ولم ينقل عنه عليه السلام انه تركها لاحضراً ولا سفراً ولا يلزم من ثبوت قضاء الآكد ثبوت القضاء الادنى وكذا لا تلزم من شرعية قضائها مع الفرض شرعية قضائها متفردة لانه كثيرا ما يثبت حكم الشئ بالتبع ولا يثبت له استقلالاً، ولا يلزم من ثبوت الاول ثبوت الآخر الا ان يدل دليل سمعي خاص على ذلك. (عمدة الرعاية على هامش مستخلص الحقائق ص ٢٥١)

وفى كنز الدقائق، مبحث كفارة الظهار، وكفر لكل وهو تحرير رقبة، وفى شرح طحاوى الرقبة عامة من المؤمن والكافر، والامة والصغير والكبير انتهى، فان لم يجد ما يعتق صام شهرين متتابعين ليس فيها صوم رمضان وايام منهية وان وطئها فيها ليلا او نهاراً ناسيا او افطر استأنف الطعام، ثم قال فان لم يستطع الصوم، اطعم ستين مسكينا كالفطرة ولا يستأنف بوطئها فى خلال الاطعام، وفى كفارة القتل شبه العمد الاثم والكفارة ودية على العاقلة، والكفارة تحرير الرقبة المؤمنة او صوم شهرين متتابعين، ووجه ذلك كله ان تحرير الرقبة المؤمنة فى كفارة قتل شبه العمد مختص به ولا يقاس عليه كفارة الظهار وكفارة اليمين فيجوز فيهما تحرير رقبة مطلقة لان المطلق يجرى على اطلاقه، وايضا قبل المسيس مذكور فى تكفيره بالصيام فى كفارة الظهار فلا يقاس عليه قيد قبل المسيس فى تكفيره بالطعام ستين مسكينا لانه لا يستأنف الاطعام بالوطئ فى خلالها، لان

المطلق یجرى على اطلاقه والمقيد على تقيده عند الحنفية.

قلت فبالنظر الى هذه الفرعيات المتفارقة مع كون الحادثة واحدة كيف يكون السنة الجمعة مشابهة سنة الظهر بحيث سنة الظهر تقضى بفواتها فهي ايضا تقضى والحال ان الظهر والجمعة فريضتان عليحدة وان كان وقتها واحدا، فقول بعض الاكابر بقضاء سنة الجمعة كقضاء الظهر لست افهمه؟ بينوا بالوضاحة وتوجروا عند الله
المستفتى: عبدالرحمن لاہور..... ۱۹/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: واضح رہے کہ جمعہ کی سنت قبلیہ کی قضا کرنے میں حدیث ثابت نہیں، اس وجہ سے فقہاء کرام اس میں مختلف ہیں، قال صاحب البحر وحکم الاربع قبل الجمعة كالاربع قبل الظهر (ص ۷۵ جلد ۲) ﴿۱﴾ وفي منحة الخالق على هامش تلك الصفحة، لكن في روضة العلماء سقطت عنه هذه الاربع لما روى عن النبي ﷺ قال اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ الا المكتوبة انتهى، قال العلامة الشامي اقول وفي هذا الاستدلال نظر، فانه انما يدل على انها لا تصل بعد خروجه لا على انه تسقط بالكلية والالزم ان لا تقضى سنة الظهر ايضا، نعم قد يقال ان الاصل عدم قضاءها اذا فاتت عن محلها، واما سنة الظهر فانما قالوا بقضاءها لحديث عائشة رضي الله عنها انه ﷺ كان اذا فاتته الاربع قبل الظهر قضاها بعد فكون سنة الظهر خارجة عن القياس للحديث المذكور فلا تقاس عليها سنة الجمعة انتهى بحذف يسير ﴿۲﴾ قلت والتحقيق ان سنة الجمعة القبليہ شرعت بحديث مستقل رواه الحافظ العراقي وغيره فلا يكون

﴿۱﴾ (البحر الرائق ص ۷۵ جلد ۲ باب ادراك الفريضة)

﴿۲﴾ (منحة الخالق على هامش بحر الرائق ص ۷۵ جلد ۲ باب ادراك الفريضة)

حکمها حکم سنة الظهر، نعم عدم التأكيد لا يستلزم عدم المشروعية فلاعادة اولی من الترك ﴿۱﴾ . وهو الموفق

جمعہ کی چار رکعت سنت قبلہ کی قضا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبل جمعہ کی چار رکعت سنت اگر رہ

جائیں تو کیا اس کی قضا کی جائے گی یا نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: نا معلوم.....

الجواب: نماز جمعہ کی سنت قبلہ جب اپنے محل سے فوت ہو جائیں تو اس کی قضا کرنے میں

فقہاء مختلف ہیں، بعض کہتے ہیں کہ سنن ظہر کی طرح قضا ادا کئے جائیں گے، کما فی البحر ص ۷۵ جلد ۲

﴿۱﴾ وفی المنہاج: وقال العلی القاری فی المرقاة قال الحافظ العراقی انه علیہ السلام کان یصلی قبلہا اربعاً، وروی الترمذی عن ابن مسعود کان یصلی قبلہا اربعاً وبعدها اربعاً انتہی وقال بعض مشائخنا الحنفیة ان مشروعية سنن الجمعة ثبتت بالاحادیث التي تدل علی مشروعية سنن الظهر فافهم وبالجملة ان عدم علم الخصم لا يستلزم عدم الثبوت فی نفس الامر اعلم ان من فاتته الاربع قبل الجمعة فقال الشيخ محمد السراجی الحانوتی انها تقضى كما تقضى سنة الظهر انتہی قلت قضاء سنة الظهر لما رواه الترمذی عن عائشة ان النبی ﷺ کان اذا لم یصلی اربعاً قبل الظهر صلاهن بعدها ولما رواه ابن ماجه کان رسول اللہ ﷺ اذا فاتته الاربع قبل الظهر صلاهن بعد الرکعتین بعد الظهر وفی روضة العلماء انها سقطت عنه لما روى عن النبی ﷺ انه قال اذا خرج الامام فلا صلاة الا المكتوبة انتہی، قلت رواه الصحیحان ولكن قالوا وفی هذا الاستدلال نظر فانه يدل علی انها لا تصلی بعد خروجه لا علی انها تسقط بالکلیة نعم قد یقال ان الاصل عدم قضاءها اذا فاتت عن محلها، واما سنة الظهر فانما قالوا بقضاءها لحديث عائشة فتكون سنة الظهر (بقیه حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وحکم الاربع قبل الجمعة كالاربع قبل الظهر كما لا يخفى ﴿۱﴾ وفي منحة الخالق قال شيخنا الشيخ محمد السراجي الحانوتي واما كونها هل تقضى او لا فعلى ما قالوه في المتون و غيرها من ان سنة الظهر تقضى يقتضى ان تقضى سنة الجمعة اذ لا فرق ﴿۲﴾. اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی قضا نہیں کی جاوے گی، کہ ما فی منحة الخالق علی هامش البحر ص ۷۵ جلد ۲ عن روضة العلما وسعتت عنه هذه الاربع ﴿۳﴾ اور علامہ شامی نے اس کی طرف اشارہ کر کے عدم قضا کو مؤید کیا ہے، حیث قال نعم قديقال ان الاصل عدم قضاءها اذا فاتت عن محلها واما سنة الظهر فانما قالوا بقضاءها لحديث عائشة رضي الله عنها انه ﷺ كان اذا فاتته الاربع قبل الظهر قضاها من بعده كما قدمه المؤلف فتكون سنة الظهر خارجة عن القياس للحديث المذكور فلا نقاس عليها سنة الجمعة فتأمل انتهى، قلت لا سيما اذا ثبتت سنة الجمعة بحديث مستقل سوى حديث سنة الظهر فافهم، مختصر یہ کہ قضا موکد نہیں جیسا کہ ممنوع بھی نہیں ہے۔ وهو الموفق

جمعہ سے قبل چار سنت رہ جائیں تو بعد میں پڑھنا احوط ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص جمعہ کے

(بقیہ حاشیہ) خارجة عن القياس فلا تقاس عليها سنة الجمعة هذا ملخص ما ذكر في منحة الخالق، قلت فمن قال ان مشروعية سنة الجمعة بما ثبت به، مشروعية سنة الظهر فتقضى عنده ومن قال انها ثبتت بروايات خاصة فلا تقضى عنده.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص ۶۷ جلد ۳ باب فی الصلاة قبل الجمعة وبعدها) ﴿۱﴾ (البحر الرائق ص ۷۵ جلد ۲ باب ادراك الفريضة)

﴿۲﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ص ۷۵ جلد ۲ باب ادراك الفريضة)

﴿۳﴾ (منحة الخالق علی هامش بحر الرائق ص ۷۵ جلد ۲ باب ادراك الفريضة)

دن اس وقت مسجد حاضر ہو کہ جماعت ہو رہی ہو اب جو سنت قبل الفرض چھوٹ گئی ہیں بعد نماز اس کو پڑھے گا یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: اسلام الدین بابوزی مردان..... ۱۹۷۸ء/۷/۲۹

الجواب: یہ سنت قبلہ جب فوت ہوں تو اس میں فقہاء کے دو قول ہیں، اقویٰ من حیث

الدلیل سقوط ہے البتہ پڑھنا ممنوع نہیں ہے بلکہ احوط ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

قریہ کبیرہ اور قریہ صغیرہ میں احتیاط الظہر کا کوئی اصل نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بہت سے لوگ جمعہ کے بعد چار

رکعت احتیاط الظہر پڑھتے ہیں اور اس کے تارک پر ملامت کرتے ہیں نیز یہ نماز احتیاط صرف عوام نہیں بلکہ

علماء کرام بھی پڑھتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ صاف اور مدلل جواب تحریر فرمادیں۔ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی اشرف اللہ مسجد باچا صاحب خوشکی نوشہرہ..... ۱۲/محرم ۱۳۹۲ھ

﴿۱﴾ وفي المنهاج : اعلم ان من فاتته الاربع قبل الجمعة فقال الشيخ محمد السراجي

الحنوتي انها تقضى كما تقضى سنة الظهر انتهى قلت قضاء سنة الظهر لما رواه الترمذي

عن عائشة ان النبي ﷺ كان اذا لم يصلي اربعا قبل الظهر صلاهن بعدها، ولما رواه ابن ماجة

كان رسول الله ﷺ اذا فاتته الاربع قبل الظهر صلاهن بعد الركعتين بعد الظهر، وفي روضة

العلماء انها سقطت عنه لما روى عن النبي ﷺ انه قال اذا خرج الامام فلا صلاة الا

المكتوبة، انتهى، قلت رواه الصحيحان ولكن قالوا وفي هذا الاستدلال نظر فانه انما يدل

على انها لا تصلى بعد خروجه لا على انها تسقط بالكلية، نعم قد يقال ان الاصل عدم قضاءها

اذا فاتت عن محلها، واما سنة الظهر فانما قالوا بقضاءها لحديث عائشة فتكون سنة الظهر

خارجة عن القياس فلا تقاس عليها سنة الجمعة هذا ملخص ما ذكر في منحة الخالق هامش

البحر الرائق قلت فمن قال ان مشروعية سنة الجمعة (بقية حاشية گلے صفحہ پر)

الجواب: جو مقام یقینی طور سے مصر ہو وہاں احتیاطی پڑھنا بے اصل کام ہے اور جو مقام یقینی طور سے نہ ہو وہاں ظہر باجماعت پڑھنا ضروری ہے، اور نماز جمعہ پڑھنا خلاف مذہب کام ہے، اور جس مقام میں تردد ہو وہاں احتیاطی پڑھنا فی نفسہ مشروع ہے، فی رد المحتار ص ۷۵۶ جلد ۱ ونقل المقدسی عن المحيط کل موضع وقع الشک فی کونه مصرأ، ینبغی لہم ان یصلوا بعد الجمعة اربعاً بنية الظہر احتیاطاً ﴿۱﴾ البتہ اگر اس نماز کے پڑھنے میں کوئی مفسدہ موجود ہو تو اعلانیہ پڑھی جائے، قال العلامة الشامی نعم ان ادی الی مفسدة لا تفعل جہاراً او الکلام عند عدمها الخ ﴿۲﴾ قلت ومن المفسدة ترک العوام صلوٰۃ الجمعة فی المصر. فافہم مشکوک مقام میں احتیاط الظہر پڑھنے کا جواز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض گاؤں میں بعض لوگ نماز جمعہ کے بعد چار رکعت نماز احتیاط پڑھتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا تو جروا
المستفتی: نا معلوم..... ۱۹۷۳ء ۲/۷

الجواب: ایسے مقام میں (جس کے مصر ہونے میں شک ہو) احتیاطی پڑھا جائے گا جبکہ کسی مفسدہ کا خطرہ نہ ہو، کما فی رد المحتار ص ۷۵۶ جلد ۱ ونقل المقدسی عن المحيط کل (بقیہ حاشیہ) بما ثبتت بہ مشروعیۃ سنۃ الظہر فتقضى عنده ومن قال انها ثبتت بروایات خاصة فلا تقضى عنده.

(منہاج السنن شرح جامع السنن ص ۶۷ جلد ۳ باب فی الصلاۃ قبل الجمعة وبعدها)
﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۶ جلد ۱ مطلب فی نية آخر ظہر بعد صلاۃ الجمعة باب الجمعة)
﴿۲﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۶ جلد ۱ مطلب فی نية آخر ظہر بعد صلاۃ الجمعة باب الجمعة)

موضع وقع الشك في كونه مصرأ ينبغي لهم ان يصلوا بعد الجمعة اربعاً بنية الظهر احتياطاً ﴿١﴾. وهو الموفق

جن لوگوں پر جمعہ واجب نہیں وہ لوگ نماز ظہر یا جماعت ادا کریں

سوال: ایسی جگہ جہاں سے جامع مسجد دس میل دور ہے اور پیدل راستہ ہے برف باری کے موسم میں پانچ چھ گز تک برف پڑ جاتی ہے علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہاں جمعہ نہیں ہو سکتا اس پورے علاقے کے لوگ جمعہ نہیں پڑھتے اس مقام پر فوج کی ایک یونٹ بھی ہے لیکن اس یونٹ میں امام اور مسجد کا تسلی بخش انتظام نہیں ہے اس یونٹ میں زیادہ تر فوجی اسماعیلی ہیں اور جو اہل سنت ہیں وہ بھی جمعہ نہیں پڑھتے چونکہ ان کو بھی جمعہ کے پورے دن کی چھٹی نہیں ملتی اسلئے اتنی دور جا کر نماز جمعہ ادا نہیں کر سکتے، اور اس علاقہ کے عالم لوگ نہ خود جمعہ پڑھتے ہیں اور نہ دوسروں کو پڑھاتے ہیں تو کیا ہم فوجی لوگ از خود جمعہ کا انتظام کر سکتے ہیں؟ اور اس جگہ میں جمعہ جاری کر سکتے ہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: علی حسن ونگ نمبر ۱۰۱..... ۱۹۷۵ء/۱/۱۱

الجواب: آپ کمپ میں یا قریب گاؤں میں نماز ظہر یا جماعت ادا کریں یہ آپ پر واجب ہے، اور آپ پر جمعہ پڑھنا یا جمعہ کیلئے دس میل دور جانا واجب نہیں، لعدم المصر الشرعی وفناء ہ وهو ظاهر المتون ورجحه فی المعراج وجزم به قاضی خان وهو اختیار الحلوانی (والتفصیل فی رد المحتار ص ۷۶۲ جلد ۱) فلیراجع ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۶ جلد ۱ مطلب فی نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة باب الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: قلت وهو ظاهر المتون وفي المعراج انه اصح ما قيل وفي الخانية المقيم في موضع من اطراف المصر ان كان... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

شرائط جمعہ کے تحقق میں تردد کے وقت احتیاطی پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے بارے میں زمانہ قدیم سے اساتذہ و علماء مساجد میں جمعہ کے دن سولہ رکعتیں پڑھ کر آرہے ہیں جو ہمانی یا ثلث سے باہر ہے، اور بعض خاص خاص مسجدوں میں بارہ بارہ رکعتیں ہوتی ہیں، اس میں بالتفصیل فقہ و بیان کیجئے تو مہربانی ہوگی۔ بینواتو جروا

المستفتی: سلطان روم صوابی۔ ۱۰/۱۰/محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: احناف کے نزدیک یہ چار رکعت احتیاطی پڑھنا بھی جائز ہے، جہاں شرائط جمعہ کے تحقق میں تردد ہو، فی رد المحتار ص ۵۶ جلد ۱ ونقل المقدسی عن المحيط کل موضع وقع الشک فی کونہ مصرأ ینبغی لہم ان یصلوا بعد الجمعة اربعاً بنية الظهر احتیاطاً ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

سنت جمعہ مسجد کے ساتھ مختص نہیں ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کی سنت مسجد میں پڑھنا خاص (بقیہ حاشیہ) بینہ و بین عمران المصر فرجة من مزارع لا جمعة علیہ وان بلغہ النداء وتقدير البعد بغلوة او ميل ليس بشئ هكذا رواه ابو جعفر عن الامامین وهو اختيار الحلواني وفي التارخانية ثم ظاهر رواية اصحابنا لا تجب الاعلی من یسکن المصر او ما بتصل به فلا تجب علی اهل السواد ولو قریبا وهذا اصح ما قيل فيه .

(رد المحتار هامش الدر المختار ص ۶۰۲ جلد ۱ مطلب فی شروط الجمعة باب الجمعة)
﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۶ جلد ۱ مطلب فی نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة باب الجمعة)

ہیں یا مسجد سے باہر بھی ادا کی جاسکتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالواحد شیدو..... ۲۵/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: (۱) سوائے تحیۃ المسجد اور اعتکاف کے دیگر عبادات (فرض، سنن، جمعہ وغیرہ) مسجد

کے ساتھ مختصر نہیں ہیں۔ وهو الموفق..... کتبہ: محمد فرید غفری عنہ

الجواب: (۲) نیز حدیث میں وارد ہے، افضل صلاتکم فی بیوتکم الا المكتوبة

(رواہ الترمذی) ﴿۱﴾ یعنی فرض نماز کے علاوہ باقی نمازیں گھر میں پڑھنا بہتر ہے تاہم اگر راستے پر

دنیاوی مشاغل میں پڑنے کا خطرہ ہو اور یا گھر میں پڑھنے کی صورت میں تکلیف خشوع لازم آرہی ہو، تو پھر

مسجد میں پڑھنا بہتر ہوگا ﴿۲﴾ مگر ضروری نہیں ہے، کیونکہ مندوب اور مباح اشیاء کو لازم سمجھنا بدعت ہے

(شامیہ) ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

کتبہ: رشید احمد غفری عنہ نائب مفتی دارالعلوم حقانیہ

﴿۱﴾ (سنن ترمذی ص ۶۰ جلد ۱ باب ماجاء فی فضل صلاة التطوع فی البيت)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله والافضل فی النفل) شمل ما بعد

الفريضة وما قبلها لحديث الصحيحين عليكم بالصلاة فی بیوتکم فان خير صلاة

المرء فی بيته الا المكتوبة واخرج ابو داود صلاة المرء فی بيته افضل من صلاته فی

مسجدي هذا الا المكتوبة وتماه فی شرح المنية وحيث كان هذا افضل يراعى ما لم

يلزم منه خوف شغل عنها لو ذب لبته او كان فی بيته ما يشغل باله ويقلل خشوعه فيصليها

حينئذ فی المسجد لان اعتبار الخشوع ارجح.

(ردالمحتار ص ۵۰۴ جلد ۱ قبیل مطلب سنة الوضوء باب الوتر والنوافل)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: ان تخصيص الذكر بوقت لم يرد به الشرع غير مشروع.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۱۳ باب العیدین)

فصل فی شروط صحة الجمعة

ہر مقام میں جمعہ کے جواز کا حکم قرآن و حدیث اور فقہ سے مخالف ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں بعض لوگ مذاہب نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہم قرآن و حدیث کو مانتے ہیں اسلئے جمعہ ہر جگہ ہوتا ہے خواہ دیہات ہو یا شہر، ان کا گاؤں پچیس گھروں پر مشتمل ہے آپ فرمائیں کہ اس مقام میں جمعہ کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا المستفتی: فضل خالق ٹانگورہ مسجد پھرزی ضلع سوات..... ۲۳/ شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: ہر جگہ نماز جمعہ ادا کرنے کا فتویٰ دینا قرآن، حدیث اور فقہ ائمہ اربعہ سے مخالف ہے۔ قال الله تعالى: فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع (الاية) ﴿۱﴾ وفيه اشارة الى كون هذا الموضع ذات اسواق. (۲) ولان اهل القرى كانوا ينتابون الى المدينة المنورة (رواه البخارى وابوداؤد) ﴿۲﴾ والذين تخلفوا فيها لم يجمعوا بدليل حديث جوائى ﴿۳﴾. ولان النبى ﷺ لم يجمع فى قبا عند المهاجرة وكانت الجمعة فرضا قبل

﴿۱﴾ (سورة الجمعة پارہ: ۲۸ آیت: ۹ رکوع: ۱۱)

﴿۲﴾ عن عائشة زوج النبى ﷺ قالت كان الناس ينتابون الجمعة من منازلهم والى العوالى فيأتون فى الغبار الخ (صحيح البخارى ص ۱۲۳ جلد ۱ باب من اين تؤتى الجمعة) (ورواه ابوداؤد ص ۱۵۸ جلد ۱ باب من تجب عليه الجمعة)

﴿۳﴾ وفى المنهاج: وحجتنا ما رواه البخارى من حديث عائشة... وجه الدلالة ان صلاة الجمعة لو كانت واجبة على اهل العوالى لا تواكلهم الى المدينة المنورة او لجمع من بقى الجمعة هنا وكلا الامرین منتفیان اما الاول فظاهر واما الثانى فلحديث جوائى.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص ۵۰ جلد ۳ باب ما جاء منكم يؤتى الى الجمعة)

الهجرة بسدليل ان المهاجرين الاولين جمعوا في المدينة المنورة (رواه ابو داود) ﴿١﴾ .
 (٢) ولان النبي ﷺ جمع بين الظهر والعصر في عرفات دون الجمعة والعصر ولم يأمر
 اهل مكة باداء صلاة الجمعة (رواه البخاري) ﴿٢﴾ . (٥) ولحديث لا جمعة الا في مصر
 جامع روى مرفوعاً وموقوفاً وهو الاصح لكنه مرفوع حكماً، واما حديث حواثا فليس فيه
 حجة وهو قول الرسول ﷺ وتقريره ولو سلم التقرير فنقول هو تقرير مبيح خاص
 بخلاف لا جمعة الا في مصر جامع فانه قول محرم تشريع عام، فافهم ﴿٣﴾ . وهو الموافق
 ﴿١﴾ عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك وكان قائد ابيه بعد ما ذهب بصره عن ابيه كعب
 بن مالك انه كان اذا سمع النداء يوم الجمعة ترحم لا سعد بن زرارة فقلت له اذا سمعت
 النداء ترحمت لا سعد بن زرارة قال لانه اول من جمع بنا في هزم النبت من حرة بني بياضة
 في نقيع يقال له نقيع الخصومات قلت كم انتم يومئذ قال اربعون .

(سنن ابى داود ص ١٦٠ جلد ١ باب الجمعة في القرى)

﴿٢﴾ (صحيح البخاري ص ٢٢٥ جلد ١ باب الجمع بين الصلاتين بعرفة) وللتنصيل:
 منهاج السنن شرح جامع السنن ص ٢٩ جلد ٣ باب ما جاء منكم يؤتى الى الجمعة)
 ﴿٣﴾ وفي منهاج السنن ولما رواه عبد الرزاق عن علي موقوفاً قال لا تشريق ولا جمعة
 الا في مصر جامع، قال الحافظ في الدراية اسناده صحيح قلت والموقوف فيما لا يدرك
 بالرائى يكون في حكمه المرفوع واجيب عن حديث جواثى بان الحجة قول الرسول
 وفعله وتقريره وهذا الحديث خال عنها ولان حديث الانتياب وحديث لا جمعة الا في
 مصر جامع ذكر فيهما تشريع عام وضابط كلي بخلاف حديث جواثى فانه ذكر فيه امر جزئى
 ولان حديث جواثى حديث تقريرى حكماً وحديث لا جمعة الا في مصر جامع حديث قولى
 حكماً قلنا حديث على مرفوع قولى على حسب القواعد كما مر الخ .

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ٥١ جلد ٣ باب ما جاء منكم يؤتى الى الجمعة)

جمعہ کے متعلق ضرورت شرعی کی بنا پر مذہب غیر پر فتویٰ دینا درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے متعلق احناف اور دیوبندی علماء بھی مختلف آ رہے ہیں کہ قرئی میں جمعہ کا کیا حکم ہوگا، اور ضرورت کے وقت غیر کے مذہب پر اس صورت میں فتویٰ جائز ہوگا یا نہیں اور توابع مصر اور فنائے مصر کا حکم جدا ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا المستفتی: عمر دراز قریشی شاہی بازار حیدر آباد..... یکم ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ

الجواب: ضرورت شرعی کے وقت مذہب غیر پر فتویٰ دینا درست ہے، اور اسی صورت میں مذہب غیر کی تمام شرائط کی رعایت ضروری ہے مثل ان لا یكونوا اقل من اربعین ﴿۱﴾ اور توابع مصر اور فنائے مصر میں فرق امر اصطلاحی ہے، صاحب بدائع تمام کو توابع سے تعبیر کرتے ہیں، نعم هذا مما اتفقوا علیه ان الفناء يصح فيه التجميع مطلقا بخلاف التوابع فانها قد لا يصح فيه التجميع ويجب عليهم حضور المصر والفناء ﴿۲﴾. وهو الموفق

صحت جمعہ کیلئے فوات امن عامہ ضرر رسان نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں دو تین قومیں ﴿۱﴾ قال العلامة كاساني: وقال الشافعي: ان كان في القرية اقل من اربعين فعليهم دخول المصر اذا سمعوا النداء، وفي هامش البدائع: ويقصد بالاربعين مع الامام على الصحيح ممن تعتقد بهم الجمعة بشروطها ان يكونوا رجالا بالغين عقلاء احرارا مستوطنين للقرية او البلدة التي يصلى فيها الجمعة، انظر الام ص ۱۹۰ جلد ۱ والمجموع للنووي ص ۳۷۱ جلد ۴ والمنهاج ص ۲۱. (بدائع الصنائع ص ۵۸۵ جلد ۱ شرائط الجمعة كتاب الصلاة) ﴿۲﴾ قال الامام علاء الدين: وكذا لا يصح اداء الجمعة الا في المصر وتوابعه فلا تجب على اهل القرى التي ليست من توابع المصر ولا يصح اداء الجمعة فيها. (بدائع الصنائع ص ۵۸۳ جلد ۱ شرائط الجمعة كتاب الصلاة)

اتفاق کر کے نماز جمعہ کیلئے ایک جامع مسجد متعین کر کے جمعہ ادا کرتے ہیں لیکن وہاں مکمل امن موجود نہیں ہے اس مقام میں جمعہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولانا عبدالرشید خان خطیب مسجد شیخان تیراہ کوہاٹ..... ۱۹۸۶ء/۷/۲

الجواب: اگر یہ جامع مسجد ایسے مقام پر ہو جہاں نماز جمعہ کی شرائط موجود ہوں تو امن عامہ کی فوات نہت جمعہ کیلئے کسی امام کے نزدیک ضرر رسان نہیں ہے البتہ نماز جمعہ کیلئے جانا بھی فرض نہیں ہے ﴿ا﴾ (فلیراجع الی الطحطاوی ص ۱۷۷)۔ وهو الموفق

جہاں اذن عام نہ ہو وہاں جمعہ کا حکم کیا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے دفاتر کے اندر نماز جمعہ کا کیا حکم ہے جہہ شناختی کارڈ اور گیٹ پاس کے بغیر داخلہ عوام ناممکن ہے حکومت نے جمعہ کے دن اسلئے ساڑھے بارہ بجے مقرر کیا ہے تاکہ لوگ گھروں میں جا کر باطمینان جمعہ پڑھیں، دفتر سے واپس نکلنے اور پھر دوبارہ واپس جانے میں چند افراد کیلئے پابندی کا ہونا دفتر کے قرب وجوار میں مساجد کا موجود ہونا، اس صورت میں اذن عام کے ہونے اور نہ ہونے میں شرعی فیصلہ کیا ہوگا؟ بینوا تو جروا

المستفتی: قاری سعید احمد عفی عنہ..... ۱۹۷۳ء/۸/۲

الجواب: واضح رہے کہ اذن عام کی شرط اگرچہ ظاہر الروایت میں نہیں ہے لیکن نادر الروایت

میں یہ ہے، کما صرح بہ فی رد المحتار ص ۷۱ جلد ۱۱ اور فقہاء کرام نے اس اشراط کی دو

مآخذ: قال العلامة سید احمد الطحطاوی: والخامس الامن من ظالم فلا تجب علی من اختفی من ظالم افاد التعبير بظالم لم انه مظلوم فان كان اختفاءه لجناية منه توجب حدامثلا لا يسقط عنه الوجوب.

(الطحطاوی علی المراقی ص ۵۰۵ جلد ۱ باب الجمعة)

وجوہات بیان کی ہیں عدم تفویت اور اعتدال، الاول فی ردالمحتار حیث قال لان اشتراط السلطان للتحرز عن تفویتها (ای بالنزاع فی التقدم) وذا لا يحصل الا بالاذن العام (ص ۷۲۲ جلد ۱) والثانی فی المبسوط حیث قال لان اشتراط السلطان للتحرز عن تفویتها علی الناس ولا يحصل ذلك الا بالاذن العام وکما یحتاج العامة الی السلطان فی اقامتها (لرفع النزاع) فالسلطان یحتاج الیهم بان یأذن لهم اذنا عاما بهذا یعتدل النظر من الجانبین (ص ۲۴ جلد ۲) اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اذن عام کی شرط لگانا متفرع ہے اشتراط سلطان پر کما لا یخفی، نیز واضح رہے کہ اذن عام سلطان کے ساتھ محصور نہیں ہے بلکہ جو شخص اقامت جمعہ کا مجاز ہو تو اس کا اذن دینا شرط ہوگا، سلطان ہو یا غیر سلطان، یدل علیہ ما فی ردالمحتار قولہ من الامام قید بہ بالنظر الی المثال الاتی والا فالمراد الاذن من مقیمہا کما فی البر جندی من انه لو اغلق جماعته باب الجامع وصلوا فیہ الجمعة لا تجوز (ص ۷۱ جلد ۱) وھکذا فی الھندیۃ ص ۱۵۷ جلد ۱، اور غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اذن عام اس وقت شرط ہوگا جبکہ شہر میں صرف ایک جگہ قائم ہو اور جب متعدد مقامات اور جوامع میں نماز جمعہ قائم ہوتی ہو، کما ہو ظاہر المذہب وعلیہ الفتوی، تو نہ تفویت کا خطرہ موجود ہے اور نہ عدم اعتدال کا شبہ ہو سکتا ہے، لعدم الاحتیاج من الجانبین، لہذا نماز جمعہ بغیر اذن عام کے بھی جائز ہوگا، قال العلامة الشامی فی ردالمحتار ص ۷۲۲ جلد ۱ قلت ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا یتحقق التفویت کما افادہ التقلیل انتھی، اور اسی حکم یعنی جواز کو مفتی عزیز الرحمن صاحب (دیوبند) نے بھی مختار کیا ہے، کما فی فتاویٰ درالعلوم دیوبند ص ۱۰۵ جلد ۵ قلت ویرد علیہ ما فی البدائع ص ۲۶۹ جلد ۱ السلطان اذا صلی فی فہندۃ..... وتكون الصلوة فی موضعین ولو لم یأذن للعامة وصلی معہ جیشہ

لا تجوز صلوٰۃ السلطان وتجاوز صلوٰۃ العامة انتهى، قلت وجه الورود انهم مع عدم التفويت على الناس حکموا على عدم صحة جمعة السلطان، اللهم الا ان يقال ان صحة جمعة الناس للضرورة كما في الدر المختار ونصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكر امامع عدمهم فيجوز للضرورة انتهى، وبالجملة ان هذا محمول على ما اذا لا تقيمه السلطان، فافهم، وتدبر. پس اہل دفتر کیلئے جمعہ قائم کرنا جائز ہے اگرچہ اذن عام نہ ہو، اور اگرچہ اس سے منع کرتا ہو لیکن ترک جامع مسجد کی وجہ سے کراہیت موجود ہے (کما فی ردالمحتار ص ۷۲ جلد ۱) ﴿۱﴾. وهو الموفق وهذا ما عندی ولعل عند غیري احسن من هذا.

فنائے مصر میں مسافت کا اعتبار نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فنائے مصر میں مسافت کی رعایت کی جائے گی یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: لعل محمد بلوچستانی..... ۲۶/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: فناء مصر میں مسافت کی رعایت نہیں کی جائے گی، متعلقہ حوائج کی رعایت کی جائے

گی ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله وكره) لانه لم يقض حق المسجد الجامع زيلعي ودرر.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۶۰۱ جلد ۱ مطلب فی شروط وجوب الجمعة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين: بيانه ان التقدير بغلوة او ميل لا يصح في مثل مصر لان القرافة والترب التي تلي باب النصر يزيد كل منهما على فرسخ من كل جانب نعم هو ممكن لمثل بولاق فالقول بالتحديد بمسافة يخالف التعريف المتفق على ما صدق عليه بانه المعد لمصالح مصر فقد نص الائمة على ان الفناء ما اعد لدفن الموتى وحوائج المصر كركض الخيل والدواب وجمع العساكر والخروج للرمي وغير..... (بقية حاشيه اگلے صفحہ پر)

ہنگامی اور وقتی مصر میں جمعہ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک جگہ اڈہ کے نام سے مشہور ہے، تقریباً پندرہ دکانیں ہیں، بعض دکانداروں کے مکانات بھی یہاں موجود ہیں کئی سالوں سے یہاں پر جمعہ پڑھا جاتا ہے اور ارد گرد کے لوگ یہاں جمعہ کیلئے آتے ہیں ارد گرد بہت دیہات ہیں کیا اس مقام پر جمعہ پڑھنا جائز ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبدالحسن شریک دورہ حدیث جامعہ حقانیہ..... ۱۹۸۹ء/۴/۱۵

الجواب: اگر یہ اڈہ جمعہ کے دن ہنگامی مصر بنتا ہے اس میں دو ہزار تک لوگ جمع ہوتے ہوں تو اس میں نماز جمعہ پڑھنا درست ہے، یہ منی کی طرح ہنگامی اور وقتی مصر بنتا ہے، کما اشیر الیہ فی جمعة الهدایة ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

جیل میں جمعہ کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سنٹرل جیل میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ تمام اسیران جیل کئی سالوں سے نماز جمعہ ادا کرتے ہیں اور حتیٰ کہ مولانا مفتی محمود صاحب بھی سنٹرل جیل ہری پور میں جمعہ پڑھایا کرتے تھے۔ بینواتو جروا

المستفتی: عبد اللہ ہزارہ..... ۱۳/رجب ۱۴۰۱ھ

(بقیہ حاشیہ) ذلک وای موضع یحد بمسافة یسع عسا کر مصر ویصلح میداناً للخیل والفرسان ورمی النبل والبندق البار ودو اختبار المدافع وهذا یزید علی فراسخ فظہر ان التحدید بحسب الامصار۔ (رد المحتار ہامش الدر المختار ص ۵۹۱ جلد ۱ مطلب فی صحة الجمعة بمسجد المرجة فی دمشق)

﴿۱﴾ قال العلامة برهان الدین المرغینانی: وقال محمد لا جمعة بمنی لانها من القرى حتی لا یعید بها ولهما انها تمصر فی ایام الموسم۔ (هدایة علی صدر فتح القدیر ص ۲۵ جلد ۲ باب الجمعة)

الجواب: جب مفتی بہ جواز تعدد جمعہ ہے تو جیل میں عدم جواز جمعہ کی کوئی وجہ نہیں ہے ﴿۱﴾ کما یثیر الیہ کلام الشامی فی رد المحتار ص ۵۷۰ جلد ۱، قلت وینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا كانت لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا الخ ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

قریہ صغیرہ میں بحکم حاکم اقامت جمعہ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں صرف پچیس گھروں پر مشتمل ہے تقریباً سو یا ڈیڑھ سو آدمی اس میں موجود ہوں گے ہم اس گاؤں میں جمعہ پڑھتے ہیں اس گاؤں میں حکومت کا سرکاری قاضی بھی موجود ہے، امامت بھی قاضی خود دیتا ہے، اس گاؤں میں جمعہ کی اجازت ریاست سوات کے حکمران جناب میاں گل عبدالودود شاہ صاحب نے دی تھی کہ ہم یہاں جمعہ جاری کرادیں اب ادغام ریاست کے بعد بھی جمعہ جاری ہے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: تنظیم طلباء اہل سنت والجماعة سید و شریف سوات ... ۱۱/۹/۱۹۹۰

الجواب: جب بادشاہ وقت کی طرف سے اجازت نامہ ملا ہو تو اس قریہ میں اقامت جمعہ درست ہے، کما فی رد المحتار ص ۷۹۹ جلد ۱ باب الجمعة عن الفتاویٰ الدیناری اذا بنی مسجداً فی الرستاق بامر الامام فهو امر بالجمعة اتفاقاً علی ما قال السرخسی انتھی ﴿۳﴾۔ قلت والاذن الصریحی فوق الاذن دلالة۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: فقد ذکر الامام السرخسی ان الصحيح من مذهب ابی حنیفة جواز اقامتها فی مصر واحد فی مسجدین واكثر و به ناخذ لا طلاق لا جمعة الا فی مصر شرط المصر فقط۔ (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۵ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ (رد المحتار ص ۶۰۱ جلد ۱ باب الجمعة مطلب فی شروط وجوب الجمعة)

﴿۳﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۱ جلد ۱ مطلب فی صحة الجمعة بمسجد المرجة والصالحية باب الجمعة)

میلوں سے فنائے مصر اور شرائط مصر اور شافعی مسلک پر جمعہ پڑھانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں

(۱) فنائے مصر موجودہ انگریزی میل کے لحاظ سے کتنے میل بنتی ہے؟ (۲) احناف نے جمعہ کیلئے جو شرائط مقرر کی ہیں وہ منصوصی ہے یا غیر منصوصی؟ (۳) ایک آدمی حنفی المذہب ہے لیکن جمعہ شافعی مذہب کے مطابق پڑھاتا ہے کیا یہ جائز ہے؟ (۴) اگر دفع فساد کیلئے نماز جمعہ شافعی مذہب کے مطابق پڑھے کیا یہ نماز ہو جائے گی؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی حبیب اللہ مری خیل کوہاٹ ۲۲/۵/۱۹۸۴

الجواب: (۱) فنائے مصر کیلئے کوئی حد نہیں ہے جہاں تک حوانج مصر اور مصالح مصر کا تعلق ہے وہ فنائے مصر ہے (شامی) ۱۔ (۲) بعض منصوص ہے اور بعض تعامل سے معلوم ہیں ۲۔ (۳) تبع بوی کی نماز فاسد نہیں ہوتی ۳۔ (۴) جائز ہے لیکن واقع نہیں ہے ۴۔ وهو الموفق

۱۔ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: التعريف المتفق على ما صدق عليه بانه المعد لمصالح المصر فقد نص الائمة على ان الفناء ما اعد لدفع الموتى و حوانج المصر كركض الخيل و لدواب و جمع العساكر و الخروج للرمى و غير ذلك.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۱ جلد ۱ مطلب في صحة الجمعة باب الجمعة)
 ۲۔ (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۷ جلد ۳ باب ما جاء منكم يوتى الى الجمعة)
 ۳۔ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ارتحل الى مذهب الشافعي يعزر) اي اذا كان ارتحاله لا لغرض محمود شرعاً لما في التاترخانيه ولو ان رجلاً برئ من مذهبه باجتهاد وضح له كان محموداً ما جوراً اما انتقال غيره من غير دليل بل لما يرغب من عرض الدنيا وشهوتها فهو المذموم الآثم المستوجب للتاديب والتعزير لارتكابه المنكر في الدين واستحفافه بدينه ومذهبه.
 (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۲۰۹ جلد ۳ مطلب فيما اذا ارتحل الى غير مذهبه)

۴۔ وفي المهاج القرى التي لا يتحقق فيها الشرائط (بقية حاشية الكرى صفحہ پر)

دیہات میں رہنے والوں پر نماز جمعہ کیلئے شہر آنے اور فرضیت جمعہ میں ائمہ کا اختلاف

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دیہات والوں پر (جبکہ ان کے یہاں جمعہ فرض نہیں) شہر میں آکر جمعہ کی نماز ادا کرنا (شہری مسلمانوں کی طرح) فرض ہے کیا یہ قول صحیح ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی..... ۲۱/شوال ۱۳۹۴ھ

الجواب: جو دیہات فنائے مصر سے خارج ہوں تو ظاہر الروایت میں ان پر نماز جمعہ کیلئے شہر آنا واجب نہیں ہے (ردالمحتار ص ۶۳ جلد ۱) ﴿۱﴾ اور غیر ظاہر الروایت میں ان پر نماز جمعہ کیلئے شہر آنا واجب ہے، البتہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک سماع اذان معتبر ہے اور صاحب بحر وغیرہ کے نزدیک ایواء اللیل معتبر ہے یعنی جب نماز کے بعد واپس گھر کو شام کے وقت پہنچ سکتا ہے اور بعض کے نزدیک ایک فرسخ (تین میل) معتبر ہے (ماخوذ از درمختار) ﴿۲﴾ اور مفتی بہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے، کما صرح (بقیہ حاشیہ) المعتبرة عند الحنفية ويتحقق فيها شرائط الائمة الثلاثة لا ينبغي ان يمنع عن تجميع الجمعة فيها عند ظن الاقتتال وكذا عند ترك الظهر جهلا ونظيره ترك منع العوام عن الصلاة عند الشروق.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۴ جلد ۳ باب ماجاء منكم يؤتى الى الجمعة)
﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: وفي الخانية المقيم في موضع من اطراف المصر ان كان بينه وبين عمران المصر فرجة من مزارع لا جمعة عليه وان بلغه النداء.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۶۰۲ جلد ۱ مطلب في شروط الجمعة باب الجمعة)
﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: فان كان يسمع النداء تجب عليه عند محمد وبه يفتى كذا في الملتقى وقد منا من الولوالجية تقديره بفروسخ ورجح في البحر اعتبار عوده لئنه بلا كلفة.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۶۰۱ جلد ۱ مطلب شروط الجمعة باب الجمعة)

به في الدر المختار قلت وهو الاوجه لحديث ابى داؤد الجمعة على كل من سمع النداء ﴿١﴾ وكذا هو الماخوذ به عند مالک والشافعى واحمد رحمهم الله تعالى واما حديث الجمعة على من اواه الليل فحديث ضعيف سندا وكذا يحتمل الحمل على المقيم دون المسافر وكذا فيه حرج ﴿٢﴾. وهو الموفق

وعظ وتبليغ کیلئے چھوٹے گاؤں میں جمعہ قائم کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں کی آبادی ادھر ادھر کا ملا کر کل چار سو بنتی ہے جبکہ اس گاؤں میں چھوٹا سا بازار بھی ہے کیا یہاں نماز جمعہ قائم کرنا جائز ہے؟ اگر کسی کی خواہش ہو کہ وعظ و تبليغ کیلئے نماز جمعہ قائم کرنا چاہتا ہوں کیا یہ درست ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: یا قوت خان یونیورسٹی پریس پشاور ۱۰/۱۰/۱۹۷۴

الجواب: چونکہ یہ مقام قریہ صغیرہ ہے لہذا اس مقام پر نماز جمعہ قائم کرنا درست نہیں ہے ﴿٣﴾ تبليغ کی اور بہت سی صورتیں ہیں اس کی کوئی حاجت نہیں۔ وهو الموفق

فنائے مصر میں میلوں کا کوئی اعتبار نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بازار درہ آدم خیل سے دو میل

﴿١﴾ (سنن ابی داؤد ص ۱۵۸ جلد ۱ کتاب الصلاة باب من تجب علیہ الجمعة)
﴿٢﴾ (والتفصيل فی منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص ۲۸ جلد ۳ باب ماجاء منکم یوتی الی الجمعة)

﴿٣﴾ قال العلامة المرغینانی رحمه الله: لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القرى لقوله عليه السلام لا الجمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع. (هدایة علی صدر فتح القدیر ص ۲۲ جلد ۲ باب صلاة الجمعة)

کے فاصلہ پر نماز جمعہ ادا ہوگی یا نہیں؟ یہ فنائے مصر میں داخل ہے یا نہیں؟ فنائے مصر دو میل ہے یا تین میل؟ بینواتو جروا

المستفتی: فضل عزیز درہ آدم خیل..... ۱۰/۱۱/۱۹۷۴

الجواب: اگر اس مقام میں شہر کی ضروریات پوری کی جاتی ہوں، مثلاً یہ مقام شہر کی عید گاہ، قبرستان، چھاؤنی، کارخانہ، اڈہ، سٹیشن، ہسپتال وغیرہ ہو تو اس میں نماز جمعہ درست ہے، ورنہ درست نہیں ہے، باقی میلوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے (ماخوذ از شامی) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

جس گاؤں میں کئی محلے اور کئی مساجد ہوں تو قریہ کبیرہ کے حکم میں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں تقریباً ستر اسی دکانوں پر مشتمل ہے ارد گرد تقریباً پندرہ بیس دیہات ہیں تقریباً پندرہ بیس ہزار آبادی کیلئے یہ گاؤں مرکزی مقام اور تجارتی مرکز ہے، ہائی سکول دس بستر ہسپتال، بینک، ڈاکخانہ، حجام، رہائشی ہوٹل، فلور ملز وغیرہ بنیادی ضروریات سے یہ مقام آراستہ ہے کیا اس گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: احمد صدر نواز آباد مانسہرہ..... ۲۲/اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: اگر اسی مقام (نواز آباد) میں کئی محلے اور کئی مساجد ہوں تو یہ مقام قریہ کبیرہ ہوگا، اور اس میں جمعہ پڑھنا درست ہوگا ﴿۲﴾ کما فی رد المحتار ص ۷۸ جلد ۱ وتقع فرضاً فی ﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: وفي الخانية المقيم في موضع من اطراف مصر ان كان بينه وبين عمران مصر فرجة من مزارع لا جمعة عليه وان بلغه النداء وتقدير البعد بغلوة او ميل ليس بشئ هكذا رواه ابو جعفر عن الامامين وهو اختيار الحلواني وفي التارخانية ثم ظاهر رواية اصحابنا لا تجب الا على من يسكن مصر او ما يتصل به. (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۶۰۲ جلد ۱ مطلب فی شروط الجمعة باب الجمعة) ﴿۲﴾ وفي المنهاج: وقلت ايضا ان مصر لا يلزم فيها... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

القصبات والقرى التى فيها اسواق ﴿ ۱ ﴾ . وهو الموفق

جمعہ فی غری کے بارے میں عدم جواز کا قول رائج و مؤید ہے

سوال: ما رأيكم يا امناء الامة من علماء الحقانية فى مسئلة جمعة القرى من جوازا فيها وعدمه لاننا قوم من اهل البادية ولسنا من اهل الامصار نؤديها بامر علمائنا وصلاحنا فيها من قديم . وقد جوزوها فيها مستدلين بالتسريح العامة المطلقة ويقول الامام اذا صح الحديث فهو مذهبي قائلين بان حديث لا جمعة ولا تسريح الحديث لم يصح . ونعرض صحته لا يصح ناسحا وبان عامل الحديث الصحيح لا يخرج من تقليد امامه فبهذا هم اقتدينا وما انكر علينا احد من علماء العصر فى ذلك ثم جاءنا بعض من لا يبلغ الى مبلغ علمائنا فى العلم والورع فمنعها فى القرى ونراها باطلة فيها بل يقول بانه من جمع فى القرى وبخروج من المذهب وتقليد امامه مستدلا بظاهر اقوال الفقهاء و متمسكا بفتوى الديوبند وفتواكم حيث يقول ان فتواهما بمنعها فيه وقد رأينا الخطوط المختومة نراه كاذبا افتري عليكم فى ذلك من عنده الا انا قد وقعنا فى شك منه ومن

(بقية حاشية) اتصال السكك والدور لما ذكره ابن حزم فى المحلى ان النبي ﷺ اتي المدينة وهى قرى صغار متفرقة انتهى ، قلت لا بد من ان يراد من القرى فى كلام ابن حزم خلاف زعمه الدور والمحلات والمنازل المنفصلة ولا يصح ما زعم ابن حزم ان المدينة كانت اسما للوادي المشتمل على القرى لانه ياباه تسميتها بالمدينة علم شخص فافهم .

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۳۸ جلد ۳ باب ماجاء منكم يؤتى الى الجمعة)

﴿ ۱ ﴾ ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة

ملاحظہ :۔ وجہ یہ ہے کہ محلات و مساجد کی تعداد کی صورت میں آبادی دو ہزار تک ضرور ہوتی ہے اور دو ہزار کی آبادی کا قریہ قریہ کہلاتا ہے اور جمعہ اس میں درست ہے۔ (سیف اللہ حقانی)

فتواه ، فكتبنا اليكم هذا الملفوف لتضح علينا الامر ما هو المحقق عندكم فيها نحن منتظرون جوابكم المفصل المدلل واجركم على الله.

المستفتى: محمد زرين تيراه پاڙه چنار..... ٣/١٩٤٥

الجواب: قال صاحب الهداية لا تصح الجمعة الا في مصر جامع او مصلى المصر ولا تجوز في القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا في مصر جامع (ص ١٢٨) ﴿١﴾ قلت قال في الدراية لم اجده وروى عبد الرزاق عن علي موقوفا لا تشريق ولا جمعة الا في مصر جامع واسناده صحيح ورواه ابن ابي شيبة مثله انتهى ما في الدراية ﴿٢﴾ قلت ويؤيده حديث تناوب اهل القرى (رواه البخارى) ﴿٣﴾ وجه التايد ان اهل القرى لم يجمعوا في قراهم بدليل حديث جوائى وكذا يؤيدنا حديث جوائى (رواه البخارى) ﴿٣﴾ لان التجميع في جوائى وترك

﴿١﴾ (هداية ص ١٥٠ جلد ١ باب صلوة الجمعة)

﴿٢﴾ قال العلامة ابن الهمام: وانما رواه ابن ابي شيبة موقوفا على رضى الله عنه لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اضحى الا في مصر جامع او في مدينة عظيمة صححه ابن حزم . (فتح القدير ص ٢٢ جلد ٢ باب صلاة الجمعة)

﴿٣﴾ عن عائشة زوج النبي ﷺ كان الناس ينتابون الجمعة من منازلهم والعوالى فيأتون في الغبار يصيبهم الغبار والعرق فيخرج منهم العرق فاتى رسول الله ﷺ انسان منهم وهو عندي فقال النبي ﷺ لو انكم تطهروا يومكم هذا.

(الصحيح البخارى ص ١٢٣ جلد ١ باب من اين تؤتى الجمعة وعلى من تجب كتاب الجمعة) ﴿٣﴾ عن ابن عباس قال ان اول جمعة جمعت بعد جمعة في مسجد رسول الله ﷺ في مسجد عبد القيس بجوائى من البحرين.

(الصحيح البخارى ص ١٢٢ جلد ١ باب الجمعة في القرى والمدن كتاب الجمعة)

التجميع في قرئ كثيرة دليل واضح على عدم الصحة فلا يكون حديث جواثي حجة للمخالف كيف يكون حجة مع انه موقوف معارض بالمحرم وكذا محتمل لان القرية في سنة القرآن والحديث تطلق على المصر ايضا فافهم وتدبر ﴿ ١ ﴾ . وهو الموفق

جمعہ وعیدین دونوں کیلئے مصر شرعی شرط ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں عیدین کی نماز پڑھی جاتی ہے جبکہ جمعہ نہیں پڑھی جاتی عیدین پڑھانے والا ایک سکول ماسٹر ہے جبکہ دوسرا مولانا کہتا ہے کہ جہاں جمعہ نہیں ہوتا وہاں عیدین بھی نہیں ہو سکتیں شرعی حکم کیا ہے اور کون صاحب حق پر ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد اقبال دہم بی صابر آباد کرک ۱۷/ مئی ۱۹۸۳ء

الجواب: یہ دوسرا مولانا حق بجانب ہے، کما فی شرح التنویر علی هامش الشامیہ ص ۷۷۵ جلد ۱ صلاة العيد في القرى تكره تحريماً اي لانه اشتغال بما لا يصح لان المصر شرط الصحة ﴿ ۲ ﴾ . وهو الموفق

سنی، شیعہ، مرزائی وغیرہ کے مشترکہ گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم

سوال: ایک گاؤں جس کی آبادی کا تناسب تقریباً ۶۵ فیصد سنی، ۲۳ فیصد شیعہ اور ۲ فیصد مرزائی ہیں، گاؤں میں کریانہ کی صرف ایک دکان ہے دو مساجد ہیں جس میں نماز تو کیا اذان بھی نہیں ہوتی، دونوں مساجد میں تعلیم قرآن کا کوئی انتظام نہیں ہے، عرصہ دو سال سے ایک مسجد والوں نے جمعہ پڑھنا شروع کیا

﴿ ۱ ﴾ (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۱، ۵۲ جلد ۳ باب ماجاء منكم يؤتى الى الجمعة)

﴿ ۲ ﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۶۱۱ جلد ۱ باب العیدین)

ہے اب دوسری مسجد والوں نے بھی جمعہ شروع کیا، جبکہ ہر مسجد میں تین چار نمازی ہوتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ کیا یہاں نماز جمعہ پڑھنا درست ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبدالحکیم راہی راو پینڈی

الجواب: اگر اس مقام کی مردم شماری دو ہزار تک ہو تو یہ مقام قریہ کبیرہ ہے اس میں اقامت

جمعہ درست ہے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند) (۱)۔ وهو الموفق

جیل میں نماز جمعہ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جیل میں نماز جمعہ

جائز ہے؟ کیونکہ بعض علماء کہتے ہیں کہ جمعہ کیلئے ایک شرط اذن عام بھی ہے جبکہ جیل میں پابندی ہوتی ہے

اور اذن عام نہیں ہوتا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد شریف جامع مسجد گندوال جہلم

الجواب: چونکہ مفتی بقول کی بنا پر متعدد مقامات پر نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہے، کما فی شرح

التنویر وتودی فی مصر واحد بمواضع كثيرة مطلقا علی المذهب وعلیہ

الفتویٰ (ہامش ردالمحتار ص ۵۵ جلد ۱) (۲) لہذا اذن عام کی ضرورت اس تقدیر پر باقی

نہیں رہی، کما یشیر الیہ ما فی ردالمحتار ص ۶۲ جلد ۱ قلت وینبغی ان یکون محل

النزاع ما اذا كانت لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا یتحقق التفویت

کما افادہ التعلیل (۳) فلیتأمل. وهو الموفق

(۱) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۶ جلد ۵ الباب الخامس عشر فی صلاة الجمعة)

(۲) (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۹۵ جلد ۱ باب الجمعة)

(۳) (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۶۰۱ جلد ۱ مطلب فی شروط الجمعة)

اقامت جمعہ کیلئے قاضی و والی کی اجازت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں تقریباً ساڑھے تین یا چار سو گھروں پر مشتمل ہے گاؤں میں مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام کا ایک ڈویژنل دفتر بھی ہے جس میں تقریباً اسی محکموں کے اعلیٰ آفیسر بروقت موجود رہتے ہیں، نیز ہائی سکول موجود ہے اور کالج کی تعمیر بھی شروع ہے ہر نوع کے صنعتکار بھی موجود ہیں، یہاں ابھی تک نماز جمعہ شروع نہیں ہوئی ہے اب علاقہ کے بعض معتد علماء کرام نے زبانی طور پر نماز جمعہ پڑھنے کا حکم دیا ہے کیا اس گاؤں میں نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: حافظ محمد امین لکھی مروت..... ۱۹۷۴ء/۱۲/۴

الجواب: اگر اس مقام میں کئی محلے اور کئی بازار یا ایک بڑا بازار ہو تو یہ مقام مصر شرعی اور قریہ کبیرہ ہوگا، اس میں نماز جمعہ وعیدین ادا کرنی جائز ہوگی، کما فی البدائع وروی عن ابی حنیفہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک واسواق ولہا رسایق و فیہا وال و هو الاصح ص ۲۶۰ جلد ۱ ﴿۱﴾ قلت وجود الوالی قید واقعی لان الصحابة رضی اللہ عنہم صلوا الجمعة فی المدينة قبل ہجرة النبی ﷺ والظاهر انہ لم یکن ثمة وال و کذا فی جوائی (اسم قریہ) ولم یفتح بعد بل فتحها الصدیق الاکبر ﴿۲﴾ ویدل علیہ ایضا ما فی رد المحتار ص ۷۵۴ جلد ۱ فلو

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ص ۵۸۵ جلد ۱ فصل فی بیان شرائط الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامة خلیل احمد السہارنفوری: وروی ابو داؤد بسندہ عن کعب بن مالک انہ کان اذا سمع النداء يوم الجمعة ترحم لا سعد بن زرارۃ فقلت له اذا سمعت النداء ترحمت لا سعد بن زرارۃ قال لانه اول من جمع بنا فی ہزم النبت من حرة بنی بیاضۃ فی نقیع يقال له نقیع الخضعات قلت کم کنتم يومئذ قال اربعون وفي المعرفة قال الزہری لما بعث النبی ﷺ مصعب بن عمیر الى المدينة لیقرئہم القرآن جمع بہم وھم اثنا عشر رجلا فكان مصعب اول من جمع الجمعة بالمدينة بالمسلمین قبل..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الولاية كفاراً يجوز للمسلمين اقامة الجمعة ويصير القاضي قاضياً بتراضى المسلمين ﴿١﴾
فافهم ويدل على اصل المسئلة ما في القهستاني وتقع فرضاً في القصبات والقرى
الكبيرة التي فيها اسواق (ردالمحتار ص ۷۲۸ جلد ۱) ﴿٢﴾. وهو الموفق

نماز جمعہ کیلئے مسجد کا ہونا شرط نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے پاس ایک مکان
ہے نماز جمعہ کے وقت اس مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے، کیا یہ درست ہے؟ مکان
کی چھت پر نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد فرید حقانی نائب خطیب میڈیم رجمنٹ ارٹلری سیالکوٹ کینٹ..... ۲۰/رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: نماز جمعہ اور نماز باجماعت کیلئے مسجد شرط نہیں ہے ﴿٣﴾ بخلاف الاعتكاف ﴿٤﴾

البتہ اس اقدام میں بہت سے مصالح شرعیہ کے فوت ہونے کا خطرہ موجود ہے۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ان يقدمها رسول الله ﷺ، وفي صفحه ۱۶۹ وقال صاحب معجم البلدان
جواني بالضم وبين الالفين ثاء مثلثة يمد ويقصر وهو علم مرتجل حصن لعبد القيس
بالبحرين فتحه العلاء بن الحضرمي في ايام ابي بكر الصديق رضي الله عنه ۱۲۰هـ عنوة.

(بذل المجهود في حل ابي داود ص ۱۶۹، ۱۷۰ جلد ۲ باب الجمعة في القرى)

﴿١﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۵ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿٢﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿٣﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: وشروط اداؤها المصرون..... او مصلاه اي مصلي المصرون
لانه من توابعه فكان في حكمه والحكم غير مقصور على المصلي بل يجوز في جميع افنية
المصرون. (البحر الرائق ص ۱۴۰ جلد ۲ باب صلاة الجمعة)

﴿٤﴾ قال العلامة حصكفي: والاعتكاف..... هو..... لبث..... ذكر في مسجد جماعة..... او لبث
امراً في مسجد بيتها. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۱۴۰ جلد ۲ باب الاعتكاف).

دیہات میں اقامت جمعہ کیلئے مذہب سے عدول غیر مستحسن امر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ احناف کے نزدیک دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا جبکہ بعض دیگر ائمہ نے جائز بھی قرار دیا ہے، مولانا مودودی صاحب نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ نماز جمعہ کیلئے مصر اور بادشاہ اسلامی کی ضرورت نہیں، اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ ”صحیح ہیں ہم مقلدین ہیں لیکن نماز جمعہ میں ہم بعض شرائط میں ترمیم کرتے ہیں“ بہر حال مودودی صاحب کی نظر میں دیہات میں جمعہ پڑھنا بہتر ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ ہم اگر نماز جمعہ دیہات میں نہ پڑھیں تو وعظ و نصیحت سے لوگ محروم ہو جائیں گے کیا یہ صحیح ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبداللہ او بڑوکلے..... ۱۰/فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: واضح رہے کہ عند الاحناف صحت جمعہ کیلئے مصر اور فنائے مصر شرط ہے ﴿۱﴾ صرحوا بہ فی جمیع کتب الفقہ، اور تحقیق کا بھی یہی تقاضا ہے لہذا بلا ضرورت مذہب سے عدول کرنا ایک غیر مستحسن امر ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

کمیٹی کی حدود میں داخل دیہات فنائے مصر یا مضافات میں داخل دیہات ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں چند دیہات صوابی سے دو میل کے فاصلے پر موجود تھے، گلوڈھیری، ملیانوا بائڈہ، شیخ باز بائڈہ، عثمان شاہ بائڈہ، سیرئی بائڈہ، عبداللہ خان ﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: ویشرط لصحتها سبعة اشیاء المصر او فناؤہ الخ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ فی البشری: اعلم انه لا یجوز الحکم والافتاء بالقول المرجوح وبمذہب سائر الائمة الا فی ثلاثة مواضع الاول عند الضرورة دون التشہی والتلہی فانه حرام الخ. (البشری لارباب الفتوی ص ۲۵ الفصل السادس)

بانڈہ، وغیرہ اور ان کے افراد کی تعداد بیس گھر سے سو گھر تک تھی، اور یہ دیہات چوگی سے باہر تھے لیکن یہ قرئی ابھی سب کمیٹی صوابی کے تحت آ گئے، ابھی آبادی بھی تقریباً سڑک کے کنارے کنارے پہنچی ہوئی ہے چوگی بھی تبدیل ہو کر یہ سارے قرئی چوگی کے اندر آ گئے ہیں، گلوڈھیری میں تو پہلے سے جمعہ وعیدین کی نماز ہوتی رہی اور ان کی یہ دلیل تھی کہ یہ مضافات صوابی سے ہیں اور فنائے مصر میں داخل ہیں، لیکن ہم جمعہ کی نماز کے بجائے احتیاطاً ظہر پڑھتے رہے صرف گلوڈھیری اور شیر باز کورونہ میں جمعہ ہوتا تھا، اب تحقیق طلب بات یہ ہے کہ بوجہ دخول کمیٹی اور چوگی کے ان دیہات میں جمعہ کی نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ آیا یہ قرئی فنا مصر میں داخل ہوں گے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبدالغنی صوابی..... ۱۹/۲/۱۹۹۱

الجواب: کمیٹی کی حدود کے اندر دیہات میں اقامت جمعہ جائز ہے کیونکہ یہ دیہات یا مصر کے محلے بن گئے ہیں، کما یشیر الیہ ما فی جمعة عمدة القاری ان التمسیر للامام فای موضع مصر مصر ﴿۱﴾ اور یافنا کے داخل دیہات ہیں، وهو واضح. وهو الموفق

دار الحرب میں جمعہ پڑھنا درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا دار الحرب میں جمعہ پڑھنا درست ہے؟ علم الفقہ جو مولانا عبدالشکور صاحب کی تصنیف ہے، میں لکھا ہے کہ جمعہ کیلئے دارالاسلام شرط ہے اور لکھا ہے کہ دار الحرب میں جمعہ پڑھنا صحیح نہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: نامعلوم..... ۱۵/دسمبر ۱۹۷۳ء

﴿۱﴾ وفی المنہاج: والجواب عن اثر عمر ای جمعوا حیث ما کنتم، ان معناه حیث ما کنتم من الامصار الا ترى انها لا تجوز فی البراری کما فی عمدة القاری، قلت ولا بد عن هذا التاویل لتلا يعارض بالاحادیث المرفوعة، او يقال ان التمسیر للامام فای موضع مصر مصر. (منہاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۲ جلد ۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

الجواب: دار الحرب میں نماز جمعہ پڑھنا درست ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے مدینہ منورہ میں نماز جمعہ پڑھی، حالانکہ اس وقت پیغمبر ﷺ نے نہ ہجرت کی تھی اور نہ کوئی والی اور قاضی مقرر کیا تھا، واصل الحدیث فی جمعة ابی داؤد ﴿۱﴾ نیز جواثی میں نماز جمعہ پیغمبر ﷺ کی حیات میں مقرر ہوئی حالانکہ یہ علاقہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتح ہوا (کما فی بذل المجہود) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

جس جگہ جمعہ جائز ہو وہاں متعدد مقامات پر نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں چار مساجد ہیں اور ہر ایک مسجد میں الگ الگ نماز جمعہ ادا ہوتی رہتی ہے کیا ایک جگہ میں متعدد مقامات پر نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے، جبکہ بسا اوقات بعض مساجد میں پندرہ آدمی ہوتے ہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد رفیق پیر سنگ پشاور..... ۲۴/ ذی القعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: اگر یہ مقام مصر شرعی یا فنا المصر یا قریہ کبیرہ ہو تو اس کی ہر ایک مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنا مشروع ہے ورنہ بصورت دیگر کسی مسجد میں نماز جمعہ مشروع نہیں ہے، کما فی شرح التتویر

﴿۱﴾ عن عبد الرحمن بن كعب بن مالك وكان قائد ابيه بعد ما ذهب بصره عن ابيه كعب بن مالك انه كان اذا سمع النداء يوم الجمعة ترحم لا سعد بن زرارة فقلت له اذا سمعت النداء ترحمت لا سعد بن زرارة قال لانه اول من جمع بنا في هزم البيت من حرة بنى بياضة في نقيع يقال له نقيع الخضعات قلت كم انتم يومئذ قال اربعون.

(سنن ابی داؤد ص ۱۶۰ جلد ۱ باب الجمعة فی القرى)

﴿۲﴾ قال الامام خليل احمد السهارنفوري: (قوله لجمعة جمعت بجواثی قرية من قرى البحرين) وقال صاحب معجم البلدان جواثی بالضم وبين الالفين ثاء مثلثة يمد ويقصر وهو علم مرتجل حصن لعبد القيس بالبحرين فتحه العلاء بن الحضرمي في ايام ابى بكر الصديق رضي الله عنه
۱۲۰۰هـ عنوة. (بذل المجہود فی حل ابی داؤد ص ۱۶۹ جلد ۲ باب الجمعة فی القرى)

وتودی فی مصر واحد بمواضع كثيرة مطلقا على المذهب وعليه الفتوى ﴿۱﴾ (هامش ردالمحتار ص ۷۵۵ جلد ۱). وهو الموفق

دیہات میں جمعہ جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں دیہات میں سے ہے اور بڑے قصبے سے کم از کم دو میل کے فاصلے پر ہے آبادی سات آٹھ سو تک ہوگی یہاں کی ساری آبادی مزارعین پر مشتمل ہے، دن رات اپنے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں پہلے یہاں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی تھی، اور تین یا چار افراد جمعہ کیلئے کسی شہر جاتے تھے، پھر ہم نے یہاں جمعہ کی نماز گاؤں کی مساجد میں شروع کی اور ہر جمعہ کو پچاس کے لگ بھگ آدمی حاضر ہوتے ہیں، کیا یہاں پر نماز جمعہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولانا فیض محمد..... ۹/ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

الجواب: یہ مقام مصر شرعی نہیں ہے اس میں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے، لان التعریف و هو التعریف الحقيقي ما في البدائع ص ۲۶۰ جلد ۱ وروی عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سلك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر وهو الاصح ﴿۲﴾ انتهى، قلت وعلم بعد التحقيق ان وجود الوالى امر استحبابى يدل عليه التجميع فى المدينة المنورة قبل الهجرة ﴿۳﴾ وكذا ما فى ردالمحتار ص ۷۵۳ جلد ۱ فلو الولاية ﴿۱﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۵۹۵ جلد ۱ مطلب فى جواز استنابة الخطيب باب الجمعة

﴿۲﴾ (بدائع الصنائع ص ۵۸۵ جلد ۱ فصل فى بيان شرائط الجمعة)

﴿۳﴾ (كما فى حديث كعب بن مالك رواه ابو داؤد ص ۱۶۰ جلد ۱ باب الجمعة فى القرئ)

كفار يجوز للمسلمين اقامه الجمعة ويصير القاضي قاضيا بتراضى المسلمين ويجب عليهم ان يلتزموا واليا مسلماً ﴿١﴾ . فافهم وهو الموفق -

صحرا میں اقامت جمعہ درست نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحرا میں اقامت جمعہ کا کیا حکم ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: ماسٹر عبدالمطلب

الجواب: لا تصح اقامة الجمعة في الصحراء ﴿٢﴾ ولا نية الاقامة (فتح القدير) ﴿٣﴾ . وهو الموفق

جیل کے اندر قیدی یا حوالاتی کا جمعہ وعیدین

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جیل کے اندر مقید قیدی یا حوالاتی کا جمعہ یا عیدین کی نماز درست ہے یا نہیں؟ جبکہ جیل کا پیش امام باہر کا آدمی ہے اس کی نماز ان کے ساتھ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: معلم دینیات ڈسٹرکٹ جیل ایبٹ آباد... ۱۹/۷/۱۹۷۸

- ﴿١﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۵ جلد ۱ مطلب فی نية آخر ظهر بعد صلاة الجمعة)
- ﴿٢﴾ قال العلامة ابن الهمام: ان قوله تعالى فاسعوا الى ذكر الله ليس على اطلاقه اتفاقا بين الامة اذ لا يجوز اقامتها في البراري اجماعاً ولا في كل قرية الخ.
- (فتح القدير ص ۲۳ جلد ۲ باب الجمعة)
- ﴿٣﴾ قال ابن الهمام: ومجرد نية الاقامة لا تتم علة في ثبوت حكم الاقامة كما في المفازة.
- (فتح القدير ص ۱۱ جلد ۲ باب صلاة المسافرين)

الجواب: واضح رہے کہ چونکہ اذن عام کی شرط عدم آفویت کی مصلحت پر مبنی ہے، کما یشر الیہ کلام العلامة الشامی فی رد المحتار ص ۶۲ جلد ۱ حیث قال لان اشتراط السلطان للتحرز عن تفویتهما علی الناس وذا لا یحصل الا باذن العام ﴿۱﴾، پس جب مفتی بہ قول جواز تعدد ہے تو اذن عام کی اشتراط کی وجہ باقی نہیں رہی، اور جیل میں ممانعت جمعہ کی علامت مرتفع ہوئی، فافہم۔ وهو الموفق

صحرا و بیابان میں جمعہ وعیدین کی صورت میں صحیح نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستانی فوج والے اکثر حالات میں مقیم نہیں رہتے اگر کسی جگہ اقامت بھی کرے تو خانہ بدوشوں کی طرح خیمے گاڑ کر چند دن ایک جگہ کام کرتے ہیں اور چند دن بعد دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں، بہر حال ان پر نماز جمعہ وعیدین فرض واجب ہے یا نہیں؟ ہم فوجی شاہراہ ریشم گلگت پر کام کرتے ہیں کیا ہم جمعہ وعیدین ادا کر سکتے ہیں؟ بینواتوجروا المستفتی: امین الرحمن..... ۱۹۷۳ء

الجواب: واضح رہے کہ مسافر اگر جمعہ یا عیدین پڑھے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے ﴿۲﴾ لیکن بیابان اور صحرا میں اگر ہزاروں خیمے نصب کئے گئے ہیں نماز جمعہ اور عیدین پڑھنا درست نہیں ہے، صرح بہ ابن الہمام فی شرح الہدایہ ﴿۳﴾ ویدل علیہ ان النبی ﷺ صلی الظهر فی ﴿۱﴾ (رد المحتار ہامش الدر المختار ص ۶۰۱ جلد ۱ مطلب فی شروط الجمعة باب الجمعة) ﴿۲﴾ قال العلامة مرغینانی: ويجوز للمسافر والمريض ان يؤم فی الجمعة وقال زفر لا یجزئہ لانہ لا فرض علیہ فاشبه الصبی والمرأة ولنا ان هذه رخصة فاذا حضروا یقع فرضا علی ما بیناہ. (ہدایہ علی صدر فتح القدیر ص ۳۳ جلد ۲ باب صلاة الجمعة) ﴿۳﴾ قال العلامة ابن الہمام: ولا الجمعة بعرفات فی قولہم جمیعاً لانہا فضاء. (فتح القدیر ص ۲۵ جلد ۲ باب صلاة الجمعة)

عرفات و كان يوم الجمعة ﴿۱﴾. وهو الموفق

مستقل کیمپ میں مسلمان حاکم کی اجازت سے جمعہ قائم کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج سے دو سال بیشتر محکمہ آئل اینڈ گیس کارپوریشن نے دھنی کے مقام پر تیل اور گیس کی تلاش کیلئے تجرباتی کنواں کھودنا شروع کیا تھا، اب دوسرا کنواں کھودا جا رہا ہے پہلے ہم عارضی کیمپ میں رہتے تھے اب کامیابی کے بعد اس کیمپ میں رہائش مستقل ہوئی ہے کیمپ میں خوبصورت اور کشادہ مسجد بھی بنائی گئی ہے اور ہم تین سو افراد اس میں موجود ہیں جبکہ قصبہ جھنڈہم سے دس کلومیٹر دور ہے اب جبکہ اسی طرح کے کیمپوں میں جمعہ جاری ہے کیا ہم جمعہ جاری کر سکتے ہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: حافظ عبدالرحمن اوجی ڈی سی جھنڈ پنڈی گھیب ۹/۱۰/۱۹۸۴ء

الجواب: مسلمان حاکم کے آرڈر اور اذن سے اس پختہ کیمپ میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے اور بلا اذن کسی قسم کیمپ میں اقامت جمعہ جائز نہیں ﴿۲﴾ (ماخوذ از ردالمحتار ص ۷۴۹ جلد ۱)۔ وهو الموفق

نماز جمعہ کیلئے اذن عام اور سلطان کا شرط ہونا مقاصد سے نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ اور عیدین کے صحیح ہونے

﴿۱﴾ قال العلامة اخليل احمد السهارنفوري: وقد ثبت برواية مسلم ان رسول الله ﷺ لما وقف بعرفات في حجة الوداع يوم الجمعة لم يصل الجمعة فيها بل صلى فيها الظهر.

(بذل المجهود في حل ابی داؤد ص ۱۷۰ جلد ۲ باب الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: وحاصله انه لا تصح اقامتها الا لمن اذن له بواسطة

او بدونها. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۹۲ جلد ۱ باب الجمعة)

کیلئے اذن عام اور سلطان شرط ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد رحمت اللہ حقانی تگلی نصرت زی..... ۱۰/۸/۱۹۷۷

الجواب: سلطان اور اذن عام خود مقاصد سے نہیں ہیں، ان کی اشتراط تقویت سے بچاؤ کیلئے

ہے، کما یشیر الیہ ما فی رد المحتار ص ۵۴۶ جلد ۱ لان اشتراط السلطان للتحرز عن تفويتها على الناس (ای بالنزاع فی التقدم) وذا (ای التحرز عنه) لا يحصل الا باذن العام انتهى، اور تقویت کا خطرہ عدم جواز تعدد کی تقدیر پر ہوتا ہے نہ کہ جواز کی تقدیر پر جو کہ ظاہر المذہب ہے، ویشیر الیہ ایضاً ما فی رد المحتار: قلت وينبغي ان يكون محل النزاع (فی قصره ومصره) ما اذا كانت لا تقام الا في محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا يتحقق الفوات كما في افادة التعليل تامل ﴿۱﴾ انتهى. هذا ما عندي ولعل عند غيري احسن منه ﴿۲﴾. وهو الموفق

اقامت جمعہ کیلئے مصر، جماعت اور خطبہ وغیرہ ضروری ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین محدثین و مدرسین دارالعلوم حقانیہ اس مسئلہ کے

بارے میں کہ ہمارے علاقہ دیر میں ایک عالم نے کہا ہے کہ (۱) جمعہ کے دن ظہر میں اربعہ کا اثبات خیر

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۶۰۱ جلد ۱ مطلب فی شروط وجوب الجمعة باب الجمعة)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: وقلت قيد الوالى قيد لبيان ما هو الواقع غالباً وليس قيداً احترازياً

بدليل ان الله تعالى اطلق المصرو المدينة على المقامات التي في ايدى الكفار ولان المهاجرين الاولين جمعوا في المدينة المنورة قبل هجرة النبي ﷺ ولم يكن ثم وال ولما في المبسوط لو الولاية في بلاد الكفار كانوا كفاراً يجوز للمسلمين اقامة الجمعة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۷ جلد ۲ باب ما جاء منكم يؤتى الى الجمعة)

القرون ثلاثہ میں نہیں ہے بلکہ ظہر میں رکعتیں حدیث قولی وفعلی سے ثابت ہیں، لہذا چار رکعت بعد قیاس غیر معتبر ہے کیونکہ یہ نص قطعی اور حدیث قولی وفعلی سے معارض ہے و ہرچہ اس حدیث دارقطنی ست، و من ادرك ركعة من الجمعة فليصل اليها اخرى ومن فاتته ركعتان فليصل اربعاً او قال الظاهر رواه دارقطنی، این قول حدیث نیست بلکہ قول دارقطنی و فقہاء است چرا کہ امام جامع ترمذی اس را قول فقہاء گفته است بایں طریقہ کہ وقالوا من ادرك ركعة من الجمعة (۲) نیز میگوید کہ نماز جمعہ بہ ہمہ مسلمانان مرد باشد یا زن، عبد باشد یا حر، مریض باشد یا صحیح، مسجد باشد یا بیرون مسجد صحرا و غیرہ، مصر باشد یا غیر مصر، بوجہ تعلیم نص قرآنی رکعتین فرض است، و ہرچہ در احادیث استثناء آمدہ است چنانچہ دریں حدیث، و عن طارق ابن شهاب قال قال رسول الله ﷺ الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة الا على اربعة عبد مملوك، اور عورت، صبی اور مریض رواہ ابو داؤد دریں حدیث ذکر جمعہ مع جماعت در حق غیر معذورین و نفی در حق معذورین ثاب و منقول است چرا کہ الاستثنایہ قید را متوجہ میشود کہ جماعت است نہ مقید را کہ حد سواہ جمعہ است، مثل اس قول نحاۃ جاء نبي القوم را کین الا زیداً لهذا بوجہ حدیث بالا از معذورین مذکور جماعت کہ سنت مؤکدہ است ساقط میشود نہ صلاۃ جمعہ کہ اصلی مکتوبہ است چرا کہ در اسقاط مکتوبات مطلقاً خواہ جمعہ باشد یا دیگر مکتوبات نقل ثابت از نبی علیہ السلام و صحابہ کرام منقول نیست و اسقاط جماعت بوجہ اہل شرعیہ از نبی علیہ السلام و صحابہ کرام منقول است، و اما هذا القول : لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع منقولہ فقہاء است نہ کہ حدیث صحیحہ بہ سند منقولہ است، چرا کہ نووی شارح مسلم اس را ضعیف گفته است۔ فقط

المستفتی: مولوی شفیع اللہ مقام واڑی ضلع دیر بالا..... ۱۳۸۹ھ

الجواب: یہ شخص کوئی باقاعدہ عالم معلوم نہیں ہوتا اسلئے جواب دینے کا لائق نہیں ہے، البتہ

مستفتی کی تطیب خاطر کیلئے مختصراً کچھ لکھا جاتا ہے (۱) اس شخص کا یہ قول کہ خیر القرون میں جمعہ کے دن نماز

رکعت پڑھنا ثابت نہیں ہے اس سے اس کا تتبع ناقص معلوم ہوتا ہے، امام بخاری نے اپنی سند سے یہ روایت کی ہے، قال عمر قد عرفنا ذلك اليوم والمكان الذي نزلت فيه، اليوم اكملت لكم دينكم الآية، على النبي ﷺ هو قائم بعرفة يوم الجمعة ﴿۱﴾ ص ۱۱ جلد ۱، اس سے معلوم ہوا کہ حجۃ الوداع میں یوم الجمعة عرفے کا دن تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے اس دن ظہر کی نماز پڑھی تھی، لما رواه مسلم ثم اذن بلال ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر ﴿۲﴾ مشکوٰۃ ص ۲۲۳، اور نماز ظہر اور نماز جمعہ جدا جدا نمازیں ہیں اور اس روایت میں تصریح کی گئی ہے کہ اذان کے بعد اقامت ہوئی ہے اور خطبہ نہیں پڑھا گیا ہے پس اگر یہ جمعہ ہوتا تو خطبہ ضرور پڑھا جاتا۔ (۲) نیز یہ حدیث مرفوع ہے، یعنی من فاتته الركعتان فليصل اربعاً او قال الظهر ﴿۳﴾ اور یہ امام شافعی رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، اور امام محمد رحمہ اللہ کا مستدل ہے اور دارقطنی نے اسے بہت اسانید کے ساتھ نقل کیا ہے، اس سے انکار کرنا مکابرہ ہے بیشک اس کی اسانید میں کوئی نہ کوئی ضعف ہے، لیکن حدیث ہونے سے انکار ناقابل تسلیم ہے۔ (۳) نص قرآن سے کم از کم چار اشخاص کی جماعت کا ضروری ہونا معلوم ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فاسعوا جو کہ جمع کا صیغہ ہے اور کم از کم تین افراد کو چاہتا ہے اور، الى ذكر الله ذاكر اور خطیب کے وجود پر دلالت کرتا ہے، اور اس حدیث میں اگر نفی قید کی طرف متوجہ ہو جائے تو لازم آتا ہے کہ صبحی اور نابالغ پر نماز جمعہ واجب اور فرض ہو جائے حالانکہ حدیث صحیح کی بنا پر وہ مرفوع قلم ہے۔ (۴) لا جمعة ولا تشريق مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح منقول ہے ﴿۴﴾ اور موقوف

﴿۱﴾ (الصحيح البخارى ص ۱۱ جلد ۱ باب زيادة الايمان ونقصانه كتاب الايمان)

﴿۲﴾ (مشکوٰۃ المصابيح ص ۲۲۵ جلد ۱ باب قصة حجة الوداع)

﴿۳﴾ (مشکوٰۃ المصابيح ص ۱۲۳ جلد ۱ باب الخطبة والصلوة الفصل الثالث)

﴿۴﴾ (هداية مع فتح القدير ص ۲۲ جلد ۲ باب الجمعة)

اصح ہے لیکن درحقیقت وہ بھی مرفوع ہے، کیونکہ یہ حکم عقل سے معلوم نہیں ہو سکتا ہے ﴿۱﴾۔ (۱) نیز چوں کہ صدی کے وہابی اور غیر مقلد کا قول خیر القرون کے صحابی کے قول کے مقابلہ میں لینا نہ عقل مانتی ہے اور نہ علم کا تقاضا ہے۔ فقط

مصر شرعی کے بارے میں حضرت مفتی صاحب کے فتویٰ پر نقد اور اس کا تفصیلی جواب

سوال: ایک بستی جو درجہ ذیل کوائف پر مشتمل ہے کیا وہ مصر شرعی ہے یا نہیں؟

(۱) آبادی جو چھوٹے بڑے، مرد و عورت تقریباً تین ہزار۔ (۲) گورنمنٹ ہائی سکول مع پورا عملہ تقریباً دو سو۔ (۳) انٹرمیڈیٹ کالج۔ (۴) دیہی مربوطی سنٹر (۵) منصوبہ آبپاشی جس کے کارندے ہر وقت موجود رہتے ہیں (۶) ڈاکخانہ (۷) لاری اڈہ (۸) برائے علاج معالجہ ایک ڈاکٹر مع دوکان (۹) غیر منظم شکل میں دوکانیں اگر یکجا کی جائیں تو چھوٹا سا بازار بن جائیگا (۱۰) نووارد شخص کو دیہات کی بجائے ظاہری طور پر بستی نظر آتی ہے (۱۱) آ رہ مشین (۱۲) دو عدد آٹے کی مشین (۱۳) گرلز ہائی سکول (۱۴) یو بی ایل بمعہ عملہ کے (بینک) موجود ہے (۱۵) قیام امن کیلئے پولیس چوکی بھی موجود ہے، کیا یہ مصر شرعی ہے؟ کیا یہاں نماز جمعہ پڑھی جائے گی؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا شیر خان غزنی خیل لکی مروت

﴿۱﴾ فی المنہاج: او نقول حدیث جوائی معارض بالاقوی لان احادیث المنع محرمة، ولان حدیث الانتیاب و حدیث لا جمعة الا فی مصر جامع ذکر فیہما تشریع عام و ضابط کلی بخلاف حدیث جوائی فانہ ذکر فیہ امر جزئی، ولان حدیث جوائی حدیث تقریری حکماً و حدیث لا جمعة الا فی مصر جامع حدیث قولی حکماً، فان قال المجوزون حدیث علی موقوف، و حدیث جوائی مرفوع قلنا حاشا و کلا فانہ لیس فیہ قول الرسول ولا فعله ولا تقریرہ فان قالوا حدیث جوائی حدیث مرفوع تقریری علی حسب القواعد، قلنا حدیث علی مرفوع قولی علی حسب القواعد کما مر۔

(منہاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۲ جلد ۳ باب ماجاء منکم یوتی الی الجمعة)

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ مقام مصر شرعی ہے، لہذا اس میں نماز جمعہ وعیدین پڑھنا درست ہے، بدل علیہ ما فی القہستانی وتقع فرضاً فی القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق (ماخوذ از رد المحتار ص ۷۴۸ جلد ۱) قلت والخوانيت المتفرقة الكثيرة التي يباع فيها كل ما يحتاج اليه اهل البلد ومن حوله قائمة مقام الاسواق معنى، فافهم، فان حقيقة المصر امر وجداني والتعريفات المروية رسوم ﴿۱﴾. وهو الموفق

..... محمد فرید عفی عنہ.....

حضرت مولانا فضل احمد صاحب صدر مدرس دارالعلوم اسلامیہ لکی مروت کا جواب

سائل نے جس جگہ کیلئے نماز جمعہ کی فرضیت کا استفتاء فرمایا ہے وہ شرعاً مصر نہیں ہے اور حضرت مفتی محمد فرید صاحب نے جو عبارت نقل فرمائی ہے اس سے ہی عدم جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس جگہ میں اسواق یعنی بازاریں نہیں ہیں، متفرق دکانوں کو بازاروں کا حکم دینا مفتی صاحب کی اپنی رائے ہے کسی کتاب کا حکم نہیں، لہذا ایسے مقام میں قطعاً نماز فرض ظہر چھوڑنا درست نہیں۔ واللہ اعلم

فضل احمد غفرلہ

صدر مدرس دارالعلوم اسلامیہ لکی مروت

الظاهر ان الجواب الثانی صحیح

غلام نبی عفی عنہ

۱/۸/۱۹۷۶

تعریف مصر میں اختلاف فقہاء

﴿۱﴾ جمعہ کے صحیح ہونے کیلئے ایک شرط احناف کے نزدیک مصر ہونا ہے اور قریہ کبیرہ بھی مصر کے حکم میں داخل ہے لیکن مصر کی کوئی خاص تعریف اور حد مقرر نہیں بلکہ یہ ایک عرفی حقیقت ہے..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دارالافتاء جامعہ حقانیہ کی جانب سے حضرت مولانا فضل احمد صاحب کے جواب پر نقد

بسم الله الرحمن الرحيم: یہ بات تو مذہب حنفی میں مصرح اور متفق علیہ ہے کہ شرائط جمعہ میں سے ایک مصر ہے اور یہ بھی مسلمہ ہے کہ جملہ فتاویٰ نے قصبات و قریٰ کبیرہ کو مصر کے حکم میں شمار کیا ہے، اب یہ کہ مصر، قصبہ اور قریہ کبیرہ کی حقیقت کیا ہے، اس کو علامہ شامی نے ص ۷۴۸ پر بحوالہ تحفہ خود صاحب مذہب یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے یوں نقل فرمایا ہے، عن ابی حنیفۃ انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق الخ، دیگر فقہاء سے جو تعریفات منقول ہیں ظاہر ہے کہ وہ علامات مصر ہیں اور امام صاحب سے یہ مروی تعریف بنیادی حیثیت رکھتی ہے، اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل حقیقت مصر عرف پر مبنی ہے کہ اس میں سلک و اسواق کی کوئی تشریح و تحدید نہیں ہے، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۱ جلد ۵ نے اسی نکتہ نگاہ کو پیش نظر رکھ کر کہا ہے ”مدارس کا عرف پر ہے اور اہل عرف قریہ صغیرہ و کبیرہ کے فرق کو (بقیہ حاشیہ) جو زمانہ اور حالات کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے اسلئے فقہاء احناف نے اپنے اپنے زمانے کے اعتبار سے علامات اور امارات مصریت بیان فرمائے ہیں، علامہ کاسانی فرماتے ہیں، اما المصر الجامع فقد اختلف الاقوال في تحديده، ذكر الكرخي ان المصر الجامع ما اقيمت فيه الحدود ونفذت فيه الاحكام وعن ابی يوسف روايات ذكر في الاملاء كل مصر فيه منبر وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود فهو مصر جامع تجب على اهله الجمعة وفي رواية قال اذا اجتمع في قرية من لا يسعهم مسجد واحد بنى لهم الامام جامعاً ونصب لهم من يصلي بهم الجمعة، وفي رواية لو كان في القرية عشرة آلاف او اكثر امرتهم باقامة الجمعة فيها، قال بعض اصحابنا المصر الجامع ما يتعيش فيه كل محترف بحرفته من سنة الى سنة من غير ان يحتاج الى الانتقال الى حرفة اخرى، وعن ابی عبد الله البلخي انه قال احسن ما قيل فيه اذا كانوا بحال لو اجتمعوا في اكبر مساجد هم لم يسعهم ذلك حتى احتاجوا الى بناء مسجد الجمعة فهذا مصر تمام فيه الجمعة، وقال سفيان الثوري المصر الجامع ما يعده الناس مصرأ عند ذكر الامصار المطلقة، وسئل ابو القاسم الصفار عن حد المصر الذي ... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جانتے ہیں“ ایک سطر کے بعد اسی صفحہ پر درج ہے ”جو قریہ باعتبار آبادی کے قریب قصبہ صغیرہ کے ہو اس میں جمعہ صحیح ہوگا“ پھر یہی مدعی ص ۵۴ جلد ۵ پر اسی طرح مصرح ہے کہ ”عرف میں جس کو قریہ کبیرہ سمجھیں وہ قریہ کبیرہ ہے اور جس کو قریہ صغیرہ سمجھیں وہ قریہ صغیرہ ہے۔“

سائل نے مستفسرہ مقام کی جو کیفیات بیان کی ہیں ان میں کیفیت اول بعینہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے اس نکتہ نظر سے میل کھاتی ہے، نیز سائل کی کیفیت اول سے ہی اس کا قریہ کبیرہ ہونا معلوم ہوتا ہے، کہ اس کی آبادی تین ہزار کے قریب بتلائی گئی ہے اور جو بستی اسی مقدار کی آبادی پر مشتمل ہو اکابر نے اس کو قریہ کبیرہ کا حکم دیا ہے، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۶۶ جلد ۵ پر یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے ”پس قریہ مذکورہ بظاہر قریہ کبیرہ ہے کہ اس کی آبادی تین ہزار کے قریب ہے لہذا جمعہ پڑھنا اس میں واجب ہے صحیح ہے۔“ فتاویٰ ہذا ص ۱۶۸ جلد ۵ کو ملاحظہ فرمادیں تو وہاں اس سے کم مقدار کی آبادی میں جمعہ کے وجوب کی

(بقیہ حاشیہ) تجوز فیہ الجمعة فقال ان تكون لهم منعة لو جاءهم عدو قدروا علی دفعه، فحينئذ جاز ان يمصر، وتمصره ان ينصب فيه حاکم عدل یجری فیہ حکما من الاحکام وهو ان يتقدم اليه خصمان فيحكم بينهما. (بدائع الصنائع ص ۵۸۴، ۵۸۵ جلد ۱ شرائط الجمعة)

بہر حال فقہاء احناف نے اپنے اپنے زمانے کے اعتبار سے مصر کی تعریف و تحدید کی ہے جو ہماری کتابوں میں مختلف عبارات سے نقل ہوئی ہے، ان متداول اقوال کے علاوہ اور بھی بہت سے اقوال ہیں (کما فی البر جندی شرح مختصر الوقایہ والدر المختار) اور علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے جو تعریف منقول کی ہے یوں ذکر کیا ہے، وروی عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه او علم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث وهو الاصح (بدائع الصنائع ایضا) اور امداد الفتاح میں ہے، وهذا هو الاصح كذا في التتارخانية (امداد الفتاح ص ۵۶۲)

اور طحاوی میں ہے صرح به فی التحفة عنه (ابی حنیفة) ورواه الحسن عنه فی کتاب الصلاة كذا فی غایة البیان وبه اخذ ابو یوسف وهو ظاهر..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صراحت کی گئی ہے یعنی جس قریہ میں وجوب جمعہ کا حکم صادر کیا گیا ہے وہ دو ہزار آٹھ سو کی آبادی کا قریہ ہے اور اس میں سولہ دکانیں ہیں۔

فتاویٰ ہذا ص ۵۶ جلد ۵ پر ہے ”اگر دونوں گاؤں عرف میں ایک ہیں اور ایک ہی سمجھے جاتے ہیں اور کل آبادی دونوں گاؤں کی دو ہزار آدمیوں کی ہے اور وہ بڑا قریہ سمجھا جاتا ہے تو جمعہ وہاں صحیح ہے“، فتاویٰ ہذا ص ۵۸ کو دیکھئے تو وہاں اس قریہ میں بھی نماز جمعہ کی صحت کا حکم دیا گیا ہے جس میں صرف تین دکانیں ہیں اور آبادی کا تخمینہ دو ہزار ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ناقد محترم نے آبادی کی تعداد سے اختلاف نہیں فرمایا ہے اور نہ ہی اس سے کہ مدار مصریت عرف پر ہے بلکہ مفتی صاحب کی تعبیر اسواق سے اختلاف فرمایا ہے، اور اسواق کو حوانیت مختلفہ سے تعبیر کرنے کو حضرت مفتی صاحب کی ذاتی رائے قرار دی ہے، بہر حال ان کا یہ دعویٰ محل نظر ہے کیونکہ اسواق

(بقیہ حاشیہ) المذهب کما فی الہدایۃ واختارہ الکرخی والقدری وفی العنایۃ ہو ظاهر الروایۃ وعلیہ اکثر الفقہاء (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۵۱۲) اور علامہ سید احمد الطحطاوی اسی صفحہ میں فرماتے ہیں، ولما کان حد المصر مختلفاً فیہ علی اقوال کثیرۃ الفصل فی ذلک ان مکۃ والمدینۃ مصر ان تقام بہما الجمعة من زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الیوم فکل موضع کان مثل احدهما فهو مصر وکل تفسیر لا یصدق علی احدهما فهو غیر معتبر کقولہم ہو ما لا یسع اہلہ اکبر مساجدہ او ما یعیش فیہ کل محترف بحر فتنہ او یوجد فیہ کل محترف وغیر ذلک انتہی۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ شہر یا بڑی آبادی ہو جہاں ضروریات سے متعلق چیزیں ملتی ہوں پس جس بڑے آبادی میں چند دکانیں ہوں اور اہل بلدہ کے حوائج کیلئے کفایت کرتا ہو تو اصل غرض کی بنیاد پر یہ اسواق کے قائم مقام ہوں گے، اسی طرح اس تعریف میں قید والی بھی بیان کیلئے معلوم ہوتا ہے نہ کہ احتراز کیلئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان مقامات پر جو کفار کے قبضہ میں تھے پر بھی مصر اور مدینہ کا اطلاق کیا ہے، اور اسی طرح مہاجرین اولین جو مدینہ منورہ میں جمع ہوئے تھے اور پیغمبر علیہ السلام تشریف نہیں لے گئے تھے..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کی یہی تشریح جو حضرت مفتی صاحب نے فرمائی ہے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۶۸ جلد ۵ سے مترشح ہے کیونکہ جس قریہ میں وجوب جمعہ کا حکم ہے اس کے سوال میں یہ صراحت موجود ہے کہ سولہ دکانیں تو ہیں مگر بازار کی شکل میں نہیں اور جواب کی عبارت سے یہی بات اور ہی واضح ہو جاتی ہے کہ اگرچہ موضع مذکور میں بازار نہیں ہے مگر باعتبار آبادی کے اس کو ملحق بالقصبہ کر سکتے ہیں۔

ایک اور زاویہ نظر سے دیکھئے کہ مصریت کی روح فراہمی ضروریات ہے تنظیم اسواق نہیں چنانچہ امداد (بقیہ حاشیہ) تو والی موجود نہیں تھا اور انہوں نے جمعہ پڑھا تھا، اسی طرح علامہ طحاوی کے فیصلہ کے مطابق مدینہ منورہ کے نقشہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ مصر میں اتصال السکک اور دور بھی لازمی نہیں کیونکہ علامہ ابن حزم نے محلی میں لکھا ہے، ان النبی ﷺ اتی المدينة وھی قری صغار متفرقة، چونکہ مدینہ علم شخص ہے لہذا اس عبارت سے یہ مطلب نہیں ہے کہ مدینہ چند دیہات پر مشتمل وادی کا نام ہے بلکہ قری صغار متفرقة سے مراد دور، محلات اور منازل منفصلہ ہے، اور اسی تفصیل کو ہمارے شیخ اور مربی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی میں یوں ذکر کیا ہے، قلت الحواش المتعددة اللتی تکفی لحوائج اهل هذه البلدة واهل الرساتیق المتعلقة بها تقوم مقام الاسواق فی اصل الغرض وقلت ایضا قید الوالی قید لبيان ما هو الواقع غالبا وليس قید احتراز یا بدلیل ان الله تعالى اطلق المصر والمدينة علی المقامات التي فی ایدی الکفار ولان المهاجرين الاولین جمعوا فی المدينة المنورة قبل هجرة النبی ﷺ ولم یکن ثم وال، ولما فی المبسوط لو الولاية فی (بلاد الکفار) كانوا کفاراً یجوز للمسلمین اقامة الجمعة، وقلت ایضا ان المصر لا یلزم فیها اتصال السکک والدور لما ذکره ابن حزم فی المحلی ان النبی ﷺ اتی المدينة وھی قری صغار متفرقة انتهى، قلت لا بد من ان یراد من القری فی کلام ابن حزم خلاف زعمه الدور والمحلات والمنازل المنفصلة ولا یصح ما زعم ابن حزم ان المدينة المنورة كانت اسما للوادی المشتمل علی القری لانه یاباه تسميتها... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الفتاویٰ ص ۴۱۹ جلد ۱ پر ایک سوال کے جواب میں اس حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ”اسواق بقرینہ مقام اسم جنس ہے جو واحد کو بھی شامل ہے اور سوق کے اشتراط کا حاصل یہ ہے کہ ہر وقت کے حوائج ضرور یہ میں وہاں کے رکان دوسرے مصر کے محتاج نہ ہوں، سو اس غرض کے حصول میں اتصال و انفصال برابر ہے“، پھر بحر العلوم کے والد صاحب رحمہ اللہ کا قول اس کی تائید میں نقل فرمایا ہے عربی عبارت یہ ہے، حیث قال وکان مطلع الاسرار ابی قدس سرہ یفتی بان المصر موضع یندفع حاجة الانسان الضرورية من الاكل بان یکون هناك من یبيع طعاما و الکسوة الضرورية وان یکون هناك اهل حرف یحتاج الیهم کثیرا“ اس عبارت سے ضاف معلوم ہوتا ہے کہ مصر کیلئے اسواق علی وجہ الانتظام ضروری نہیں۔ هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

عبدالحلیم غفرلہ کلاچوی

خادم دارالافتاء جامعہ حقانیہ

یہ تفصیل درست ہے

محمد فرید عفی عنہ

(بقیہ حاشیہ) بالمدينة علم شخص. فافهم

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۸، ۴۷ جلد ۳ باب ما جاء منكم يومئذ الى الجمعة) پس حقیقت یہ ہے کہ مصر ان اصطلاحات میں سے ہے جس کا مدار عرف پر ہے اور یہ واضح بات ہے کہ زمانہ کے تغیر کے ساتھ ان علامات میں بھی تبدیلی آتی ہے، اسلئے جس قدر تعریفات ہیں سب اپنے اپنے زمانے کے اعتبار سے ہیں، اور اسلئے مولانا مفتی محمد ظفر الدین صاحب مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے ”فقہاء نے مردم شماری کی کوئی تعداد بیان نہیں کی ہے بلکہ صرف یہ بتایا ہے کہ شہر یا بڑی آبادی ہو جہاں ضروریات سے متعلق چیزیں ملتی ہوں آبادی کا اندازہ بعد میں لگایا گیا ہے صرف آبادی کا اندازہ تین چار ہزار لکھا ہے جیسا کہ اس سے پہلے والے جواب میں موجود ہے، اور شہریت بھی ہو تو اس وقت آبادی بارہ تیرہ سو بھی کافی ہے (ہامش فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۲۶ جلد ۵) اور شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ادا الفتاویٰ ص ۴۱۵ جلد ۱ میں..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شہر سے چار سو میل دور تجارتی منڈی میں جمعہ کرنا

سوال: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک السلام علیکم کے بعد عرض آنکہ! کہ شہر سے ساڑھے چار سو میل دور ایک جگہ ہے جس میں مختلف لوگوں نے مشترکہ طور پر ٹکڑی کی تجارت کیلئے ایک جگہ خرید کر منڈی بنائی، اور اس منڈی میں تقریباً چار پانچ سو لوگ تجارت کا کاروبار کرتے ہیں، اور کچھ دکانیں بھی ہیں یعنی سات آٹھ ہوٹل ہیں اور اس منڈی کے نزدیک چھوٹے چھوٹے دیہات ہیں عیدین پر یہ لوگ اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں اور منڈی کی حفاظت کیلئے کچھ نوکر رہ جاتے ہیں اور منڈی میں اکثر کام کرنے والے مسافر ہوتے ہیں منڈی میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے اس جگہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ بیسواتو جروا

المستفتی: محمد نظیف وزیرستان

الجواب: چونکہ یہ مقام مصر شرعی نہیں ہے لہذا یہاں جمعہ پڑھنا احناف کے نزدیک ناجائز ہے مصر شرعی کیلئے چند محلوں اور چند بازاروں کا وجود ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے متعلقہ دیہات ضروریات کیلئے اس جگہ کو مراجعت کرتے ہوں، بدل علیہ ماروی عن ابی حنیفہ انہ بلدة کبيرة فيها سکک واسواق ولهار سابق الخ (شامی ص ۷۸ جلد ۱) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

کتبہ: محمد فرید عفی عنہ

(بقیہ حاشیہ) فرماتے ہیں ”خود صاحب مذہب سے مصر کی یہ تعریف منقول ہے، انہ بلدة کبيرة الخ، اور جس قدر تعریفیں فقہاء نے کی ہیں سب کا مرجع و مآل یہی ہے کہ سب عنوانات مختلفہ ہیں معنوں واحد کے اور اس سے زیادہ جامع مانع تعریف جس سے تحدید تام ہو جاوے، امور غیر مقدرہ فی النص میں خود امام صاحب کے مسلک کے خلاف ہے، لانہ زیادة فی الدین، باقی رہی ضرورت رفع نزاع و مثل دیگر غیر مقدرہ کے اس میں بھی تردد کے وقت اغلب رائے مجتہی بہ اور وقت تعارض آراء کے عدول ثقات کا قول معتمد و معتبر ہوگا اور جس کو نزاع ہی مقصود ہو اس کیلئے تعریف جامع مانع بھی کافی نہیں۔ وهو الموفق..... (از مرتب)

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

قریہ صغیرہ میں جمعہ درست نہیں لہذا اس میں نماز احتیاطی پڑھنا بے احتیاطی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی آبادی پچاس گھرانوں پر مشتمل ہے کریانہ کے چند محدود دکانیں بھی ہیں اس میں جمعہ کا کیا حکم ہے؟ ساتھ چہار رکعت احتیاطی کا کیا حکم ہے؟ نیز بعض ائمہ کے نزدیک قرئی میں جمعہ ثابت ہے ہماری دلیل کیا ہے؟ بینواتوجروا المستفتی: حاجی، بشیر خان زروبی مردان..... ۳/ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب: اس مقام میں نماز ظہر یا جماعت پڑھنا ضروری ہے اور نماز جمعہ پڑھ کر نماز احتیاطی پڑھنا بے احتیاطی ہے، لعدم صحة الجمعة فی القری لحديث عبد الرزاق لا جمعة ولا تشريق..... الا فی مصر جامع روى مرفوعا وموقوفا وهو الاصح لكنه فی حکم المرفوع صرح به ابن الهمام ﴿۱﴾ ولحديث تناوب اهل القری (رواه البخاری وغیره) ولحديث عدم اقامة الجمعة فی قباء عند الهجرة، واما حديث جواثی فلیس فیہ قول رسول الله ﷺ ولا فعله ولا تقريره ولو سلم التقرير فلفظ القرية یطلق علی المصر ایضا كما فی قوله تعالى: علی رجل من القریین عظیم، وقوله تعالى، واسئل القرية، فالمراد ههنا المعنی الشامل للحصر لان لا یعارض بحديث لا جمعة ولا تشريق الحديث، ولو سلم ان المراد ههنا مقابل المصر فیرجح ﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام: (قوله لقوله ﷺ لا جمعة) رفعه المصنف وانما رواه ابن ابی شیبة موقوفا علی علی رضی الله عنه لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اهلی الا فی مصر جامع او فی مدينة عظيمة صححه ابن حزم ورواه عبد الرزاق من حديث عبد الرحمن السلمی عن علی رضی الله عنه قال لا تشريق ولا جمعة الا فی مصر جامع وكفی بقول علی رضی الله عنهما قدوة.

(فتح القدیر ص ۲۲ جلد ۲ باب صلاة الجمعة)

حدیثنا لا نه تشريع عام وقول محرم بخلاف حدیث جواثا ﴿۱﴾. وهو الموفق

تین سو افراد پر مشتمل آبادی قریہ صغیرہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس جگہ کی آبادی تین سو افراد پر مشتمل ہو جبکہ یہ جگہ ایک شہر (ہنگو) سے بیس میل اور دوسری شہر (زرگری بازار) سے آٹھ میل دور ہو ضروریات سے بھی محروم ہو اس مقام میں جمعہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: سراج الاسلام جامع مسجد کوچی بازار پشاور..... ۱۹۸۳ء/۱۱/۹

الجواب: یہ مقام قریہ صغیرہ ہے اس میں جمعہ درست نہیں ہے، اور نماز ظہر یا جماعت ادا کرنا ضروری ہے، کما فی الہندیہ ومن لا تجب علیہم الجمعة من اهل القرى والبادی لهم ان يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة ﴿۲﴾. وهو الموفق

متعدد قری پر مشتمل علاقہ مصر شرعی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا احناف کے نزدیک ایسے مقام میں جمعہ جائز ہے جہاں تیس گھروں پر مشتمل گاؤں ہو اور ارد گرد متعدد آبادی ہو جو سو گھر تک پہنچتی ہو؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد خطاب در بند ضلع ہزارہ

الجواب: یہ مقام مصر شرعی نہیں ہے لہذا یہاں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (منہاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۸ جلد ۳ باب ماجاء منکم یوتی الی الجمعة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۴۵ جلد ۱ الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: ای شرط صحتها ان تؤدى فی مصر حتى لا تصح فی

قرية ولا مفازة. (البحر الرائق ص ۱۴۰ جلد ۲ باب صلاة الجمعة)

تقریباً دو ہزار افراد پر مشتمل قریہ میں نماز جمعہ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی سب سے بڑی مسجد میں جب لوگ جمع ہوتے ہیں تو اس میں جگہ نہیں ہوتی مسجد بھر جاتی ہے کیا اس گاؤں میں اس شرط کے پورے ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: شریف محمد یونس کرک

الجواب: اگر یہ مقام قریہ کبیرہ ہو قریٰ متعددہ نہ ہو تو اس میں نماز جمعہ پڑھنا مشروع ہے، کما ذکرہ الشامی عن القہستانی ﴿۱﴾ اور کسی مقام کے قریہ کبیرہ ہونے اور نہ ہونے کا دار مدار عرف پر ہے جس مقام میں دو ہزار انسان مرد و زن، بالغ نابالغ، مسلمان کافر بستے ہوں تو یہ مقام قریہ کبیرہ ہوگا۔ وهو الموفق

دو ہزار افراد پر مشتمل آبادی میں نماز جمعہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں کی آبادی دو ہزار افراد پر مشتمل ہے اور اشیائے ضرورت بھی ملتی ہیں کیا اس میں جمعہ پڑھنا صحیح ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولوی حاجی ایوب گلگت... ۸/ ربيع الاول ۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ مقام مصر شرعی ہے اس میں نماز جمعہ پڑھنا صحیح بلکہ ضروری ہے، لان المصر علی الصحيح موضع بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق ص ۲۶۱ جلد ۱ بدائع ﴿۲﴾، وفي رد المحتار ص ۷۴۸ جلد ۱ وعبارة القہستانی وتقع فرضا في القصبات ﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ: (قوله وفي القہستانی) تقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق. (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة) ﴿۲﴾ وقال العلامة الكاساني رحمه الله: وروی عن ابی حنیفة انه (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

والقرى الكبيرة التي فيها اسواق ﴿ ١ ﴾ وفي فتاوى دار العلوم دیوبند ص ۵۸، ۵۶ جلد ۵ تصریح بصحة الجمعة في القرية التي يسكن فيها القان ﴿ ۲ ﴾. وهو الموفق

ایک سوئس گھروں پر مشتمل افغان مہاجر کمپ میں نماز جمعہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہاجرین افغانستان کے کمپ میں ایک سوئس گھر ہیں جو ایک صحرا میں واقع ہیں کیا اس میں نماز جمعہ درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو تفصیل بتلا کر ممنون فرمادیں۔ بینواتو جروا

المستفتی: عبدالکریم افغان مہاجر ... ۱۹۸۳ء/۱۰/۲۱

الجواب: یہ کمپ نہ مصر شرعی ہے اور نہ فامصر نہ۔ نگامی مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ اور نہ اس کے متعلق امر حاکم صادر ہوا ہے لہذا اس کمپ میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے، لانہ اشغال بما لا یصح (بقیہ حاشیہ) بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه او علم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث، وهو الاصح. (بدائع الصنائع ص ۵۸۵ جلد ۱ کتاب الصلاة شرائط الجمعة)

﴿ ۱ ﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿ ۲ ﴾ قال الشيخ عزيز الرحمن الديوبندی: (۱) الجواب: اگر وہ دونوں گاؤں عرف میں ایک ہیں اور ایک ہی سمجھے جاتے ہیں اور کل آبادی دونوں گاؤں کی دو ہزار آدمیوں کی ہے، اور وہ بڑا قریہ سمجھا جاتا ہے تو وہاں جمعہ صحیح ہے، کما فی الشامی وتقع فرضا فی القصبات والقرى الخ. (۲) الجواب: حنفیہ کا مذہب جمعہ کے بارے میں یہ ہے کہ قریہ صغیرہ میں جمعہ صحیح نہیں ہے اور قریہ کبیرہ میں اور قصبہ میں جمعہ واجب و ادا ہوتا ہے، وتقع فرضا فی القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق الخ، اور موضع مذکور فی السؤال (تخمیناً دو ہزار کی آبادی) بظاہر بڑا قریہ ہے وہاں جمعہ صحیح ہو جاوے گا، احتیاط الظہر کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۸، ۵۶ جلد ۵ مسائل نماز جمعہ)

كما في الدر المختار ﴿١﴾. وهو الموفق

چار ہزار افراد پر مشتمل آبادی جہاں سولہ دکانیں ہوں میں جمعہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کربلا ضلع پشین میں چار ہزار لوگ رہتے ہیں ہر قسم سہولیات، سکول، ہسپتال، ڈاکخانہ اور تقریباً سولہ دکانیں بھی ہیں کیا اس مقام میں جمعہ درست ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبدالرحمن کربلا ضلع پشین ۲۵/۸/۱۹۸۳.

الجواب: یہ مقام قریہ کبیرہ ہے اس میں نماز جمعہ قائم کرنا جائز ہے، كما في رد المحتار ص ۷۴۸ جلد ۱ عن القهستاني، وعبارة القهستاني وتقع فرضا في القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق انتهى ﴿٢١﴾ قلت والمراد من الاسواق الحوانيت التي تكفي لحوائج هذا المقام ورسايقها، لا الاسواق المعروفة في هذا الزمان فانها لم تكن في الحرمين الشريفين ايضا في تلك الاعصار ﴿٣﴾. وهو الموفق

﴿١﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب كما في المضمرات والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الا ترى ان في الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر.

(رد المحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿٢﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿٣﴾ وفي منهاج: قلت الحوانيت المتعددة التي تكفي لحوائج اهل هذه البلدة واهل الرسايق المتعلقة بها تقوم مقام الاسواق في اصل الغرض.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۷ جلد ۳ باب ماجاء منكم يؤتى الى الجمعة)

قریہ صغیرہ میں اقامت جمعہ کی اجازت نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کے دروازوں کے اندر دو مسجدیں تعمیر شدہ ہیں ایک مسجد اوپر دروازہ پر ہے اور دوسری مسجد لوئر دروازہ پر ہے اوپر دروازے والی مسجد کی آبادی تقریباً ڈیڑھ سو گھر ہیں، اور لوئر دروازے والی مسجد کی آبادی ستر گھر ہیں، اوپر والی مسجد بڑی ہے، تیس سال سے اس میں باقاعدہ امام چلے آئے ہیں لوئر مسجد میں تقریباً سات ماہ سے امام چلے آئے ہیں ان دونوں مسجدوں میں کوئی مسجد میں نماز جمعہ درست ہوگی، لوگ کافی اختلاف رکھتے ہیں۔ بینواتو جروا المستفتی: مولوی محمد سعید بکوٹ ریالہ..... یکم مارچ ۱۹۷۵ء

الجواب: چونکہ صحت جمعہ کیلئے مصر شرعی یا قریہ کبیرہ یا فنائے مصر شرط ہے، کما صرح بہ صاحب الہدایہ ﴿۱﴾ والدر المختار والبحر والہندیہ والبدائع، لہذا ان دونوں مساجد میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز نہیں ہے اس باب میں صریح حدیث احناف کیلئے موجود ہے اور مخالفین کے پاس حدیث مرفوعہ نہیں ہے البتہ موقوفات ان کے پاس ہیں جن کے جوابات اپنے مقام میں دیئے گئے ہیں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة مرغینانی: لا تصح الجمعة الا في مصر جامع او في مصلی المصر ولا تجوز في القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحی الا في مصر جامع. (هدایہ ص ۱۵۰ جلد ۱ باب صلاة الجمعة)

﴿۲﴾ وفي المنهاج: نقول حدیث جوائی معارض بالاقوی لان احادیث المنع محرمة ولان حدیث الانتیاب و حدیث لا جمعة الا في مصر جامع ذکر فیہما تشریع عام وضابط کلی بخلاف حدیث جوائی فانہ ذکر فیہ امر جزئی، ولان حدیث جوائی حدیث تقریری حکما و حدیث لا جمعة الا في مصر جامع حدیث قولی حکما، فان قال المجوزون حدیث علی موقوف و حدیث جوائی حدیث مرفوع قلنا حاشا و کلا فانہ لیس فیہ قول الرسول ولا فعلہ ولا تقریرہ فان قالوا حدیث جوائی حدیث مرفوع تقریری علی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

متعدد قرئ پر مشتمل علاقہ میں نماز جمعہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا علاقہ پینتالیس گھروں پر مشتمل ہے اور اس میں بعض گھروں کے درمیان تین سو یا چار سو گز فاصلہ بھی ہے ہم قبائلی لوگ ہیں کوئی حکومت نہیں ہے اور ہمارے ہاں اس علاقہ میں پانچ مساجد ہیں کیا یہاں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے؟ حالانکہ قدیم علماء نے نماز جمعہ رائج کی ہے کیا وجوب جمعہ ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حلیم خان حقانی وزیرستان..... ۱۹۷۴ء/۷/۱۳

الجواب: چونکہ یہ مقامات متعدد قرئ ہیں نہ کہ ایک مقام کے محلات لہذا ان مقامات میں نماز جمعہ پڑھنا تحقیق اور تقلید دونوں سے خلاف ہے، لعدم صحة الجمعة في القرى رواية ودرایة ﴿۱﴾ البتہ اگر یہ مقامات (گھریں، قرئیں) ایسے قریب اور متصل ہوں کہ دیکھنے والے کو اگر یہ نہ بتلایا جائے کہ فلاں جگہ سے دوسرا مقام شروع ہوتا ہے تو دونوں کو ایک سمجھے تو ایسے مقامات کو ایک مقام شمار کیا جائے گا، اور باقاعدہ (بقیہ حاشیہ) حسب القواعد، قلنا حدیث علی مرفوع قولی علی حسب القواعد کما مر علی ان حدیث علی رضی اللہ عنہ وکذا سائر حججنا صریحة و حدیث جوائی محتمل للمعنی اللذی يؤیدکم والمعنی الذی يؤیدنا۔

(منہاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۱ جلد ۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة) ﴿۱﴾ وفي المنہاج: وقلت ایضا ان المصر لا یلزم فیہا اتصال السکک والدور لما ذکرہ ابن حزم فی المحلی ان النبی ﷺ اتی المدینة وهی قری صغار متفرقة انتهى، قلت لا بد من ان یراد من القرئ فی کلام ابن حزم خلاف زعمه الدور والمحلات والمنازل المنفصلة ولا یصح ما زعم ابن حزم ان المدینة المنورة كانت اسماً للوادی المشتمل علی القرئ لانه یاباه تسميتها بالمدينة علم شخص فافهم۔

(منہاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۸ جلد ۳ باب ماجاء منکم یؤتی الی الجمعة)

نماز ادا کی جائے گی (والتفصیل فی امداد الفتاویٰ ص ۴۲۵ جلد ۱) ﴿۱﴾ . وهو الموفق

نوے گھروں پر مشتمل آبادی میں جمعہ اور حکم جمعہ میں مسافر وغیرہ کا استثناء

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں کی آبادی تقریباً نوے گھروں پر مع البوادی مشتمل ہے دو دکانیں بھی ہیں کیا یہ لوگ جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز آیت واذا نودی للصلاة من يوم الجمعة (الایة) یہ حکم عام ہے پھر بھی اس میں سے نساء، مسافر، غلام، قرئی وغیرہ مستثنیٰ ہیں اس تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم..... ۸/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: اس مقام میں نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں ہے اس میں نماز ظہر باجماعت پڑھنا ضروری ہے، قال صاحب الہدایۃ ص ۱۴۸ جلد ۱ لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری لقوله عليه السلام ولا الجمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع انتھی ﴿۲﴾ روی مرفوعاً وموقوفاً والموقوف هو الاصح لكنه فی حکم المرفوع لانه مما لا يدرك بالقياس، والایة كما خص عنها المرأة والعبد لحديث ابی داود ﴿۱﴾ قال العلامة اشرف علی التہانوی: اگر ایک قریہ اتنا بڑا نہیں ہے مگر اس کے قریب دوسرا قریہ بھی ہے کہ مجموعہ دونوں کا اس سابق ایک کے مثل ہے تو دیکھنا چاہئے کہ اس دوسرے قریہ کو پہلے قریہ سے کیسا اتصال ہے اگر ایسا اتصال ہو کہ دیکھنے والے کو اگر یہ نہ بتا دیا جائے کہ فلاں جگہ سے دوسرا قریہ شروع ہوا ہے تو دونوں کو ایک ہی سمجھے ایسے اتصال سے ان دونوں کو متحد سمجھا جائے گا، اور اس مجموعہ میں وہ پہلی قیدیں دیکھی جاویں گی اور ان کے تحقق کی صورت میں جمعہ صحیح ہوگا اور اگر ایسا اتصال نہیں ہے گویا وہ فصل بھی نہ تو دونوں کو جدا جدا سمجھا جائے گا، اور جب کہ ہر واحد صغیرہ ہے تو جمعہ کسی میں صحیح نہ ہوگا۔

(امداد الفتاویٰ ص ۴۵۳ جلد ۱ باب صلوة الجمعة والعیدین)

﴿۲﴾ ہدایہ ص ۱۵۰ جلد ۱ باب صلوة الجمعة

وغیره فکذلک خص البر والصحراء بدلیل حدیث البخاری و کذا البحر وهذا مما اجمع علیه^۱ ائمة الاربعة فکذلک یخص منه القرى واما حدیث جواثا فلیس بمرفوع، ولو سلم انه مرئوع حکما فهو مبیح، و کذا هو محتمل لكون القرية بالمعنى العام الشامل للمصر كما فی قوله تعالى على رجل من القريتين عظم، وبالجملة لم یوجد حدیث الجواز المرفوع صریحا بخلاف عدم الجواز وقد علمت ان المبیح لا یعارض المحرم و کذا المحتمل لا یعارض الصریح فافهم ولا تکن من طالب الجاه والشر^۲ ﴿۱﴾. وهو الموفق

جب آبادی نہ ہو تو صرف بازار کا ہونا تحقق جمعہ کیلئے کافی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک مرکزی جگہ ہے جس میں ضرورت کے مطابق ایک چھوٹی سی مسجد بنائی گئی ہے اور اس میں تقریباً نوے، سودکانات آباد ہیں لیکن یہاں ایک آدھ مکان بھی رہائش کیلئے نہیں ہے اور ارد گرد تین میل کے فاصلے پہ قبے آباد ہیں جن کی آبادی تین چار ہزار کے لگ بھگ ہے اور یہ دیہات بھی پہاڑی علاقے میں آباد ہیں شہری طرز پر کوئی آبادی نہیں ہے کیا اس بازار میں جمعہ درست ہے؟ کیونکہ بعض لوگ اس بازار کو فنائے مصر تصور کر کے جمعہ کے جواز کے قائل ہیں۔ بیتواتو جروا

المستفتی: غلام نبی قریشی مجھنگی ایبٹ آباد

الجواب: مصر شرعی کے تحقق کیلئے صرف بازار کا ہونا کافی ہے بلکہ چند محلہ جات کا وجود بھی ضروری ہے ﴿۲﴾ پس اگر یہ بازار کسی خاص مقام کے متعلقات سے نہ ہو تو اس میں نماز جمعہ نہ پڑھنا ضروری ﴿۱﴾ (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۷ جلد ۳ باب ماجاء منکم یوتی الی الجمعة) ﴿۲﴾ قال الکاسانی: وروی عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سبک واسواق ولها رسائق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحكمه..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے اور اگر ایک خاص مقام سے یہ بازار متعلق ہو تو اگر اس مقام میں چند محلے ہو تب بھی جواز جمعہ کیلئے کافی ہے یعنی اگر چہ بازار میں بذات خود محلے نہ ہوں، یسئل علیہ ما فی رد المحتار ص ۷۲۸ جلد ۱ عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سبک واسواق ولها رستاق الخ ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

اٹھارہ سو کی آبادی میں اقامت جمعہ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چسپن گاؤں کی آبادی اٹھارہ سو تک ہے (بشمول مرد و زن، بالغ و نابالغ) چھ مساجد، سکول، کمپاؤڈر، آٹا مشین بھی ہیں، ایک میل کے فاصلہ پر تین سو افراد پر مشتمل چند گھر اور بھی ہیں یہاں ایک قاری صاحب نے جمعہ شروع کیا ہے کیا یہ درست ہے؟ حالانکہ یہاں بازار وغیرہ نہیں ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولوی جانناز چسپن ٹانگ ڈی آئی خان ۱۰/۲/۱۹۸۸

الجواب: جس قریہ کی مردم شماری اٹھارہ سو تک ہو وہ قریہ کبیرہ ہے۔ حسب تصریح قہستانی اس میں اقامت جمعہ درست ہے، کما فی رد المحتار ص ۵۶۰ جلد ۱ وتقع فرضا فی القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق انتهى ﴿۲﴾، اکابر فرماتے ہیں کہ صغرو کبر کا دار مدار عرف پر ہے اور یہاں ذکر اسواق قید واقعی ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وعلمه او علم غیره والناس يرجعون اليه فی الحوادث وهو الاصح.

(بدائع الصنائع ص ۵۸۵ جلد ۱ باب شرائط الجمعة)

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۵۹۰ جلد ۱ باب الجمعة مطلب فی صحة الجمعة)

﴿۳﴾ وفي المنهاج: قلت الحوانيت المتعددة التي تكفي لحوانج اهل هذه البلدة واهل الرستاق المتعلقة بها تقوم مقام الاسواق في اصل الغرض، وقلت ايضا قيد الوالي قيد لبيان ما هو الواقع غالبا وليس قيدا احترازا يا بدليل ان الله تعالى (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ڈیڑھ ہزار مردم شماری ہو تو جمعہ درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں جمعہ پہلے سے جاری ہے یہاں پر کل نمازی چھتیس ہیں، دکانات بھی ہیں، ترکان، حجام، لوہار، حلوائی، سائیکل ماستری، ڈاکٹر، موچی، آٹا مشین، اور شارع عام بھی ہے، لوگ بس وغیرہ کھڑی کر کے نماز پڑھتے ہیں اس جگہ میں جمعہ کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: اہالیان سلیم خان اڈہ چارسدہ روڈ مردان..... ۱۹۹۰ء/۱/۷

الجواب: اگر اس مقام کی مردم شماری ڈیڑھ ہزار تک ہو تو یہ مقام قریہ کبیرہ ہے اس میں

اقامت جمعہ درست ہے ورنہ درست نہیں ہے (ماخوذ از فتاویٰ دارالعلوم دیوبند) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) اطلق المصر والمدينة على المقامات التي في ايدى الكفار ولان المهاجرين الاولين جمعوا في المدينة المنورة قبل هجرة النبي ﷺ ولم يكن ثم وال... وقلت ايضا ان المصر لا يلزم فيه اتصال السكك والدور لما ذكره ابن حزم في المحلى. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۷ جلد ۳ باب ما جاء منكم يؤتى الى الجمعة)

﴿۱﴾ سوال: موضع فخن پور جس کی آبادی تیرہ سو کی ہے جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: اس موضع میں جبکہ وہ قریہ کبیرہ کی حد میں آتا ہو اور دکانیں اور بازار اس میں ہے جمعہ پڑھنا صحیح معلوم ہوتا ہے فقط۔ (از مفتی عزیز الرحمن صاحب)۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۲۶ جلد ۵ رقم مسئلہ: ۲۳۸۹)

ملاحظہ: فقہاء کرام نے مردم شماری کی کوئی حد و تعداد بیان نہیں کی ہے اور مصر بھی ان اصطلاحات میں سے ایک ہے جس کی کوئی تحدید تعیین معلوم نہیں ہے کیونکہ اس کا دار مدار عرف پر ہے، اسی وجہ سے فقہاء کرام نے اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے شہر کی مختلف تعبیرات و تعریفات کی ہیں، اللکوب الدری ص ۱۹۹ جلد ۱ میں شہر وہ جگہ قرار دی ہے جہاں کی آبادی چار ہزار ہو اور حاشیہ کوکب عن جامع الرموز میں ایک ہزار بتایا ہے لہذا جہاں شہریت کی بوجہ ہو اور ضروریات کی کل اشیاء مل جاتی ہو تو اس وقت آبادی ڈیڑھ ہزار تک بھی کافی ہے۔ (از مرتب)

ایک وادی میں مختلف محلات اور دور ہونے کی صورت میں جمعہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری قوم قمر خیل بھجوری میں رہتی

ہیں اور ہر جگہ متفرق آبادی ہے کیا یہاں جمعہ درست ہوگا؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا داؤد شاہ بھجوری کوہاٹ..... ۲۹/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر یہ بھجوری تمام علاقہ کا نام ہو اور یہ جگہ جگہ مکانات قرئی اور دیہات ہوں تو اس علاقہ کے کسی جگہ میں جمعہ قائم کرنا درست نہیں ہے اور اگر یہ بھجوری اس تمام وادی کا نام ہو اور یہ جگہ جگہ مکانات اس کے محلات اور دور ہوں تو مفتی بہ قول کی بنا پر اس وادی کی ہر مسجد میں اقامت جمعہ درست ہے، اور بظاہر یہ شق ثانی رائج معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کے وقت مدینہ کی یہی کیفیت تھی، وهذا محمل ماقال ابن حزم فانما هي (المدينة) ذات قرى صغار متفرقة فبنى مسجده في بني مالك وجمع فيه في قرية ليست بكبيرة (ماخوذ از محلی ص ۵۷ جلد ۳) ﴿۱﴾. وهو الموفق

فتنہ و فساد کی وجہ سے دیہات میں جمعہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں ایک سو پچاس گھروں

پر مشتمل ہے چھ مساجد بھی ہیں تقریباً دو سو سال سے یہاں جمعہ ہوتا ہے بنا پر مذہب حنفی یہ شہر نہیں ہے اور نماز

﴿۱﴾ وفي المنهاج: وقلت ايضا ان المصير لا يلزم فيها اتصال السكك والدور لما ذكره ابن حزم في المحلى ان النبي ﷺ اتى المدينة وهي قرى صغار متفرقة انتهى، قلت لا بد من ان يراد من القرى في كلام ابن حزم خلاف زعمه الدور والمحلات والمنازل المنفصلة ولا يصح ما زعم ابن حزم ان المدينة المنورة كانت اسماً للوادي المشتمل على القرى لا نه ياباه تسميتها بالمدينة علم شخص فافهم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۴۷ جلد ۳ باب ما جاء منكم يؤتى الى الجمعة)

جمعہ نہ پڑھنا فساد وقت نہ اور خانہ جنگی کے خطرہ سے خالی نہیں ہے کیا یہاں ہم مسلک شافعی یا حنبلی کے مطابق جمعہ پڑھا سکتے ہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی محمد علی شاہ حقانی باندہ شرداؤد شاہ بنوں..... ۱۹۸۶ء/۸/۳

الجواب: اگر اس قریہ کی مردم شماری (مرد، زن بالغ، نابالغ) دو ہزار تک ہو تو یہ قریہ کبیرہ

ہے اس میں عند الاحناف اقامت جمعہ درست ہے، کما فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند عن القہستانی ﴿۱﴾ اور عند الضرورت دیگر ائمہ کے قول پر فتویٰ دینا جائز ہے ﴿۲﴾ مثلاً خانہ جنگی وغیرہ کا خطرہ ہو ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۵۶ جلد ۵ باب الجمعة)

﴿۲﴾ وقال فی البشری لارباب الفتوی: اعلم انه لا يجوز الحكم والافتاء بالقول المرجوح وبمذهب سائر الانمة الا فی ثلاثة مواضع الاول عند الضرورة دون التشهی والتلهی فانه حرام كما حرم الحكم المملوق الخارق للاجماع فی عمل واحد..... وذكر عن خزانة الروایات ان العالم الذی يعرف معنى النصوص والاخبار وهو من اهل الدراية يجوز له ان يعمل علیها وان كان مخالفا لمذهبه... وفي رد المحتار عن القهستانی لو افتی به ای بمذهب مالک فی المفقود لا بأس به علی ما اظن..... وقال الزاهدی كان بعض اصحابنا یفتون به للضرورة..... وفي شرح التنویر کره صلوة مطلقا مع شروق الشمس الا العوام فلا یمنعون من فعلها لانهم یتروکونها..... قلت واصل هذه المسائل قوله تعالى الا ما اضطررتم وقوله ﷺ يسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا، رواه البخاری والمسلم لما كان الافتاء علیه عند الضرورة من اصول الحنفية كان الحكم المبني عليه مذهب الحنفية ايضا لا ابتناءه علی قواعدهم كما صرح به العلامة الشامي فی عقود رسم المفتی.

(البشری لارباب الفتوی ص ۲۶ الفصل السادس)

﴿۳﴾ وفي المنهاج: القرئ التي لا يتحقق فيها الشرائط..... (بقیه حاشیہ اگلے صفحہ پر)

موضع شادی و ہمیال میں نماز جمعہ کے بارے میں تیرہ تفصیلی مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں جو موضع شادی و ہمیال موہڑہ داروغہ تحصیل و ضلع راولپنڈی بتعریف ذیل عندالاحتاف جواب مطلوب ہے۔

(۱) موضع شادی و ہمیال سرکاری کاغذات میں مندرجہ ذیل پانچ مواضع پر مشتمل ہے۔

(۱) موہڑہ داروغہ بالغ آبادی ۳۳۳ (۲) موہڑہ امیر بالغ آبادی ۲۵۶ (۳) بیرولیان بالغ آبادی ۲۵۷ (۴) ڈھوک گولڑہ بالغ آبادی ۷۶ (۵) ڈھوک موچیاں بالغ آبادی ۲۲۔ ان پانچ مواضع کی کل بالغ آبادی ۹۵۶ ہے۔

نوٹ:..... بالغ آبادی میں بارہ سال یا زائد عمر کے مرد اور عورتیں شامل ہیں۔

موضع: (۱) اور: (۲) آپس میں بالکل متصل ہے موضع: (۳) تقریباً ایک فرلانگ سے کچھ کم

(بقیہ حاشیہ) المعتبرة عند الحنفية ويتحقق فيها شرائط الائمة الثلاثة لا ينبغي ان يمنع عن تجميع الجمعة فيها عن ظن الا قتال و كذا عند ترك الظهر جهلا ونظيره ترك منع العوام عن الصلاة عند الشروق.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۴ جلد ۳ قبیل باب ماجاء فی وقت الجمعة)

قال العلامة مفتی کفایت اللہ الدہلوی: اگر نماز جمعہ وہاں عرصہ سے قائم ہے تو اب اس کو بند کرنے میں مذہبی و دینی فتنہ ہے اس لئے اس کو موقوف کرنا درست نہیں بلکہ اس مسئلے میں امام شافعی کے قول یا امام مالک کے قول کے موافق عمل کر لینا جائز ہے، وفي هامش هذا الجواب واستشهد له بما في التجنيس عن الحلواني ان كسالى العوام اذا صلوا الفجر عند طلوع الشمس لا يمنعون لانهم اذا منعوا تركوها اصلا واداءها مع تجويز اهل الحديث لها اولى من تركها اصلا الخ. (رد المحتار باب العيدین ص ۱: ۶۱۴ قبیل مطلب تجب طاعة الامام)

(کفایت المفتی ص ۲۴۸ جلد ۳ کتاب صلوة الجمعة)

فاصلے پر واقع ہے اور درمیان میں چند خالی کھیت ہیں، موضع: (۲) اور: (۵) تقریباً ساڑھے تین فرلانگ کے فاصلے پر ہیں ان پانچ مواضع جن کا سرکاری کاغذات میں ایک ہی نام موضع شادی دھمیاں ہے کے قبرستان، کنویں اور گندم گاہ کے خرمن الگ الگ ہیں، ان پانچوں مواضع میں چار مسجد بالفعل موجود ہیں سب سے بڑی مسجد میں ۹۵۷ کی تعداد نہیں سما سکتی، فرد افراد آٹھ دوکانیں موجود ہیں جن سے روزمرہ کی ضروریات زندگی بآسانی دستیاب ہو جاتی ہے، ایک آٹے کی چکی بجلی والی موجود ہے، ۵۷ چھوٹی بڑی گلیاں ہیں بستی موضع موہڑہ داروغہ کے درمیان ایک بڑی سڑک اور برانچ پوسٹ آفس ہے، طلباء اور طالبات کیلئے الگ الگ مڈل سکول ہیں، لڑکوں کے سکول کے ساتھ متصل ایک پختہ عید گاہ ہے اس کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو اوپر والی چار مسجدوں کے علاوہ ہے، حکومت کی طرف سے مجریہ قانون کے تحت چھوٹے موٹے باہمی جھگڑوں کو طے کرنے کیلئے ایک ممبر یونین کونسل بھی موجود ہے گویونین کونسل کا دفتر دوسری جگہ ہے علاقہ کے باشندوں کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کیلئے ہر قسم کے کسی اور کاریگر بدرجہ اتم موجود ہیں مثلاً ڈاکٹر، چراغ، کفش دوز، درزی، کمہار، حجام، لوہار، معمار، قصاب وغیرہ جو عام طور پر اپنے گھروں میں لوگوں کا کام کرتے ہیں۔

بستی موضع شادی دھمیاں کی دوسری بستی موسوم بیر والیان کے بالکل متصل تقریباً بیس گز کے فاصلے پر ایک دوسری بستی موضع سودگنگال واقع ہے اس کے دو حصے ہیں، اور دونوں حصوں کے مجموعی آبادی بالغ ۴۶۵ ہے اور اس میں دو مساجد موجود ہیں، تین دکانیں ارد گرد واقع ہیں، دو آٹا مشین موجود ہیں ایک دینی مدرسہ مدرسۃ العربیہ فیض القرآن عرصہ چار سال سے قائم ہے، موضع شادی دھمیاں اور اس متصل بستی سودگنگال کی کل آبادی ۱۴۲۱ ہے، ان دو بڑی مرکزی بستیوں کے علاوہ تقریباً آدھا پون میل کے اندر اندر دوسری چھوٹی بڑی سولہ بستیاں واقع ہیں، ایک بستی مشتمل بر ۱۱۳ آبادی ایک میل سے کچھ زائد فاصلے پر ہے ان بستیوں کے بالغ آبادی مجموعی تعداد: ۱۷۵۳ ہے، بایں وجوہات کیا یہاں نماز جمعہ ہو سکتی ہے؟

(۲)..... اس قسم کی بستیوں میں جن کے معاشرتی اور تمدنی معاملات آپس میں مشترک ہوں جواز جمعۃ المبارک کیلئے کم از کم مجموعی تعداد بالغان بغرض وجوب جمعۃ المبارک کتنی ہونی چاہئے تاکہ ایک بڑے موضع کو مرکزی حیثیت دے کر نماز جمعۃ المبارک ادا کی جائے، بالفاظ دیگر عند الاحناف جمعۃ المبارک کے جواز کیلئے مصر یا قریہ کبیرہ کی عام فہم تعریف بتادیں تاکہ عامۃ المسلمین کو اس خیر کثیر سے محروم نہ رکھا جائے، اور خصوصاً اس الحاد، زندقہ اور بے دینی کے دور میں مسلمانوں کو ان شعائر اسلامیہ کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جائے؟

(۳)..... موضع شادی دھمیاں میں عرصہ تقریباً ساٹھ سال سے اور بعض روایات کے مطابق سو سال سے جمعہ ادا کیا جاتا ہے، اور اس قیام کو ایک جید عالم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے بعض روایات کے مطابق یہاں کچھ عرصہ کیلئے جمعۃ المبارک بند بھی رہا تاہم اب کافی عرصہ سے شروع ہے ابھی اس میں علماء کرام مختلف ہو چکے ہیں، مانعین جمعہ کے نزدیک بستی مذکورہ پر تفسیر مشہورہ باب مصر کا اطلاق جائز ہے، لیکن اس کو عرف میں شہر نہیں مانتے بایں وجہ اس جگہ جمعہ جائز نہیں کہتے اور ایک دوسری جگہ موضع روایت میں جو اس بستی سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے وہاں نماز جمعہ ادا کرنا جائز سمجھتے ہیں اور وہاں ادا کرتے ہیں۔

تعریف موضع روایت: بستی روایت راوِلپنڈی سے لاہور کی جانب گیارہ میل کے فاصلے پر جی ٹی روڈ کے نزدیک واقع ہے اور آس پاس کے علاقہ کی آبادی کے دوسرے شہروں میں نقل و حمل کیلئے بسیں اس جگہ ٹھہرتی ہیں لیکن مستقل طور پر کسی ٹرانسپورٹ کمپنی کا کوئی اڈہ موجود نہیں ہے اس جگہ علاقہ کا پولیس سٹیشن ہے جی ٹی روڈ کے نزدیک واقع ہونے کی وجہ سے بقول مانعین تیس دکانیں شمالاً و جنوباً اور تقریباً تیس چالیس دکانیں شرقاً و غرباً دوریہ بازار کی شکل میں موجود ہیں، دس بارہ دکانیں پانچ چھ گلیوں میں فرداً فرداً بھی موجود ہیں، یہاں سے جملہ ضروریات زندگی بآسانی دستیاب ہو جاتی ہیں، منگوار کو مویشیوں کے منڈی بھی لگتی ہے تقریباً آدھے میل کے فاصلے پر ریڈیو پاکستان اور اس کی کالونی بھی ہے، ایک سب پوسٹ آفس بھی ہے،

آثار قدیمہ میں شاہی قلعہ، شاہی قبرستان اور شاہی مسجد بھی واقع ہیں بالغ آبادی تقریباً ایک ہزار ہے اور بعض دو ہزار چھ سو بتاتے ہیں اب اگر بالاحقائق و تعریف کے مطابق موضع شادی دھمیاں میں نماز جمعہ جائز نہیں تو کیا آئندہ کیلئے یہ جمعہ بند کرنا چاہئے؟

(۴)..... اگر آئندہ کیلئے جمعہ بند کر دیا جائے تو فوت شدہ ظہر کی نمازوں کی قضا واجب ہے یا نہیں؟

(۵)..... عرصہ تقریباً ایک صدی یا کم و بیش سے جمعہ پڑھنے والے جو عام مسلمان اور علماء کرام انتقال فرما چکے ہیں ان کی ظہر کی فوت شدہ نمازوں کے عوض فدیہ دیا جائے یا نہیں؟

(۶)..... جن علماء کرام نے اس بستی کے حالات و مواضع کو عیانہ دیکھ کر جواز جمعہ کا فتویٰ دیا ہے اور بالفعل جمعہ پڑھایا ہے اب جمعہ ناجائز ہونے کی صورت میں ان کیلئے کیا حکم ہے؟

(۷)..... اگر موضع شادی دھمیاں میں جمعہ ناجائز ہے تو جن مانعین نے اپنے دلائل کی موجودگی میں جمعہ کو ناجائز قرار دیا ہے اور اس جگہ مجوزین کی تحقیق کے مطابق جمعہ جائز سمجھ کر پڑھنے اور پڑھانے والوں کو بدعتی قرار دیا ہے ان کیلئے شرع متین میں کیا حکم ہے؟

(۸)..... موضع روات میں جہاں مانعین جا کر نماز جمعہ پڑھتے ہیں اوپر دی ہوئی تعریف کے مطابق جمعہ کی نماز ادا کرنی کیسی ہے؟ اور اگر جائز ہے تو آبادی والی مسجد کو چھوڑ کر مذہبی اختلاف دیوبندی، بریلوی کے پیش نظر دوسری جگہ شاہی قبرستان والی ویران مسجد میں جمعہ پڑھنا کیسا ہے جبکہ دونوں فریقین حنفی المذہب ہے۔

(۹)..... اگر دونوں قصبوں میں جمعہ جائز ہے تو مانعین کا اپنی بستی موضع شادی دھمیاں کو چھوڑ کر دوسری بستی موضع روات میں ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کر کے جمعہ پڑھنا کیسا ہے؟

(۱۰)..... بستی شادی دھمیاں جو پانچ بستیوں پر مشتمل ہے کیا اس مرکزی بستی میں جمعہ جائز ہونے کی صورت میں اس بستی کے دوسرے حصے موسوم بیر والیاں (جو داخلی شادی دھمیاں ہے) میں نماز جمعہ ادا کرنی جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اب اس بستی میں وہی جمعہ ہوتا ہے جو شادی دھمیاں میں ہوتا تھا۔

(۱۱)..... کیا اس مرکزی بستی موضع شادی دھمیاں میں جمعہ کے جواز کی صورت میں اس موضع کے ایک بستی کے علاوہ دوسری بستی میں بھی الگ جمعہ قائم کیا جاسکتا ہے یعنی دو یا تین جگہ جمعہ پڑھا جائے گا اور اس عرصہ کیلئے بستی شادی دھمیاں کے پانچوں مواضع کو الگ الگ محلہ کا درجہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۱۲)..... اگر شادی دھمیاں میں جمعہ ناجائز ہے تو موضع روات میں ڈیڑھ میل کا فاصلہ طے کر کے جمعہ پڑھنے کیلئے جانا کیسا ہے؟ یعنی ضروری ہے یا نہیں؟

(۱۳)..... اگر موضع شادی دھمیاں، تعریف و حقائق مذکورہ کے باوجود حکمی شہر نہ بن سکے تو موجودہ بے دینی الحاد اور گمراہی کو مد نظر رکھ کر صرف تبلیغ دین کی خاطر جمعہ پڑھایا جائے اور احتیاط الظہر بھی پڑھ لی جائے تو گنجائش ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: ناظم نشریات مدرسہ فیض القرآن سودگن گال

الجواب: واضح رہے کہ کتاب اللہ اگرچہ بظاہر مصر کی تقید اور تخصیص سے خالی ہے لیکن حقیقت میں مصر سے مقید اور مخصوص ہے کیونکہ یہ آیت عام مخصوص البعض ہے اجماعاً، لان صلاة الجمعة لا تصح في المفازة والبحر بدليل ان النبي عليه السلام صلى الظهر يوم الجمعة بعرفات ولم يأمر لاحد من اهل مكة وغيرهم ان يصلوا الجمعة قلت والبحر كالمفازة فحكمها واحد، اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ عام مخصوص البعض کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ جائز ہے، اور بلا شک و شبہ یہاں خبر واحد موجود ہے، وهو ما روى عن علي مرفوعاً وموقوفاً لا الجمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا في مصر جامع، والموقوف اصح وهو في حكم المرفوع لانه لا يدرك بالرأى، لهذا نماز جمعہ صرف مصر میں ادا کی جائے گی، يؤيد حديث تناوب اهل القرى وحديث الاقامة في قبا قدر اسبوعين كما في رواية، وحديث جوائی حيث لم يجمع في القرى التي بين المدينة وجوانا وغير ذلك، باقی رہی یہ تحقیق کہ مصر کس مقام کو کہا جاتا ہے تو اس

میں فقہاء کرام مختلف ہیں، اگر ان تمام اقوال کے متعلق معلوم کرنے کا ارادہ ہو تو بحر ص ۱۳۰ جلد ۲ مسبوط امام سرخسی ص ۲۳ جلد ۲ رد المحتار ص ۷۴۸ جلد ۱ عینی شرح ہدایہ ص ۹۸۳ جلد ۱ بدائع ص ۲۵۹ جلد ۱ کو مراجعت کرے، خصوصاً آخر الذکر نے اس کو نہایت بڑے ذکر کیا ہے، اور آخر میں فرمایا ہے، وروی عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحكمه وعلمه او علم غيره والناس يرجعون اليه في الحوادث وهو الاصح، انتهي، یعنی صاحب بدائع نے اس تعریف کو مختار کیا ہے وہ یہ ہے، ہو بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق ويخرج الناس الى الوالى فيما وقعت لهم من الحوادث، لیکن غور کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلاف عنوانی نہیں ہے، مصداق تمام کا ایک ہے، سب علماء نے اپنے اپنے زمانہ کے اعتبار سے جو علامات کہ مصر میں پائی جاتی تھیں ذکر کی ہیں، اگر بالفرض یہ اختلاف معنوں میں ہو جائے تو اکثر تعریفات مطرد اور منعکس نہیں ہوں گی، وللتفصيل موضع آخر، پس مصر ایک فردی التصور چیز ہے اور تعریف حقیقی ان تعریفات میں صاحب تحفہ کا مختار معلوم ہوتی ہے یا وہ تعریف معلوم ہوتا ہے جو کہ صاحب بدائع نے اختیار کیا ہے، لیکن والی اور حاکم کا وجود اور اشتراط تعریف حقیقی میں غیر معتبر ہے، کیونکہ معنی شرعی اس معنی کو کہا جاتا ہے جس کو شارع نے معتبر کیا ہو، اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مصر اور مدینہ کا اطلاق ان مقامات پر بھی کیا ہے جو کہ بالکل دار الحرب تھے اور بعض والی اور حاکم کا تحقق بھی نا معلوم ہے، نیز صحابہ مدینہ میں نماز جمعہ پڑھتے تھے قبل الهجرة، حالانکہ مدینہ میں نہ حاکم تھا اور نہ والی تھا، وروی ابو داؤد عن عبد الرحمن بن كعب عن ابيه انه كان اذا سمع النداء ترحم لاسعد بن زرارة قال لانه اول من جمع بنا في هزم البيت في موضع في داخل المدينة، وفي استيعاب ابن عبد البر ان اسعد بن زرارة كان اول جمع بالمدينة في هزيمة من حرة (بذل ص ۱۷۱ جلد ۲) وفي المعرفة قال الزهري

لما بعث رسول الله ﷺ مصعب بن عمير الى المدينة ليقرء هم القرآن جمع بهم .
(بذل ص ۱۷۰ جلد ۲) . نیز روایات صحیحہ سے ثابت ہوا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی حیات میں جو اثنا میں نماز جمعہ قائم ہوئی، حالانکہ جو اثنا زمانہ خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں فتح ہوا ہے، قال صاحب معجم البلدان جو اثنا بالضم وبين الالفين ثاء مثلثة يمد ويقصر وهو علم مرتجل حصن لعبد القيس بالبحرين فتحه العلاء بن الحضرمي في ايام ابي بكر الصديق رضي الله عنه
(بذل ص ۱۶۹ جلد ۲) پس ان دلائل کی بنا پر مصر شرعی کی تعریف حقیقی میں والی اور حاکم کا وجود غیر ضروری ہے اور یہ تعریف موضع روات پر صادق اور شادی دھمیاں پر صادق نہیں ہے، لہذا روات میں جمعہ پڑھنا جائز ہے اور شادی دھمیاں میں خلاف مسلک حنفی ہے، باقی رہی یہ تحقیق کہ عوام کو اگر نماز جمعہ سے روکا جائے تو یہ یقین یا ظن غالب ہو کہ وہ نہ مصر اور فنا مصر کو جاتے ہیں اور نہ نماز ظہر پڑھتے ہیں اور نہ وعظ سننے کیلئے حاضر ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں اگر بعض ان قرئی میں جہاں کسی ایک امام کی شرط موجود ہو اگر نماز جمعہ قائم رکھی جائے اور بعد میں نماز احتیاطی ادا کی جائے تو قابل اعتراض نہ ہوگا، ونظيره ما في در المختار وكره صلاة مع شروق الا العوام فلا يمنعون من فعلها لانهم يتركونها والاداء الجائز عند البعض اولي من الترك، انتهي، اور جن قرئی میں ائمہ اربعہ میں سے کسی کی کوئی شرط موجود نہ ہو تو وہاں نماز جمعہ پڑھنا قابل انکار ہے اس تمہید کے بعد مختصر جوابات علی الترتیب لکھے جاتے ہیں۔
(۱).....نا جائز ہے اگر عوام کے فتنے کا خطرہ نہ ہو، فتنہ سے مراد یہ ہے کہ جمعہ کیلئے نہ مصر اور نہ فنا مصر کو جاتے ہیں اور نہ نماز ظہر پڑھتے ہیں۔

(۲).....تعریف اصح اور حقیقی میں عدد بالغان کا کافی دخل نہیں ہے، اور عام فہم تعریف بھی معلوم

ہے، کما مر فی التمهيد.

(۳).....اگر فتنہ نہ ہو تو بند کی جائے۔

- (۴)..... اگر احتیاطی نماز نہ پڑھی ہو تو قضاء واجب ہے، قال المقدسی ذکر ابن الشحنة عن جده التصريح بالنسب وبحث فيه بانه ينبغي ان يكون عند مجرد التوهم، اما عند قيام الشك والاشتباه الجمعة فالظاهر الوجوب ونقل عن شيخ ابن الهمام ما يغيره. (ردالمحتار ص ۵۶ جلد ۱) وقال العلامة الشامي ناقلا عن الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر (۴۸ جلد ۱).
- (۵)..... نہ یہ دینا بہتر ہے (لعدم الوصية).
- (۶)..... جب مصر کی کوئی ایک تعریف اس مقام پر صادق ہو اگرچہ وہ ضعیف ہو تو اس مقام میں نماز جمعہ پڑھنے والے اور فتویٰ دینے والے لوگوں پر اعتراض نہ کیا جائے۔
- (۷)..... اصل حکم ان کا صحیح ہے۔
- (۸)..... مفتی بہ قول کی بنا پر تعدد جمعہ جائز ہے (درمختار)۔
- (۹)..... روایات کو جانا ضروری ہے (وہکذا حکم القرى القريبة من مصر).
- (۱۰)..... واضح کہا گیا ہے کہ بر قول صحیح یہ مصر نہیں ہے۔
- (۱۱)..... کسی ایک میں نماز جمعہ قائم کرنا مسلک حنفی کے موافق نہیں ہے۔
- (۱۲)..... ضروری،
- (۱۳)..... جب نہ ہوں اور نہ ظہر پڑھتے ہوں اور اس مقام میں ائمہ اربعہ میں سے کوئی ایک شرط موجود ہے،
- سرہ ادا احتیاطی قابل اعتراض نہیں ہے۔ وہو الموفق

فصل فی الخطبة

خطبہ جمعہ وعیدین کے الفاظ کی مقدار اور حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام خطبہ جمعہ وعیدین میں اول نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، تعوذ و تسمیہ اور کوئی سورت پڑھ کر بیٹھتا ہے پھر دوسرے خطبہ میں الحمد لله نحمدہ ونستعینہ الخ پڑھ کر ختم کر دیتا ہے کیا شرعاً یہ خطبہ درست ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ خطبہ درست نہیں کیونکہ جس خطبہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام نہیں آتے وہ خطبہ نہیں ہوتا، آیا یہ درست ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: غلام حیدر ٹیکسلا..... ۵/ نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: اس مقدار خطبہ سے فرض اور شرط پوری ہو جاتی ہے، لہذا نماز جمعہ وغیرہ درست ہوں گی البتہ یہ خطبہ خلاف سنت ہوگا، لان المسنون فی الخطبة الاولى ان تكون مشتملة علی الحمد والصلوة والتشهد، والتذکیر والقرآن والثنا والدعاء والقرآن كما فی البدائع والتجنيس فلیواجه الموفق

جمعہ کے دن خطبہ میں یا خطبہ سے قبل وعظ ونصیحت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دن خطبہ جمعہ میں وعظ

﴿۱﴾ قال العلامة علاء الدین الکاسانی: ينبغي ان يخطب خطبة خفيفة يفتح فيها بحمد الله تعالى، ويثنى عليه، ويتشهد ويصلي على النبي ﷺ، ويعظ، ويذكر، ويقرأ سورة ثم يجلس جلسة خفيفة، ثم يقوم فيخطب خطبة اخرى يحمد..... (بقية حاشيه اگلے صفحہ پر)

ونصحت کا کیا حکم ہے، فرض ہے یا سنت یا مستحب؟ جبکہ بعض مقامات پر صرف خطبہ پڑھ کر آخری سورتوں سے نماز کا خاتمہ کرتے ہیں، کیا وعظ و نصیحت ضروری نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: عنایت مجیب خٹک سب پوسٹ ماسٹر چترال

الجواب: خطبہ اولیٰ کے درمیان عربی میں وعظ کرنا مسنون ہے اور دیگر زبانوں میں خلاف سنت ہے ﴿۱﴾ اور خطبہ سے قبل مثلاً ہر زبان میں وعظ کرنا مستحب ہے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

خطبہ جمعہ وعیدین میں پنجابی زبان کے اشعار پڑھنا خلاف سنت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خطبہ جمعہ وعیدین میں خطبہ کے

(بقیہ حاشیہ) اللہ تعالیٰ، ویثنیٰ علیہ ویصلیٰ علی النبی ﷺ ویدعو للمؤمنین والمؤمنات.
(بدائع الصنائع ص ۵۹۱ جلد ۱ سنن الخطبة)

﴿۱﴾ قال العلامة عبد الحئی اللمکنوی: فانه لا شک فی ان الخطبة بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبی ﷺ والصحابة فيكون مکروه تحریماً وکذا قراءة الاشعار الفارسية والهندية فيها. (عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية ص ۲۴۲ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ يدل بجواز الوعظ قبل الخطبة حديث ابی داؤد عن سمرة بن جندب ان نبی اللہ ﷺ قال احضروا الذکر وادنوا من الامام فان الرجل لا يزال يتباعد حتى يؤخر فی الجنة وان دخلها. (سنن ابی داؤد ص ۱۶۵ جلد ۱ باب الدنو من الامام عند الموعظة)

وهكذا يدل على الجواز بالوعظ قبل الجمعة اذن عمر لتميم داری: واخرج ابن عساكر عن حميد بن عبد الرحمن ان تميما الداری استأذن عمر فی القصص سنين فابی ان يأذن له، فاستأذنه فی يوم واحد فلما اكثر عليه قال له: ماتقول؟ قال: اقرأ عليهم القرآن وامرهم بالخير وانها هم عن الشر قال عمر: ذلك الذبح، ثم قال: عظ قبل ان اخرج فی الجمعة فكان يفعل ذلك يوماً واحداً فی الجمعة.

(الموضوعات الكبرى لملا علی قاری ص ۲۲ رقم حديث ۱۲۷ مقدمة)

دوران پنجابی اشعار یا دیگر زبانوں کے اشعار پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولوی عبدالرحیم سیرڈاک ہزارہ..... ۱۹۶۹ء/۱۲/۲۳

الجواب: ماسویٰ عربی کے دیگر لغت پڑھنا (خطبہ میں) خلاف سنت ہے کیونکہ خیر القرون میں بہت سے ممالک عجمی فتح ہوئے اور بہت سے شہروں میں جمعہ قائم کیا گیا، اور باوجود ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو فارسی وغیرہ سمجھتے اور بول سکتے تھے اور مخاطبین عربی نہیں سمجھتے تھے خطبہ زبان عربی میں پڑھا جاتا تھا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

امام الحئی کی اجازت کے بغیر مسجد میں وعظ و تقریر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد میں امام محلہ کی رضامندی کے بغیر جمعہ کے دن یا دوسرے دن کوئی غیر شخص ممبر پر وعظ یا تقریر کر سکتا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: قاضی حبیب السلام پیر سباق نوشہرہ..... ۱۷/محرم ۱۴۱۱ھ

﴿۱﴾ قال العلامة عبد الحئی اللکھنوی: فی اکام النفا نس فی اداء الاذکار بلسان الفارسی: الکراهة انما هی لمخالفة السنة لان النبی ﷺ واصحابه قد خطبوا دائماً بالعربية ولم ينقل عن احد منهم انهم خطبوا خطبة ولو خطبة غير الجمعة بغیر العربية (الی ان قال) الخطبة بالفارسية التي احدثوها واعتقدوها وحسنها ليس الباعث اليها الا عدم فهم العجم اللغة العربية وهذا الباعث قد كان موجوداً فی عصر خير البرية وان كان فيه اشتباه فلا اشتباه فی عصر الصحابة والتابعين ومن تبعهم من الائمة المجتهدين حيث فتحت الامصار الشاسعة والديار الواسعة واسلم اكثر الحبش والروم والعجم وغيرهم من الاعجام وحضروا مجالس الجمع والاعياد وغيرها من شعائر الاسلام وقد كان اكثرهم لا يعرفون اللغة العربية ومع ذلك لم يخطب احد منهم بغیر العربية ولما ثبت وجود الباعث فی تلك الازمنة وفقدان المانع والتكاسل وهذه معلوم بالقواعد المبرهنة لم يبق الا الکراهة التي هی ادنى درجات الضلالة الخ. (مجموعة الفتاوى ص ۲۸۶، ۲۸۷ جلد ۱ کتاب الصلوة)

الجواب: یہ وعظ و تقریر امام الحئی اور محلّہ کے اہل حل و عقد کے اذن کے بغیر ناجائز ہے ﴿۱﴾ البتہ جب امام نہ خود وعظ و تقریر کر سکتا ہو اور نہ دوسرے اہل داعظ اور مقرر کو اذن دیتا ہو تو یہ امام ضدی اور معاند ہے۔ وہو الموفق

خطبہ جمعہ میں والسلطان العادل ظلل الله في الارض الخ پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خطبہ جمعہ میں والسلطان العادل ظلل الله في الارض من اهان سلطان الله في الارض اهان الله ، کہنا درست ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: برادر مولانا لطیف اللہ صاحب..... ۱۹۸۶ء/ ۷/ ۱۳

الجواب: یہ حدیث کے الفاظ ہیں ﴿۲﴾ ان کا خطبہ میں ذکر کرنا قابل اعتراض نہیں ہے البتہ

﴿۱﴾ قال الحصكفي: والخيار الى القوم فان اختلفوا اعتبر اكثرهم ولو قدموا غير الاولى اساؤ بلا اثم واعلم ان صاحب البيت ومثله امام المسجد الراتب اولي بالامامة من غير مطلقا، قال ابن عابدين: اي وان كان غيره من الحاضرين من هو اعلم واقرا منه. (الدر المختار مع رد المحتار ص ۱۳ جلد ۱ باب الامامة)

فی المنہاج: (قوله فلا يومهم) والراجح انه مخصوص بما لم يؤذن له لحديث مسعود البدری قال قال رسول الله ﷺ لا يؤم الرجل في بيته ولا في سلطانه ولا يجلس على تكرمته الا باذنه رواه ابو داؤد، وروى احمد ومسلم لا يؤمن الرجل الرجل في سلطانه ولا يقعد في بيته على تكرمته الا باذنه ورواه سعيد بن منصور ولكن قال فيه لا يؤم الرجل الرجل في سلطانه الا باذنه.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۳۸ جلد ۲ باب من زار قوما فلا يصل بهم)

﴿۲﴾ عن زياد بن كسيب العدوي: قال كنت مع ابي بكر تحت منبر ابن عامر وهو يخطب وعليه ثياب رفاق فقال ابو بلال انظروا الى اميرنا يلبس ثياب الفساق فقال ابو بكر اسكت سمعت رسول الله ﷺ يقول من اهان سلطان الله في..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

موجودہ دور کے سلاطین کو عادل کہنا قابل اعتراض ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

خطبہ کے دوران قعدہ کی شکل میں دوزانو بیٹھنا نہ مطلوب ہے نہ ممنوع

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خطبہ کے دوران قعدہ کی شکل میں

بیٹھنا سنت ہے یا واجب؟ اور حدیث میں اس کے متعلق کچھ وارد ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: اختر اسلام نوشہرہ کینٹ... ۲۹/۲۹/۱۴۰۱ھ

الجواب: دوران خطبہ قعدہ کی شکل میں دوزانو بیٹھنا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے، لما فی

ابی داؤد: فاذا جل فی المسجد اصحاب النبی ﷺ فرأیتهم محتبین والامام یخطب

(ص ۱۵۸ جلد ۱) ﴿۲﴾ وقال الطحاوی فکان الاولیٰ بنا ان نحملها علی الحبة

المستأنفة فی حال الخطبة لانه مکروه فی الخطبة وتكون الحبة التي كانوا یفعلونها

حبة كانوا یستعملونها قبل الخطبة فیخطب الامام وهم فیها ﴿۳﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الارض اهانه الله، رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب وعن ابن عمر

ان النبی ﷺ قال ان السلطان ظل الله فی الارض یاوی الیه کل مظلوم من عباده فاذا عدل

کان له الاجر وعلى الرعية الشکر واذا جار کان علیه الاصر وعلى الرعية الصبر، رواه

البیهقی فی شعب الایمان. (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۲۱، ۳۲۳ جلد ۲ کتاب الامارة)

﴿۱﴾ قال العلامة حصکفی: یندب ذکر الخلفاء الراشدين والعمین لا الدعاء للسلطان

وجوزہ القہستانی ویکرہ تحریمہ وصفہ بما لیس فیہ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار

ص ۵۹۹ جلد ۱ قبیل مطلب فی قول الخطیب اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم)

﴿۲﴾ (سنن ابی داؤد ص ۱۶۵ جلد ۱ باب الاحتباء والامام یخطب ابواب الجمعة)

﴿۳﴾ وفی المنہاج: وقد ثبت الاحتباء عن کثیر من الصحابة والتابعون فی سنن ابی داؤد،

وقال ابو داؤد لم یبلغنی ان احداً کرہها الا عبادة بن نسی،..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جمعہ کے دن مسجد میں ٹیپ شدہ تقریر سنانا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دن خطبہ و نماز سے پہلے کسی عالم کی ٹیپ شدہ تقریر منبر پر رکھ کر مسجد میں سنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: معلم جامعہ حقانیہ..... ۲۵/۶/۱۹۷۵

الجواب: ٹیپ شدہ تقریر مسجد میں سنانا نہ ممنوع ہے اور نہ مطلوب ہے، البتہ گانے بجانے سنانا ہر جگہ ممنوع ہیں، لان العکس ههنا مماثل الاصل في الاثر المخصوص فكذا في الحكم الشرعي كما في حديث النهي نعت المرأة عند زوجها وفيه كانه ينظر اليها فافهم ﴿١﴾. وهو الموفق

خطبہ جمعہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام لینے کا حکم

سوال: ایک خطیب صاحب خطبہ جمعہ میں خلفاء راشدین کے نام کے ساتھ حضرت امیر معاویہ (بقیہ حاشیہ) قالوا التوفيق والله اعلم ان النهي محمول على استيناف الحبة في حال الخطبة لان في ذلك اشتغالا عن الخطبة بغيرها، والصحابة كانوا يحتبون قبلها فيخطب الامام وهم على ما كانوا عليه من الاحياء ففعلهم غير الذي نهى عنه كذا في المعارف عن مشكل الطحاوی، اعلم ان مناط النهی هو مخافة النوم لانه يجلب النوم، على انه هيئة لا يكون معها تمكن، فربما تفضی الى انتقاض الطهارة فيمنعه الاشتغال بالطهارة عن استماع الخطبة مع ما يتوقع منه من الافتتان في الصلوة لغلبة الحياء ممن يخلو عن علم يسوسه وورع يحجزه كذا قال التوربشتی. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۶۲ جلد ۳ باب ماجاء في كراهية الاحياء والامام يخطب)

﴿١﴾ عن عبد الله بن مسعود قال قال النبي ﷺ لا تبشر المرأة المرأة فتنتعها لزوجها كانه ينظر اليها. (الصحيح البخاري ص ۷۸۸ جلد ۲ باب لا تبشر المرأة المرأة فتنتعها لزوجها)

رضی اللہ عنہ کا نام بھی لیتا ہے، اگر مقتدیوں کی طرف سے یہ اعتراض ہو جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام وہاں لیا جاتا ہے جہاں شیعہ ہوں یہاں شیعہ نہیں ہیں لہذا یہ نام نہ لیا جائے تو خطیب صاحب نے یہ جواب دیا کہ شیعہ ہوں یا نہ ہوں نام لیا جائے گا، اس کے بعد ایک مقتدی نے کہا کہ پھر تمام صحابہ کرام کے نام باری باری لیتے رہو ورنہ یہ بھی چھوڑنا پڑے گا، جواب سے مشکور فرمادیں۔ بینواتو جروا
المستفتی: مولوی ولی الرحمن خطیب جامع مسجد مانسہرہ..... ۱۲/۸/۱۹۷۷

الجواب: واضح رہے کہ خطبہ میں خلفاء راشدین اور عمین کا ذکر مندوب ہے، کما فی شرح التنویر ویندب ذکر الخلفاء الراشدين والعمین (ہامش ردالمحتار ص ۵۴۴ جلد ۱) ﴿۱﴾ اور دیگر صحابہ کا ذکر (خصوصہ) نہ مندوب ہے اور نہ ممنوع ہے، البتہ کسی صحابی کی توہین فسق اور ممنوع ہے اور ضلالت ہے، کما فی ردالمحتار ص ۲۹۳ جلد ۳ لما فی الاختیار اتفق الاثمة علی تضلیل اهل البدع اجمع وتخطئتهم وسب احد من الصحابة وبغضه لا یکون کفراً لکن یضلل الخ ﴿۲﴾ پس نہ اصرار مناسب ہے اور نہ انکار زیبا ہے خصوصاً جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بہت سے لوگ بدظنی کے شکار ہوئے ہیں۔ وهو الموفق

اذان ثانی اور خطبہ کے درمیان مسجد کیلئے چندہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان ثانی کے بعد خطبہ کے وقت مسجد کیلئے چندہ کیا جاتا ہے کیا یہ جائز ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: نامعلوم..... ۲۵/۹/۱۹۷۱

الجواب: مناسب یہ ہے کہ اذان ثانی سے قبل چندہ جمع کیا جائے اذان ثانی اور ارادہ خطبہ

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۹۹ جلد ۱ باب الجمعة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۳۲۱ جلد ۳ مطلب مهم فی حکم سب الشخین باب المرتد)

کے بعد چندہ کرنا جائز ہے، بدل علیہ ما فی شرح التنویر اذا خرج الامام من الحجرة ان كان والافقيامہ للصعود (شرح المجمع) قلت وفي حكمه بقاء المقرر قاعداً عند انتهاء التقرير وقصد الخطبة، قلت واما حديث سليك الغطفاني فقليل مخصوص وقيل لم يشرع في الخطبة بعد توقف فلا صلاة ولا كلام خلا قضاء فائتة لم يسقط الترتيب بينها وبين الوقتية اهـ ﴿١﴾ او توقف عنها، قلت هذان التاويلان ضعيفان اما الاول فلو ردد الحديث العام واما الثاني فلعدم صحته على مذهب الائمة وقيل منسوخ وهو الراجع عند التحقيق وللتفصيل مقام آخر ﴿٢﴾. وهو الموفق

جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان تقریر کرنا نماز کیلئے نقصان دہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان اگر تقریر کی جائے تو نماز میں کیا نقصان آتا ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: عزیز الرحمن محکم حقانیہ..... ۲۳/مارچ ۱۹۷۵ء

﴿١﴾ (الدرا المختار علی هامش) دالمختار ص ۲۰۵ جلد ۱ باب الجمعة

﴿٢﴾ وفي المنهاج: واجيب عن حديث الباب بوجوه الاول ان النبي ﷺ امسك عن الخطبة فارفع المانع..... والثاني ان ذلك كان قبل شروعه في الخطبة..... والثالث ان هذا الحكم مخصوص بسليك، وفيه نظر لان الاختصاص لا يثبت بمجرد الادعاء..... والرابع انه منسوخ بما ذكرنا كما جنح اليه العيني تبعاً للطحاوي والخامس انه مرجوح لانه معارض بالمحرم الخ.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۹، ۶۰ جلد ۳ باب في الركعتين اذا جاء الرجل والامام يخطب)

الجواب: خطبة خلاف سنت ہوا ﷺ نماز میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ وهو الموفق

۱ قال العلامة ابی بکر الحداد الیمنی: یخطب خطبتین یفصل بینہما بقعدة..... ومقدار الجلوس بینہما عند الطحاوی مقدار ما یحسن موضع جلوسه من المنبر وفي ظاهر الرواية مقدار ثلث آیات کذا فی الفتاوی قال فی النہایة وهذه القعدة عندنا للاستراحة وليست بشرط وعند الشافعی شرط حتی لا یکتفی عنده بالخطبة الواحدة وان طالت.

(الجوهرة النيرة علی مختصر القدوری ص ۱۰۷ جلد ۱ باب الجمعة)

وقال الحافظ بن حجر العسقلانی: (قوله یخطب خطبتین یقعد بینہما) وصرح به فی رواية خالد بن الحارث قبل ولفظه: كان یخطب قائماً ثم یقعد ثم یقوم وللنسائی والدارقطنی من هذا الوجه كان یخطب خطبتین قائماً یفصل بینہما بجلوس... ورواه ابو داؤد بلفظ: كان یخطب خطبتین كان یجلس اذا صعد المنبر حتی یفرغ المودن ثم یقوم فیخطب ثم یجلس فلا یتکلم ثم یقوم فیخطب، واستفید من هذا ان حال الجلوس بین الخطبتین لا کلام فیہ..... واستدل به الشافعی فی ایجاب الجلوس بین الخطبتین لمواظبته ﷺ علی ذلك مع قوله صلوا كما رائتمونی اصلي. وقال صاحب المغنی لم یوجبها اکثر اهل العلم لانها جلسة ليس فیها ذکر مشروع فلم تجب.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ص ۴۴۱ جلد ۳ باب القعدة بین الخطبتین يوم الجمعة) وفي المنهاج: (الجلوس بین الخطبتین) وهو سنة عند الجمهور خلافاً للشافعی فانه شرط عنده وهي رواية عن احمد واستدل الشافعی علی مواظبته ﷺ علیه وقال صلوا كما رائتمونی اصلي، قلنا محض فعل الرسول لا يدل علی الفرضية والا فيلزم ان لا نبغی فی الصلاة سنن واداب، وفي شرح التنوير یجلس بینہما بقدر ثلاث آیات علی المذهب وقارکها مسی علی الاصح.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۶ جلد ۳ باب ماجاء فی الجلوس بین الخطبتین)

اللَّهُ

اللَّهُ

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ
فتاویٰ فریدیہ

باب صلاة العیدین





عن ابن عباس رضى الله عنه
ان النبي ﷺ صلى يوم العيد ركعتين
لم يصل قبلهما ولا بعدهما
.....(اخرجه السبعة).....



باب صلاة العیدین

عورتوں پر نماز عید واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورتوں پر گھروں میں انفراداً نماز عید واجب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: خاتستہ رحمٰن محکم حقانیہ..... ۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ

الجواب: عورتوں پر نماز عید واجب نہیں ہے جس طرح جمعہ واجب نہیں ہے ﴿۱﴾ بل یکون عدم وجوب صلاة العید اولی لان شانها دون شان الجمعة. وهو الموفق

نماز عیدین میں شافعی امام کا اقتد اورست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شوافع عید کی نماز بیت سنت ادا کرتے ہیں اور احناف بیت واجب ادا کرتے ہیں کیا سنت پڑھنے والے کے پیچھے واجب پڑھنے والے کا اقتد اورست ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: الحاج عنایت ولی حقانی بنکاک..... ۳/ ۱۱/ ۱۹۷۳ء

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: (قوله ولا يحضرون الجماعات) لقوله تعالى وقرن في بيوتكن وقال ﷺ صلاتها في قعر بيتها افضل من صلاتها في صحن دارها و صلاتها في صحن دارها افضل من صلاتها في مسجدها وبيوتهن خير لهن ولانه لا يؤمن الفتنة من خروجهن اطلقه فشمّل الشابة والعجوز والصلاة النهارية والليلية قال المصنف في الكافي والفتوى اليوم على الكراهة في الصلاة كلها لظهور الفساد. (البحر الرائق ص ۳۵۸ جلد ۱ باب الامامة)

الجواب: محترم الحاج عنایت ولی صاحب! بعد از سلام آپ نے جس مسئلہ کے متعلق پوچھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نماز عید ہمارے مذہب میں بھی مختلف فیہ ہے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک سنت ہے، لہذا یہ اقتداء بلا شک و شبہ جائز ہے خواہ خفی واجب کی نیت کرے یا صرف نماز عید کی نیت کرے، کما فی الدر المختار و صبح الاقتداء فیہ (فی الوتر) ففی غیرہ اولیٰ ان لم يتحقق منه ما یفسدھا فی اعتقادہ فی الاصح بشافعی مثلاً لم یفصلہ بسلام لا ان فصلہ علی الاصح بہما للاتحاد وان اختلف الاعتقاد ، ولذا ینوی الوتر لا الوتر الواجب، قال الشامی ما معناه انه لا یلزم نية الوجوب لا انه ممنوع منه، کما فی العیدین للاختلاف (قال العلامة الشامی ای فی الوجوب والسنة وهو علة للعیدین فقط) فلیراجع الی رد المحتار ص ۶۲۶ جلد ۱ ﴿۱﴾ . وهو الصواب

عید کے دن کیلئے پہلے سے کپڑوں کو تیار کرنا اور رقم رکھنا درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید کے دن کیلئے کسی چیز کا تعین کرنا مثلاً رقم رکھ دیں کہ یہ عید کے دن خرچ کیلئے ہے یا کپڑے بنانا اور رکھنا کہ یہ عید کے دن کیلئے ہے، کیا یہ تعین جائز ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبدالرحمن کونز افغانستان

الجواب: جاز اجماعاً كالوضوء قبل دخول الوقت ويدل عليه ما روى في بعض كتب الحديث سموا ضحایا کم فانها علی الصراط مطایا کم ﴿۲﴾ . وهو الموفق ﴿۱﴾ (الدر المختار مع هامش رد المحتار ص ۴۹۳ جلد ۱ مطلب الاقتداء بالشافعی) ﴿۲﴾ (اللطائف المستحسنة بجمع خطب شهور السنة للكهنوی ص ۱۴۲ الخطبة لعید الاضحی)

نماز عید صحرا میں بہتر ہے اور مصر میں متعدد مقامات پر جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں

کہ نماز عیدین محلہ کی مساجد میں تقریباً ڈیڑھ سو آدمیوں کا اجتماع ہو جائے کیا یہ درست ہے؟ یا شرعاً عظیم اجتماع مطلوب ہے؟ اور کیا نماز عید کیلئے عید گاہ کی حدود شہر سے باہر ہونا مطلوب شرعی ہے؟ اگر ہے تو موجودہ صورت حال میں ملتان شہر کی غالباً کوئی بھی عید گاہ شہر سے باہر نہیں ہے کیونکہ شہر ملتان ہر جانب سے چارپانچ میل تقریباً پھیل چکا ہے اب کیا کیا جائے؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد رفیق مدرسہ رحیمیہ خرم گیٹ ملتان شہر

الجواب: (۱) بہتر یہ ہے کہ آبادی سے باہر صحرا میں عیدین کی نماز کیلئے نکلیں، فی الدر المختار

والخروج الیہا ای الجبابة لصلاة العید سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحيح وفيه ایضاً الجبابة وهي المصلی العام قال العلامة الشامی ای فی الصحراء (ص ۵۵۷ جلد ۱ باب العیدین) ﴿۱﴾ . (۲) اور عید کی نماز کیلئے جماعت ضروری ہے جو کہ ماسوائے امام کے تین افراد سے کم نہ ہوں، فی الدر المختار و اقلها اثنان، وفي رد المحتار ص ۳۷۲ جلد ۱ وهذا فی غیر الجمعة انتهى، اما فی البحر ای فان اقلها فیها ثلاثة صالحون لا امامته سوى الامام ومثلها العید لقولهم يشترط لها ما يشترط للجمعة صحة واداء سوى الخطبة ﴿۲﴾ . فافهم (۳) اور نماز عید متعدد مواضع میں خواہ مصر سے باہر ہوں یا داخل مصر ہوں، جائز ہے، فی الدر المختار فی باب العیدین تؤدی بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقاً ﴿۳﴾ . فقط

﴿۱﴾ (الدر المختار مع هامش رد المحتار ص ۶۱۲ جلد ۱ باب العیدین)

﴿۲﴾ (رد المحتار مع هامش الدر المختار ص ۴۰۹ جلد ۱ مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد باب الامامة)

﴿۳﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۶۱۸ جلد ۱ باب العیدین)

نماز عید کیلئے ساٹھ میل کا سفر کرنا کسی کے نزدیک واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یورپ میں ہماری جگہ سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر دور ایک چھوٹی سی مسجد ہے جہاں تھوڑے مسلمان بھی ہیں اب جب میں وہاں نماز عید کیلئے جاتا ہوں تو فرض نماز ضرور قضا ہو جاتی ہے، میرے لئے وہاں عید کی نماز کیلئے جانا ضروری ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: گل ضمیر

الجواب: ساٹھ میل دور مقام کو جمعہ یا نماز عیدین کیلئے جانا کسی امام کے نزدیک واجب نہیں ہے ﴿۱﴾ خصوصاً جبکہ اس جانے میں فرض نماز فوت ہونے کا خطرہ شدیدہ موجود ہو۔ فقط

نماز جمعہ اور عید میں تداخل ائمہ اربعہ کا مذہب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب جمعہ اور عید ایک دن میں آجائے تو کیا صلاۃ عید اور خطبہ عید نماز جمعہ اور خطبہ جمعہ کیلئے کفایت کر جاتی ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: خاتستہ رحمٰن محترم حقانیہ..... ۸/۱۲/۱۹۷۴

الجواب: ائمہ اربعہ میں سے کسی نے صلاۃ عید میں تداخل جمعہ کا قول نہیں کیا ہے ﴿۲﴾ لان

﴿۱﴾ قال العلامة حسن بن عمار: ولا يجب على من كان خارج المصر ولو سمع النداء من المصر سواء كان سواده قريبا من المصر او بعيدا على الاصح فلا يعمل بما قيل بخلافه، قال الطحطاوى: قال في الشرح تنبيه قد علمت بنص الحديث والاثار والرواية عن ائمتنا ابي حنيفة وصاحبيه واختيار المحققين من اهل الترجيح انه لا عبرة ببلوغ النداء ولا بالغلو، والاميال وانه ليس بشئ فلا عليك من مخالفة غيره الخ.

(الطحطاوى مع مراقى الفلاح ص ۵۰۳، ۵۰۵ باب الجمعة)

﴿۲﴾ قال الشامي: امامنا فلزوم كل منهما قال في الهداية. (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

النبي ﷺ صلّها بلا تداخل، وما روى أن من شاء اجزأه من الجمعة فالمراد منه أهل العوالي لأن النبي عليه السلام رخص لهم. نعم في الأياب بعد صلاة العيد وما روى عن أبي الزبير وابن عباس رضي الله عنهما فمحمول على التجميع قبل الزوال أو محمول على فهمهما أنه (ترك الجمعة) رخصة وقد كان لأهل العوالي فقط ﴿١﴾. وهو الموفق

(بقيه حاشيه) ناقلا عن الجامع الصغير عيدان جتمعا في يوم واحد فالاول سنة والثاني فريضة ولا يترك واحد منهما قال في المعراج احتراز به عن قول عطاء تجزى صلاة العيد عن الجمعة ومثله عن علي وابن الزبير قال ابن عبد البر سقوط الجمعة بالعيد مهجور وعن علي أن ذلك في أهل البادية ومن لا تجب عليهم الجمعة.

(رد المحتار هامش الدر المختار ص ٦١٠ جلد ١ باب العيدين)

﴿١﴾ وفي منهاج السنن: (قوله وربما اجتمعا في يوم واحد فيقرأ بهما) فيه رد لزعم الجهال أن اجتماع الخطبتين يكون منحوساً، وفيه حجة على من قال بتداخل صلوة الجمعة في صلاة العيد وهو عطاء بدليل ما رواه أبو داود من حديث زيد بن أرقم ومن حديث أبي هريرة من الرخصة في ترك الجمعة لمن صلى صلاة العيد والجواب عنه أنه حديث ضعيف في أسناد حديث زيد بن أرقم إياس بن أبي رملة وهو مجهول، وفي أسناد حديث أبي هريرة بقية وهو متهم بتدليس التسوية علا أنه مضطرب رفعا وإرسالا، وعلى تقدير تسليم الصحة يقال أنه عليه الصلاة والسلام رخص لأهل العوالي دون أهل المدينة كما في رواية البيهقي وكما في المعراج عن علي أن ذلك في أهل البادية ومن لا تجب عليه الجمعة، وكما رواه البخاري في باب ما يؤكل من لحوم الأضاحي وما يتزود منها عن عثمان أنه قال في خطبته يا أيها الناس إن هذا اليوم قد اجتمع لكم فيه عيدان فمن أحب أن ينتظر الجمعة من أهل العوالي فلينتظر، ومن أحب أن يرجع فقد أذنت له وروى مثله الحاكم عن الفاروق الأعظم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ٤٣ جلد ٣ باب القراءة في العيدين)

بلا عذر عید گاہ میں نماز نہ پڑھنا خلاف سنت اور محلہ کی مساجد میں جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بلا عذر عید گاہ میں نماز نہ پڑھنا اور اپنے اپنے محلوں میں ادا کرنا کیسا ہے؟ کیا یہ ترک سنت نہیں ہے جیسا کہ عینی اور دوسری کتابوں میں ہے؟ بینواتو جروا المستفتی: محمد خلیل فاضل خیر المدارس خطیب مسجد کلاں

الجواب: رسول اللہ ﷺ نے بارش کی وجہ سے نماز عید مسجد میں پڑھی ہے، کما فی ابی داؤد ص ۱۶۳ جلد ۱ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ انہ اصابہم مطر فی یوم عید فصلی بہم النبی ﷺ صلاة العید فی المسجد ﴿۱﴾ اور عددنا معلوم ہے اور لنگڑوں اور لولوں کیلئے مسجد میں نماز عید پڑھنا جائز ہے اور دیگر لوگوں کیلئے بلا عذر خلاف سنت ہے، کما فی رد المحتار ص ۷۷۷ جلد ۱ وفی الخلاصة والخانیة السنة ان یرج الامام الی الجبانہ ویستخلف غیرہ یصلی فی المصر بالضعفاء ﴿۲﴾، لیکن جب عید گاہ آبادی کے اندر ہو یا تقدیم و تقدیم میں نزاع کا ظن ہو تو پھر اپنی اپنی مسجدوں میں نماز عید پڑھنا اور عید گاہ کو نہ جانا اھون البیتین ہے۔ وہو الموفق

آبادی کی اندرونی عید گاہ اور مسجد کا یکساں حکم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر عید گاہ آبادی کے اندر ہو اور نماز عید مسجد میں پڑھی جائے کیا یہ جائز ہے؟ بینواتو جروا المستفتی: انور ایوب گدون صوابی..... ۱۹۸۸ء/۶/۷

الجواب: طریق مسنون یہ ہے کہ عید گاہ شہر سے باہر ہو لیکن اگر باہر مناسب جگہ نہ ہو تو مسجد

﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ص ۱۷۱ جلد ۱ باب یصلی بالناس فی المسجد اذا کان یوم مطر)
﴿۲﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۶۱۲ جلد ۱ مطلب یطلق المستحب علی السنة باب العیدین)

اور اندرونی عید گاہ کا یکساں حکم ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

نماز عید میں لوگوں کی کثرت کی وجہ سے سجدہ سہو ترک کرنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام عید نے دوسری رکعت میں تکبیرات نہیں پڑھے اور سیدھا رکوع کو چلا گیا، رکوع کے بعد پھر تکبیرات ادا کئے اور پھر دوبارہ رکوع کو چلا گیا اور سجدہ سہو بھی نہیں کیا، کیا یہ نماز درست ہوگئی یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حاجی محمد رضا درہ آدم خیل کوہاٹ..... ۱۶/۷/۱۹۸۴

الجواب: اگر نماز عید میں لوگوں کی کثرت تعداد شریک ہو تو تکرار فرض کی وجہ سے یہ واجب شدہ سجدہ سہو ترک کرنا جائز ہے، کما فی رد المحتار ص ۷۰۵ جلد ۱ ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

ایک ہی مقام پر یکے بعد دیگرے الگ الگ نماز عید پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ہی جگہ ایک ہی وقت میں جبکہ خطبہ عید الفطر سنایا جا رہا ہو دوسری جماعت برائے عید از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ ہمارے ہاں تنازعہ اور اختلاف ہے اسلئے شرعی حکم صادر فرما کر رفع نزاع کیلئے تعاون فرماویں۔ بینوا تو جروا

المستفتی: سیما خان واہ فیکٹری راولپنڈی..... ۱۶/۹/۱۹۷۹

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: والخروج إليها ای الجبابة لصلاة العيد سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحيح قال الشامي ای فی الصحراء بحر عن المغرب.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۶۱۲ جلد ۱ باب العیدین)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: والسهو فی صلاة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتأخرين عدمه فی الاولین لدفع الفتنة كما فی جمعة البحر.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۵۵۶ جلد ۱ باب سجود السهو)

الجواب: نماز عید کیلئے دیگر نمازوں کی طرح نہ عید گاہ شرط ہے اور نہ مسجد، پس مناسب یہ ہے کہ نزاعات کے وقت الگ الگ مکان میں ﴿۱﴾ یا ایک مکان میں یکے بعد دیگرے نماز ادا کی جائے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

خطبہ عیدین کے ضمن میں یا بعد از خطبہ ہیئت اجتماعیہ سے دعا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیدین کے خطبہ اول میں دعائے مانگنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بعد از خطبہ دعائے مانگنا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا تو جروا
المستفتی: شیر محمد گنگ ضلع اٹک... ۲۳/ شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: خطبہ کے ضمن میں عربی میں خطیب کو دعا کرنا چاہئے ﴿۳﴾ اور اس کے علاوہ خطبہ کے اول میں یا آخر میں یا نماز عید کے بعد ہیئت اجتماعیہ سے دعائے مانگنا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے ﴿۴﴾۔ وهو الموفق
﴿۱﴾ قال الحصكفي: ولو امكنه الذهاب الى امام آخر فعل لانها تودی بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقاً. (الدر المختار على هامش رد المحتار ص ۶۱۸ جلد ۱ باب العیدین)
﴿۲﴾ ایک عید گاہ میں دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے تاہم فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو دفع نزاعات کیلئے اگر اسی جگہ دوبارہ جماعت منعقد کی جائے تو جائز ہے مگر امام دوسرا ہونا ضروری ہے پہلا امام دوسری جماعت کا امام نہیں بن سکتا اسی صورت میں اھون البیتین کو معمول بنانا ہوگا۔ (از مرتب)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: كما روى عن ابى حنيفة انه قال ينبغي ان يخطب خطبة خفيفة يفتح بحمد الله ويشئ عليه ويتشهد ويصلى على النبي ﷺ ويعظ ويذكر ويقرأ سورة ثم يجلس جلسة خفيفة ثم يقوم فيخطب خطبة اخرى يحمد الله تعالى ويشئ عليه ويتشهد ويصلى على النبي ﷺ ويدعو للمؤمنين والمؤمنات كما في البدائع.

(البحر الرائق ص ۱۴۷ جلد ۲ باب صلاة الجمعة)

﴿۴﴾ قال العلامة مفتي كفايت الله الدهلوي: عیدین کے بعد دعائے مانگنے کافی الجملہ تو ثبوت ہے مگر تعین موقع کے ساتھ ثبوت نہیں کہ نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد، دونوں موقعوں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نماز عید یا خطبہ عید کے بعد دعا کرنے یا نہ کرنے کے متعلق قول رسول یا فعل رسول ثابت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ احادیث و فقہ کی روشنی میں نماز عید یا خطبہ عید کے بعد دعا ثابت ہے یا نہیں؟ صحیح بخاری اور مسلم کی روایات میں نبی ﷺ کے زمانہ میں خواتین کا عید گاہ جانا اور مسلمانوں کی دعائیں میں شریک ہونا صراحتہ موجود ہے، اگر یہ دعا اجتماعی نہ تھی تو شرکت کا کیا مطلب ہے اور اگر دعا ہے تو اجتماعی ہوگی یا انفرادی؟ بینوا تو جروا

المستفتی: منزل حسن گلشن اقبال کراچی..... ۲۲/ شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: نماز عید یا خطبہ عید کے بعد دعا کرنے یا نہ کرنے کے متعلق قول رسول یا فعل رسول

مروی نہیں ہے اور حدیث میں جو مروی ہے، ویشہدن دعوة المسلمین ﴿۱﴾ تو یہ لفظ دعا، وعظا اور عبادت تینوں کو کہا جاتا ہے، نیز صلاة استقفا کو بھی کہا جاتا ہے صرف دعا کو نہیں کہا جاتا ہے تو ایسے تسملات سے تمسک کرنا بہت ہی نازیبا ہے مگر بہر حال احتمال کی وجہ سے مرتکب پر اشد انکار کرنا بھی مناسب نہیں ہے، (بقیہ حاشیہ) میں سے کسی ایک موقع پر دعا مانگنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

(کفایت المفتی ص ۲۹۹ جلد ۳ چھٹا باب نماز عیدین)

وقال الامام ولی اللہ الدہلوی: فابدلہما بیومین فیہما تنویہ بشعائر الملة الحنیفیة وضم مع التجل فیہما ذکر اللہ وابدوا من الطاعة لئلا یكون اجتماع المسلمین بمحض اللعب ولئلا یخلو اجتماع منهم من اعلاء کلمہ اللہ..... وضم معہ مقصداً آخر من مقاصد الشریعة وهو ان کل ملة لا بد لها من عرصتہ یجتمع فیہا اہلہا لتظهر شوکتہم وتعلم کثرتہم ولذلك استحب خروج الجمیع حتی الصبیان والنساء وذوات الخدور والحیض ویعتزلن المصلی ویشہدن دعوة المسلمین. (حجة اللہ البالغہ ۲: ۳۱ مبحث فی العیدین)

﴿۱﴾ وفی المنہاج: (قوله ویشہدن دعوة المسلمین) وفی رواية ابی داؤد یشہدن الخیر ودعوة المسلمین والدعوة تعم الموعظة والذکر وطلب الحاجة.

(منہاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۴ جلد ۳ باب خروج النساء فی العیدین)

لا سيما اذا هو لفظ رواية البخارى فيكبرن بتكبيرهم ويدعون بدعاءهم ﴿١﴾. فافهم

نماز عید یا خطبہ عید کے بعد دعا غفوا اور مباح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا بعد از نماز عید کرنی چاہئے یا

بعد از خطبہ عید؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا مفتی زردلی خان مدرسہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی..... ۱۹۸۳ء/۱۲/۲۷

الجواب: حضور ﷺ سے نماز عید کے بعد یا خطبہ عید کے بعد دعا کرنے یا نہ کرنے کے متعلق

کوئی روایت ہمیں معلوم نہیں، البتہ بظاہر نہ کرنا رائج معلوم ہوتا ہے، والا لنقل الیناء نیز پیغمبر علیہ السلام

سے اس کے منع کے متعلق بھی کوئی روایت مروی نہیں ہے، پس قواعد کی رو سے یہ دعا غفوا اور مباح ہے ﴿۲﴾

البتہ عوارض خارجیہ التزام وغیرہ کی وجہ سے ناجائز ہوگا ﴿۳﴾۔ وہو الموفق

عید کے دن مصافحہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں علماء عید کے دن

مصافحہ کرنے سے منع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حدیث نبوی ﷺ کی رو سے مسجد میں مصافحہ کرنا حرام ہے

کیا یہ صحیح ہے؟ حالانکہ عید کے دن مصافحہ کرنے سے اکثر دشمنی دوستی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ بینواتو جروا

المستفتی: ڈاکٹر محمد اقبال ملاکنڈ ایجنسی

﴿۱﴾ (صحیح البخاری ص ۱۳۲ جلد ۱ باب فضل العمل فی ایام التشریق)

﴿۲﴾ عن سلمان قال سئل رسول الله ﷺ عن السمن والجبن والفراء فقال الحلال ما احل

الله فی کتابہ والحرام ما حرم الله فی کتابہ وما سکت عنه فهو مما عفا عنه.

(سنن الترمذی ص ۲۰۶ جلد ۱ باب فی لبس الفراء ابواب اللباس)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجیم: ولان ذکر الله تعالى اذا قصد..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: کسی خاص نماز کے بعد مصافحہ کرنا مختلف فیہ ہے، امام نووی اور شمس حانوتی کے نزدیک لا بأس بہ ہے، اور صاحب درمختار کا میلان بھی جواز کی طرف ہے ابن حجر اور صاحب ملتقط کا میلان کراہیت کی طرف ہے، اور ابن الحاج المالکی نے اس کو بدعت کہا ہے، والروایات کلها مسطورة فی رد المحتار ص ۳۳۶ جلد ۵ ﴿۱﴾ فلیراجع، پس احتیاط ترک میں ہے، وهو الاقوی من حیث الدلیل، البتہ کرنے والے پر اشد انکار نہ کی جائے، لوجود الروایة المبیحة، فافهم. وهو الموفق

شہر سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر صحرا میں نماز عید ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ علاقہ مری میں شہر سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر غیر آباد جگہ میں برسوں سے عیدین کی نماز پڑھائی جاتی ہے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ عید کی نماز شہر (بقیہ حاشیہ) بہ التخصیص بوقت دون وقت او بشی دون شی لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع بہ لانه خلاف المشروع.

(البحر الرائق ص ۱۵۹ جلد ۲ باب العیدین)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: حیث قال اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل لقاء واماما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلاة الصبح والعصر فلا اصل له فی الشرع علی هذا الوجه ولكن لا بأس به فان اصل المصافحة سنة..... ونقل مثله عن الشمس الحانوتی وانه افتی به مستدلاً بعموم النصوص الواردة فی مشروعيتها وهو الموافق ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد اداء الصلاة بكل حال..... ثم نقل ابن حجر عن الشافعية انها بدعة مکروهة لا اصل لها فی الشرع..... وقال ابن الحاج من المالکية فی المدخل انها من البدع وموضع المصافحة فی الشرع انما هو عند لقاء المسلم لا خیه لا فی ادبار الصلوات.

(رد المحتار هامش الدر المختار ص ۲۷۰ جلد ۵ باب الاستبراء وغیره)

سے باہر صحرا میں پڑھی جائے نہ کہ شہر میں، اب وہاں صرف عیدین پڑھی جاتی ہے نہ کہ جمعہ، تو کیا یہ نماز درست ہوگی؟ بینواتوجروا

المستفتی: خلیل الرحمن مدرسہ تجوید القرآن کوہ مری راولپنڈی..... ۱۹۷۶ء/۵/۱۳

الجواب: بہ ظاہر اس جگہ میں نماز جمعہ پڑھنا بھی جائز ہے، کما فی البدائع ص ۲۶۰ جلد ۱ وهل تجوز صلاة الجمعة خارج المصر منقطعاً عن العمران ام لا ذکر فی الفتاویٰ روایۃ عن ابی یوسف ان الامام اذا خرج يوم الجمعة مقدار ميل او ميلين فحضرته الصلاة فصلی جاز وقال بعضهم لا تجوز الجمعة خارج المصر منقطعاً عن العمران وقال بعضهم على قول ابی حنیفہ و ابی یوسف يجوز وعلى قول محمد لايجوز كما اختلفوا فی الجمعة ﴿۱﴾. وهو الموفق

عید کارڈ، عید مبارکی اور عید کیلئے نئے کپڑوں کے اہتمام کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) عید کارڈ بھیجنا کیسا ہے؟ خط یا کارڈ قبل از عید جائز ہے یا نا جائز؟ (۲) عید کے دن مبارکبادیاں شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور مضامین کا کیا حکم ہے؟ (۳) عید کیلئے چند مہینے پہلے سے کپڑے بنانا اور اہتمام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: خان محمد تنگی چارسدہ..... ۱۵/رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: (۱) عید کارڈ یا خط کے ذریعہ مبارکبادی دینا نہ مطلوب شرعی ہے اور نہ ممنوع شرعی

بلکہ مباح ہے۔ (۲) عید کے دن کسی کو مبارکبادی دینا مندوب ہے، حدیث سے ثابت ہے ﴿۲﴾ اور نماز

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ص ۵۸۶ جلد ۱ فصل فی بیان شرائط الجمعة)

﴿۲﴾ قال العلامة سید احمد الطحطاوی: والتهنئة بقوله تقبل الله منا ومنكم لا تنكروا بل

مستحبة لورود الاثر بها كما رواه الحافظ ابن حجر عن (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عید کے بعد مصافحہ کرنا مختلف فیہ ہے لہذا اس میں تشدد مناسب نہیں البتہ کرنے سے نہ کرنا احوط ہے۔
(۳) جدید کپڑوں کا اہتمام کرنا بھی نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع۔

ملاحظہ:..... بے پردگی، غیر محارم سے مصافحہ، فضول خرچی، التزام مالا یلزم تمام کے تمام منکرات شرعیہ ہیں جو کہ غم و شادی کے مواقع میں دیکھے جاتے ہیں، پس مناسب یہ ہے کہ ان منکرات کی انسداد کی جائے نہ کہ شادی وغیرہ کی، فافہم۔ وہو الموفق

(بقیہ حاشیہ) تحفة عید الاضحیٰ لابی القاسم المستملی بسند حسن وکان اصحاب رسول اللہ ﷺ اذا التقوا يوم العيد يقول بعضهم لبعض تقبل الله منا ومنكم قال قول الرجل لصاحبه عيد مبارك عليك ونحوه ويمكن ان يلحق هذا اللفظ بذلك في الجواز الحسن واستحبابه لما بينهما من التلازم. (الطحطاوى على المراقى ص ۵۳۰ باب احكام العیدین)
وقال العلامة جلال الدين السيوطى: اخرج الطبرانى فى الكبير وزاهر بن طاهر فى تحفة عيد الاضحى عن حبيب بن عمر الانصارى قال: حدثنى ابي قال: لقيت وائلة رضى الله عنه يوم عيد فقلت: تقبل الله منا ومنك، فقال: تقبل الله منا ومنك، واخرج الاصبهاني فى الترغيب عن صفوان بن عمرو السكسكى قال: سمعت عبد الله بن بشر، وعبد الرحمن بن عائذ، وجبير بن نفير، وخالد بن معدان يقول لهم فى ايام الاعياد، تقبل الله منا ومنكم ويقولون ذلك لغيرهم، واخرج الطبرانى فى الدعاء، والبيهقى عن راشد بن سعد ان ابا امامة وائلة لقياه فى يوم عيد فقالا: تقبل الله منا ومنك، واخرج زاهر بن طاهر فى كتاب تحفة عيد الفطر وابو احمد القرضى فى مشيخته بسند حسن عن جبير بن نفير قال: كان اصحاب رسول الله ﷺ اذا التقوا يوم العيد يقول بعضهم لبعض، تقبل الله منا ومنكم واخرج زاهر ايضا بسند حسن عن محمد بن زياد الالهانى قال: رأيت ابا امامة الباهلى يقول فى العيد لاصحابه تقبل الله منا ومنكم، واخرج البيهقى من طريق ادهم مولى عمر بن عبد العزيز قال: كنا نقول لعمر بن عبد العزيز فى العیدین، تقبل الله منا ومنك يا امير المؤمنين فيرد علينا مثله..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عید کے دن مصافحہ اور معانقہ سے منع کرنے میں تشدد زیہا نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عیدین کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو عوام الناس کو اس سے منع کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ صاحب احسن الفتاویٰ جناب مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مہتمم اشرف المدارس کراچی نے فتاویٰ مذکورہ کے ص ۱۲۸۰ میں اس سوال کے جواب میں شامی کا حوالہ دیتے ہوئے عبارت ذیل نقل کی ہے۔

نقل فی تبیین المحارم عن الملقط انه تکره المصافحة بعد اداء الصلاة بكل حال لان الصحابة ما صافحوا بعد اداء الصلوة ولانها من سنن الروافض، ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعية انها بدعة مکروهة لا اصل لها فی الشرع وانه ینبہ فاعلها اولا وبعذر ثانيا..... وقال ابن الحاج من المالکية فی المدخل انها من البدع وموضع المصافحة فی الشرع انما هو عند لقاء المسلم لا خیه لافی ادبار الصلوات فحيث وضعها الشرع يضعها فينهى عن ذلك ويزجر فاعله لما اتى به من خلاف السنة ثم اطال فی ذلك فراجعہ فقط، (بقیہ حاشیہ) ولا ینکر ذلك، وخرج الطبرانی فی الدعاء عن شعبه بن الحجاج قال: لقيت يونس بند عبيد فقلت تقبل الله منا ومنك فقال لي مثله وخرج الطبرانی فی الدعاء من طريق حوشب بن عقيل قال: لقيت الحسن البصري فی يوم عيد فقلت: تقبل الله منا ومنك، وخرج ابن حبان فی الشقات عن علي بن ثابت قال: سألت مالكا عن قول الناس فی العيد تقبل الله منا ومنك فقال: ما زال الامر عندنا كذلك لكن اخرج ابن عساكر من حديث عبادة بن الصامت قال: سألت رسول الله ﷺ عن قول الناس فی العيدین تقبل الله منا ومنكم فقال: "كذلك فعل اهل الكتابين" وكرهه وفي اسناده عبد الخالق بن خالد بن زيد بن واقد الدمشقي قال فيه البخاري منكر الحديث، وقال ابو حاتم: ضعيف، قال النسائي: ليس بثقه، وقال الدارقطني: متروك، وقال ابو نعیم: لا شيء. (الحاوی للفتاویٰ ۱: ۸۰، ۸۱ مبحث التهنة بالعيد)

اب دریافت طلب یہ ہے (۱) یہ مخالفت کس درجے کی ہے؟ (۲) یہ مخالفت آیا نماز کرنے کے فوراً بعد کیلئے ہے یا عید کا پورا دن اس میں داخل ہے؟ (۳) کیا معانقہ اس میں داخل ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: محمد رفیق مدرسہ رحیمیہ مسجد پیری والی ملتان شہر

الجواب: (۱) علامہ شامی نے رد المحتار جلد خامس کے مذکورہ بالا صفحہ میں امام نووی اور شیخ ابوالحسن بکری اور شمس حانوتی وغیرہ سے اس مصافحہ (کسی خاص نماز کے بعد) کو جائز اور مباح لکھا ہے اور صاحب درمختار علامہ حصکفی کا میلان بھی جواز کی طرف ہے، لہذا اس مسئلہ میں تشدد نہ کرنا چاہئے اور بہر حال نہ کرنا افضل ہے، لان عند التعارض يرجح المحرم ولان العوام يعتقدون ان لها خصوصية زائدة على غيرها ان ظاهر كلامهم انه لم يفعلها احد من السلف في هذه المواضع ﴿۱﴾۔
(۲) جن فقہاء نے اس مصافحہ کو مکروہ اور بدعت کہا ہے ان کے اقوال کی طرف مراجعت کرنے سے معلوم ہوتا ہے ﴿۲﴾ کہ جب مصافحہ اول ملاقات کے وقت ہو اور مصافحہ کرنے کے اوقات کے متعلق نسبت باقی اوقات کی زیادہ خصوصیت اور زیادہ ثواب کا عقیدہ نہ ہو تو اس مصافحہ میں کوئی حرج نہیں کیونکہ تخصیص اعتقادی سے بچنا ضروری ہے تخصیص عملی سے بچنا شرعا اور عقلاً ناممکن ہے۔
(۳) معانقہ کے متعلق فقہاء نے تصریح نہیں کی ہے لیکن دلائل جانہین اس میں جاری ہیں لہذا مصافحہ اور معانقہ کا حکم یکساں ہوگا۔

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ص ۲۷۰ جلد ۵ باب الاستبراء وغیرہ)
﴿۲﴾ قال الامام ربانی رشید احمد الکنگواہی: معانقہ و مصافحہ بوجہ تخصیص کے کہ اس روز میں اس کو موجب سرور اور باعث مؤدت اور ایام سے زیادہ مثل ضروری کے جانتے ہیں بدعت ہے اور مکروہ تحریمی اور علی الاطلاق ہر روز مصافحہ کرنا سنت ہے ایسا ہی بشرائط خود یوم العید کے ہے اور علی هذا معانقہ جیسا بشرائط خود دیگر ایام میں ہے ویسا ہی یوم عید کے ہے کوئی تخصیص اپنی رائے سے کرنا بدعت ضلالہ ہے۔
(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۸ کتاب البدعات)

ملاحظہ:..... عوام کو اختلاف فقہاء ظاہر کرنے سے نیز اس حقیقت کو واضح کرنے سے کہ اس خاص مصافحہ میں دیگر اوقات سے زیادہ ثواب نہیں ہے، صرف اسی پر اکتفا کرنے سے فتنے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وهو الموفق

عیدین کی نماز میں مسبوق اپنی رکعت مع تکبیرات پوری کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیدین کی نماز میں مقتدی دوسری رکعت میں شامل ہو اتو فوت شدہ رکعت کو کس طرح پوری کرے گا، تکبیرات کہے گا یا نہیں، بینواتو جروا المستفتی: نا معلوم.....

الجواب: امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ اور سورت پڑھ کر تکبیرات زوائد کہہ کر اپنی رکعت پوری کرے، فی الدر المختار ولو ادرك المؤتم الامام في القيام بعد ما كبر كبر في الحال برأى نفسه لانه مسبوق ولو سبق بر كعة يقرأ ثم يكبر لنلا بتوالى التكبير ﴿١﴾. وهو الموفق

تکبیرات تشریق احادیث سے ثابت ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایام تشریق میں تکبیرات تشریق کہاں سے ثابت ہیں؟ بینواتو جروا المستفتی: حبیب الحق حضراتک..... ۱۹۸۶ء

الجواب: وتکبیرات التشریق فمروية عن عائشة وابن مسعود وعلی رضی اللہ عنہم فلیراجع الی البدائع الصنائع ص ۱۹۵ جلد ۱ ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۶۱۶ جلد ۱ باب العیدین)

﴿۲﴾ قال العلامة کاسانی: اتفق شیوخ الصحابة نحو عمر وعلی و عبد اللہ بن مسعود وعائشة رضی اللہ عنہم علی البدایة بصلاة الفجر من يوم . (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تکبیرات تشریق منفرد اور عورت دنوں پر واجب ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تکبیرات تشریق تو باجماعت نماز کے بعد مردوں پر واجب ہیں کیا یہ منفرد نماز پڑھنے والے اور عورتوں پر بھی واجب ہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: فضل مالک سوڑیزی پایاں پشاور..... ۱۹۹۳ء/۹/۲۶۔

الجواب: مفتی بہ قول کی بنا پر تکبیرات تشریق منفرد اور عورتوں پر بھی واجب ہیں البتہ عورت جہر نہ کرے گی ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

بنا بر قول مفتی بہ تکبیرات تشریق عرفہ کی صبح سے تیرہ ذی الحجہ کی عصر تک ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تکبیرات تشریق عرفہ کی صبح سے دس ذی الحجہ کے عصر تک واجب ہیں اور صاحبین کے نزدیک عرفہ کی صبح سے تیرہ ذی الحجہ کے عصر تک واجب ہیں اس میں مفتی بہ قول کونسا ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: مولانا عبدالرحیم قلعہ سیف اللہ..... ۱۹۹۰ء/۱۰/۱۰۔

(بقیہ حاشیہ) عرفہ وبہ اخذ علماؤنا، قلت اما رواية ابن مسعود وعلى ذكره محمد بن الحسن في كتابه الآثار ص ۲۲ برقم ۲۰۸ والحاكم في المستدرک ص ۲۹۹ جلد ۱ رقم: ۳۰۰، واما رواية عمر فاخرجه الحاكم في المستدرک ص ۲۹۹ جلد ۱ في كتاب العیدین. (بدائع الصنائع ص ۴۵۸ جلد ۱ فصل في وجوب التكبير ايام التشريق)
﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ووجوبه على امام مقيم بمصر وعلى مقتد مسافر او قروي او امرأة بالتبعية لكن المرأة تخافت ويجب على مقيم اقتدى بمسافر وقالوا بوجوبه فور كل فرض مطلقا ولو منفردا او مسافر او امرأة لانه تبع للمكتوبة الى عصر اليوم الخامس آخر ايام التشريق وعليه الاعتماد والعمل والفتوى في عامة الامصار.
(الدر المختار على هامش رد المحتار ص ۶۲۰ جلد ۱ باب العیدین)

الجواب: مفتی بہ مذہب صاحبین کا ہے، کما فی الدر المختار ص ۵۸۹ جلد ۱
باب العیدین ﴿۱﴾ وعلیہ الاعتماد وعلیہ العمل والفتویٰ فی عامة الامصار وكافة
الاعصار۔ وهو الموفق

تکبیرات تشریق میں مفتی بہ قول صاحبین کا ہے

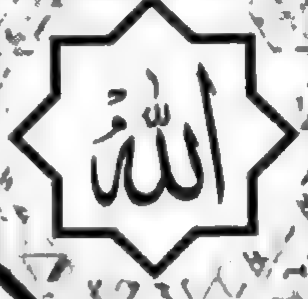
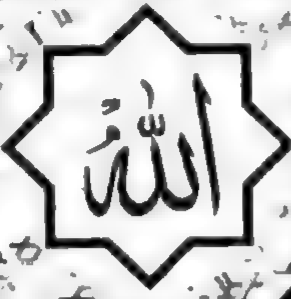
سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تکبیرات ایام تشریق میں مفتی بہ
قول صاحبین کا ہے یا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا؟ بینوا تو جروا
المستفتی: لعل محمد بلوچستانی..... ۲۶/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: مفتی بہ مذہب صاحبین کا ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: وقال ابو جوبه فور كل فرض مطلقا ولو منفردا او
مسافرا او امرأة لانه تبع للمكتوبة الى عصر اليوم الخامس آخر ايام التشریق وعلیہ الاعتماد
والعمل والفتویٰ فی عامة الامصار وكافة الاعصار.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۶۲۰ جلد ۱ باب العیدین)

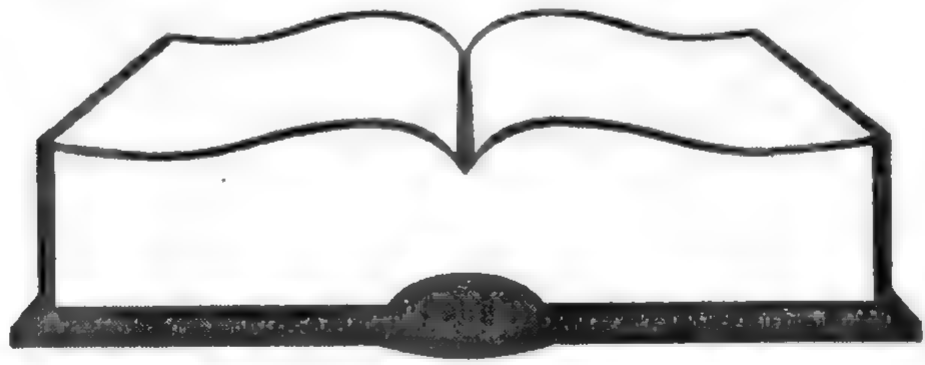
﴿۲﴾ قال العلامة جلال الدين الخوازمي: بعد تفصيل المسئلة وذكر العلامة نجم الدين
الزاهدی فی شرحه للقدوری والفتویٰ والعمل فی عامة الامصار وكافة الاعصار علی
قولهما. (الكفاية في ذیل فتح القدير ۲: ۳۹ فصل فی تكبيرات التشریق ومثله فی الهندية
۱: ۱۵۲ والتاريخانية ۲: ۱۰۲۱)



فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ

کتاب الجنائز





قال الله تعالى

الهلكم التكاثر حتى زرتم المقابر (الآية)

عن ابي هريرة رضي الله عنه قال:

قال رسول الله ﷺ اكثروا ذكرها ذم اللذات: الموت.

رواه الترمذي والنسائي وابن حبان والحاكم وابن عدي



کتاب احکام الجنائز

باب صلاة الجنائز

ایک مسلمان کو بلا جنازہ دفن کرنے سے تمام مطلع لوگ گنہگار ہوں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسلمان مستحق جنازہ کو بلا

جنازہ دفن کیا گیا اس کا گناہ کس پر ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولانا نور جتان صاحب سرائے نورنگ بنوں

الجواب: جو شخص شرعاً مستحق جنازہ ہو تو اس کو بغیر جنازہ کے دفنانے سے تمام مطلع لوگ گنہگار

ہوں گے خواہ مقامی لوگ ہوں یا غیر مقامی، لانہم تارکوا الفرض ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

نماز جنازہ میں عدم تاخیر افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کو موخر کرنا

جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی صالح موسیٰ زئی شریف..... ۲۱/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: نماز جنازہ میں عدم تاخیر افضل ہے: لما فی الہندیۃ ص ۵۴ جلد ۱ لکن

﴿۱﴾ وفی فتاویٰ الہندیۃ: الصلاة علی الجنائزۃ فرض کفایۃ اذا قام بہ البعض واحدا کان او

جماعۃ ذکر کان او انشی سقط عن الباقرین واذا ترک الكل اثموا مکذا فی التارخانیۃ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۶۲ جلد ۱ الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت)

الافضل فی سجدة التلاوة تاخيرها وفي صلوۃ الجنازۃ التاخير مكروه هكذا في التبيين
﴿١﴾ وفي شرح التنوير على هامش ردالمحتار ص ۳۲۷ جلد ۱ وفي التحفة الافضل
ان لا توخر الجنازۃ ﴿٢﴾. وهو الموفق

جنازہ میں عوام کی طرف سے مقررہ قاضی امام الحی پر مقدم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قاضی صاحب باپ دادا سے
شرعی فیصلوں کیلئے قاضی آرہا ہے اور باپ دادا سے یہ لوگ جنازے پڑھ رہے ہیں اب قوم نے بھی اس
قاضی صاحب کو شرعی فیصلوں کیلئے منتخب کیا ہے تو اس قاضی کی موجودگی میں امام الحی نماز جنازہ کا مجاز ہے یا
نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: قاضی اشرف خان باڑہ ایجنسی..... ۲۱/۵/۱۹۸۴ء

الجواب: صریح جزئیہ یافتہ نہ شد البتہ مقتضائے نظائر این ست کہ این قاضی مقرر شدہ از
جانب عوام مقدم بر امام الحی است، ونظیرہ تقدیم الخطیب الذی نصب من العامة علی امام
الحی ﴿٣﴾ والوجه فيه ان الرضاء علی تقدیمه كالعبارة بخلاف تقدم امام الحی فانه
كالرضاء بالدلالة. فافهم. وهو الموفق

﴿١﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۵۲ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان الاوقات التي لا تجوز فيها
الصلاة وتكره فيها)

﴿٢﴾ (ردالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۷۵ جلد ۱ کتاب الصلوۃ)

﴿٣﴾ قال الحصكفي: واختلف في الخطيب المقرر من جهة الامام اعظم او من جهة نائبه
هل يملك الاستنابة في الخطبة فقل لا مطلقا اي لضرورة اولا الا ان يفوض اليه ذلك
وقيل ان لضرورة جاز والا لا وقيل نعم يجوز مطلقا بلا ضرورة لانه على شرف الفوات لتوقه
فكان الامر به اذنا بالاستخلاف دلالة ولا كذلك القضاء... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

جنازہ میں فاتحہ پڑھنا اور مذہب احناف

سوال: میت پر جو جنازہ پڑھا جاتا ہے اگر یہ نماز ہے تو اس میں سورۃ فاتحہ کیوں نہیں پڑھی جاتی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی جائے، حنفی مذہب نے اس کی اجازت کیوں نہیں دی ہے؟ اور اگر یہ دعا ہے تو دعا کے بعد دعا کی کیا ضرورت ہے؟ حالانکہ کتابوں میں جنازہ کے بعد دعا مستحب لکھی ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولوی عبد المتین خادم جامع مسجد میاں عمر صاحب چمکنی پشاور..... ۱۳/ جون ۱۹۸۳ء

الجواب: بدائع وغیرہ میں مسطور ہے کہ احناف کے نزدیک نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کو ثنا کی حیثیت سے پڑھنا جائز ہے ﴿۱﴾ اور حدیث ابوداؤد شریف، اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء ﴿۲﴾ کی بنا پر اذکار جنازہ میں اصل دعا ہے اور دعا داخلی کے بعد دعا خارجی ممنوع نہیں ہے ﴿۳﴾ کما فی الصلوات الخمسة. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وهو الظاهر من عباراتهم الخ.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۵۹۲ جلد ۱ مطلب فی جواز استنابة الخطیب)
وقال الشرنبلالی: وفي التبیین عن جوامع الفقه امام المسجد الجامع اولی من امام الحی انتہی، والصلوة فی الاصل حق الاولیاء لقربهم الا ان الامام والسلطان یقدمان لعارض الامامة العظمی والسلطنة فان التقدم علیهما فیہ ازدراء وفساد امر المسلمین فیتحاشا عن ذلك الفساد فیجب تقدیم من له حکم عام.

(امداد الفتاح ص ۶۲۲ فصل فی بیان الاحق بالصلوة علی الجنازة)

﴿۱﴾ قال العلامة الکاسانی: وعندنا لو قرأ الفاتحة علی سبیل الدعاء والثناء لم یکره.

(بدائع الصنائع ص ۵۲ جلد ۲ فصل فی بیان کیفیة الصلاة علی الجنازة)

﴿۲﴾ (منن ابی داؤد ص ۱۰۰ جلد ۲ باب الدعاء للمیت کتاب الجنائز)

﴿۳﴾ وفي المنهاج: قد ثبت الدعاء بعد صلاة الجنازة..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جنازہ میں امام کا چار سے زائد تکبیرات کہنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ میں چار تکبیرات ہیں اگر امام غلطی سے پانچ تکبیرات پڑھ لیں تو کیا یہ جنازہ جائز ہوگا؟ بینوا تو جروا
المستفتی: جان محمد صاحب ہاتھیان مردان ۱۶ / شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: پانچ تکبیرات کرنے سے جنازہ میں نقصان نہیں آتا البتہ زائد تکبیر میں مقتدی امام کے ساتھ تکبیر نہ کریں گے اور سلام پھیرنے میں اس امام کے ساتھ شریک ہوں گے، ماخوذ از شرح التتویر علی هامش رد المحتار (ص ۵۸۶ جلد ۱) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ممن فاتۃ الجنازۃ مثل ابن عمرو عبد اللہ بن سلام، واما الدعاء ممن صلی علیہا فذخیرۃ الاحادیث ساکتۃ عنہ فمن ادعی انہ علیہ الصلاۃ والسلام دعا بعدها او ادعی انہ لم یدع بعدها فدخل فی حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبعہ من النار ولو قال الخصم لو دعا بعدها لبلغ الینا، لجاز لنا ان نقول لو لم یدع لبلغ الینا کما بلغ الینا انہ ما اذن وما اقام لصلاۃ العید، وبالجملة انہ لا بد من الفرق بین عدم الروایۃ و بین روایۃ العدم. نعم منع عنہ الفقہاء واكثرہم لم یذکروا دلیل المنع، والبعض عللوا المنع بالزیادۃ علی الجنازۃ، والبعض الآخر عللوه بتکرار الجنازۃ، وکلتا القیحتین انما تلزمان اذا دعا قائما فی الصف دون بعد کسر الصف و کذا اکثر الفقہاء یعبرون بلفظ طویل ای لا يقوم بالدعاء ولا یعبرون بلفظ مختصر ای لا یدعو. فیکون الدعاء بعد کسر الصف عفواً ومباحاً لحديث ما سکت عنہ فهو عفو رواہ ابو داؤد، نعم کم من مباح یصیر ممنوعاً لعارض مثل الالتزام وغیرہ واعلم ان الفقہاء الحنفیۃ یعللوا هذا المنع بانہ لم یوجد فی خیر القرون فانه دلیل سلفی منقوض جمعاً ومنعاً.

(منہاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۱۶ جلد ۴ باب ماجاء فی الصلاۃ علی القبر)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ولو کبر امامہ خمساً لم یبغ لانہ منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معہ اذا سلم به یفتی. (الدرا المختار علی هامش رد المحتار ص ۶۳۵ جلد ۱ باب صلاۃ الجنائز)

جنائزہ سے منع کرنے والے توبہ تائب ہو جائیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند آدمی ایک مسلمان کے جنازہ سے باقی گاؤں والوں کو منع کریں کہ تم شرکت مت کرو، اور اس رویہ سے مضافات بھی متاثر ہو کر جنازوں سے منع ہو رہے ہیں جنازہ جو فرض کفایہ ہے اگر پڑھنے پڑھانے کا یہ سلسلہ اسی طرح بند ہو جائے تو رفتہ رفتہ فرض عین کا خاتمہ بھی ہو جائے گا، منع کرنے والے با اثر آدمی ہیں ان کے ساتھ ہمیں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے اور شرع میں ان کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبدالمنان ہزارہ..... ۲۳/نومبر ۱۹۷۳ء

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ مانعین گنہگار اور مجرم ہیں، قال اللہ تعالیٰ: ولا تطع کل حلاف مہین ہماز مشاء بنمیم مناع للخیر (الآیۃ) ﴿۱﴾ وقال: القیافی جہنم کل کفار عنید مناع للخیر (الآیۃ) ﴿۲﴾ ان کیلئے توبہ ضروری ہے۔ وہو الموفق

دعا بعد الجنائزہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا بعد الجنائزہ کا کیا حکم ہے؟ شریعت کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمادیں۔ بینواتوجروا

المستفتی: نائب صدر اصلاحی کمیٹی نوشہرہ..... ۲۳/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: دعا بعد الجنائزہ قبل از کسر الصفوف التزام کے ساتھ بدعت ہے اور بلا التزام بدعت نہیں ہے، البتہ دعا قبل السلام پر اکتفا کرنا افضل اور تعامل سلف سے اوفق ہے، اور بعد السلام بعد کسر

﴿۱﴾ (سورۃ القلم پارہ: ۲۹ آیت: ۱۲ رکوع: ۳)

﴿۲﴾ (سورۃ ق پارہ: ۲۶ آیت: ۲۴ رکوع: ۱۶)

الصفوف بلا التزام ممنوع نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

جنازہ میں تین صفوف بنانا افضل اور کثرت کی صورت میں طاق بنانا انسب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ میں صفوف کو طاق رکھنا مستحب ہے یا سنت؟ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب شرکاء کی کثرت ہو تو پھر طاق صفیں بنانا مستحب نہیں رہتا کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: زاہد حسین ص ۶۰ نو شہرہ ۲۱ / ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

الجواب: نماز جنازہ میں تین صفوف بنانا افضل ہے (سنت زائدہ اور مستحب ہے) لحديث

ما من مسلم يموت فيصلي عليه ثلاثة صفوف من المسلمين الا اوجب فكان مالک اذا استقل اهل الجنائزۃ جزأهم ثلثة صفوف وفي رواية فتقال الناس عليها جزأهم ثلثة: جزاء (مشکوٰۃ ص ۱۶۲ جلد ۱) ﴿۲﴾ وفي ردالمحتار ص ۸۱۸ جلد ۱ ويستحب ان يصف ثلثة صفوف ﴿۳﴾ پس اگر شرکاء زیادہ ہوں تو اس کے متعلق تصریح نہیں ملی ﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: وقيد بقوله بعد الثالثة لانه لا يدعو بعد التسليم كما في الخلاصة وعن الفضلي لا بأس به.

(البحر الرائق ص ۱۸۳ جلد ۲ فصل السلطان احق بصلاته، كتاب الجنائز)

وقال الشرنبلالي: ويسلم وجوباً بعد التكبير الرابعة من غير دعاء بعدها في ظاهر الرواية واستحسن بعض المشائخ ان يقال ربنا آتانا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار اور بنا لا تزعج قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب. (امداد الفتاح ص ۶۲۰ مطلب سنن الجنائزۃ)

﴿۲﴾ (مشکوٰۃ المصابيح ص ۱۴۷ جلد ۱ باب المشي بالجنائزۃ الفصل الثالث)

﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۶۲۵ جلد ۱ مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي باب صلاة الجنائزۃ)

البتہ حدیث ان اللہ وترویح الوتر ﴿۱﴾ پر عمل کرنا انسب ہے جبکہ حرج نہ ہو۔ وہو الموفق

جنازہ میں امام کا جہر سے دعا پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جنازہ میں پیش امام نے آخری تکبیر کے بعد دعا جہر سے پڑھی، سلام پھیرنے کے بعد دوسرے علماء نے جنازہ نہ ہونے کا فتویٰ دیا اور دوبارہ جنازہ پڑھایا گیا، کیا اس وجہ سے جنازہ دوبارہ پڑھایا جائے گا؟ بینواتوجروا
المستفتی: شیخ عطاء محمد

الجواب: واضح رہے کہ جنازہ کے ارکان تکبیرات ہیں اور ادعیہ وغیرہ پڑھنا مسنون ہیں، اور ان میں مخافت بھی نماز کی طرح مسنون ہے ﴿۲﴾ اور بعض اوقات میں پیغمبر علیہ السلام سے جہر بھی ثابت ہے ﴿۳﴾ لہذا اس خلاف سنت امر کی وجہ سے اعادہ خلاف سنت ہے، ولم اجده صریحاً مع تتبع بلیغ ولذا اجبت بحسب ما اقتضاه القواعد والاصول. وہو الموفق

﴿۱﴾ (صحیح البخاری ص ۹۴۹ جلد ۲ باب لله تعالیٰ مائة اسم غیر واحد قبیل کتاب الرقاق)
﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ویسلم بلا دعاء بعد الرابعة تسلیمتین ناویاً المیت مع القوم ویسر الكل الا التکبیر ذیلعی وغیرہ لکن فی البدائع العمل فی زماننا علی الجہر بالتسلیم.
(الدرا المختار علی هامش ردالمحتار ص ۶۴۴ جلد ۱ باب صلاۃ الجنازۃ)
وقال العلامة ابن نجیم: ولا یجہر بما یقرأ عقب کل تکبیرۃ لانه ذکر والسنة فیہ المخافۃ کذا فی البدائع وفیہ وهل یرفع صوته بالتسلیم لم یتعرض له فی ظاہر الروایۃ وذكر الحسن بن زیاد انه لا یرفع لانه للاعلام ولا حاجة له لان التسلیم مشروع عقب التکبیر بلا فصل ولكن العمل فی زماننا علی خلافہ. (بحر الرائق ۲: ۱۸۴ فصل السلطان احق بصلاتہ)
﴿۳﴾ وعن ابن عباس انه صلی علی جنازۃ فقرأ فیہا بفاتحة الكتاب وجہر بها. أخرجه الشافعی فی مسنده ص ۵۷۹ جلد ۱ والبخاری فی صحیحہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قبرستان میں نماز جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جنازہ کے آگے اگر مقبرہ ہو یا قبریں ہوں تو نماز اور نماز جنازہ نہیں ہوتی بلان فیہ تشبیہ مع اہل الکتاب..... ویکرہ فی معاطن الابل والمزبلہ والمجرزہ والمختسل والحمام والمقبرۃ وعلی سطح الکعبۃ، وعن ابی مرثد قال قال رسول اللہ ﷺ لا تجلسوا علی المقبور ولا تصلوا الیہا لان فیہ استخفاف (رواہ مسلم) ولان فیہ تعظیماً بلیغاً، وپہری بات یہ ہے کہ جو مسائل نماز کے ہیں وہی جنازہ کے بھی ہیں تو جس طرف نماز نہیں ہوگی جنازہ بھی نہیں ہوگا، بحوالہ قاضی خان، مشکوٰۃ ص ۱۶۲ منیۃ المصلی ص ۲۸۱، فتاویٰ ودودیہ، وضاحت فرما کر اطمینان دلادیں۔ بیو الوجروا المستفتی: سید مجاہد استاد گنڈھیری لاٹھیہ..... ۲۷/نومبر ۱۹۷۳ء

الجواب: اختلف الاکابر فی کراہیۃ صلوۃ الجنازۃ عند

القبور القریۃ بلا حائل ﴿۱﴾ والظہر عدم الکراہیۃ لان النبی ﷺ صلی علی بعض (بقیہ حاشیہ) فی الجنائز باب قراءۃ فاتحۃ الكتاب علی الجنائز برقم: ۱۳۳۵، وابدوادی سننہ فی الجنائز باب ما یقرأ علی الجنازۃ والترمذی فی جامعہ فی الجنائز والنسائی فی المجتبی من السنن والحاکم فی المستدرک.

(حاشیہ بدائع الصنائع ص ۵۲ جلد ۲ کیفیت صلاۃ الجنازۃ)

﴿۱﴾ بدائع الصنائع میں ہے: قال ابو حنیفہ ولا ینہی ان یصلی علی المیت بین القبور وکان علی وابن عباس یکرہان ذلک وان صلوا اجزأهم لما روى انهم صلوا علی عائشۃ وام سلمۃ بین مقابر البقیع (ص ۶۵ جلد ۲ سنن الدہلوی) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۳۶۷ جلد ۵ میں ہے، جہاں پر چہار طرف قبریں ہوں نماز جنازہ یا نماز فرض پڑھنا مکروہ ہے، اور امداد الفتاویٰ ص ۵۰۱ جلد ۱ باب الجنائز میں ہے، قبر کی طرف جو نماز مکروہ ہے تو بوجہ اس کے کہ وہ مشتمل ہے میت پر جس میں احتمال ہے عبادت غیر اللہ کا اور نماز جنازہ میں خود میت ہی کا رو برو ہونا جائز رکھا گیا ہے تو قبر کا سامنے ہونا تو بدرجہ اولیٰ، یہ تو تحقیقی..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

القبور ﴿۱﴾. ولان التشبيه لا يتأتى بالقيام بالبحث فافهم ﴿۲﴾ ولم اجده صريحاً. وهو الموفق

مرتکب کبائر کے جنازہ کا حکم

سوال: ما حکمکم دام مجدکم در حق کسی کہ یک مرد گواہی نہ میدہد کہ زید نماز فرض گزارد، یا صوم رمضان داشته، نیز مرتکب کبائر باشد چوں بمیرد مسلمانان نماز جنازہ بریں زید مذکور گزارند یا نہ؟ زجر آیا حقیقتاً؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد سہیل ضلع کوہاٹ... ۳۱/ نومبر ۱۹۷۳ء

الجواب: باسوائے بعض اصناف کے دیگر تمام مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنا فرض ہوگی، قال

رسول اللہ ﷺ صلوا علی کل بر وفاجر رواہ ابو داؤد ﴿۳﴾ وفي الدر المختار وهي (بقیہ حاشیہ) جواب ہے اس سوال کا اور سائل نے خط میں جو بعض غیر مقلدین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عدم جواز نماز جنازہ قبور کے قریب کا حکم لگا دیا ہے تو اگر وہ اہل اہناف ہوتے تو ان کے جواب کیلئے یہ حدیث کافی ہے جس کو شیخین نے روایت کیا ہے عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ مر بقبر دفن لیلا فقال متی دفن هذا قالوا البارحة قال الفلا اذ نتمونی قالوا دفناه فی ظلمة اللیل فکرهنا ان نوقفک فقام فصففنا خلفه فصلی علیہ، دیکھئے اس حدیث میں تعریض ہے کہ آپ نے نماز جنازہ اس طرح پڑھی کہ قبر سامنے تھی اور اگر وہ اہل اہناف ہوں تو ان سے خطاب بیکہ جاہلی تسلی حاصل کر کے عمل کرنا چاہئے۔ انتہی

﴿۱﴾ عن ابن المسيب ان النبی ﷺ صلی علی قبر ام سعد بن عبادة بعد شهر. (جامع ترمذی ص ۱۲۳ جلد ۱ باب ما جاء فی الصلوة علی القبر)

﴿۲﴾ قال الکاسانی: ان صلاة الجنائزۃ لیست بصلاة علی الحقیقة انما هی دعاء واستغفار للمیت الا ترى انه ليس فيها الارکان التي تتركب منها الصلاة من البرکوع والسجود الا انها تسمى صلاة لما فيها من الدعاء واشتراط الطهارة واستقبال القبلة فيها لا يدل علی كونها صلاة حقیقة کسجدة التلاوة ولا انها لیست بصلاة مطلقة فلا يتاولها مطلق الاسم. (بدائع الصنائع ص ۵۳ جلد ۲ کیفیت صلاة الجنائزۃ)

﴿۳﴾ (سنن ابی داؤد ص ۳۵۰ جلد ۱ باب فی الغزو مع ائمة الجور کتاب الجهاد)

فرض علی کل مسلم مات خلا اربعة بغاة وقطاع طريق الخ ﴿۱﴾ پس آپ ان کبار کی فہرست روانہ کریں تاکہ ہم صحت جنازہ یا عدم صحت کا حکم دے سکیں۔ وہوالموفق

شیعہ پر جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ جب فوت ہو جائے اہل

سنت کیلئے اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: نامعلوم..... ۳/۹/۱۹۸۶ء

الجواب: جو شیعہ ضروریات دین سے انکاری ہو مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغمبر مانتا ہو، یا

صدیق اکبر کے صحابی ہونے سے منکر ہو اور یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنے والا ہو یا امامت کو

نبوت پر فوقیت دینے والا ہو یا کسی غیر اللہ کو علم کلی ثابت کرتا ہو وغیرہ تو ایسے شیعہ پر نماز جنازہ پڑھنا حرام

ہے، ایسے شیعہ کافر ہیں ﴿۲﴾۔ وہوالموفق

قرض خواہ کی جانب سے قرض دار پر جنازہ بند کرنے کا کوئی حق نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرض خواہ اپنی دولت کے گھمنڈ

میں مقروض متوفی کی توہین کی خاطر امام صاحب کو جنازہ پڑھنے سے منع کر سکتا ہے؟ اور جنازہ بند کر سکتا ہے

یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: نامعلوم.....

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۶۴۲ جلد ۱ باب صلوٰۃ الجنائز)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: نعم لا شک فی تکفیر من قذف البیدة عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا او

انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوهیة فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او نحو ذلک من

الکفر الصریح المخالف للقرآن. (رد المحتار ص ۳۲۱ جلد ۳ مطلب فی حکم سب الشیخین)

الجواب: (الف) قرض خواہ کیلئے یہ حق نہیں کہ امام وغیرہ کو جنازہ سے منع کرے، کیونکہ پیغمبر علیہ السلام ابتدا میں جب بعض مقروضین پر نماز جنازہ نہ پڑھنے کا ارادہ رکھتے تو دیگر مسلمانوں کو حکم دیتے تھے کہ تم اس پر جنازہ پڑھو، کما فی حدیث متفق علیہ والا قال للمسلمین صلوا علی صاحبکم۔ (ب) پیغمبر علیہ السلام نے یہ تغلیظ اور تشدید آخر تک جاری نہ رکھی بلکہ انتہا میں بند کی تھی، بدل علیہ کما ورد فی ذلک الحدیث فلما فتح اللہ علیہ الفتوح قام فقال انا اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم فمن توفی من المؤمنین فترک دینا فعلى قضاءہ ومن ترک ما لا فہو لورثتہ ﴿۱﴾۔ (ج) قرض خواہ کا بند کرنا اس زمانے میں ثابت نہیں ہے۔ (د) فقہاء کرام نے مدیون اور ایسے مقروض پر جنازہ نہ پڑھنے کی استثنائیں کی ہیں، فلیراجع الی الہندیۃ ص ۱۷۲ جلد ۱ ورد المحتار ص ۸۱۴ جلد ۱ ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

منکوحتہ الغیر سے نکاح کرنے والے کے جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت ایک شخص کے نکاح میں ہے اور اس شخص کی موجودگی میں یہ عورت دوسری جگہ شادی کرے اور زندگی گزارے، اسی دوران یہ عورت یا یہ دوسرا شوہر مر جائے، تو ان کا جنازہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا المستفتی: ماسل خان کئی میاں..... ۸/ فروری ۱۹۷۵ء

﴿۱﴾ (جامع الترمذی ص ۱۲۷ جلد ۱ باب ماجاء فی المدیون ابواب الجنائز)
 ﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: اقول قد یقال لا دلالة فی الحدیث علی ذلک لانه لیس فیہ سوی انہ علیہ الصلاۃ والسلام لم یصل علیہ فالظاهر انہ امتنع زجرا للغیر عن مثل هذا الفعل کما امتنع عن الصلاۃ علی المدیون ولا یلزم من ذلک عدم صلاۃ احد علیہ من الصحابة۔
 (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۶۴۳ جلد ۱ مطلب هل یسقط فرض الکفاۃ بفعل الصبی باب صلاۃ الجنازۃ)

الجواب: جس عورت کو نہ شوہر نے آزاد کیا ہو اور نہ مسلمان حاکم نے باقاعدہ تنسیخ نکاح کیا ہو تو اس عورت کے ساتھ نکاح کرنا حرام قطعی ہے، قال اللہ تعالیٰ والمحصنت من النساء الخ ﴿۱﴾ اور یہ زوجین اگر اپنے آپ کو حرام کار اور گنہگار سمجھتے ہوں تو ان پر عوام جنازہ پڑھیں گے نہ خواص ﴿۲﴾ اور اگر اپنے آپ کو حلال کار سمجھتے ہوں تو یہ زوجین بلا جنازہ کفن و دفن کئے جائیں گے ﴿۳﴾۔ وہو الموفق

منکوۃ الغیر کو رکھنے والے کا جنازہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص منکوۃ الغیر کو اپنے پاس رکھتا ہو اور اس سے بچے بھی پیدا ہو گئے ہوں، ایسے شخص کے جنازے کا کیا حکم ہے؟ اور ایسے شخص کی بیٹی کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد اشرف عفی عنہ ڈاکٹر یار حسین صوابی

الجواب: اگر ایک شخص مستحل ہو اور اپنے آپ کو گنہگار نہ سمجھتا ہو تو کفر کی وجہ سے ﴿۲﴾ اس

﴿۱﴾ (سورۃ النساء پارہ: ۵ آیت: ۲۳ رکوع ۱)

﴿۲﴾ وفي المنہاج: ظاہر حدیث النسائی اما انا فلا اصلی علیہ حجة لاحمد، ان الامام لا یصلی علیہ، ویصلی علیہ غیر الامام لحدیث والصلاة واجبة علی کل مسلم برا کان او فاجراً وان عمل الکبائر رواہ ابوداؤد، وعند ابی حنیفة ومالك واحمد یصلی علیہ بلا تخصیص وحدیث الباب واقعة عین لا عموم لها، فیحمل علی الزجر کما انه علیہ السلام فی اول الامر لا یصلی علی بعض المدیونین زجراً. (منہاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۳۶ جلد ۲ باب ماجاء فی من یقتل نفسه لم یصل علیہ)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: وقال من استحل حراما قد علم فی دین النبی علیہ الصلاة والسلام تحریمہ کنکاح المحارم فکافر.

(رد المحتار ص ۲۹ جلد ۲ مطلب استحلال المعصية القطعية کفر باب زکاة الغنم)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: وقال من استحل حراما قد..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پر جنازہ پڑھنا درست نہیں ہے ﴿۱﴾، اور اگر یہ بیوی بھی مستحلہ ہو تو ان کی بیٹی کے ساتھ نکاح قبل الاسلام درست نہیں ہے ﴿۲﴾ اور اس کی شہادت استحلال کے وقت مردود ہے اور عدم استحلال کے وقت فاسق جیسا حکم ہوگا۔ وہو الموفق

میت کا سر جنوب اور پاؤں شمال کو کر کے جنازہ پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مسجد نے لا پرواہی سے جنازہ پڑھاتے ہوئے میت کا سر جنوب اور پاؤں شمال کی طرف رہے جنازہ پڑھا کر میت کو دفنایا، کیا یہ جنازہ ہوا ہے یا نہیں؟ نیز اس میں گنہگار مقتدی ہیں یا امام؟ بینواتوجروا المستفتی: نامعلوم.....

الجواب: صورت مسئلہ میں نماز جنازہ ادا ہوئی ہے اگرچہ خلاف سنت ہے اور جب اس فعل میں عمد اور قصد نہ ہو تو کسی قسم کا گناہ بھی نہیں ہے ﴿۳﴾۔ وہو الموفق

(بقیہ حاشیہ) علم فی دین النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریمہ کنکاح المحارم فکافر۔ (ردالمحتار ص ۲۹ جلد ۲ مطلب استحلال المعصیۃ القطعیۃ کفر باب زکاة الغنم) ﴿۱﴾ وقال العلامة شرنبلالی: وشرائطها ستة اولها اسلام الميت لقوله تعالى ولا تصل على احد منهم مات ابداً، یعنی المنافقین وهم الکفرة ولانها شفاعۃ للمیت اکراماً له وطلباً للمغفرة والکافر لا تنفعه شفاعته ولا يستحق الاکرام۔ (امداد الفتاح ص ۶۱۷ فصل فی صلوٰۃ الجنازۃ) ﴿۲﴾ قال الشرنبلالی: کصبی سبی ای اسرمع احد ابویه من دار الحرب ثم مات لانه تبع له لقوله ﷺ کل مولود یولد علی الفطرة فابواه یهود انه او ینصر انه او یمجسانه..... الا ان یسلم احدهما۔ (امداد الفتاح ص ۶۲۸ مطلب ما یفعل بالمستهل)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: وصحت لو وضعوا الرأس موضع الرجلین واسبوا ان تعمدا ولو اخطوا القبلة صحت الخ۔ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۶۴۱ جلد ۱ باب صلوٰۃ الجنات)

گرفتاری سے پہلے قطاع الطريق قتل کئے جائیں تو جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روڈ پر تین ڈاکو بیٹھے تھے کہ اچانک پولیس آئے تو ان میں سے ایک نے تھانیدار کو مار ڈالا، اور بھاگ گیا اور باقی دو کو پکڑ لیا، دوسرے تھانیدار نے آکر ان کو قتل کر دیا اب ان پر جنازہ کیا جائے گا یا نہیں کیونکہ یہ تو قطاع الطريق تھے؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبد الجلیل..... ۱۹۷۴ء/۳/۲۴

الجواب: قطاع الطريق جب گرفتاری سے پہلے قتل کئے جائیں تو ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا (کما فی رد المحتار ۱: ۸۱۴) ﴿۱﴾ وهو الموفق

نابالغ کے جنازہ کی نیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغ بچہ یا بچی فوت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ کی نیت ہم یوں پڑھتے ہیں ”چار تکبیر نماز جنازہ فرض کفایہ ثنا واسطے اللہ تعالیٰ کے درود واسطے نبی علیہ الصلاۃ والسلام دعا واسطے حاضر میت کیلئے پیچھے امام صاحب کے منہ طرف کعبہ شریف کے اللہ اکبر۔“ اب بعض صاحبان کہتے ہیں کہ دعا واسطے اپنے پڑھیں کیونکہ معصوم بچہ بخشا ہوا ہے آپ صاحبان بتائیں کہ کوئی نیت درست ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: علی اصغر سیرئی ہزارہ..... ۲/نومبر ۱۹۷۴ء

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: (قوله اذا قتلوا فی الحرب ولو بعده صلی علیہم) قال الزیلعی واما اذا قتلوا بعد ثبوت ید الامام علیہم فانہم یغسلون ویصلی علیہم وهذا تفصیل حسن اخذ به کبار المشائخ لان قتل قاطع الطريق فی هذه الحالة حد او قصاص ومن قتل بذلك یغسل ویصلی علیہ.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۲۲ باب صلوٰۃ الجنائز)

الجواب: عالمگیری ص ۱۷۴ جلد ۱ میں نیت جنازہ مسطور ہے ﴿۱﴾ اس میں یہ لفظ ”دعا واسطے میت کے“ مسطور نہیں، لہذا اس کو اگر ترک کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہ ہوگا، اور اگر ذکر کیا جائے تو صرف بالغین کے جنازہ میں ذکر کی جائے لیکن غیر بالغین کے جنازہ میں ذکر کرنا غلط نہیں ہوگا، کما فی روایۃ واعذہ عذاب القبر ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

میت کا صرف سر پایا جائے جنازہ کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کا صرف سر پایا جائے، سر پر جنازہ کا کیا حکم ہوگا؟ جبکہ میت کے باقی حصہ پر ایک دفعہ جنازہ پڑھا گیا ہے۔ بینواتوجروا المستقنی: تا معلوم..... ۷/ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب: صرف سر پر جنازہ پڑھنا غیر مشروع ہے، لما فی شرح التنویر وجد رأس آدمی او احد شقیہ لا یغسل ولا یصلی علیہ بل یدفن (ہامش ردالمحتار ص ۸۰۴ جلد ۱) ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

مفتی امام کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کی نماز جنازہ سنی عقائد ﴿۱﴾ وفی الہندیۃ: فالامام والقوم ینوون ویقولون نوبت اداء هذه الفریضة عبادة لله تعالى متوجها الى الکعبة مقتدیا بالامام۔

(فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۴ جلد ۱ الفصل الخامس فی الصلاة علی الميت) ﴿۲﴾ عن سعید بن المسیب قال صلیت وراء ابی هريرة علی صبی لم يعمل خطیئة قط فسمعتہ یقول اللهم اعذہ من عذاب القبر، رواہ مالک۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۷ جلد ۱ باب المشی بالجنازۃ)

﴿۳﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۶۳۴ جلد ۱ باب صلاة الجنائز)

کے طریقہ پر ہوئی تھی اور پورا گاؤں اس بات کا عینی شاہد ہے، مگر جنازہ کرنے والے شخص نے عدالت میں سر پر قرآن رکھ کر کہا کہ میں نے شیعہ طریقہ پر جنازہ پڑھایا ہے حالانکہ وہ خود بھی سنی ہے، لہذا ایسے مغتری امام کا کیا حکم ہوگا؟ اس کی امامت کا کیا حکم ہوگا؟ بینواتو جروا

المستفتی: ملک حیات مرزا الٹک..... ۵/ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب: واضح رہے کہ کسی مرد یا عورت کے سنی یا شیعہ ہونے کا دارمدا را اعتقاد اور اقرار پر ہے پس جس عورت کے متعلق شیعہ ہونے کا کوئی ثبوت نہ ہو تو اس پر شیعوں جیسا جنازہ پڑھانا جائز ہے اور اس پر سنیوں جیسا جنازہ پڑھنے کے باوجود غلط بیانی کرنا گناہ بالائے گناہ ہے، اور اگر قوم میں اس غلط بیان کنندہ سے دینی حیثیت سے بہتر شخص موجود ہو تو اس کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور یہ امام واجب العزل ہے ورنہ بصورت عکس اندھوں میں کا ناراجہ ہوتا ہے (ماخوذ از بحر ص ۳۴۹ جلد ۱) ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

میت پر ولی البعد کے جنازہ کے بعد ولی اقرب کا دوبارہ جنازہ پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی قطر میں فوت ہوا، اور ولی البعد نے وہاں جنازہ پڑھ لیا، اب جبکہ میت وطن (پاکستان) پہنچ جائے اور خراب نہ ہوا ہو تو کیا وطن میں ولی اقرب دوبارہ نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے؟ احقر نے اس بارے میں شامی، بحر، بدائع وغیرہ کا گہرا مطالعہ کیا، میری رائے یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں ولی اقرب نماز پڑھا سکتا ہے لیکن علاقے میں بعض علماء احقر کا خلاف کرتا ہے آپ صاحبان کی رائے کیا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مفتی معین الدین صاحب دارالافتاء انجمن تعلیم القرآن کوہاٹ..... ۲۲/ ستمبر ۱۹۸۴ء

الجواب: جو نماز جنازہ ولی اقرب کے اذن و اجازت کے بغیر پڑھی جائے تو ولی اقرب اس کا اعادہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: وينبغي ان يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم والا فلا. (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

کر سکتا ہے ﴿۱﴾ لیکن جب مقام جنازہ میں ولی اقرب موجود نہ ہو تو اس کا حق کہاں سے ثابت کیا جائے گا ﴿۲﴾
 كما في عقد الا بعد عند غيبة الاقرب الا ان الاقرب له حق العقد ثمه ﴿۳﴾ لان
 النكاح لا يشترط له حضور المولاة بخلاف الجنازة فانها لا تصح على الغائب فافهم.

میت پر نجس چادر یا کفن ڈالا جائے یا ریشمی کپڑے میں ہو تو جنازہ کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر میت کو نجس جگہ یا نجس چارپائی
 یا فرش پر رکھا جائے یا نجس چادر اس پر ڈالی جائے یا نجس کفن میں یا ریشمی کفن وغیرہ میں رکھی جائے کیا اس پر
 جنازہ درست ہوگا؟ بینوا تو جروا

المستفتی: پشم خان

الجواب: اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، فی شرح التنویر عن القنیة الطهارة من النجاسة

فی ثوب و بدن و مکان و ستر العورة شرط فی حق المیت و الامام جمیعاً ﴿۱﴾ انتھی۔ و فی

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام: (قوله فان صلى غير الولي والسلطان اعاد الولي) هذا اذا كان
 هذا الغير غير مقدم على الولي فان كان ممن له التقدم عليه كالقاضي ونائبه لم يعد.

(فتح القدير ص ۸۳ جلد ۲ فصل فی الصلاة علی المیت)

﴿۲﴾ قال العلامة ابی بکر بن علی الحداد الیمنی: وللاقرب ان يقدم على الابعد من شاء لانه
 لا ولاية للابعد معه فان غاب الاقرب فی مکان تفوت الصلاة بحضوره فالابعد اولی وهو ان
 يكون خارج البلد فان قدم الغائب غيره بكتاب كان للابعد ان يمنعه والمريض فی المصر
 بمنزلة الصحيح يقدم من شاء وليس للابعد ان يمنعه.

(الجوهرة النيرة شرح القدوري ص ۱۲۸ جلد ۱ باب الجنائز)

﴿۳﴾ قال العلامة ابوبکر الحداد الیمنی. (قوله واذا غاب الولي الاقرب غيبة منقطعة جاز
 لمن هو ابعد منه ان يزوج خلافا لزفر) والاصل ان عندنا ان الولي الابعد اولی من السلطان،
 الخ. (الجوهرة النيرة ص ۷۶ جلد ۲ کتاب النکاح)

﴿۴﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۶۴۰ جلد ۱ باب صلاة الجنائز)

ردالمحتار فی التارخانیة سنل قاضی خان عن طهارة مكان الميت هل تشترط لجواز الصلوة علیه قال ان كان الميت علی الجنازة لا شك انه يجوز والا فلا رواية لهذا وينبغي الجواز وهكذا اجاب القاضي بدرالدين، قلت ورواية القنية لا تعارض برواية قاضي خان لان النجاسة ان كان من بدن الميت فلا تضر والا فتمنع الصلوة. (ردالمحتار ص ۸۱۲) ﴿۱﴾
الحریر لا يمنع صحة الصلوة عند احد من الائمة. وهو الموفق

تکرار جنازه کی اجازت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک میت کا جنازہ ایک دفعہ ادا کیا گیا ہے اب بعض لوگ جنازہ سے رہ گئے ہیں وہ اصرار کرتے ہیں کہ جنازہ دوبارہ دوسرے امام کی امامت میں ادا کیا جائے کیا اس وجہ سے دوبارہ جنازہ ادا کیا جائے گا یا فوراً دفن کیا جائے گا؟ بینواتوجروا
المستفتی: غلام جیلانی امام مسجد اندر کوٹ بیروٹ مری۔ ۲۳/ شوال ۱۴۰۸ھ

الجواب: تکرار جنازہ مشروع نہیں ہے کما فی الہندیة ص ۱۷۳ جلد ۱ ولا یصلی علی میت الامرة واحدة والتفل بصلاة الجنازة غیر مشروع الخ، وقلت وعلیه تعامل السلف الصالحون ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۶۳۰ جلد ۱ مطلب فی صلاة الجنازة باب صلاة الجنائز)
﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۶۳ جلد ۱ الفصل الخامس فی الصلاة علی الميت)
وقال الکاسانی: ولنا ماروی ان النبی ﷺ صلی علی جنازة فلما فرغ جاء عمر ومعه قوم فاراد ان یصلی ثانیاً فقال له النبی ﷺ الصلاة علی الجنازة لا تعادو لكن ادع للمیت واستغفر له وهذا نص فی الباب وروی ان ابن عباس وابن عمر فاتتهما صلاة علی جنازة فلما حضرا ما زادا علی الاستغفار له الخ.
(بدائع الصنائع ۲: ۴۷۷ کیفیة الصلاة علی الجنازة)

امام الحی کی موجودگی میں دوسرے شخص کا جنازہ پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بادشاہ اسلام یا نائب یا قاضی کے بعد جنازہ کرنے کا حق امام الحی کو ہے اس کے بعد ولی کو ہے لیکن ولی خود امامت کی اہلیت نہیں رکھتا ہے کیا وہ دوسرے شخص کو امام الحی کی رضا کے بغیر جنازہ کیلئے مقدم کر سکتا ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولانا فضل احمد بابڑہ..... ۳/ جولائی ۱۹۷۵ء

الجواب: اگر یہ میت حالت حیات میں اس امام الحی کے پیچھے اقتدا کرنے پر علت صحیحہ کی وجہ سے ناراض نہیں تھی تو اس ولی کا جنازہ پڑھنا یعنی امامت کرنا یا دوسرے شخص کا امام بنانا (امام الحی کی اجازت کے بغیر) بہتر نہ ہوگا، بدل علیہ مافی الدر المختار ثم امام الحی فیہ ایہام وذلک ان تقدیم الولاية واجب وتقدیم امام الحی مندوب، فقط بشرط ان یکون افضل من الولی، وفی ردالمحتار ص ۸۲۳ جلد ۱ وانما کان اولی لان المیت رضی بالصلوة خلفه فی حال حیاته فینبغی ان یصلی علیہ بعد وفاته، قال فی شرح المنیۃ فعلی هذا لو علم انه کان غیر راض بہ حال حیاته ینبغی ان لا یتحب تقدیمہ، قلت هذا مسلم ان کان عدم رضاه بہ لوجه صحیح والا فلا فتأمل ﴿۱﴾ انتہی مافی ردالمحتار، قلت لما کانت الجنازۃ عبارة عن التکبیرات دون الاذکار فکان اکثر العوام اہلا لہا. وهو الموفق

مردہ پیدا شدہ بچے کے جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کا بچہ سات ماہ کا مردہ ﴿۱﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار ص ۶۳۹ جلد ۱ مطلب فی بیان من ہو احق بالصلوة علی المیت باب صلاۃ الجنائز)

پیدا ہوا، اس پر جنازے کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبدالغنی..... ۳/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: جو بچہ مردہ پیدا ہوا ہو تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھائی جائے گی، اگرچہ بدن مکمل ہوا

ہو (ردالمحتار) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

جنازہ کی نیت میں فرض کفایہ کے بجائے کفائی پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم لوگ جنازہ کی نیت میں فرض

کفائی پڑھا کرتے ہیں اب ایک صاحب کہتے ہیں کہ کفائی پڑھنا درست نہیں ہے، یہ غلط ہے بلکہ فرض کفایہ

پڑھنا چاہئے، کیا یہ کفائی پڑھنا غلط ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: فضل ہادی محکمہ تعمیرات ایس ڈی او بلڈنگ مردان..... ۱۹۶۹ء/ ۷/ ۲

الجواب: عربی لفظ کفایہ ہے ﴿۲﴾ اور پشتو میں کفائی پڑھا جاتا ہے۔ وهو الموفق

میت کو نکال کر دوسری جگہ لے جانا اور اس پر دوبارہ جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعد از دفن میت کو نکالنا اور دوسری

جگہ لے جانا کیسا ہے؟ اور اس پر دوبارہ جنازہ کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: حاجی عبدالاحد شاہین مارکیٹ مردان..... ۱۹۸۴ء/ ۸/ ۶

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وما لم يتم وفيه خلاف والمختار انه يغسل ويلف في خرقة

ولا يصلى عليه كما في المعراج والفتح والخانية والبرازية والظهيرية شرنبلالية وذكر في

شرح المجمع لمصنفه ان الخلاف في الاول وان الثاني لا يغسل اجماعاً.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۲۵۵ جلد ۱ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: (قوله وهي فرض كفاية) اي الصلاة..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

الجواب: یہ اخراج میت بغیر ضرورت شرعی کے ناجائز ہے ﴿۱﴾ اور دوبارہ جنازہ پڑھنا بہر حال ممنوع ہے (شامی) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

مرزائی کا جنازہ پڑھنا یا جنازے کا اتباع کرنا ناجائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرزائی (قادیانی) کا جنازہ پڑھنا اور یا ساتھ جانا جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا پڑھنے والے پر بیوی حرام ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا المستفتی: سید محمد صغیر شاہ کیمیل پور انک..... ۲۰/۹/۱۹۷۰

الجواب: مرزائی پر نماز جنازہ پڑھنا اور ان کے جنازہ کا اتباع کرنا جائز نہیں ہے ﴿۲﴾ لیکن کفر نہیں ہے لہذا اس سے نکاح پر اثر نہیں پڑھتا۔ فقط

کئی دنوں کے بعد نماز جنازہ پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی میت کا جنازہ نہ ہوا ہو تو کئی (بقیہ حاشیہ) علیہ للاجماع علی افتراضها و کونها علی الکفایة. (البحر الرائق ص ۱۷۹ جلد ۲ فصل فی السلطان احق بصلاته)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ولا یخرج منه بعد اهالة التراب الا لحق آدمی .
(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۱: ۶۶۲ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله لان تکرارها غیر مشروع) ای عندنا وعند مالک خلافاً للشافعی رحمہ اللہ والادلة فی المطولات.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۵۲ قبیل مطلب فی کراهة صلاة الجنازة فی المسجد)
﴿۳﴾ قال العلامة الشرنبلالی: وشرائطها ستة اولها اسلام الميت لقوله تعالى: ولا تصل علی احد منهم مات ابداً، یعنی المنافقین وهم الکفرة ولانها شفاعة للمیت اکراماً له، وطلباً للمغفرة، والکافر لا تنفعه شفاعته ولا يستحق الاکرام.

(امداد الفتاح: ۶۱۷ شرائط صحة الصلاة علی الجنازة فصل فی صلاة الجنازة)

دنوں کے گزرنے کے بعد نماز جنازہ پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: عبدالرشید کوہاٹ..... ۱۲/ صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: جب تک مردہ متمرق یعنی پارہ پارہ نہ ہوا ہو اور اس کا بدن تمام یا اکثر صحیح و سالم ہو تو اس پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اگرچہ کئی ماہ کے بعد ہو (ماخوذ من الشرح الكبير ومن الدر المختار ورد المختار ۱: ۸۰۴، ۸۱۲) ﴿۱﴾. وهو الموفق

جنازہ کو چالیس قدم لے جانا سنت زائدہ (مستحب) ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنازہ جو ہر آدمی چالیس قدم لے جاتا ہے اور باقاعدہ قدم گئے جاتے ہیں جیسا کہ بعض کتب میں اس کی اصل سنت اور کمال سنت کے نام سے تشریح کی ہے کوئی انکار کر دے تو یہ سنت سے انکار کرنے والا شمار ہوگا یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولوی الطاف الرحمن ماڑی شرقی ناگی ضلع ہزارہ..... ۱۰/ محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: میت کو چالیس قدم لے جانا سنت زائدہ (مستحب) ہے، فلیراجع الی رد المختار وغیرہ ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحلبي: ومن دفن ولم يصل عليه صلى على قبره ما لم يغلب على الظن انه تفسخ. (غنية المستملی المعروف بالكبرى ۵۴۲ فصل فی الجنائز)

وقال الحصكفي: وان دفن بغير صلاة صلى على قبره استحسانا ما لم يغلب على الظن تفسخه من غير تقدير هو الاصح وظاهره انه لو شك في تفسخه صلى عليه لكن في النهر عن محمد لا كانه تقديمًا للمانع. (الدر المختار على هامش رد المختار ۱: ۶۵۲ باب الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: واذا حمل الجنازة وضع ندبا مقدما على يمينه عشر خطوات لحديث من حمل جنازة اربعين خطوة كفرت عنه اربعين كبيرة الخ. (الدر المختار على هامش رد المختار ۱: ۶۵۷ باب صلاة الجنائز)..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

والدین کے قاتل، قطاع الطريق اور خودکشی کرنے والے کا جنازہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں:

- (۱)..... جو شخص والد کا قاتل ہو اس قاتل کا جنازہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟
 - (۲)..... جو آدمی خودکشی کرے اس خودکشی کرنے والے کا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟
 - (۳)..... ڈاکو یعنی قطاع الطريق کو اگر قتل کیا گیا تو اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
- المستفتی: عبد المنان..... ۲۱/۵/۱۹۷۵

الجواب: وبالله التوفیق! والدین کے قاتل پر جنازہ نہیں کیا جائے گا کما فی شرح التنویر، ولا یصلی علی قاتل احد ابویہ اهانۃ لہ (ہامش الدر ۱: ۸۱۵) ﴿۱﴾ نیز قطاع الطريق جب رہزنی کے دوران قتل کئے جائیں تو ان پر جنازہ نہیں کیا جائے گا، کما فی شرح التنویر وقطاع الطريق فلا یغسلوا ولا یصلی علیہم اذا قتلوا فی الحرب (ہامش ردالمحتار ۱: ۸۱۴) ﴿۲﴾ اور خودکشی کرنے والے پر جنازہ جائز ہے، لہذا فی شرح التنویر من قتل نفسه ولو عمداً یغسل علیہ وبہ یفتی وان کان اعظم وزراً من قاتل غیرہ، البتہ اگر خواص اس سے اجتناب کریں تو گنجائش ہے، لحدیث مسلم (ہامش الرد ۱: ۸۱۵) ﴿۳﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وقال الحلبي: ويستحب ان يحملها من كل جانب عشر خطوات لما روى عنه عليه الصلاة والسلام انه قال من حمل جنازة اربعين خطوة كفرت عنه اربعين كبيرة الخ. (غنية المستملی شرح منية المصلی ۵۴۴ کتاب الجنائز فصل فی الحمل)

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۴۳ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۴۲ باب صلاة الجنائز)

﴿۳﴾ قال الحصكفي: ورجح الكمال قول الثاني بما في مسلم انه عليه السلام اتى برجل قتل نفسه فلم یصل علیہ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۴۳ باب صلاة الجنائز)

بالغ اور نابالغ کے اکٹھے جنازہ میں نیت اور دعا کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بالغ مرد اور ایک نابالغ لڑکی بھر آٹھ سال وفات پا گئے، ان دونوں کا جنازہ ایک نیت سے اکٹھا پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ جواب سے آگاہ فرمائیں۔ بینواتوجروا

المستفتی: محمد اکرام سرگودھا... ۱۹۸۹ء/۲/۶

الجواب: متعدد اموات پر اکٹھا جنازہ پڑھنا ناجائز ہے اگرچہ ان میں سے بعض نابالغ ہوں، کما فی جنائز شرح التنویر فالافضل الرجل مما یلیہ فالصبی فالخشی ﴿۱﴾ واضح رہے کہ نماز جنازہ کا دارمدار تکبیرات اربعہ پر ہے نہ کہ اذکار پر۔ پس اگر تیسرے تکبیر کے بعد صرف بالغین کی دعا پڑھی جائے تو فرض سے ذمہ فارغ ہوتا ہے ﴿۲﴾۔ وہوالموفق

مقبرہ اور سڑک پر نماز جنازہ پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستان میں جنازہ گاہ ہے مغرب کی جانب تین چار قبریں بھی ہیں اور قبروں اور جنازہ کے درمیان درخت ہیں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ درخت سترہ ہیں اور جنازہ درست ہے جبکہ دوسرا شخص کہتا ہے کہ اس جگہ میں نماز جنازہ مکروہ ہے بلکہ

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۱: ۶۴۹ باب صلوٰۃ الجنائز)

﴿۲﴾ قال العبد الرحمن الجزیری: الحنفیۃ قالوا: الدعاء یكون بعد التکبیرۃ الثالثۃ ولا یجب الدعاء بصیغۃ خاصۃ بل المطلوب الدعاء بامور الآخرة والاحسن ان یدعو بالمأثور فی حدیث عوف بن مالک..... هذا اذا كان المیت رجلاً فان کان انثی یدل ضمیر المذکر بضمیر الانثی... وان کان طفلاً یقول: اللهم اجعله لنا فرطاً..... فان کان لا یحسن المصلی هذا الدعاء بما شاء. (الفقه علی المذاهب الاربعۃ ۱: ۴۵۴ ارکان صلوٰۃ الجنائزۃ)

سرے سے ادا نہیں ہوتی، کیا واقعی یہ مکروہ ہے؟ نیز سڑک پر جنازہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: عبید الرحمن معلم دارالعلوم حقانیہ..... ۳/ ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ

الجواب: اگر یہ قبورتین چار گز دور ہوں اور یا ان قبور اور جنازہ پڑھنے والوں کے درمیان
حائل موجود ہوں تو اس میں کوئی نقصان نہیں ہے ورنہ صاحب بدائع نے بدائع میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ کے نزدیک مقبرہ میں نماز جنازہ پڑھنا بہتر نہیں ہے بہر حال جائز ہے ﴿۱﴾ اور سڑک پر عند
الضرورت نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اور بلا ضرورت ممنوع ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

امام الحنفی سے ناراضگی کی وجہ سے دوسرے امام کیلئے جنازہ پڑھنا خلاف سیاست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص باوجود مسلمان ہونے کے امام
الحنفی (پیش امام) کو دیدہ و دانستہ گالیاں دیا کریں اور اسی وجہ سے پیش امام اس سے ناراض ہے، اگر اس شخص کا جنازہ
یا نکاح بلا اجازت امام الحنفی کے دوسرے شہر کا کوئی امام پڑھا دیں کیا دوسرے امام کیلئے یہ جائز ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: عزیز الرحمن امام مسجد ہزارہ..... ۲۰/۱/۱۹۷۵ء

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: قال ابو حنيفة رحمه الله تعالى ولا ينبغي ان يصلي على ميت بين
القبور، وكان علي وابن عباس يكرهان ذلك، وان صلوا اجزاهم لما روى انهم صلوا على عائشة
وام سلمة بين مقابر البقيع والامام ابو هريرة وفيهم ابن عمر. (بدائع الصنائع ۲: ۶۵ سنن الدفن)
﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: ولزم ان لا يصلي في عمره على جنازة نعم قد توضع في بعض
المواضع خارج المسجد في الشارع فيصلى عليها ويلزم منه فسادها من كثير من المصلين
لعموم النجاسة وعدم خلعتهم نعالهم المتنجسة مع اننا قدمنا كراهتها في الشارع واذا ضاق
الامر اتسع فينبغي الافتاء بالقول بكراهة التنزيه الذي هو خلاف الاولى كما اختاره المحقق
ابن الهمام واذا كان ما ذكرنا عذرا فلا كراهة اصلا.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۲۵۴ مطلب في كراهة صلاة الجنازة في المسجد)

الجواب: بلا وجہ مسلمان کو گالی دینا خصوصاً جبکہ امام بھی ہو فسق ہے، قال رسول اللہ ﷺ
 سباب المسلم فسوق (رواہ مسلم) ﴿۱﴾ اور امام الحی کی اجازت کے بغیر دوسرے شخص کیلئے
 نکاح اور جنازہ پڑھانا خلاف شریعت نہیں ہے البتہ خلاف سیاست ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق
خود کشی کرنے والے پر نماز جنازہ جائز بلکہ رائج ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کے قاتل النفس کا جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟
 بحر: ۲۰۲: ۱، شامی: ۶۱۰: ۱، طحطاوی علی مراقی الفلاح ۳۳۱ میں بتانید حدیث پاک بقول امام ابو یوسف کہ قاتل
 النفس پر زجر نماز جنازہ نہیں پڑھا جائے گا، اسی طرح ابوداؤد اور کشف الغمہ میں بھی حدیث پاک موجود
 ہے اور اسی طرح نور الایضاح، قدوری، زاد اللیب، کبیری، جوہرہ اور خطبہ تقریر ترمذی شیخ الہند رحمہ اللہ کہ
 بقول طرفین ادا کی جائے، عالمگیری نے تحریر کیا ہے کہ اگر ایک قاضی حکم صادر فرما دے کہ نماز جنازہ ادا نہ کی
 جائے تو دوسرا قاضی رد نہیں کر سکتا ہے اس مسئلہ کی صحیح نوعیت کیا ہے؟ بینوا تو جروا
 المستفتی: مولوی عبدالحی مسجد دھوبیان اکبر پورہ..... ۲۹/ جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: واضح رہے کہ قاتل النفس (خود کشی کرنے والے) پر نماز جنازہ پڑھنا جائز بلکہ رائج
 ہے کما فی الدر المختار من قتل نفسه ولو عمداً یغسل ویصلی علیہ وبہ یفتی ﴿۳﴾ انتھی،
 ﴿۱﴾ (الصحيح المسلم ۱: ۵۸ باب بیان قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق وقتاله کفر)
 ﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله ثم امام الحی) ای الطائفة وهو امام المسجد الخاص
 بالمحلة وانما كان اولی لان المیت رضی بالصلاة خلفه فی حال حیاته فینبغی ان یصلی علیہ
 بعد وفاته قال فی شرح المنیة فعلى هذا لو علم انه كان غیر راض به حال حیاته ینبغی ان لا
 یتحجب تقدیمہ، قلت هذا مسلم ان كان عدم رضاه به لوجه صحیح والا فلا تأمل .
 (ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۴۹ مطلب فی بیان من هو احق بالصلاة علی المیت)
 ﴿۳﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۴۳ باب صلاة الجنائز)

وبمعناه فی اکثر الفتاویٰ، اور باوجود اس کے جنازہ نہ پڑھنے والا حقیقت سے خارج نہیں ہے لان المحقق ابن الہمام رجح ترک الصلوٰۃ وهو قول ابی یوسف کما فی رد المحتار ۸۱۵: ۱ ﴿۱﴾ وکذا اختاره الامام السعدی قلت ویؤیدہ ظاہر حدیث مسلم لا اصلی علیہ لعدم ورود صلوا علی صاحبکم، بخلاف المفلس المدیون والاصل فی افعاله علیہ السلام التشریع دون التخصیص ﴿۲﴾ بلکہ جس علاقہ میں یہ امر شنیع ہے باکی سے کیا جاتا ہے تو سداً للباب ترک الصلوٰۃ پر فتویٰ دینا نہایت انسب ہوگا۔ وهو الموفق

دریا میں بوسیدہ وید بولاش پائی جائے تو غسل اور جنازہ کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دریا میں کسی آدمی کی لاش پائی جائے اور وہ بوسیدہ اور بدبودار ہوگئی ہو، تو کیا اس کا جنازہ پڑھا جائے گا، کیا اس کو غسل بھی دیا جائے گا؟ ساتھ اس کے کہ پتہ نہیں لگتا کہ مسلمان بھی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: خلیل الرحمن..... ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله ورجح الکمال قول الثانی بما فی مسلم انه علیہ السلام الخ) ای قول ابی یوسف انه یغسل ولا یصلی علیہ اسمعیل عن خزانه الفتاویٰ وفی القهستانی والكفایة وغيرهما عن الامام السفدی الاصح عندی انه لا یصلی علیہ لانه لا توبۃ له قال فی البحر فقد اختلف التصحیح لکن تأید الثانی بالحدیث. (رد المحتار هامش الدر المختار ۶۲۳: ۱ باب صلاة الجنائز)
﴿۲﴾ وفی المنهاج: (قوله فلم یصل علیہ النبی ﷺ) ظاہرہ حجة لابی یوسف لان النبی ﷺ یقتدی بہ امتہ فی افعاله ولكن ظاہر حدیث النسائی اما انا فلا اصلی علیہ حجة لاحمد، ان الامام لا یصلی علیہ، ویصلی علیہ غیر الامام لحدیث والصلاة واجبة علی کل مسلم برا كان او فاجراً وان عمل الكبائر رواہ ابو داؤد وعند ابی حنیفة ومالك واحمد یصلی علیہ بلا تخصیص، وحدیث الباب واقعة عین لا عموم. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: اگر تمام بدن (ہیئت انسانی) یا اکثر باقی ہو تو اس کو غسل دینا اور نماز جنازہ پڑھنا ضروری ہے اگرچہ انتفاخ اور بدبو تک نوبت پہنچی ہو اور اگر نصف یا اس سے کم بدن باقی ہو اور باقی بدن متغیر یا معدوم ہو ہو تو اس کو غسل نہیں دیا جائے گا، اور نماز جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا اور چونکہ یہ وطن دار المسلمین ہے لہذا غالب پر احکام بنا کئے جائیں گے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

قادیانی پر جنازہ کرنا حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قادیانی از روئے شرع کافر ہیں یا نہیں؟ اور ان کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: محمد ولی اللہ..... ۱۰/۲/۱۹۷۳

الجواب: قادیانی بلا شک و شبہ کافر ہیں ان کا جنازہ پڑھنا حرام ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

ناپاک جگہ پر کھڑے ہو کر جنازہ درست نہ ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک میدان میں نماز (بقیہ حاشیہ) لہا، فیحمل علی الزجر، کما انہ علیہ السلام فی اول الامر لا یصلی علی بعض المدیونین زجراً، فحمل حدیث الباب علی الزجر اولی من حملہ علی تخصیص الامام لان ثبوت الزجر اسهل من ثبوت الخصوصية.

(منہاج السنن شرح جامع السنن ۲۳۶:۴ باب من یقتل نفسه لم یصل علیہ)

﴿۱﴾ قال الحصکفی: وجد رأس آدمی او احد شقیہ لا یغسل ولا یصلی علیہ بل یدفن الا ان یوجد اکثر من نصفہ ولو بلا رأس..... لو وجد میت فی الماء فلا بد من غسلہ ثلاثا لانا امرنا بالغسل فیحرکہ فی الماء بنیۃ الغسل ثلاثا..... ولو لم یدرأ مسلم ام کافر ولا علامۃ فان فی دارنا غسل وصلی علیہ والا لا. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۶۳۵:۱ قبیل مطلب فی الکفن)
﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: اما المرتد فیلقی فی حفرة کالکلب. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جنازہ پڑھا جاتا ہے کبھی کبھار کوچی لوگ بھیڑ بکریوں کا ریڑوہاں پر بٹھا دیتے ہیں اور وہ جگہ منگنیوں سے بھر جاتی ہے جو سوکھی ہوتی ہیں کیا اس جگہ پر کھڑے ہو کر جنازہ درست ہو گا یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولوی فقیر حسین خطیب بابا کرم شاہ مسجد نوشہرہ صدر..... ۱۹۸۷ء/۱۱/۴

الجواب: گو بر اور منگنیاں چونکہ ناپاک ہیں لہذا اس پر کھڑے لوگوں کی نماز جنازہ درست نہیں ہوگی، پاک اور صاف جگہ پر جنازہ پڑھا کریں کسی جگہ کی تعین ضروری نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق
جنازہ میں چار پائی کی جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنازہ میں چار پائی کی جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولوی فقیر حسین امام مسجد کرم شاہ بابا نوشہرہ صدر

الجواب: چار پائی رکھنے کی جگہ کا پاک ہونا مختلف فیہ ہے، والمذکور فی المضممرات عدم الاشتراط کما فی الہندیۃ ۱: ۱۷۲ وطہارۃ مکان المیت لیست بشرط. ﴿۲﴾۔ وہو الموق
مرزائی پر جنازہ پڑھنے والوں کے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مرزائی مرگیا اس پر پہلے
(بقیہ حاشیہ) قال ابن عابدین: ولا یغسل ولا یکفن.

(الدر المختار مع رد المحتار ۱: ۶۵۷ مطلب فی حمل المیت باب صلاۃ الجنائز)
﴿۱﴾ وفی الہندیۃ: وكل ما یعتبر شرطاً لصحة سائر الصلوات من الطہارۃ الحقیقیۃ والحکمیۃ واستقبال القبلة وستر العورة والنیۃ یعتبر شرط الصحة صلاۃ الجنازۃ هكذا فی البدائع. (فتاویٰ عالمگیری ۱: ۶۲۳ الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت)
﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیری ۱: ۶۲۲ الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت)

مرزائیوں نے جنازہ پڑھا، بعد میں اہل اسلام نے جنازہ پڑھا، ایک مولوی صاحب نے فتویٰ جاری کیا کہ جن مسلمانوں نے اس مرزائی کا جنازہ بحیثیت مسلمان ہونے کے پڑھا ہے ان پر عورتیں طلاق ہیں توبہ کر کے دوبارہ نکاح درست کرنا چاہئے جبکہ دوسری طرف بعض لوگوں نے اس سے انکار کیا ہے شرعی حکم کیا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی محبوب الرحمن رحمانی کامرس کالج جناح کالونی ایبٹ آباد..... ۲۳/رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: ایک منسوخ اور حرام امر کا مستحل مسلمان نہیں رہ سکتا ہے لہذا فی رد المحتار

باب المرتد اما الجاهل فلا یفرق بین الحرام لعینہ ولغیرہ وانما الفرق فی حقہ ان ما کان قطعاً کفر بہ والا فلا ﴿۱﴾ انتہی، قلت والنہی عن الصلاة علی الکافر قطعی ﴿۲﴾ وامر مجمع علیہ فلا مخلص من تجدید النکاح للمستحل ﴿۳﴾. وهو الموفق

قبل البلوغ مجنون اور بعد البلوغ مجنون کے جنازہ میں فرق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بالغ مجنون پر بچوں کی طرح

جنازہ پڑھایا جائے گا یا بالغوں کی طرح، اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: مظفر شاہ چراغ نوشہرہ..... ۱۳/۲/۱۹۸۶ء

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۳: ۳۱۱ مطلب ما یشک فی انه ردة لا یحکم بہا باب المرتد)

﴿۲﴾ قال الجلال: ولما صلی النبی ﷺ علی ابن ابی نزل (ولا تصل علی احد منہم مات ابدأ ولا تقم علی قبرہ) لدفن او زیارة (انہم کفروا باللہ ورسولہ وما تواوہم فسقون) کافرون. (تفسیر الجلالین ۱: ۲۰۰ سورة التوبة آیت: ۸۴)

﴿۳﴾ قال الملا علی القاری: ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة کفر اذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية.

(شرح فقہ الاکبر ۱۵۲ استحلال المعصية کفر)

الجواب: جب مجنون ایسا ہو کہ بالغ ہونے سے قبل بھی مجنون تھا تو اس پر نماز جنازہ نا بالغوں کی طرح پڑھایا جائے گا، کما فی الدر المختار علی هامش رد المحتار ۱: ۶۱۲ ولا یستغفر فیہا لصی ومجنون ومعتوه لعدم تکلیفہم ﴿۱﴾۔ ہاں اگر مجنون بعد البلوغ پہلے عاقل تھا بعد میں مجنون ہو گیا تو اس پر بڑوں کی طرح جنازہ پڑھایا جائے گا، کما فی الشامیۃ تحت (قوله ومجنون ومعتوه) هذا فی الاصل فان الجنون والعته الطارئین بعد البلوغ لا یسقطان الذنوب السابقة کما فی شرح المنیۃ ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

بعد کسر الصفوف دعا بعد الجنازہ جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے بعد صفوں کی ترتیب ختم کر کے ایک مرتبہ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر اجتماعی حالت میں دعا برائے مغفرت قبرستان والوں کیلئے کی جاتی ہے، اس میں اختلاف پیدا ہوا ہے ایک صاحب کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام سے یہ دعا ثابت نہیں اور فقہاء کرام بھی منع کرتے ہیں، دوسرا صاحب کہتا ہے کہ مذکورہ طریقہ ایصال نہ بدعت ہے اور نہ سنت بلکہ جائز ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنگ موتہ کے شہید حضرت جعفر طیار اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کے بعد نماز جنازہ پڑھی اور ان کیلئے دعا مانگی اور صحابہ کرام کو فرمایا کہ تم بھی ان کیلئے دعائے مغفرت کرو، عبارت یوں ہے، فصلی علیہ رسول اللہ ﷺ ودعاه وقال استغفروا لہ، (فتح القدیر ۲: ۳۵۶ فصل فی الصلوٰۃ علی المیت مطبوعہ مصر) فقہاء احناف کے بعض بزرگ دعا بعد از سلام مکروہ کہتے ہیں اور بعض کے ہاں لا باس بہ ای بالدعاء بعد التسلیم کما فی البحر عن الفضلی، اگر یہ مسئلہ جائز ہے یا بدعت ہے تو تفصیل لکھئے۔ بینواتوجروا المستفتی: خالد محمود عثمانی..... ۲۲/ ذی الحجۃ ۱۳۹۴ھ

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۱: ۶۴۵ باب صلوٰۃ الجنائز)

﴿۲﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۴۵ باب صلوٰۃ الجنائز)

الجواب: اگر عوام اس کو ضروری نہ سمجھے تو بدعت نہ ہوگا بلکہ سنت ہوگا، لان السنۃ لا تنحصر فی فعل الرسول بل تعم القول والفعل والتقرير كما صرحوا به، اور ایصال ثواب احادیث اور فقہ سے ثابت ہے خواہ عبادت مالی ہو یا بدنی، لہذا یہ امر مشروع اور مسنون ہوگا۔

اور دعا بعد الجنازہ جب کسر الصفوف کے بعد ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، لان اکثر الفقہاء قالوا بعدم الجواز ولكن لم يعللوه بعلم الوجود في خير القرون كما هو دأب الطائفة السلفية والنجدية. وهو حجة عليهم في ترجمة القرآن بالهندية والسليمانية وغيرها، وكذا في تدوين العلوم بل عللوه بالتشبيه بالزيادة كما قال القاري في المرقاة ولا يدعوا للميت لانه يشبه الزيادة في صلوۃ الجنازۃ ۶: ۶۲ ويؤديه التعبير بلا يقوم بالدعاء ونظيره كراهة قعود الامام متوجها الى القبلة بعد صلوۃ الفجر والعصر. فافهم

کسر الصفوف کے بعد دعا بعد الجنازہ پر دوبارہ استفسار

سوال: جناب مفتی صاحب دامت برکاتہم!.....

دعا بعد الجنازہ کے متعلق جناب کی طرف سے جواب موصول ہوا لیکن ابھی تک بندہ کے خدشات دور نہیں ہوئے ہیں، آپ نے لکھا ہے کہ دعا بعد الجنازہ جب کسر الصفوف کے بعد ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ دوسرے جزیں لکھا ہے کہ اگر عوام اس کو ضروری نہ سمجھیں تو بدعت نہیں ہوگا، بلکہ سنت ہوگا، مؤدبانہ التماس ہے کہ جب حضور ﷺ سے دعا بعد الجنازہ کا ثبوت نہیں ہے صحابہ کا معمول نہیں ہے، فقہاء کرام نے اسے مکروہ کہا ہے پھر یہ سنت کیسی ہوگی؟ بینوا تو جروا

المستفتی: خالد محمود عثمانی..... ۳۰/محرم الحرام ۱۳۹۵ھ

الجواب: السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ بدعت اس چیز کا نام ہے جو کہ خیر القرون میں نہ

بہ نفسہ موجود ہو اور نہ بدلیلہ موجود ہو پس حیل اور دعا بعد الصلوٰۃ والجنائزہ اور اردو وغیرہ میں قرآن کا ترجمہ کرنا اور مدارس بنانا اور تالیف و تصنیف کرنا بدعت نہ ہوں گے ﴿۱﴾ اور اگر بدعت اس چیز کا نام ہو کہ بذاتہ موجود نہ ہو تو پھر یہ تمام امور بدعات ہوں گے، یہی مقام ہے جس میں نجدی لوگ خود بھی غلطی پر ہیں اور دیگر مسلمانوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں نیز واضح رہے کہ حل و حرمت دونوں احکام شرعیہ ہیں بغیر دلیل کے نہ حل ثابت ہو سکتا ہے اور نہ حرمت ثابت ہو سکتی ہے ﴿۲﴾ نجدی لوگوں پر تعجب ہے کہ وہ باوجود دعویٰ حرمت کے کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے، آپ ان اصولوں کو ملحوظ رکھ کر تمام نجدیت کو ختم کر سکتے ہیں یہی اس عبارت کی تفصیل ہے۔ وہو الموفق

دعا بعد الجنائزہ کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا دُفن

سے قبل اور نماز جنازہ پڑھنے کے فوراً بعد جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مذکورہ طریقہ سے مانگنا

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله صاحب بدعة) ای محرمة والا فقد تكون واجبة كنصب الادلة للرد على اهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم للكتاب والسنة ومندوبة كاحداث نحو رباط ومدرسة وكل احسان لم يكن في الصدر الاول ومكروهة كزخرفة المساجد ومباحة كالتوسع بلذيد المآكل والمشارب والياب كما في شرح الجامع الصغير للمناوى عن تهذيب النوى ومثله في الطريقة المحمدية للبركلى.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۴۱۴ مطلب البدعة خمسة اقسام)

﴿۲﴾ عن ابن عباس..... فبعث الله نبيه ﷺ وانزل كتابه واحل حلاله وحرم حرامه فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو عفو.

(سنن ابی داؤد ۲: ۱۸۳ باب ما لم يذكر تحريمه)

وعن سلمان..... وما سكت عنه فهو مما عفى عنه رواه ابن ماجه والترمذی وقال هذا حديث غريب وموقوف على الاصح. (مشکوٰۃ المصابيح ۲: ۳۶۷ کتاب الاطعمة)

بدعت ہے بعض فرماتے ہیں کہ صفوف توڑ کر منتشر دعا مانگی جائے تو کوئی گناہ نہیں، بہر حال عوام الناس میں انتشار پڑ گیا ہے اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر مشکور فرمادیں۔ بینواتوجروا

المستفتی: عبدالحق مدرسہ تعلیم القرآن مری..... ۱۹۷۵ء/۱/۲۳

الجواب: کسر الصفوف کے بعد دعا کرنا جائز ہے، لان الامام الفضلی جوزہ کما فی البحر ﴿۱﴾ وسائر الفقهاء وان کرہوہ لاکن لا لاجل عدم الوجود فی خیر القرون کما ہو داب الفرقة النجدية السلفية لانه منقوض بترجمة القرآن فی السليمانية والهندية وتلوین الكتب وتنظیم المدارس وغیره، بل لانه يشبه الزيادة فی صلوة الجنائز کما فی المرقاة ولا يدعو للمیت لانه يشبه الزيادة فی الصلوة الجنائز ۴: ۶۳ مطبوعه ملتان) ولذا عبروا بلا يقوم بالدعاء. البتہ اسی کو ضروری اور لازم سمجھنا بدعت ہوگا ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن نجيم: لانه لا يدعو بعد التسليم کما فی الخلاصه وعن الفضلی لا بأس به. (البحر الرائق ۲: ۱۸۳ فصل السلطان احق بصلاته کتاب الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: ولان ذکر الله تعالى اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع به لانه خلاف المشروع. (البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العیالین)

المقالة في الدعاء بعد الجنازة

دیگر فرعی مسائل کی طرح مسئلہ فی الدعاء بعد الجنازہ بھی عوام و خواص کے درمیان انا کا مسئلہ بن گیا تھا، اور اسی بنیاد پر کفر و شرک اور بدعت و تکفیر شروع ہوئی۔ دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ کو بھی کثیر تعداد میں یہ مسائل آنے شروع ہوئے حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے اس پر تحقیقی مقالہ لکھ کر مقالات میں شائع کیا، کتاب الجنائز کے ساتھ مناسبت کی بنا پر فتاویٰ میں افادہ عام کیلئے شامل کیا جاتا ہے۔..... (از مرتب)

اس مقالہ میں دعا بعد الجنازہ کا مسئلہ ذکر کیا جاتا ہے۔ جنازہ کے بعد کسر المصروف سے پہلے دعا کرنا مکروہ ہے اور بعد کسر المصروف دعا کرنا جائز ہے، البتہ دعا قبل السلام پر اکتفا کرنا تعامل سلف سے موافق ہے۔ پیغمبر علیہ السلام اور سلف صالحین سے اس دعا کے کرنے یا نہ کرنے کی متعلق ذخیرہ احادیث ساکت ہے، اس میں نہ دعا کرنے کی روایت موجود ہے اور نہ نہ کرنے کی متعلق، اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ پیغمبر علیہ السلام اور سلف صالحین نے یہ دعا نہیں کی ہے تو یہ پیغمبر علیہ السلام پر افتراء ہے۔ بہر حال دعا بذات خود عبادت اور مغز عبادت ہے لیکن یہ خاص دعا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع بلکہ مباح ہے کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے، کما صرح بہ ابن الہمام وغیرہ ویؤیدہ مارواہ ابو داؤد ان ماسکت عنہ فہو عفو (سنن ابی داؤد ۲: ۸۳ باب ما لم یذکر تحریمہ)

اور اس دعا کا اذان صلاۃ عید پر قیاس کرنا غلط قیاس ہے کیونکہ اس دعا کے متعلق عدم ذکر، عدم روایت اور سکوت ثابت ہے اور اذان نماز عید کے متعلق ذکر عدم ثابت ہے، وهو مارواہ ابو داؤد: ان رسول اللہ ﷺ صلی العید بلا اذان ولا اقامة و ابا بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

(۱: ۱۶۹) عدم ذکر سے ذکر عدم بنانا سلفیہ اور ان کے قبیحین کا شیوہ ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ پیغمبر علیہ السلام اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ دعا ثابت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں: اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء (رواہ ابو داؤد ۱۰۰: ۲) اور امام کاسانی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ جنازہ ہو گیا تو دوبارہ جنازہ پڑھنے کا ارادہ فرمایا، تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: الصلاة علی الجنازة لا تعداد ولا کن ادع للمیت واستغفر له (بدائع ۱: ۳۱۱) اور اسی طرح امام کاسانی نے ابن عباس، ابن عمر اور عبد اللہ بن سلام سے روایت کی ہے کہ جب ان سے جنازہ ہو جاتا تو دعا پراکتفا کرتے (بدائع ۱: ۳۱۱) ﴿۱﴾۔
اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ تمام محدثین اور فقہاء نے حدیث ابو داؤد کو دعا قبل السلام پر حمل کیا ہے اور ان دوسری روایات سے جواب یہ ہے کہ جس سے جنازہ ہو جائے اور دعا کرے تو یہ محل نزاع نہیں ہے، محل نزاع جنازہ کرنے والوں کی دعا ہے۔

فائدہ:..... بہت سے مفسرین اور فقہاء کے کلام سے اس دعا کا منع معلوم ہوتا ہے اور اکثر نے کوئی دلیل نہیں ذکر کی ہے اور بعض نے دلیل ذکر کی ہے مثلاً صاحب بزاز یہ فرماتے ہیں: لا یقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة لانه دعاء مرة لان اکثرها دعاء (ہامش ہندیہ ۴: ۸۰) یعنی جنازہ دعا ہے اور اس کے بعد دعا کی جائے تو تکرار نماز جنازہ لازم آئے گا، بزاز یہ کی اس عبارت سے یہ

﴿۱﴾ قال الکاسانی: ولنا ماروی ان النبی ﷺ صلی علی جنازة فلما فرغ جاء عمر ومعه قوم فاراد ان یصلی ثانیاً فقال له النبی ﷺ الصلاة علی الجنازة لا تعداد ولكن ادع للمیت واستغفر له وهذا نص فی الباب وروی ان ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنہما فاتتہما صلاة علی جنازة فلما حضرا ما زادا علی الاستغفار له، وروی عن عبد اللہ بن سلام انه فاتته الصلاة علی جنازة عمر رضی اللہ عنہ فلما حضر قال ان سبقتونی بالصلاة علیہ فلا تسبقونی بالدعاء له. (بدائع الصنائع ۲: ۴۸) کیفیۃ الصلاة علی الجنازة)

مراد نہیں ہے کہ جب سلام سے قبل ایک مرتبہ دعا ہو تو اگر سلام کے بعد دوسری دفعہ دعا کی جائے تو تکرار دعا لازم آئے گی، اگر اس عبارت سے یہی مراد لی جائے تو ہر نماز کے بعد دعا کی منع لازم آئے گا کیونکہ سلام سے پہلے ایک بار دعا مستنون ہے یا جیسا کہ صاحب مرقاة ملا علی قاری فرماتے ہیں: **لأنه يشبه الزيادة في صلاة الجنائزۃ.** (۶۴:۴ الفصل الثالث باب المشي بالجنائزۃ) اور تکرار نماز جنازہ اور اس پر زیادت اس وقت لازم آئے گی کہ صفوف میں کھڑے ہوں اور دعا کریں اور جب صفیں ٹوٹ جائیں تو پھر یہ توہمات لازم نہیں آئیں گے اور اس نکتہ کو ان فقہاء نے اشارہ کیا ہے جو لا یقوم بالدعاء سے طویل تعبیر کرتے ہیں اور لا یدعو سے مختصر تعبیر نہیں کرتے اور یہی حکمت ہے فرائض کے متصل اس مکان فرائض میں سنت کے منع ہونے کا۔

جو لوگ اس دعا کی کراہیت ثابت کرنے کیلئے یہ دلیل لاتے ہیں کہ یہ دعا پیغمبر علیہ السلام اور سلف صالحین نے نہیں کی ہے تو یہ حنفی دلیل نہیں ہے بلکہ سلفی دلیل ہے اور یہ دلیل تین وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔
(۱).....: یہ افتراء ہے پیغمبر علیہ السلام اور سلف صالحین پر، ان سے اس دعا کے متعلق کوئی روایت موجود نہیں ہے اور عدم ذکر اور ذکر عدم کے درمیان فرق نہ کرنا غباوۃ یا غوایت ہے ﴿۱﴾۔

(۲).....: عدم فعل سے عدم جواز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حدیث صرف فعل کو نہیں کہا جاتا بلکہ قول، فعل اور تقریر تینوں کو کہا جاتا ہے ﴿۲﴾ اور فقہاء اور مشائخ جب یہ تعبیر کریں تو اس میں اختصار ہوتا ہے ان کا مراد یہ ہے ﴿۱﴾ قال العلامة مفی کفایت اللہ الدہلوی: کسی شے کا ذکر نہ ہونے سے اس کا عدم لازم نہیں، فان عدم الثبوت لا يستلزم ثبوت العدم وهذا ظاهر جداً۔

(کفایت المفتی ۳: ۳۸۸ فصل سوم فرائض کے بعد دعا کی مقدار)

﴿۲﴾ قال السيد شریف الجرجانی: المرفوع هو ما اضيف الى النبي ﷺ خاصة من قول او فعل او تقریر سواء كان متصلاً او منقطعاً۔

(الرسالة في فن اصول الحديث الملحقه بالجامع الترمذی ص ۲)

ہوتا ہے کہ نہ کیا ہے اور نہ کہا ہے اور نہ قرار دی ہے (فلیراجع الی التعليق الممجد علی هامش موطاء الامام محمد ۱۴۴)۔

(۳).....: یہ دلیل جمعاً منعاً منقوض ہے۔ پیغمبر علیہ السلام نے اردو اور پشتو میں ترجمہ قرآن نہیں کیا ہے اور محققین کے نزدیک اذان نہیں دی ہے اور صحیح روایات کی بنا پر شلو اور نہیں پہنی ہے اور اسی طرح رکوع کے دوران رفع الیدین کیا ہے اور نماز میں باتیں کی ہیں۔ فافہم

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ عبادت کیلئے اپنی طرف سے کوئی وقت مقرر کرنا مکروہ ہے جیسا کہ صاحب بحر نے ایک تعلیل کے ضمن میں فرمایا ہے، ولان ذکر اللہ اذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت او بشیء دون شیء لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع بہ لانه خلاف المشروع (۱۵۹:۲) تو اس کا جواب یہ ہے کہ شرع اور وحی اس دعا کے متعلق ساکت ہے پس بنا بر حدیث ابی داؤد: وما سکت عنه فهو عفو ﴿۱﴾ یہ دعا عفو اور مباح ہوگی نہ مشروع یعنی فرض واجب مستحب نہ ہوگی، اور مکروہ اس وقت ہوگی کہ نماز جنازہ کے لواحق اور مکملات کے طور پر کی جائے ورنہ مکروہ نہ ہوگی، جیسا کہ صاحب بحر نے اس کو اشارہ کیا ہے، حیث قال فی البحر ۱۵۹:۲ ولا یکبر فی طریق المصلی عند ابی حنیفۃ ای حکماً للعید ولكن لو کبر لانه ذکر اللہ تعالیٰ یجوز ویستحب ﴿۲﴾ انتہی ﴿۳﴾۔

﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ۱۸۳:۲ باب ما لم یذکر تحریمہ)

﴿۲﴾ (البحر الرائق ۱۵۹:۲ باب العیدین)

﴿۳﴾ وفی منهاج السنن: قد ثبت الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ ممن فاتتہ الجنازۃ مثل ابن عمر وعبد اللہ بن سلام، واما الدعاء ممن صلی علیہا فذخیرۃ الاحادیث ساکتہ عنہ فمن ادعیٰ انه علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا بعدها او ادعیٰ انه لم یدع بعدها فدخل فی حدیث من کذب علی متعمداً فلیتبو مقعده من النار ولو قال الخصم لو دعا بعدها لبلغ الینا لجاز لنا ان نقول لو لم یدع لبلغ الینا کما بلغ الینا انه ما اذن وما اقام لصلوٰۃ العید،..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مردے کے عدم موجودگی میں جنازہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی غائبانہ نماز جنازہ جس طرح کہ شاہ فیصل کی وفات پر اکثر ممالک میں کیا گیا؟ بینوا تو جروا

المستفتی: خلیل اللہ تھائی لینڈ..... ۲۰/۱۰/۱۹۷۵ء

الجواب: محترم المقام محمد خلیل اللہ صاحب بسلامت باشد!

السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ احناف اور مالکیہ کے نزدیک جنازہ علی الغائب مشروع نہیں ہے اور شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مشروع ہے وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام نے نجاشی پر غائبانہ جنازہ پڑھا (متفق علیہ) ﴿۱﴾۔ اور حقیقت یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے نجاشی کے علاوہ کسی اور غائب پر نماز جنازہ نہیں پڑھی ہے، حالانکہ پیغمبر علیہ السلام کو بعض اوقات بروقت خبر ہوئی تھی جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ زید، جعفر، ابن رواحہ رضی اللہ عنہم جو کہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تھے

(بقیہ حاشیہ) وبالجملة انه لا بد من الفرق بين عدم الرواية وبين رواية العلم نعم منع عنه الفقهاء، واكثرهم لم يذكروا دليل المنع، والبعض عللوا المنع بالزيادة على الجنائز والبعض الآخر عللوه بتكرار الجنائز، وكلتا القبيحتين انما تلزمان اذا ادعا قائما في الصف دون بعد كسر الصف، وكذا اكثر الفقهاء يعبرون بلفظ طويل اى لا يقوم بالدعاء، ولا يعبرون بلفظ مختصر اى لا يدعو، فيكون الدعاء بعد كسر الصف عفو او مباحا لحديث ما سكت عنه فهو عفو رواه ابو داؤد. نعم كم من مباح يصير ممنوعا لعارض مثل الالتزام وغيره واعلم ان الفقهاء الحنفية لم يعللوا هذا المنع بانه لم يوجد في خير القرون فانه دليل سلفى منقوض جمعا ومنعاً. (منهاج السنن شرح جامع السنن ۳: ۲۱۶ باب ما جاء في الصلاة على القبر) ﴿۱﴾ عن ابى هريرة ان رسول الله ﷺ نعى النجاشي فلى..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ان کی موت کی خبر پیغمبر علیہ السلام کو ہوئی تھی (رواہ البخاری) ﴿۱﴾۔ لہذا اس فعل خاصہ کو یا اس پر حمل کیا جائے گا کہ نجاشی کا بدن اور جسد حاضر کیا گیا تھا اور درمیان سے حجاب اٹھایا گیا تھا جیسا کہ امام واقدی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ پر حوالہ دیا ہے ﴿۲﴾ اور یا اس کو نجاشی کی خصوصیت پر حمل کیا جائے گا وهو الظاہر ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) اليوم الذی مات فیہ وخرج الی المصلی فصف بہم وکبر اربعا. (صحیح البخاری ۱: ۱۶۷ باب الرجل ینعی الی اہل المیت بنفسہ)

﴿۱﴾ عن انس بن مالک قال قال النبی ﷺ اخذ الراية زيد فاصيب ثم اخذها جعفر فاصيب ثم اخذها عبد الله بن رواحة فاصيب وان عني رسول الله ﷺ لتذر فان ثم اخذها خالد بن الوليد من غير امره ففتح له. (صحیح البخاری ۱: ۱۶۷ باب الرجل ینعی الی اہل المیت بنفسہ)

﴿۲﴾ وفي المنهاج: والجواب عن حديث الصلاة على النجاشي انه رفع الحجاب كما ذكره الواقدي عن ابن عباس ورواه ابو عوانة وابن حبان في صحيحه عن عمر ان بن حصين فان قيل يعارضه ما اخرجه الطبراني من حديث مجمع بن جارية قال فصفنا خلفه صفين وما نرى شيئا قلنا لعلها كشفت لبعض دون بعض، او نقول كشفت للنبي ﷺ دون الصحابة وهو كاف لصحة صلاة المقتدين.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ۳: ۲۱۷ باب صلاة النبي ﷺ على النجاشي)

﴿۳﴾ قال الحصكفي: وشرطها ايضا حضوره ووضع امام المصلی فلا تصح على غائب.... وصلاة النبي ﷺ على النجاشي لغوية او خصوصية قال ابن عابدين: (قوله لغوية) اي المراد بها مجرد الدعاء وهو بعيد (قوله او خصوصية) او لانه رفع سريره حتى رآه عليه الصلاة والسلام بحضرته فتكون صلاة من خلفه على ميت يراه الامام وبحضرته دون المأمومين وهذا غير مانع من الاقتداء.... من جملة ذلك انه توفي خلق كثير من اصحابه ﷺ من اعزهم عليه القراء ولم ينقل عنه انه صلى عليهم مع حرصه على ذلك.

(الدر المختار مع رد المحتار ۱: ۶۴۱ باب صلاة الجنائز)

بالغین اور نابالغ کے مشترکہ جنازہ میں دونوں دعائیں پڑھی جائیں گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چار مردوں کا اکٹھا جنازہ (دو زنانہ بالغ اور دو بچے ہو) بہتر ہے یا جدا جدا پڑھنا؟ اور بالغ یا نابالغ کیلئے جو دعائیں ہیں کوئی پڑھائی جائے گی؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولوی محمد صادق اسماعیلہ صوابی مردان ۱۳/۲/۱۹۷۲ء

الجواب: صورت مسئلہ میں ایک نماز جنازہ پڑھنا درست ہے، یشیر الیہ ما فی الہندیۃ (۱: ۱۷۵) فیصف الرجال الی جهة الامام ثم الصبیان ثم الخنثی ثم النساء ثم المراهقات ولو كان الكل رجلا روى الحسن الخ ﴿۱﴾ وبمعناه فی الدر المختار والشرح الكبير وغيره لیکن بہتر یہ ہے کہ الگ الگ نماز پڑھائی جائے، فی الدر المختار ۱: ۸۲۱ اجتمعت الجنائز فافراد الصلاة علی کل واحدة اولیٰ من الجمع ﴿۲﴾ (ہامش رد المحتار ۱: ۸۲۱) لیکن تکبیر ثالث کے بعد اللهم اغفر لحینا الخ اور اللهم اجعله لنا الخ دونوں دعائیں جمع کی جائیں گی (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۵: ۳۶۳) ﴿۳﴾ قلت هو مقتضى القواعد ایضا فافهم. وهو الموفق

قاتل، چور، راہزن، مفرور اور باغی پر جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اجرتی قاتل، چور، ڈاکو،

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیری ۱: ۱۶۵ الفصل الخامس فی الصلاة علی المیت)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۱: ۶۸۴ باب الجنائز)

﴿۳﴾ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۵: ۳۶۳ فصل خامس نماز جنازہ)

وقال الشرنبلالی: بقى ما اذا كان فهم مكلفون وصغار والظاهر انه یأتی بدعاء الصغار بعد دعا المكلفین كما مر. (حاشیۃ الطحطاوی ۵۹۳ باب احکام الجنائز)

راہزن، مفرورا اور باغی ہو اور پھر ڈاکہ یا چوری میں مارا گیا، کیا ایسے شخص کا جنازہ اور اس کو غسل دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: تا معلوم..... ۱۲/۱/۱۹۸۶

الجواب: ایسے شخص پر چار پانچ آدمی جنازہ پڑھیں۔ آئمہ مساجد اور علماء پر یہ ضروری نہیں ہے کہ ایسے شخص پر جنازہ پڑھیں، کیونکہ جنازہ فرض کفایہ ہے اور یہ شخص قابل اکرام نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق
شدید بارش کی وجہ سے مسجد میں جنازہ پڑھنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب بارش مسلسل ہو رہی ہو تو نماز جنازہ پڑھنے کیلئے کس مقام کا انتخاب موزون ہوگا؟ اگر بوجہ بارش مسجد میں جنازہ ادا کی جائے تو اس صورت میں میت کا چہرہ دیکھنا مناسب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد یعقوب قریشی ایبٹ آباد ماہنامہ..... ۲۳/۸/۱۹۷۳

الجواب: بارش وغیرہ کی وجہ سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، کما فی رد المحتار ۸۲۹: ۱ انما تکرہ فی المسجد بلا عذر فان کان فلا ومن الاعذار المطر کما فی الخانیۃ والاعتکاف کما فی المبسوط ﴿۲﴾ اور میت کا چہرہ دیکھنا اگر چہ جائز ہے، کما فی ﴿۱﴾ قال العلامة الکاسانی: واذا ثبت الحکم فی البغاة ثبت فی قطاع الطريق، لانہم فی معانہم اذہم یسعون فی الارض بالفساد کالبغاة فکانوا فی استحقاق الاہانة مثلہم..... وقال ابو یوسف یصلی علیہ وکذلک من یقتل علی متاع یاخذہ والمکابرون فی المصر بالسلاح لانہم یسعون فی الارض بالفساد فیلحقون بالبغاة واللہ اعلم۔
(بدائع الصنائع ۲: ۲۹ قبیل فصل فی کیفیۃ الصلاۃ علی الجنائزۃ)

﴿۲﴾ (رد المحتار ہامش الدر المختار ۱: ۶۵۳ مطلب فی کراہۃ صلاۃ الجنائزۃ فی المسجد)

الہندیۃ ۵: ۳۸۷ ولا بأس بان یرفع ستر المیت لیری وجہہ وانما یکرہ ذلک بعد الدفن ﴿۱﴾ لیکن میت کو مسجد میں جنازہ کرنے کے بعد باقی رکھنا مکروہ ہے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق جنازہ کے درود میں درود ابراہیمی کے دیگر الفاظ ثابت ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ میں درود ابراہیمی پڑھا جاتا ہے لیکن بعض لوگ اس میں دیگر الفاظ بھی شامل کرتے ہیں جیسے وسلمت وبارکت ورحمت وترحمتم الخ بندہ کا خیال ہے کہ یہ بدعت ہے یہ آخری دیگر الفاظ لوگوں نے اپنی طرف سے بنائے ہیں شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ عبدالرزاق غزنی مسجد حضروانک۔ ۱۹۸۹ء/۷/۲۹

الجواب: تمام فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ نماز جنازہ میں یہ نماز والا درود ابراہیمی پڑھا جائے گا ﴿۳﴾ اور چونکہ یہ دیگر الفاظ بھی غیر مشہور روایات سے ثابت ہیں ﴿۴﴾ کما لا یخفی علی من راجع ﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیری ۵: ۳۵۱ الباب السادس عشر فی زیارة القبور وقرأة القرآن) ﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم: وهذا الاطلاق فی الکراهة بناء علی ان المسجد انما بنی للصلاة المكتوبة وتوابعها من النوافل والذکر وتدریس العلم وقیل لا یکرہ اذا کان المیت خارج المسجد وهو مبنی علی ان الکراهة لاحتمال تلویث المسجد۔ (البحر الرائق ۲: ۱۸۷ فصل السلطان احق بصلاته) ﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله کما فی التشهد) ای المراد الصلاة الابراهیمیة التي یأتی بها المصلی فی قعدة التشهد۔ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۴۴ مطلب هل یسقط فرض الکفایہ بفعل الصبی باب الجنائز) ﴿۴﴾ عن کعب بن عجرة قال قلت یارسول الله هذا السلام علیک قد علمناه فکیف الصلاة علیک؟ قال: قولوا: اللهم صل علی محمد وعلی آل..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الی شروح دلائل الخیرات. لہذا اس زیادت کو بدعت قرار دینا بدعت ہے ﴿۱﴾. وهو الموفق

خنثی مشکل کے جنازہ کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خنثی مشکل کا جنازہ زنانہ جیسا

پڑھایا جائے گا یا مردانہ جیسا، اس مسئلہ میں آئمہ کارانج قول بیان فرمادیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: شہزاد گل شیوہ مردان..... ۱۹۷۵ء/۸/۲۴

(بقیہ حاشیہ) محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید. قال: ابو محمد عبد الرحمن کوثر البرنی فی تعلیقہ: فی اسناد المصنف یزید بن ابی زیاد وهو ضعیف کان شیعیا، انظر التقریب (رقم ۳۶۵:۲) ومن طریقہ أخرجه احمد فی مسنده (۲۴۴:۳) لکن اصل الحدیث ثابت صحیح من حدیث الصحیحین ففی صحیح البخاری عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال: لقینی کعب ابن عجرۃ فقال: الا اهدی لک ہدیۃ سمعتها من النبی ﷺ فقلت: بلی فامہدا لی، فقال: سألنا رسول اللہ ﷺ فقلنا: یا رسول اللہ کیف الصلوۃ علیکم اهل البیت، فان اللہ قد علمنا کیف نسلم علیک، قال: قولوا ”اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید، اللہم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید، أخرجه البخاری فی الانبیاء (رقم: ۳۱۹۰) وأخرجه مسلم (۱: ۱۷۵) الا انه لم یقل (وعلی آل ابراہیم) وأخرجاه من حدیث ابی حمید الساعدی رضی اللہ عنہ ایضا بعض اختلاف فی اللفظ.

وأخرجه مسلم من حدیث ابی مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ ایضا وفی آخرہ:

کما بارکت علی آل ابراہیم فی العالمین انک حمید مجید.

(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ۸۵ باب کیف الصلوۃ علی النبی ﷺ)

وهكذا جمع الشیخ المحدث مولانا محمد ذکریا الکاندھلوی عدۃ صیغ الصلوۃ

الابراہیمیۃ فی رسالته ”فضائل درود شریف“ فلیراجع. (از مرتب)

﴿۱﴾ وفی المنہاج: اعلم انه لم یرد فی هذه الروایۃ اجتماع..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: لم اجده صریحاً فالاحوط ان يرجع الیہ ضمیر المذکر بتاویل الشخص او ضمیر المولث بتاویل النفس فافهم فانه لا اشکال بعد البلوغ ﴿۱﴾. وهو الموفق

مسلمان والدہ یا والدین کی متابعت کی وجہ سے بچہ پر نماز جنازہ ادا کی جائے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بچہ وفات پایا گیا ایک مولوی صاحب نے جنازہ کرنے سے انکار کر دیا اور انہوں نے کہا کہ بچے کی ماں کا پورا حال معلوم نہیں ہے کہ فلاں شخص سے حمل ہونے سے پہلے نکاح کیا ہے یا بعد میں، شوہر اور بیوی دونوں نے کہا کہ ہم نے فلاں مولوی صاحب جو پشاور کا رہنے والا ہے سے نکاح پڑھوایا ہے، تو یہاں پشوگٹڑی سے یہ مولوی صاحب روانہ ہو کر

(بقیہ حاشیہ) ابراہیم و آل ابراہیم و خلت اکثر طرق حدیث کعب بن عجرۃ عن اجتماعہما فادعی ابن تیمیۃ وصاحبہ ابن القیم عدم صحۃ اجتماعہما وعدم ثبوتہما فی روایہ صحیحۃ وھذہ غفلۃ وعجلۃ فقد ثبت ذلک فی حدیث کعب بن عجرۃ فی صحیح البخاری فی کتاب الانبیاء ۱: ۴۷۷ وکذا فی الشطر الثانی من حدیث ابی سعید الخدری فی الصحیح من الدعوات ۲: ۹۴۰ و فی التفسیر ۲: ۲۰۸ کذا فی معارف السنن.

(منہاج السنن شرح جامع السنن ۳: ۳۵ باب صفہ الصلوٰۃ علی النبی ﷺ)

﴿۱﴾ جب خنثی مشکل بالغ ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ بالغین مرد و عورت کا جنازہ یکساں پڑھایا جاتا ہے اس میں دعا کے وقت ضمائر کا فرق نہیں ہے، البتہ جب نابالغ ہو تو بالغین کی دعا الگ ہے جس میں ضمیر مذکر و مؤنث کا فرق موجود ہے، حیث قال العلامة شرنبلالی: اما اذا کان صغيراً او مجنوناً فليقل اللهم اجعله لنا فرطاً واجعله لنا ذخراً واجعله لنا شافعاً ومشفعاً (الجوهرة النيرة ۱: ۱۳۰) پس خنثی مشکل میں چونکہ دونوں جہت موجود ہیں لہذا جو ضمیر بھی راجع کرے جائز ہے، وھکذا فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۵: ۳۵۰ قال الشيخ عزيز الرحمن: اللهم اجعله لنا فرطاً بضمير مذکر پڑھ دیوے کیونکہ مؤنث کی طرف بھی بتاویل شخص راجع ہو سکتی ہے اور بضمیر مؤنث پڑھنا بھی درست ہے بتاویل نفس۔ فقط..... (از مرتب)

پشاور گیا لیکن اس عالم سے نہ ملا، ادھر وارثوں نے مردہ کو دفن کر دیا بغیر جنازہ کے، اب اس مولوی صاحب نے پشاور سے واپس آ کر قبر پر جنازہ کی نماز پڑھی کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: میاں زرین مدرسہ تعلیم القرآن پشونگزی نوشہرہ..... ۱۹۶۹ء/۱۱/۲۰

الجواب: چونکہ یہ بچہ والدین یا صرف والدہ کی متابعت کی وجہ سے مسلمان ہے ﴿۱﴾ اور فقہاء کرام نے اس پر جنازہ کرنے سے منع نہیں کیا ہے لہذا اس پر جنازہ نہ پڑھنا غلطی ہے اور قبر پر جنازہ پڑھنا (ریزہ ریزہ ہونے سے پہلے) جائز اور صحیح ہے، فلیراجع الی الشرح الکبیر والدر المختار وغیرہما ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

ولد الزنا کے کانوں میں اذان اور جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ولد الحرام یعنی ولد الزنا جس کا باپ معلوم نہ ہو اس کے کانوں میں مطابق شرع اذان و اقامت کہی جائے گی یا نہیں؟ نیز اگر یہ بچہ مرجائے تو اس پر جنازہ پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: فضل کریم خطیب راجگان کہوڑہ راولپنڈی

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: ای فان الصبی بصیر مسلماً لان الولد يتبع خير الابوين دینا۔
(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۲۵۶ مطلب فی حمل الميت باب صلاة الجنائز)
﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: فیصلی علی قبره ما لم يتمزق وان دفن واهیل علیہ التراب بغیر صلاة او بها بلا غسل او ممن لا ولاية له صلی علی قبره استحساناً ما لم یغلب علی الظن تفسخه من غیر تقدیر هو الاصح وظاهره انه لو شک فی تفسخه صلی علیہ۔
(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۲۵۲ باب صلاة الجنائز)
(وهكذا فی الغنیة المستملی المعروف بالکبری ۵۴۲ الرابع فی الصلاة فصل فی الجنائز)

الجواب: یہ لڑکا صرف والدہ کی طرف منسوب ہوگا نہ کہ زانی کی طرف۔ اور والدہ اگر مسلمان ہو تو یہ لڑکا بھی مسلمان ہوگا، لان الولد يتبع خسر الابن۔ والمحقق هنا الحصر في الامم ۱؎، اور اس پر جنازہ پڑھنا جائز ہے کیونکہ یہ لڑکا والدہ کی متابعت کی وجہ سے مسلمان ہے۔ نیز زانی اور زانیہ پر جنازہ پڑھنا جائز ہے، لحديث رواه ابو داود صلوا على كل بر وفاجر ۲؎ پس ولد الزنا پر جو کہ مجرم بھی نہیں ہے بطریق اولیٰ جنازہ پڑھایا جائے گا، نیز جن اموات کو جنازہ سے مستثنیٰ کیا گیا ہے یہ ان سے خارج ہے، فليراجع الى الدر المختار باب الجنائز ۳؎ پس اس پر مسلمان بچوں کے احکام جاری ہوں گے۔ وهو الموفق

اوقات مکروہہ میں جنازہ حاضر ہو جائے تو جنازہ مکروہہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر جنازہ عند الطلوع یا عند الزوال یا عند الغروب تیار ہو جائے تو کیا ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو شامی جلد اول اور عالمگیری جلد اول نے کیوں فتویٰ دیا ہے کہ سجدہ تلاوت کو مؤخر کر کے نماز جنازہ حاضر ہونے پر تاخیر نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے نماز جنازہ فوراً ادا کرے، اور حدیث سے بھی واضح ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: **۱؎ قال العلامة ابن عابدين:** قال في شرحه او اسلم احد ابويه يجعل مسلما تبعا سواء كان الصغير عاقلا ولم يكن لان الولد يتبع خیر الابوين دینا۔

(ردالمحتار ۱: ۲۵۵ مطلب فی حمل الميت باب صلاة الجنائز)

۲؎ (سنن ابی داؤد ۱: ۳۵۰ باب فی الغزو مع ائمة الجور کتاب الجہاد)

۳؎ قال العلامة الحصكفي: وهي فرض على كل مسلم مات خلا أربعة بغاة وقطاع طريق فلا يغسلوا ولا يصلى عليهم اذا قتلوا في الحرب وكذا اهل عصبة ومكابر في مصر بسلاح وخناق خنق غير مرة فحكمهم كالغاة۔

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۲۴۲ باب صلاة الجنائز)

عنه سے فرمایا تھا کہ چار چیزوں میں دیر نہ ہو ان میں سے ایک نماز جنازہ بھی ہے جس کو شامی اور شرح الیاس نے بھی نقل کیا ہے جواز اور عدم جواز کی صورت میں جو فیصلہ ہو مطلع فرمائیے۔ بینواتو جروا
المستفتی: میر ولی اللہ ٹیل مانسمرہ..... ۱۳/۵/۱۹۷۶

الجواب: جنازہ جب ان اوقات میں حاضر ہو جائے تو جنازہ پڑھنا مکروہ نہ ہوگا، لما ذکرہ

المستفتی لکن معرفة الحضور امر مهم ﴿۱﴾. وهو الموفق

جنازہ کی نیت میں بعض الفاظ کا چھوڑنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک آدمی فوت

ہوا تھا، نماز جنازہ پڑھانے والے مولوی صاحب نے نیت نماز جنازہ بلند آواز سے پڑھنے والوں کو اس طرح بتلائی، چار تکبیر نماز جنازہ فرض کفایہ، ثناء واسطے اللہ تعالیٰ کے، دعا واسطے حاضرین کے، پیچھے امام صاحب کے، منہ طرف کعبہ شریفہ اللہ اکبر، اس نیت میں درود واسطے پیغمبر کے نہیں بتلایا، اس کے بعد ایک اور جنازہ پڑھنا تھا

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله فلو وجبت فيها) ای بان تليت الآية في تلك الاوقات او حضرت فيها الجنازة..... قوله ای تحریمافانہ اذا كان الافضل عدم التاخير في الجنازة فلا كراهة اصلا وما في التحفة اقره في البحر والنهر والفتح والمعراج لحديث ثلاث لا يؤخرن منها الجنازة اذا حضرت وقال في شرح المنية والفرق بينها وبين سجدة التلاوة ظاهر لان التعجيل فيها مطلوب مطلقا الا لمانع وحضورها في وقت مباح مانع من الصلاة عليها في وقت مكروه بخلاف حضورها في وقت مكروه وبخلاف سجدة التلاوة لان التعجيل لا يستحب فيها مطلقا ای بل يستحب في وقت مباح فقط فثبت كراهة التنزيه في سجدة التلاوة دون صلاة الجنازة.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۲۷۵ مطلب في تكرار الجماعة والاقتداء بالمخالف)

جنازہ شروع کرنے سے پہلے ایک آدمی نے دوبارہ نیت نماز جنازہ سنانے کے متعلق امام صاحب کو کہا امام صاحب نے دوبارہ وہ نیت بتلائی جس پر امام صاحب کو کہا گیا کہ درود واسطے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کیوں نہیں بتلاتے؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ درود بیچ میں آ جاتا ہے اس کے بعد بعض لوگ آمادہ بفساد ہو گئے کہ پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ امام نے دشمنی اور بخیلی سے کام لیا ہے اس موقع پر جو لوگ موجود تھے گالیاں وغیرہ دیتے ہوئے چلے گئے، اس کے متعلق ارشاد فرمایا جاوے کہ کیا یہ جنازہ ہوا ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: غلام حسین کیمپور..... ۲۰/۵/۱۹۶۹ء

الجواب: نماز جنازہ میں جنازہ کرنے کی نیت ضروری نہیں اور صرف ارادہ کافی ہے ﴿۱﴾ اور باقی رہے یہ الفاظ کہ واسطے درود پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے تو اس کا بولنا اور نہ بولنا برابر ہے لہذا امام صاحب برحق ہے اور عوام لاعلمی کی وجہ سے غلطی پر ہیں۔ وهو الموفق

قبرستان میں نماز جنازہ اور میت کو منتقل کرنے کی وجہ سے دوبارہ جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) کہ زمانہ قدیم سے ایک قبرستان جس میں اب نہ کوئی قبر ہے نہ نشان قبر وغیرہ بلکہ صاف چٹیل میدان رہ گیا ہے کیا اس میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے؟ (۲) ایک میت جس کا نماز جنازہ غسل کفن و دفن ہو چکا دو تین دن بعد اس میت کو دوسری جگہ لے جا کر دفنایا جائے کیا اس میت کیلئے دوبارہ غسل کفن یا نماز جنازہ پڑھنا درست ہے؟ مدلل جواب

﴿۱﴾ وفي الهندية: فالامام والقوم ينوون ويقولون نويت اداء هذه الفريضة عبادة الله تعالى متوجها الى الكعبة مقتديا بالامام ولو تفكر الامام بالقلب انه يودي صلاة الجنائز يصح ولو قال المقتدى اقتديت بالامام يجوز كذا في المصنعات.

(فتاوى عالمگیری ۱: ۱۶۴ الفصل الخامس في الصلاة على الميت)

سے نواز کر حکم صادر فرماویں۔ واجزکم علی اللہ

المستفتی: ایم عبد الغفور گھمبیر مری ہزارہ..... ۱۹۶۹ء/۱/۱۳

الجواب: (۱) نماز جنازہ قبرستان میں پڑھنا جائز ہے تو چٹیل میدان میں بطریق اولیٰ جائز

ہوگا، والدلیل علیہ جواز صلاۃ الجنازۃ عند محاذۃ المیت اجماعا ولان الفقہاء صرحوا

بجواز صلاۃ الجنازۃ علی القبر فی بعض الصور، فی الدر المختار: وان دفن بغير صلاۃ

صلی علی قبرہ ﴿۱﴾ ولان النبی ﷺ صلی علی القبر ﴿۲﴾ . (۲) اگر یہ نماز جنازہ بادشاہ

اور قاضی کی اجازت سے ہوا ہو تو اعادہ نہیں ہے ورنہ نماز کا اعادہ جائز ہے اور غسل کا اعادہ نہیں ہے، قال فی

الہندیۃ ۱: ۱۷۴ رجل مات فی غیر بلدہ ثم جاء اہلہ فحملوہ الی منزلہ ان کانت

الصلاۃ باذن السلطان او القاضی لا تعاد کذا فی فتاویٰ قاضی خان ﴿۳﴾ . وهو الموفق

تمام عمر نماز نہ پڑھنے والے شخص کے جنازہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو ضعیف

العر اور قریب الموت ہے تمام عمر اسی گاؤں میں بسر کرنے کے باوجود کوئی شخص بھی اس کے متعلق نماز پڑھنے

کی شہادت نہیں دے سکتا کیا اس بے نمازی کا جنازہ پڑھنا جائز ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حاجی عبداللطیف بٹل مانسہرہ..... ۶/شعبان ۱۳۹۶ھ

الجواب: اگر یہ شخص دعویٰ اسلام رکھتا ہو اور نماز نہ پڑھنے کو گناہ سمجھتا ہو تو اس پر نماز جنازہ پڑھا

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۱: ۶۵۲ باب صلاۃ الجنائز)

﴿۲﴾ عن ابن المسیب ان النبی ﷺ صلی علی قبر ام سعد بن عبادۃ بعد شہر .

(جامع ترمذی ۱: ۱۲۳ باب ماجاء فی الصلوۃ علی القبر)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۶۳ الفصل الخامس فی الصلاۃ علی المیت)

جائے گا، لکونہ مسلماً مجرماً ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

دوران اغوا اغوا کنندہ مقتول پر جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا علاقہ قبائل کے قریب ہے ان میں ایک مخصوص قوم ہے جو اغوا برائے تاوان کرتے ہیں اب اگر یہ اغوا برائے تاوان کرنے والا آدمی قتل کیا جائے تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اور اس پر جنازہ کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: نامعلوم..... ۶/۹/۱۹۸۷

الجواب: اغوا کنندہ کا قتل جائز ہے عام لوگ اس کو اس جنایت کے دوران قتل کر سکتے ہیں اور حکومت ان کو ہر وقت باقاعدہ قتل کر سکتی ہے اور جب اس اغوا کنندہ کو دوران اغوا قتل کیا جائے تو اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا، فلیراجع الی جنائز ردالمحتار ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهندية: ويصلى على كل مسلم مات بعد الولادة صغيراً كان او كبيراً ذكراً كان او انثى الا البغاة وقطاع الطريق الخ.

(فتاویٰ عالمگیری ۱: ۲۳ الفصل الخامس في الصلاة على الميت)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وهي فرض على كل مسلم مات خلا اربعة بغاة وقطاع طريق فلا يغسلوا ولا يصلى عليهم اذا قتلوا في الحرب ولو بعده صلى عليهم لانه حد او قصاص وكذا اهل عصابة ومكابر في مصر ليلا بسلاح وخناق خنق غير مرة فحكمهم كالبغاة.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۱: ۲۲۲ باب صلاة الجنائز)



عن ابي هريرة رضى الله عنه قال:
قال رسول الله ﷺ من شهد الجنازة حتى
يصلى عليها فله قيراط، ومن شهدها حتى
تدفن فله قيراطان قيل: وما القيراطان؟
قال: مثل الجبلين العظيمين.

.....متفق عليه.....



اللَّهُ

اللَّهُ

فتاوى د. يعقوب بنده پاکستان المعروف به

فتاوى فرید جلد سوم

فصل فی الحمل
والغسل والدفن والتعزية



فصل فی الحمل والغسل والدفن والتعزية

جہاں موت واقع ہو وہاں کے مقبرہ میں دفن کرنا مستحب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک خاندان وطن سے بارہ سو میل دور رہتا ہے اور جب اس میں سے کوئی آدمی فوت ہو جائے تو وہ اس کی میت کو وطن لے جاتے ہیں اور وہاں دفن کرتے ہیں کیا یہ نقل میت جائز ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی غوث الرحمن پٹھان کوٹ حیدر آباد..... ۱۶/۲/۱۹۶۹ء

الجواب: بہتر یہ ہے کہ مردہ جس مقام میں مرے اسی مقام کے مقبرہ میں دفن کیا جائے لیکن دفن سے پہلے نقل بھی جائز ہے، فی الهندیة ویتحب فی القتل والمیت دفنه فی المكان الذی مات فی مقابر اولئک القوم ولو مات فی غیر بلدہ یتحب ترکہ فان نقل الی مصر آخر لا بأس بہ (۱: ۱۷۷) ﴿۱﴾. وهو السوفی

مردہ کیلئے صندوق بنا کر دفنانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں مردہ کو قبر میں رکھنے کی بجائے صندوق بنا کر قبر میں رکھا جاتا ہے کیا یہ صندوق جائز ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حاجی محمد حسن ٹل کوٹا..... ۳/۸/۱۹۸۳ء

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۷۷ الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الی آخر)

الجواب: زنانه کیلئے تابوت بہر حال جائز ہے اور مردوں کیلئے عند الحاجة جائز ہے مثلاً جب زمین نرم یا سیم و تھور والی ہو، کما فی رد المحتار ۱: ۸۳۶ قوله لا بأس باتخاذ تابوت، ای یرخص ذلك عند الحاجة والا کرہ کما قدمناه آنفاً وفي المحيط واستحسن مشائخنا اتخاذ التابوت للنساء یعنی ولو لم تكن الارض رخوة فانه اقرب الى الستر والتحرز عن مسها عند الوضع فی القبر ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

میت کو دوبارہ غسل دینا اور سلی ہوئی قمیص و شلوار پہنانا تعامل امت سے مخالف ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) ہمارے علاقوں میں میت کو دوبارہ غسل دینے کا رواج بن گیا ہے ایک فوراً مرنے کے بعد اور ایک لوگوں کو مطلع کرنے پر یعنی قریب دفن وغیرہ۔ (۲) مسنون کفن کے علاوہ اب سلی ہوئی قمیص اور شلوار بھی پہناتے ہیں شرعی حکم سے مطلع فرماوے؟ بینواتو جروا

المستفتی: غلام سرور گھوٹی راولپنڈی

الجواب: (۱) دوبارہ غسل دینا تعامل امت سے مخالف ہے ﴿۲﴾ نیز اس میں مردہ کا دودفعہ بے حجاب کرنا ہے، پس یہ رواج لازم ترک اور قبیح رواج ہے خصوصاً اس میں غسل اول کی عدم کفایت کا توہم موجود ہے۔ (۲) یہ رسم بھی تعامل امت سے متصادم ہے ﴿۳﴾ نیز اس میں اسراف اور تبذیر موجود ہے بلکہ اس میں تعذیب میت کا خطرہ بھی موجود ہے، لکونہ راضیا بہ حال حیوتہ۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۶۰ مطلب فی دفن المیت)

﴿۲﴾ وفي الهندية: والواجب هو الغسل مرة واحدة..... فان خرج منه شيء غسله ولا يعيد غسله ولا وضوءه ثم ينشفه بثوب كيلا تبطل اكفانه. (فتاوى عالمگیری ۱: ۵۸ الفصل الثاني فی الغسل)

﴿۳﴾ قال الحصكفي: ويسن في الكفن ازار وقميص ولفافة، وقال ابن عابدين: وفي صحيح مسلم عنه ﷺ اذا كفن احدكم اخاه فليحسن كفنه وروى..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

بعد الغسل اور جنازہ لے جاتے وقت میت کا سر اور پاؤں کس جانب ہو؟ اور
لوگوں کا دفن سے پہلے چلے جانے وغیرہ مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں (۱) بعد الغسل میت کا سر اور پاؤں کس جانب ہوں؟ (۲) جنازہ کو لے جانے کے وقت پاؤں کس سمت ہوں؟ (۳) بعد از جنازہ لوگ بغیر تعاون مٹی ڈالنے کے چلے جاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ (۴) قبر کتنی اونچی ہو؟ (۵) تیاری قبر کے بعد سر اور پاؤں کی جانب کھڑے ہو کر کچھ پڑھنا کس طرح ہے؟ (۶) میت کو بروز جمعہ دفن کرنے کے بعد تیسرے دن چنوں کا لانا اور اس کو دم کر کے کھانا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینو اتوجروا

المستفتی: حافظ رمزا احمد ٹالھی تھر پار کر سندھ ۳۱/۱۲/۱۹۷۵

الجواب: (۱) اس حکم میں تنگی نہیں ہے بلکہ جو آسان ہو وہ کرے، کما فی العالمگیریہ

(۱۶۷: ۱) والاصح انه یوضع کما تیسر ﴿۱﴾

(۲) پاؤں پیچھے اٹھانے والوں کی طرف کئے جائیں گے، کما فی الہندیہ ۱: ۱۷۲ وفی

حالة المشی بالجنازہ یقدم الرأس کذا فی المضممرات ﴿۲﴾

(بقیہ حاشیہ) ابو داؤد عنہ رضی اللہ عنہ لا تغالوا فی الکفن فانه یسلب سلبا سریعا وجمع بین الحدیثین بان المراد بتحسینہ بیاضہ ونظافتہ لا کونہ ثمیناً حلیۃ وهو فی معنی ما مر عن النهر. (الدرا المختار مع ردالمحتار ۱: ۶۳۷ مطلب فی الکفن) وقال الشرنبلالی: ولا یجعل لقمیصہ کم لانه

یکون لحاجة الحی ولا دخر یص لانه یفعل للحی لیتسع الاسفل للمشی فیہ ولا جیب وهو الشق النازل علی الصدر لانه لحاجة الحی ولو کفن فی قمیص حی قطع جیبہ ولینته کذا فی التبین ولا تلف اطرافہ لعدم الحاجة الیه. (امداد الفتاح شرح نور الابضاح ۲۱۴ مطلب فی التکفین)

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۵۸ الفصل الثانی فی الغسل)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۶۲ الفصل الرابع فی حمل الجنازۃ)

(۳) جائز ہے البتہ افضل یہ ہے کہ دفنانے تک انتظار کرے، قال رسول اللہ ﷺ من اتبع جنازة مسلم ايماناً واحتساباً وكان معه حتى يصلى عليها ويفرغ من دفنها فانه يرجع من الاجر بقيراطين كل قيراط مثل احد ومن صلى عليها ثم رجع قبل ان تدفن فانه يرجع بقيراط ﴿١﴾ متفق عليه (مشکوٰۃ ۱۵۸)۔

(۴) ایک باش اونچائی ہوئی چاہئے، كما في الهنديه ۱: ۱۷۶ ويسمى القبر قلر الشبر ﴿٢﴾۔

(۵) سنت ہے، كما في ردالمحتار ۱: ۸۳۸ وكان ابن عمر يستحب ان يقرأ

على القبر بعد الدفن اول سورة البقرة وخاتمتها ﴿٣﴾۔

﴿١﴾ (مشکوٰۃ المصابيح ۱: ۱۳۴ باب المشی بالجنازة الفصل الاول)

﴿٢﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۷۶ الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مكان الى آخر)

﴿٣﴾ قال العلامة ابن عابدين: فقد ثبت انه عليه الصلاة والسلام قرأ اول سورة البقرة عند رأس

ميت وأخوها عند رجله. (ردالمحتار ۱: ۲۲۵ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنائز)

وقال ابن قيم الجوزية: وقد ذكر عن جماعة من السلف انهم اوصوا ان يقرأ عند قبورهم وقت

الدفن قال عبد الحق: يروى ان عبد الله بن عمر امر ان يقرأ عند قبره سورة البقرة وممن رأى

ذلك المعلى بن عبد الرحمن وكان الامام احمد ينكر ذلك اولا حيث لم يبلغه فيه اثر ثم

رجع عن ذلك وقال الخلال في الجامع القراءۃ عند القبور: اخبرنا العباس بن محمد الدوري

حدثنا يحيى بن معين..... قال ابی: اذا انامت فضعتی فی اللحد وقل بسم الله وعلى سنة رسول

الله وسن على التراب سناً، وقرأ عنده رأسی بفاتحة البقرة فانی سمعت عبد الله بن عمر يقول

ذلك (اخرجه البيهقي في السنن الكبرى باب ما ورد في قراءة القرآن عند القبر)

قال عباس الدوري: سألت احمد بن حنبل قلت: تحفظ في القراءة على القبر شيئاً؟ فقال لا

وسألت يحيى بن معين فحدثني بهذا الحديث. وقال الخلال: واخبرني الحسن بن احمد الوراق

وحدثني علي بن موسى الحداد وكان صدوقاً، قال: كنت مع احمد بن حنبل ومحمد بن قدامة

الجوهري في جنازة، فلما دفن الميت جلس رجل ضرير يقرأ..... (بقية حاشيه اگلے صفحہ پر)

(۶) ثواب کی نیت سے اس چنوں کا کھانا بدعت ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

دفنانے کے بعد وقت تعزیت شروع ہو جاتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی دریا میں ڈوب گیا اور اس کی لاش گم ہو گئی پھر چند دن گزرنے کے بعد لاش مل گئی، اب تعزیت کس وقت سے شروع ہوگی ڈوبنے کے وقت سے یا دفنانے کے بعد؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل مولیٰ جلیبی صوابی..... ۱۶/۸/۱۹۸۳

الجواب: قواعد کی رو سے دفنانے کے بعد وقت تعزیت شروع ہوتی ہے، کما فی

ردالمحتار ۱: ۲۳۰ ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) عند القبر، فقال له احمد: يا هذا ان القراءة عند القبر بدعة، فلما خرجنا من المقابر قال محمد بن قدامة لاحمد بن حنبل: يا ابا عبد الله ما تقول في مبشر الحلبی؟ قال: ثقة، قال: كتبت عنه شيئاً؟ قال: نعم، فاخبرني مبشر عن عبد الرحمن بن العلاء بن اللحلج، عن ابيه انه اوصى اذا دفن يقرأ عند رأسه بفاتحة البقرة وخاتمتها، وقال سمعت ابن عمر يوصي بذلك فقال له احمد: فارجع وقل للرجل يقرأ (اخرجه الطبرانی فی المعجم الكبير ۳: ۱۵۳) وقال الحسن بن الصباح الزعفرانی: سألت الشافعی عن القراءة عند القبر فقال: لا بأس بها. (كتاب الروح لابن القيم ۱۸ المسئلة الاولى)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: ولان ذكر الله تعالى اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم يكن مشروعاً حيث لم يرد الشرع به.

(البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العيدين)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: وهي بعد الدفن افضل منها قبله لان اهل الميت مشغولون قبل الدفن بتجهيزه ولان وحشتهم بعد الدفن لفراقه وهذا اذا لم يرمهم جزع شديد والافدمت لتسكينهم جوهره. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۲۶۵ مطلب في زيارة القبور باب صلاة الجنائز)

بیوی کیلئے شوہر کو اور شوہر کیلئے بیوی کو غسل و دفن وغیرہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) شوہر مر جائے تو بیوی مردہ شوہر کی چار پائی پر بیٹھ سکتی ہے یا نہیں؟ (۲) عورت فوت ہو جائے تو شوہر بیوی کی چار پائی جنازہ کے وقت اٹھا سکتا ہے؟ نیز اسے غیر محرم قبر میں اتار سکتا ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: ملک کرم بخش نمبردار کیمپور۔ ۱۷/۱ مارچ ۱۹۷۵ء

الجواب: (۱) بیٹھ سکتی ہے غسل بھی دے سکتی ہے (شامی وغیرہ) ﴿۱﴾۔ (۲) چار پائی اجانب بھی اٹھا سکتے ہیں البتہ قبر میں محرم اتاریں گے اور اگر محرم نہ ہوں یا ناکافی ہوں تو دیگر رشتہ داروں سے خاوند مقدم اور حقدار ہے اور ضرورت کے وقت اجانب بھی اتار سکتے ہیں (ہندیہ) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق
شوہر کیلئے مردہ بیوی کو غسل دینے میں حدیث تجرید البخاری سے استدلال صحیح نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تجرید البخاری میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غسل دیا تھا اس مسئلہ کے بارے میں تحقیق کیا ہے؟ کیا ایک آدمی اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: قاضی نور البصر مقام جلوزی پشاور۔ ۱۹/۳/۱۹۶۹ء

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وهي لا تمنع من ذلك، قال ابن عابدين: (تحت قوله وهي لا تمنع من ذلك) اي من تغسيل زوجها دخل بها اولاً.
(ردالمحتار ۱: ۶۳۴ مطلب فی حدیث کل سبب ونسب منقطع الاسبی ونسبی صلاة الجنائز)
﴿۲﴾ وفي الهندية: ذوالرحم المحرم اولی با دخال المرأة من غیرهم کذا فی الجوهرۃ النیرۃ وکذا ذوالرحم غیر المحرم اولی من لاجنبی فان لم یکن فلا بأس للاجانب وضعها کذا فی البحر الرائق.

(فتاویٰ عالمگیری ۱: ۱۶۶ الفصل السادس۔ فی القبر والدفن)

الجواب: اولاً یہ ثابت نہیں اور ثانیاً یہ خصوصیت پر محمول ہے لہذا دوسرا شخص اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا، فی الدر المختار: ویمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظر اليها علی الاصح وقالت الانمة الثلاثة يجوز لان علیا غسل فاطمة رضی اللہ عنہا قلنا هذا محمول علی بقاء الزوجية لقوله علیہ السلام کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی ونسبی مع ان بعض الصحابة انکر علیہ ﴿۱﴾ (وفی رد المحتار ۱: ۸۰۳). قال فی شرح المجمع لمصنفه فاطمة رضی اللہ عنہا غسلتها ام ایمن حاضنتہ رضی اللہ عنہا ورضی عنہا فتحمل رواية الغسل لعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی معنی التهيئة والقيام التام باسبابه ولان ثبتت الرواية فهو مختص به الا ترى ان ابن مسعود رضی اللہ عنہ لما اعترض علیہ بذلك اجابه بقوله اما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان فاطمة زوجتك فی الدنيا والاخرة فادعاء الخصوصية دليل علی ان المذهب عندهم عدم الجواز انتهى. وهو الموفق

میت کے کانوں میں اذان دینے کا کوئی ثبوت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) اذان میت جو بعض علاقوں میں مروج ہے کیا اس کی کوئی دلیل ہے؟ (۲) کیا یہ سچ ہے کہ عشرہ مبشرہ میں ایک صاحب کی وفات کے بعد پیغمبر علیہ السلام نے ان کے کانوں میں اذان دی تھی اگر سچ ہے تو پھر یہ مستحب یا سنت ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: نور البہادی اسماعیلہ مردان ۸/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: (۱) خلاف سنت ہے ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ (الدر المختار مع رد المحتار ۱: ۶۳۳ مطلب فی حدیث کل سبب ونسب باب صلاة الجنائز) ﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: فی الاقتصار علی ما ذکر من النوارد اشطوة الی انہ لا یسن الاذان عند ادخال المیت فی قبره کما هو المعتاد الآن وقد... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) یہ حدیث ثابت نہیں ہے ﴿۱﴾ یہ تمام بتاء الفاسد علی الفاسد ہے۔ وهو الموفق

قبر پر اذان کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان علی القبر کی شرعی حقیقت کیا

ہے، سنت ہے یا بدعت؟ بینوا توجروا

المستفتی: اول شیر ایڈوکیٹ یار حسین مردان: ... ۱۹۸۳ء/۷/۲۳

الجواب: بعض شوافع کے نزدیک قبر میں اذان کہنا مستحب ہے لیکن محققین شوافع نے اس کی

تردید کی ہے، کما فی رد المحتار ۱: ۳۵۸ قیل وعند انزال المیت القبر قیاسا علی اول

خروجہ للدنیا لا کن رده ابن حجر فی شرح اللعاب ﴿۲﴾ اور مشائخ احناف نے اس اذان

(بقیہ حاشیہ) صرح ابن حجر فی فتاویہ بانہ بدعة وقال ومن ظن انه سنة قیاسا علی ندبهما للمولود الحاقا لخاتمة الامر بابتدائه فلم یصب.

(رد المحتار ۱: ۶۶۰ مطلب فی دفن المیت باب صلاة الجنائز)

﴿۱﴾ قال الامام الربانی رشید احمد الجنجوهی: اذان بعد دفن کے قبر پر بدعت ہے کہ کہیں قرون ثلثہ

میں اس کا ثبوت نہیں چنانچہ علامہ شامی نے رد المحتار میں لکھا ہے، تنبیہ: فی الاقتصار علی ما ذکر من الوارد

اشارة الی انه لا یسن الاذان عند ادخال المیت اور علامہ خیر الدین رملی نے حاشیہ بحر الرائق میں لکھا

ہے: قیل وعند انزال المیت القبر قیاسا علی اول خروجہ من الدنیا لکن رده ابن حجر فی شرح

العباب انتھی۔ اور در البحار میں لکھا ہے: من البدع التي شاعت فی بلاد الهند الاذان علی القبر بعد

الدفن انتھی اور توشیح شرح تنقیح محمود البلخی میں مذکور ہے، ما فی الاثور من الاذان علی

القبر ولیس بشئ انتھی کذا فی التفہم المسائل.

(فتاویٰ رشیدیہ ۱: ۱۳۶ قبر پر اذان دینا)

﴿۲﴾ (رد المحتار ہامش الدر المختار ۱: ۲۸۳ مطلب فی المواضع التي یندب لها الاذان فی غیر الصلاة)

کے متعلق کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے البتہ بعض محققین یعنی علامہ شامی نے ردالمحتار ۱: ۸۳۷ میں اس بارے میں کراہیت کی طرف اشارہ کیا ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

مردہ پیدا شدہ بچے کو قبرستان میں دفنایا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی مردہ پیدا شدہ بچے کو قبرستان میں دفن کیا جائے گا یا کسی خاص جگہ میں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: گلزمان کورنگی روڈ کراچی نمبر ۴..... ۱۰/ صفر ۱۳۹۷ھ

الجواب: کافی تتبع کے باوجود صریح جزیہ نہیں ملا، قواعد کی رو سے عام قبرستان میں دفنایا جائے گا، لان فیہ اکراما کما فی الغسل والتسمیة، قال صاحب الدر المختار والا يستهل غسل وسمی ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

قبر میں رضائی وغیرہ ساتھ رکھنا خلاف سنت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کیساتھ کفن کے علاوہ دیگر اشیاء رضائی وغیرہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی عبدالقیوم کوہ مری راولپنڈی

الجواب: ماسوائے کفن کے دیگر اشیاء کا قبر میں رکھنا خلاف سنت ہے (شامی: ۱: ۸۳۶) ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الشامي: في الاقتصار على ما ذكر من الوارد اشارة الى انه لا يسن الاذان عند ادخال الميت في قبره كما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر في فتاويه بانه بدعة.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۶۰ مطلب في دفن الميت)

﴿۲﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۱: ۶۵۵ باب صلاة الجنابة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ويحسن الكفن) بان يكفن..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

دفن کے وقت قبر گر کر دوبارہ مرمت کی جائے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دفن کے وقت ایک قبر گر جائے جبکہ مردہ کو لحد میں رکھا گیا تھا، تو ایسے موقع پر کونسا عمل بہتر ہے نئی قبر بنالی جائے یا اس کو درست کر کے مردے کو دفن کیا جائے؟ بینواتوجروا

المستفتی: کل قدم مقام لنڈیوانوں..... ۱۷/۸/۱۹۷۷

الجواب: اس قبر کی اصلاح (مرمت) کرنی چاہئے فقہاء کرام نے جن وجوہات کی وجہ سے اخراج میت کو جائز کہا ہے ان میں قبر گر نے کو شمار نہیں کیا ہے، کما فی شرح التتویر ولا یخرج منه بعد اهالة التراب الالحق آدمی الخ ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

قبر کے سر اور پاؤں کی جانب سورۃ بقرہ کا اول و آخر پڑھنا اور تلقین بعد الممات کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعد الدفن قبر کے پاؤں اور سر کی جانب سورۃ البقرہ کا اول و آخر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز تلقین بعد الممات کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: بانڈہ سیدان ضلع تحصیل مانسہرہ..... ۲۶/ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: واضح رہے کہ سورۃ بقرہ کا اول و آخر (قبر کے سر اور پاؤں کے پاس) پڑھنا مسنون ہے، لحديث ورد بذلك رواه البيهقي عن ابن عمر كما في المشكوة (۱: ۱۶۳) ﴿۲﴾ (بقيہ حاشیہ) بکفن مثله وهو ان ينظر الى ثيابه في حياته للجمعة والعیدین وفي المرأة ما تلبسه لزيارة ابويها كذا في المعراج لقول الحدادی وتكره المغلاة في الكفن يعني زيادة على كفن المثل نهر. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۲۳۶ مطلب في الكفن باب صلاة الجنائز)

﴿۱﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمختار ۱: ۲۶۲ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ عن عبد الله بن عمر قال سمعت النبي ﷺ يقول..... (بقيہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لیکن تلقین بعد الممات کے متعلق نہ "ایں کارے کنم و نہ انکارے کنم" کا طرز عمل معمول رکھنا چاہئے،
کما فی شرح التنویر ولا یلقن بعد تلحیدہ وان فعل لا ینہی عنہ (ہامش ردالمحتار
۱: ۷۹۷) ﴿۱﴾. وهو الموفق

دفن کے بعد میت کے سر ہانے اور پاؤں کی طرف سورۃ بقرہ کا اول و آخر پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں مردہ کو دفن کرنے کے بعد بعض علماء قبر کے سر اور پاؤں کی طرف کھڑے ہو کر سورۃ بقرہ کا اول اور آخر پڑھاتے ہیں اور پھر دعا کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد مدرس خان بنوں کرکھہ..... ۱۰/ فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: قبر کے سر اور پاؤں کی طرف کھڑے ہو کر سورۃ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنا جائز اور مشروع ہے ﴿۲﴾ کما رواہ البیہقی مرفوعاً و لیقرأ عند رأسه فاتحة البقرة (بقیہ حاشیہ) اذا مات احدکم فلا تحبسوه واسرعوا به الى قبره وليقرأ عند رأسه فاتحة البقرة وعند رجله بخاتمة البقرة رواه البیہقی فی شعب الایمان.
(مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۱۲۹ باب دفن الميت الفصل الثالث)
﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۲۸ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال الامام جلال الدین السیوطی: واخرج الطبرانی والبیہقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال سمعت رسول اللہ ﷺ يقول اذا مات احدکم فلا تحبسوه واسرعوا به الى قبره وليقرأ عند رأسه فاتحة الكتاب ولفظ البیہقی فاتحة البقرة وعند رجله بخاتمة سورة البقرة فی قبره. واخرج الطبرانی عن عبد الرحمن بن العلاء بن الجلاح قال قال لی ابی یابنی اذا او ضعتنی فی لحدی فقل بسم الله وعلى ملة رسول الله ثم سن على التراب سنائم اقرأ عند رأسی بفاتحة البقرة وخاتمتها فانی سمعت رسول..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وعند رجله بخاتمة البقرة وقال البيهقي والصحيح انه موقوف على عبد الله بن عمر ﴿١﴾ قلت لكنه مما لا يدرك بالرائ فافهم، في ردالمحتار ۸۴۳: ۱ فقد ثبت انه عليه السلام قرء اول سورة البقرة عند رأس الميت و آخرها عند رجله ﴿٢﴾. وهو الموفق

دفن کے بعد مسئلہ میراث بیان کرنا نہ مطلوب ہے نہ ممنوع

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر پر دفن کے بعد مسئلہ میراث

بیان کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: سید الحق پشاور..... ۱۹۷۶ء/۱/۲۶

الجواب: قبر کے پاس دفن کے بعد نہ مسئلہ میراث بیان کرنا ضروری ہے اور نہ دوسرا کوئی مسئلہ

(بقیہ حاشیہ) اللہ تعالیٰ يقول ذلك. (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور ۴۳ باب ما یقال عند الدفن والتلقین)

قال ابن القيم الجوزية: قال عباس الدوري: سألت احمد بن حنبل قلت تحفظ في القراءة على القبر شيئاً؟ فقال: لا، وسألت يحيى بن معين فحدثني بهذا الحديث، قال الخلال: كنت مع احمد بن حنبل ومحمد بن قدامة الجوهري في جنازة فلما دفن الميت جلس رجل ضريبر يقرأ عند القبر فقال له احمد: يا هذا ان القراءة عند القبر بدعة، فلما خرجنا من المقابر قال محمد بن قدامة لاحمد بن حنبل يا أبا عبد الله ما تقول في مبشر الحلبي؟ قال: ثقة، قال: كتبت عنه شيئاً؟ قال: نعم، فاخبرني مبشر عن عبد الرحمن بن العلاء بن اللجلاج، عن ابيه انه اوصى اذا دفن يقرأ عند رأسه بفاتحة البقرة وخاتمتها، وقال سمعت ابن عمر يوصي بذلك، فقال له احمد: فارجع وقل للرجل يقرأ.

(كتاب الروح لابن القيم ۱۸ هل تعرف الاموات زيارة الاحياء)

﴿١﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۱۴۹ باب دفن الميت الفصل الثالث)

﴿٢﴾ (ردالمحتار ۱: ۶۶۵ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنائز)

بیان کرنا ضروری ہے البتہ قرآن پڑھنا اور تثبیت کیلئے دعا کرنا مسنون ہے، کما فی رد المحتار ۸۴۳: ۱ المطلوب هناک القراءة والدعاء للمیت بالتثبیت ﴿۱﴾ اور مسئلہ میراث وغیرہ نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے۔ وہو الموفق

غسل دینے کے بعد میت پر ایک رات گزر جائے غسل کا اعادہ نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو اگر رات کے وقت غسل دیا جائے اور پھر کفن دفن کا انتظام نہ ہو سکے بلکہ صبح تک میت ایسی رہ جائے تو کیا صبح کے وقت دوبارہ غسل دینا ضروری ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبد الحمید چمکنی پشاور

الجواب: غسل کا اعادہ نہیں ہے خواہ کتنا وقت گزر جائے بے شک اگر نجاست خارج ہو جائے تو صرف اسی جگہ کو دھویا جائے گا ﴿۲﴾ ہکذا فی جمیع معتبرات الفقہ۔ وہو الموفق

میت کے ساتھ بطور تبرک حدیث و وظائف کی کتابوں کا دفن کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک متوفی نے اپنی موت سے قبل وصیت کی تھی کہ میرے وظائف کی کتاب اور قرآن کا نسخہ کسی پرہیزگار شخص کو دے دینا یا میرے پاس دفن کرنا، لیکن بجائے دینے کے وہ مذکور کتب شریف میت کے ساتھ بطور تبرک دفن کئے گئے، اس واقعہ کے بعد ہمارے علاقہ پر آثار عذاب نازل ہونے شروع ہوئے فتنہ و فساد روز بروز بڑھ رہا ہے بارش بھی بند ہو گئی ہے

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۶۶۵: ۱ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: ولا یعاد غسله ولا وضوءه بالخارج منه لان غسله ما وجب لرفع الحدث لبقائه بالموت بل لتجسسه بالموت کسائر الحيوانات الدمویة الا ان المسلم یطهر بالغسل کرامة له وقد حصل. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۶۳۳: ۱ باب صلاة الجنائز)

کیا اس بارے میں کوئی روایت موجود ہے کہ یہ کام کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولانا نذیر احمد مسجد شکر پڑی ہزارہ..... ۱۲/۹/۱۹۷۰ء

الجواب: میت کے ساتھ لحد میں دفنانا جائز نہیں ہے اور مستقل جگہ میں (جو کہ قبر کے کسی جانب میں بنایا گیا ہو اور پھر بند کیا گیا ہو) دفنانا جائز ہے، يدل عليه ما في رد المحتار وقد مناه عن الفتح انه تكره كتابة القرآن واسماء الله تعالى على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرض وما ذلک الا لاحترامه وخشية وطنه ونحوه مما فيه اهانة فالمنع هنا (عند الكتابة على الكفن) بالاولى ما لم يثبت عن المجتهد او ينقل فيه حديث (۱: ۸۴۷) ﴿۱﴾ وفي الهندیة (۵: ۳۵۸) المصحف اذا صار خلقا لا يقرأ منه ويخاف ان يضيع يجعل في خرقة طاهرة ويدفن ودفنه اولى من الخ ﴿۲﴾، ان روایات سے دفنانے کا جواز جب نجاست سے دور ہو معلوم ہوتا ہے اور صریح جزیرہ اس کے متعلق نہیں ملی۔ وهو الموفق

خنثی مشکل کو غسل دینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خنثی مشکل کو کون غسل دے گا؟ بینواتوجروا

المستفتی: مدرسہ ریاض القرآن دتہ خیل شمالی وزیرستان..... ۲۳/۱/۸۸ء

الجواب: خنثی مشکل جب مرجائے تو اس کو باقاعدہ تیمم دیا جائے گا ﴿۳﴾ اور یا حوض، دریا

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۶۹ مطلب فيما يكتب على كفن الميت قيل باب الشهيد)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیری ۵: ۳۲۳ الباب الخامس في اداب المسجد والقبلة والمصحف) قال الشاه عبد العزيز محدث الدهلوی: شجرہ کو میت کے پاس کفن میں یا کفن کے اوپر رکھنے کو فقہاء منع کرتے ہیں اس سے بزرگوں کے نام کے بارے میں بے ادبی ہوتی ہے، البتہ مردہ کے سرہانے قبر میں چھوٹا طاق بنادیں اور اس میں شجرہ کا کاغذ رکھ دیں۔ (ماخوذ از رسالہ فیض عام) (فتاویٰ عزیزی ۲۰۴ باب التصوف)

﴿۳﴾ وفي الهندیة: والخنثی المشکل المراهق لا يغسل رجلا ولا امرأة ولم يغسلها رجل ولا امرأة ويتيمم وراء ثوب كذا في الزاھدی. (فتاویٰ عالمگیری ۱: ۶۰ الفصل الثاني في الغسل)

میں غوطہ دیا جائے گا (فلیراجع الی الہندیۃ) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

تعزیت میں دعا، جنازہ کے بعد دعا اور حیلہ اسقاط میں دور قرآن کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) کہ ہمارے ہاں تعزیت کا طریقہ یہ ہے کہ دفن کے بعد لوگ آکر کہتے ہیں کہ دعا کرو، سب ملکر دعا کرتے ہیں اس طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، پھر دعا بھی مقرر نہیں ہے کوئی سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے کوئی جنازہ کی دعا وغیرہ، صحیح طریقہ کیا ہے؟

(۲) جنازہ کے بعد صفوں میں بیٹھ کر کبھی توڑ کر اجتماعی دعا کرتے ہیں بعض لوگ اس دعا کو سنت کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر پر مدینہ منورہ میں جنازہ پڑھا اور دعا کے، بحوالہ فتح القدیر، نصب الراية، کبیری۔ جبکہ بعض علماء اس دعا سے منع کرتے ہیں، حال ہی میں ۲۳/ جنوری کو حضرت مولانا نصیر الدین صاحب شیخ الحدیث غورغشتوی کے جنازے میں یہ دعا نہیں ہوئی وہاں حضرت مولانا عبدالحق صاحب بھی غالباً موجود تھے یہ خبر رسالہ تعلیم القرآن ماہ جنوری میں بندہ نے پڑھی ہے۔

(۳) کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حبیبہ بنت عریذ زوجہ قلاب کے جنازہ میں حیلہ اسقاط کے دوران دور قرآن کیا ہے؟ کیا یہ روایت واقعی ابواللیث سمرقندی نے ذکر کیا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: قاضی نور عالم رانیکا راولپنڈی..... ۱۹۶۹ء/۲/۲۳

﴿۱﴾ قال العلامة شرنبلالی: وكذا الخنثى المشكل يتيمم فيظاهر الرواية وقيل يجعل في كوة فيغسل. (امداد الفتاح شرح نورالايضاح ۶۱۱ مطلب في تغسيل من لا يتمكن من غسله) ملاحظہ:..... خنثی مشکل اگر چھوٹا بچہ تھا تو اسے بہر حال غسل دیا جائے گا خواہ مرد غسل دے یا عورت، اور اگر یہ خنثی مشکل بالغ تھا یا حد شہوت تک پہنچا تھا تو اسے تیمم دیا جائے گا غسل نہیں، قال العلامة الشيخ الشبلي: ولو كان الميت خنثى مشكلا فانه ينظر ان كان صغيراً غسل على كل حال سواء كان الغاسل رجلاً أو امرأة وان كان بلغ حد الشهوة لا يغسل للتعذر بل يتيمم ثم ان كان المتيمم ذارحم منه يتممه بغير خرقه وان كان غير محرم فبخرقة ويعرض عن ذراعيه.

(هامش تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق ۱: ۲۳۵ باب الجنائز)..... (از مرتب)

الجواب: (۱) میت کیلئے مغفرت مانگنا بھی تعزیت ہے، بدل علیہ ما فی الہندیۃ

۱: ۷۷ ویستحب ان یقال لصاحب التعزیه غفر اللہ لمیتک الخ ﴿۱﴾ وفی ردالمحتار

۱: ۸۴۱ قوله وبتعزیه اہلہ ای تصیرہم والدعاء لہم بہ ﴿۲﴾.

(۲) خواص کیلئے نہ کرنا بہتر ہے اور عوام کو کسر الصفوف کے بعد دعا کرنے سے منع نہ کیا جائے ﴿۳﴾۔

(۳) ہمارے ہاں یہ کتاب موجود نہیں ہے لہذا تحقیق کرنے سے ہم معذور ہیں۔ وہو الموفق

قبر پر سیمنٹ کے بنے ہوئے پتھر رکھ کر مٹی ڈالنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ملک کی زمین انتہائی سخت

ہے اسلئے ہم سیدھی قبریں بنا کر اس کی دونوں طرف اوپر ڈیڑھ گز لمبے پتھر پانچ چھ عدد رکھتے ہیں جس کو سنگ

لحد کہتے ہیں اب مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ لمبے لمبے سنگ لحد نہیں ملتے اسلئے عوام نے مشورہ کیا کہ سیمنٹ اور لوہے

سے سنگ لحد بنا کر رکھ دیں گے چونکہ قبروں پر اوپر سیمنٹ لگانا اور پختہ کرنا تو ممنوع ہے کیا سنگ لحد کیلئے

سیمنٹ اور لوہے کی سلاخ سے بنے ہوئے پتھر اور سلعے بنانا جائز ہوں گے؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی سلطان ٹانک

الجواب: چونکہ ان زیر تجویز سنگھائے لحد کی صناعیت میں آگ پر توقف نہیں ہے لہذا اس کا

استعمال جائز ہے خصوصاً جبکہ قدرتی سنگھائے لحد نہیں ملتے، ونظیرہ التابوت من حديد ووجه عدم

الکراهة الحاجة ولان هذا التابوت لا يعمل الا بالنار بخلاف هذه الحجارة

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۶۷ وما يتصل بذلك مسائل التعزیه)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۶۳ مطلب فی الثواب علی المصیبة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: وعن الفضلي لا بأس به.

(البحر الرائق ۲: ۸۴ فصل السلطان احق بصلاته كتاب الجنائز)

المصنوعة (هذا ما اخذه من كلام ردالمحتار ۸۳۶: ۱ فليراجع) ﴿۱﴾. وهو الموفق

تلقین میت بعد الدفن کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مردہ کو بعد از دفن تلقین کس طرح ہے، ہمارے ہاں یہ طریقہ رائج ہے کہ جب دفن کیا جاتا ہے تو ایک شخص قبر کو منہ کر کے کہتا ہے ”اے فلان اگر بھول گیا ہو تو یاد کر منکیر نکیر اگر پوچھ لے تو کہہ دینا کہ میں مسلمان مراہوں میں حضور ﷺ کا امتی ہو گھبرا نا مت“ اس تلقین کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حاجی محمود شاہ لتمر کرک کوہاٹ..... ۲۵/ صفر ۱۴۰۲ھ

الجواب: تلقین بعد الدفن نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے، نہ اس کا رمے کنیم و نہ انکار رمے کنیم ﴿۲﴾

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۶۶۰: ۱ مطلب فی دفن المیت باب صلاة الجنائز)
﴿۲﴾ ☆..... قال الشامي: (قوله ولا يلحق بعد تلحيده وان فعل لا ينهي عنه) ذكر في المعراج انه ظاهر الرواية ثم قال وفي الخبازية والكافي عن الشيخ الزاهد الصفار ان هذا على قول المعتزلة لان الاحياء بعد الموت عندهم مستحيل اما عند اهل السنة فالحديث اى لقنوا موتاكم لا اله الا الله محمول على حقيقته لان الله تعالى يحييه على ما جاء به الآثار وقد روى عنه عليه السلام انه امر بالتلقين بعد الدفن الخ.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۶۲۹: ۱ مطلب فی التلقين بعد الموت)

☆..... قال العلامة ابن الهمام: واما التلقين بعد الموت وهو في القبر فليل يفعل لحقيقة ما روينا ونسب الى اهل السنة والجماعة وخلافه الى المعتزلة وقيل لا يؤمر به ولا ينهي عنه.
(فتح القدير ۶۸: ۲ باب الجنائز)

☆..... قال العلامة ابراهيم الحلبي: واما التلقين بعد الدفن فليل يفعل لحقيقة ما روينا وقيل لا يؤمر به ولا ينهي عنه..... وانما لا ينهي عنه التلقين بعد الدفن لانه لا ضرر فيه بل فيه نفع فان المیت يستانس بالذکر علی ما ورد فی الآثار ففی..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قال فی شرح التنویر ولا یلقن بعد تلحیده وان فعل لا ینهی عنه ﴿ ۱ ﴾ (ہامش ردالمحتار ۱: ۷۹۷). وهو الموفق

میت کا دوسرے وطن منتقل کرنے اور مسلمان کا اہل کتاب کے مقبرہ میں دفن کرنے کا مسئلہ

سوال: ما یقول العلماء الکبار فی المسائل الاتیة: (۱) هل یجوز نقل المیت من بلد الی بلد وحالة المیت تغیر بمسبب تغیر فی الجو ومضى المدة علیه وما هی طريقة السلف الصالح فی هذا؟ (۲) هل یجوز دفن المیت المسلم فی مقبرة تكون واقعة علیحدة ولكن فی سور واحد مع مقابر اهل الکتاب وهل فیہ هناك حدیث النبی ﷺ یمنع هذا؟
المستفتی: دار الاصلاح والدعوة بنوری منزل یو کے..... ۲۴/رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: (۱) ما فی الہندیة ۱: ۱۶۷ ویستحب فی القتل والمیت دفنه فی المكان الذی مات فی مقابر اولئک القوم (خلاصہ) ﴿ ۲ ﴾ و کذا لو مات فی غیر بلده (بقیہ حاشیہ) صحیح مسلم عن عمر و بن العاص قال اذا دفنتمونی اقیموا عند قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحمها حتی استانس بکم وانظر ما اذا اراجع رسل ربی۔
(غنیة المستملی المعروف بالکبیری ۵۲۹ فصل فی الجنائز)
☆..... وقال الشیخ محمد فرید دامت برکاتہم: (قوله تلقین المریض عند الموت والدعاء له) اشار الی ان المراد من المیت هو قریب الموت لا المیت الحقیقی فانه لا یلقن وهو ظاهر الروایة. (منهاج السنن ۳: ۱۸۹ باب ماجاء فی تلقین المریض عند الموت)
☆..... وفي اعلاء السنن: ولكن الآن صار شعاراً لروافض وترکه اهل السنة ففیہ خوف التهمة فلا یلقن. (اعلاء السنن ۸: ۷۴ ابواب الجنائز باب ما یلقن المحتضر)
﴿ ۱ ﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۲۸ مطلب فی التلقین بعد الموت)
﴿ ۲ ﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۶۷ الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الی آخر)

یستحب تركه (قاضیخان) ﴿۱﴾ وفی شرح التنویر ولا بأس بنقله قبل دفنه ﴿۲﴾. قلت والاصل فیہ ما رواه الترمذی من نقل عبد الرحمن بن ابی بکر من الحبشی الی مکه ﴿۳﴾ وما روى ان یعقوب ویوسف علیهما السلام نقلا بعد الدفن فقال ابن الهمام فی الفتح القدیر هو شرع من قبلنا ﴿۴﴾ ولا یبعد ان یقال ان اجساد الانبیاء علیهم السلام لا تأکله الارض فلا یقاس علیهم غیر الانبیاء. (۲) انی لم اجدہ ما حضر عندی من الكتب، نعم کلام الفقهاء کالحلبی یدل علی التعامل بکون مقابر المسلمین منفردة من مقابر المشرکین (فلیراجع الی الشرح الکبیر ۵۵۹) ﴿۵﴾. وهو الموفق

دفن سے پہلے لاش کو دوسری جگہ لے جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا انتقال لاہور میں ہوا، اب اس کی میت دفنانے کیلئے پشاور لے جانا کیسا ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: گل محمد خان کوٹ ادو مظفر گڑھ..... ۲۳/۴/۱۹۸۵

الجواب: دفنانے سے قبل مردہ کو وطن لیجانا قابل اعتراض نہیں ہے، علامہ شامی نے ایک روایت اسی طرح بھی ذکر فرمائی ہے ﴿۶﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ خانیا علی هامش الہندیۃ ۱: ۱۹۵ بیان ان النقل من بلد الی بلد مکروہ)
﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۱: ۶۶۳ باب صلاة الجنائز)
﴿۳﴾ (سنن ترمذی ۱: ۱۲۵ باب ماجاء فی الزیارة القبور للنساء)
﴿۴﴾ (فتح القدیر ۲: ۱۰۱ فصل فی الدفن باب الجنائز)
﴿۵﴾ قال العلامة الحلبي: واما الدفن فقیل یدفنون فی مقابر المسلمین وقیل فی مقابر المشرکین وقیل تتخذلہم مقابر علی حدة وتسوی قبورہم ولا تسنہم وهو قول ابی جعفر الہندوانی. (غنیۃ المستملی المعروف بالشرح الکبیر ۵۵۸ فصل فی الجنائز)
﴿۶﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ولا بأس بنقله قبل دفنه)..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نوزائیدہ مردہ بچے کا نام رکھنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مردہ بچہ پیدا ہوا کیا اس نوزائیدہ

مردہ بچے کا نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: غلام محمد عزیز حاجی شاہ موڑانک..... ۳/ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ

الجواب: مردہ نوزائیدہ بچے کا نام رکھنا جائز ہے کما فی الدر المختار والا يستهل

غسل وسمی عند الثانی وهو الاصح فیفتی بہ ﴿۱﴾. وهو الموفق

میت کو غسل دینے کا حقدار اور اجرت پر غسل دینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اجرت پر میت کو غسل دینا کیسا ہے

اور غسل دینے کا زیادہ حقدار کون ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: حافظ نور محمد نوشہرہ..... ۱۷/ صفر ۱۳۸۹ھ

الجواب: غسل میت پر اجرت لینا جائز ہے اگرچہ اور لوگ موجود ہوں، صرح بہ فی

الہندیۃ ۱: ۱۶۹ ﴿۲﴾. اور غسل کا حقدار اقرب ہے، کذا فی الہندیۃ والکبیری بیٹا، پوتا، باپ،

(بقیہ حاشیہ) قیل مطلقاً وقیل الی مادون مدة السفر وقیده محمد بقدر میل او میلین لان المقابر

البلد ربما بلغت هذه المسافة فيكره فيما زاد قال فی النهر عن عقد الفرائد وهو الظاهر

(ردالمحتار ۱: ۶۶۳ مطلب فی الثواب علی المصیبة باب صلاة الجنائز)

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۵۵ باب الجنائز)

﴿۲﴾ وفی الفتاوی الہندیۃ: والافضل ان يغسل الميت مجاناً وان ابتغى الغاسل الاجر فان

كان هناك غيره يجوز اخذ الاجر والا لم يجز هكذا فی الظہیریۃ

(فتاوی عالمگیری ۱: ۱۵۹ الفصل الثانی فی الغسل الباب الحادی والعشرون فی الجنائز)

دادا، بھائی، بھتیجا، چچا وغیرہ ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

بالتشت سے اونچی قبر بنانا اور اس پر کسی درخت کی شاخ گاڑنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بالتشت بھر سے اونچی قبر بنانا اور

اس پر کسی درخت کا ہری شاخ گاڑنا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: شاہ محمد فیض العلوم پشین..... ۲۲/ جولائی ۱۹۸۳ء

الجواب: بالتشت سے اونپر یعنی تھوڑا اونچا قبر بنانا ممنوع نہیں ہے ﴿۲﴾ نیز قبر پر شاخ خرما

وغیرہ رکھنا بھی ممنوع نہیں ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

غسل کے وقت میت کے پاؤں بجانب قبلہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ غسل کے وقت میت کی ٹانگیں

بجانب قبلہ کیوں کی جاتی ہے جبکہ قبلہ کو پاؤں یا پیٹھ کرنا منع ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد ابراہیم واہ کینٹ راولپنڈی..... ۱۶/ ستمبر ۱۹۷۹ء

الجواب: میت کو غسل دیتے وقت اس کی ٹانگیں قبلہ کی طرف کرنا ضروری نہیں اس میں توسع

﴿۱﴾ وفي الفتاوى الهندية: ويستحب للغسل ان يكون اقرب الناس الى الميت فان لم يعلم الغسل فاهل الامانة والورع كذا في الزاھدى.

(فتاوى عالمگیری ۱: ۱۵۹ الفصل الثانی فی الغسل الباب الحادی والعشرون فی الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: فتحمل الكراهة على الزيادة الفاحشة وعدمها على القليلة المبلغه له مقدار شبراً وما فوقه قليلاً. (ردالمحتار ۱: ۲۶۱ مطلب فی دفن الميت باب صلاة الجنائز)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: وقد ذكر البخاري في صحيحه ان بريدة بن الحصيب رضي الله عنه اوصى بان يجعل في قبره جريدتان.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۲۶۸ مطلب فی وضع الجريد باب صلاة الجنائز)

ہے (شامی کتاب الجنائز) معذور مریض کی ہیئت نماز پر قیاس کا تقاضا یہی ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

میت کے تیسرے دن میت کے کپڑے وغیرہ دھونا رسم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عموماً یہ رواج ہے کہ میت کے دفن کے

تیسرے دن لازماً میت کے رہے سب کپڑے دھوئے جاتے ہیں یہ صفائی جائز ہے یا ناجائز؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبد الحمید ایس وی معلم ٹڈل سکول درازندہ ڈی آئی خان..... ۲۶/۱۱/۱۹۷۲

الجواب: یہ تمام رسومات ہیں ان سے اجتناب ضروری ہے۔ وهو الموفق

جب میت کو دو دفعہ غسل دینا کسی کا مذہب نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص بیوی سے جماع

کرے اور پھر وفات ہو جائے کیا اس کو دو دفعہ غسل دیا جائے گا یا وہ پہلے والا غسل کافی ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: حافظ حجاج ولی نائب خطیب دوسلی کمپ بنوں..... ۱۳/ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ

الجواب: جنابت وغیرہا میں وفات شدہ گان کو دو دفعہ غسل دینا کسی کا مذہب نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ويوضع كما تيسر في الاصح) وقيل يوضع الى القبلة طولا وقيل عرضا كما في القبر افاده في البحر.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۳۱ باب صلاة الجنائز مطلب في القراءة عند الميت)

﴿۲﴾ قال العلامة محمد امين ابن عابدين: (قوله بلا مضمضة واستنشاق) هذا لو كان طاهراً

اما لو كان جنبا او حائضا او نفساء فعلا تميما للطهارة كما في الامداد عن شرح المقدسي

وفي حاشية الرملی اطلاق المتون والشروح يشمل من مات جنبا وكذلك اطلاق الفتاوى

والعلة تقتضيه ولم ار من صرح به لكن الاطلاق يدخله، وفي حاشية مسكين انهما لا يفعلان

وعزاه الى الزيلعي. (منحة الخالق هامش البحر الرائق ۲: ۱۷۲ كتاب الجنائز)

وقال الشرنبلالية: وعلى القول بانه بلا مضمضة..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

قبر کے ارد گرد چاروں طرف پتھر کے تختے لگانا اور درمیان میں مٹی ڈالنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر کے ارد گرد چاروں طرف بڑے بڑے کالے پتھروں یعنی کالے سنگ مرمر کے تختے جوتا بنے وغیرہ کے ذریعے جڑے ہوئے ہوتے ہیں اور درمیان میں قبر کچی ہو یعنی مٹی ہو، بعض لوگ اسے جائز کہتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا تو جو روا
المستفتی: مقتضی باللہ متعلم حقانیہ..... ۲۲/ جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں اس کو ناجائز کہا گیا ہے، فلیراجع الیہا
(۳۷۷:۵) (۳۹۵:۵) (۴۰۶:۵) ﴿۱﴾. وهو الموفق

قبر تیار ہو اور جنازہ بھی ہوا ہو تو کسی کی زیارت کے انتظار میں میت رکھنا بہتر نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر تیار ہو اور جنازہ بھی ہوا ہو پھر بھی کسی کیلئے میت کو اسی طرح رکھا ہے کہ وہ آکر زیارت کرے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا تو جو روا
المستفتی: محبت اللہ شیرانی مدرسہ اشرف العلوم باغبان پورہ گجرانوالہ..... ۱۱/۱۱/۱۹۹۰ء

(بقیہ حاشیہ) واستنشاق مخصوص بغير الجنب فلذا قال الا ان يكون جنبا فيتكلف لفعلهما
تتمیما لطهارته كما في شرح العلامة المقدسی قلت وكذا الحائض والنفساء للاشتراك في
افتراض المضمضة والاستنشاق فيما بينهم. (امداد الفتح ۲۰۹ مطلب فيما يفعل بالمیت)
﴿۱﴾ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۳۷۷:۵، ۳۹۵، ۴۰۶ فصل سادس قبر دفن)

وقال المفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ: قبر کے گرد پتھر لگانے سے بشرطیکہ قبر پختہ نہ ہونے
پائے صرف یہی مقصود ہو سکتا ہے کہ آثار قبر مٹنے نہ پائیں اس صورت میں خوبصورت و بد صورت پتھر دونوں ایک ہی
سما کام دیں گے اور اگر یہ خیال ہو کہ لوگ دیکھ کر خوش وں اور ریا و سمعہ مقصود ہو تو اس صورت میں خوبصورت کجا
بد صورت کا لگانا بھی حرام ہوگا (۴۶۰۴) اور (۴۹۰۴) میں ہے۔ سوال: اوپر قبر کے قبر کا حصہ (یعنی پورا تعویذ) خام
چھوڑ کر مثل چار دیواری دوفٹ اونچی بوجہ نقصان پہنچانے موشیوں کی قبر کو بنانا جائز ہے یا نہیں۔ جواب: یہ صورت
بہتر نہیں۔ (کفایت المفتی ۳: ۴۶، ۴۹ فصل جہارم قبر و دفن)

الجواب: بہتر نہیں ہے ﴿۱﴾ وهو الموفق

نوزائیدہ مردہ بچے کے دفنانے کفنانے کیلئے لوگوں کا جمع ہونا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مردہ بچہ جب پیدا ہو جائے تو اس کو دفنانے کیلئے لوگوں کو جمع کرنے کا اہتمام اور کفن دینا بدعت مقبوحہ ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: محمد ثناء اللہ..... ۱۹۷۴ء/۴/۷

الجواب: چونکہ مردہ پیدا شدہ بچے کا دفنانا اور ایک کپڑے میں کفنانا مشروع ہے ﴿۲﴾ لہذا اس کیلئے جمع ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وهو الموفق

نماز جنازہ کے بعد فوراً جنازہ اٹھالینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض جگہوں میں ایسا ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے فوراً بعد جنازے کو اٹھالیا جاتا ہے جبکہ بعض لوگ اس کے مخالف بن جاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: نعمت اللہ بڑھیر پشاور..... ۱۸/مئی/۱۹۸۸ء

﴿۱﴾ قال العلامة حسن ابن عمار الشرنبلالی: ويستحب الاسراع بها لقوله ﷺ اسرعوا بالجنازة ای مادون الخب کما فی روایة ابن مسعود: فان تک صالحة فخير تقدّمونها اليه وان تک غير ذلك فشر تضعونه عن رقابکم وکذا يستحب الاسراع بتجهيزه کله، قال الطحاوی: ای من حين موته فلو جهر الميت صبيحة يوم الجمعة يكره تاخير الصلاة عليه ليصلى عليه الجمع العظيم بعد صلاة الجمعة ولو خافوا فوت الجمعة بسبب دفنه يؤخر الدفن. (الطحاوی علی مراقی الفلاح ۶۰۳ فصل فی حملها ودفنها)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی: وادرج فی خرقه ودفن ولم یصل عليه.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۵۵ باب صلاة الجنائز)

الجواب: یہ اختلاف رائے ہے جو کہ مذموم نہیں ہے البتہ تشدد مذموم اور قبیح ہے، صرح بہ

النواوی فی شرح المسلم ﴿۱﴾. وهو الموفق

دفن سے پہلے میت کے چہرہ سے کفن ہٹا کر لوگوں کو زیارت کرانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنازہ سے پہلے سب لوگ میت کے چہرہ دیکھنے کیلئے جمع ہو جاتے ہیں اور میت کے چہرہ سے کفن ہٹا کر سب لوگ زیارت کرتے ہیں از روئے شرع یہ فعل جائز ہے یا ناجائز "بیواتوجروا"

المستفتی: غلام محمد عزیز حاجی شاہ موڑ کیمپور..... ۱۸/ دسمبر ۱۹۷۳ء

الجواب: مردہ کے چہرہ دیکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے، کما فی الہندیۃ ۵: ۳۸۷ ولا بأس بان

یرفع ستر المیت لیری وجہہ وانما یکرہ ذلک بعد الدفن کذا فی القنیۃ ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال یحییٰ بن شرف النواوی: (قوله اسرعوا بالجنازة) فیہ الامر بالاسراع للحکمة التی ذکرها صلی اللہ علیہ وسلم قال اصحابنا وغیرہم یتحب الاسراع بالمشی بہا ما لم یتہ الی حد یتخاف انفجارها او نحوہ وانما یتحب بشرط ان لا یتخاف من شدتہ انفجارها او نحوہ وحمل الجنازة فرض کفایۃ قال اصحابنا ولا یجوز حملها علی الهيئة المزریۃ ولا هیئۃ یتخاف معہا سقوطها قالوا ولا یحملہا الا الرجال وان کانت المیتۃ امرأۃ لانہم اقوی لذلك والنساء ضعیفات وربما انکشف من الحامل بعض بدنہ وهذا الذی ذکرناہ من استحباب الاسراع بالمشی بہا وانہ مراد الحدیث هو الصواب الذی علیہ جماہیر العلماء ونقل القاضی عن بعضهم ان المراد الاسراع بتجهیزها اذا تحقق موتہا وهذا قول باطل مردود بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم فشرعوا منہ عن رقابکم وجاء عن بعض السلف کراهۃ الاسراع وهو محمول علی الاسراع المفرط الذی یتخاف معہ انفجارها وخروج شی منہا.

(شرح النواوی تحت الصحیح لمسلم ۱: ۳۰۶ فصل فی الاسراع بالجنازة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیری ۵: ۳۵۱ الباب السادس عشر فی زیارة القبور وقراءة القرآن فی المقابر)

بعد از تکفین مردہ کے چہرے کو دیکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کو بعد از تکفین دیکھنا کیسا ہے؟ ابن ماجہ صفحہ ۷۰ پر روایت ہے، عن انس بن مالک لما قبض ابراهيم بن رسول الله ﷺ قال لهم النبي ﷺ لا تدرجوه في اكفانه حتى انظر اليه فاتاه فانكب عليه وبكى، حدیث مذکور میں حتی انظر کی قید سے بعد از تکفین میت کے دیکھنے کی ممانعت معلوم نہیں ہوتی ہے؟ بینواتو جروا المستفتی: شفیع اللہ شید و نوشہرہ ... ۱۹۸۶ء، ۳/۸

الجواب: بعد از تکفین مردہ کو دیکھنا جائز ہے، لهذا الحدیث ﴿۱﴾ ولما فی الہندیۃ ۳۸۷: ۵ ولا بأس بان يرفع ستر الميت ليرى وجهه وانما يكره ذلك بعد الدفن كذا فی القنیۃ ﴿۲﴾. وهو الموفق
ملاحظہ: ہر امر مشروع کو امر مطلوب قرار دینا منکرات سے ہے ﴿۳﴾۔

میت کی پہلی رات قبر کے ارد گرد آگ جلانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کی پہلی رات قبر کے چاروں طرف ہمارے علاقے میں آگ جلائی جاتی ہے کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا المستفتی: رحیم اللہ ... ۱۹۷۳ء، ۱/۵

﴿۱﴾ (سنن ابن ماجہ ۱: ۱۰۷ باب ماجاء فی النظر الی الميت اذا ادرج فی اكفانه)
﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۵۱ الباب السادس عشر فی زیارة القبور وقرآۃ القرآن فی المقابر)
﴿۳﴾ قال الحصكفی: لان الجهلة يعتقدونها سنة او واجبة وكل مباح يودی اليه فمكروه، قال ابن عابدين الظاهر انها تحريمية لانه يدخل فی الدين ما ليس منه.
(الدرا المختار مع رد المحتار ۱: ۵۷۷ مطلب فی سجدة الشكر)

الجواب: یہ آگ جلانا اگر کسی موذی جانور سے مدافعت کیلئے ہو تو جائز ہے اور اگر دین سمجھ کر اعتقادی ہو تو بدعت ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

کفن دفن سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں تعزیت جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعائے تعزیت کفن دفن سے پہلے جائز ہے یا نہیں؟ یا صرف دفن کے بعد ہی تعزیت کی جائیگی؟ بینوا توجروا
المستفتی: نامعلوم..... ۳/۴/۱۹۷۴

الجواب: واضح رہے کہ اہل میت کے پاس جا کر دعا کرنا بطور تعزیت کے ہر وقت جائز ہے خواہ غسل سے قبل ہو یا بعد ہو، لحديث الترمذی وابن ماجه من عزى مصابا فله مثل اجره ﴿۲﴾ وفي رواية ما من مؤمن يعزى اخاه بمصيبة الا كساه الله من حلل الكرامة يوم القيمة (رواه ابن ماجه) ﴿۳﴾ وفي رد المحتار والتعزية ان يقول اعظم الله اجرک واحسن عزاءک وغفر لميتک (۱: ۸۴۱) ﴿۴﴾. وفي الهندية (۱: ۱۷۷) ووفتها من حين يموت الى ثلاثة ايام (الى ان قالوا) وهي بعدا لدفن اولی منها قبله وهذا اذا لم یرمنهم جزع شديد فان رؤى ذلك قدمت التعزية ﴿۵﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهندية: وايقاد النار على القبور فمن رسوم الجاهلية والباطل والغرور كذا في المضمرات. (فتاوى عالمگیری ۱: ۱۶۷ قبل الفصل السابع في الشهيد)
﴿۲﴾ اخرجہ الترمذی باب ماجاء فی اجر من عزى مصابا (۱: ۱۲۷) وابن ماجه باب ماجاء فی ثواب من عزى مصابا (۱: ۱۱۶)

﴿۳﴾ (ابن ماجه ۱: ۱۱۶ باب ماجاء فی ثواب من عزى مصابا)

﴿۴﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۶۳ مطلب فی الثواب علی المصيبة باب صلاة الجنائز)

﴿۵﴾ (فتاوى عالمگیری ۱: ۱۶۷ ومما يتصل بذلك مسائل التعزية)

غیر کی ملکیت میں دفن کرنا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنی میت کو دوسرے کی ملکیت میں زبردستی سے دفن کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: نور الحق مغلکی نوشہرہ..... ۲۵/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: کسی کی ملکیت میں بلا اجازت تصرف کرنا ظلم ہے لہذا یہ دفن کنندہ ظالم ہوگا، اور مالک زمین اس مردہ کے اخراج کا مجاز ہوگا، کما فی الہندیۃ ۱: ۱۷۷ اذا دفن الميت فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکھا فالمالک بالخیار ان شاء امر باخراج الميت وان شاء سوی الارض وزرع فیھا کذا فی التجنیس ﴿۱﴾. وهو الموفق

عیدین میں تعزیت کیلئے دوبارہ جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے بلاد میں یہ رواج ہے کہ میت کے گھر عیدین میں دوبارہ لوگ تعزیت کیلئے جمع ہو جاتے ہیں جو جائنیں پر شاق گزرتا ہے لیکن اب یہ تعامل الناس بن گیا ہے اگر کوئی نہ جائے تو اسے ملامت کرتے ہیں کیا عیدین میں تعزیت کیلئے دوبارہ جانا جائز ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی عبدالودود..... ۱۹۷۳ء/ ۳/ ۲۲

الجواب: یہ دعا تعزیت کیلئے کی جاتی ہے اور یہ میت کے تین دن کے بعد مکروہ ہے اور اسی طرح دوبارہ تعزیت مکروہ ہے، قال فی الدر المختار وتکرہ بعدها الا لغائب وتکرہ التعزیه ثانیاً وفی ردالمحتار ۸۴۲: ۱ قوله وتکرہ بعدها لانها تجدد الحزن الخ ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۶۷۷ الفصل السادس فی القبر والدفن)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۶۵ باب صلاة الجنائز مطلب فی زیارة القبور)

جب میت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی رفیقہ حیات سے صحبت کی لیکن نہ تیمم کیا نہ غسل کیا اور اسی حالت میں فوت ہوا اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: محمد ثار محمد کوثر پڑانگ چارسدہ... ۵/۵/۱۹۶۹ء

الجواب: جنابت نہ اسلام سے منافات رکھتا ہے اور نہ تقویٰ سے لہذا اس شخص کو دیگر اموات کی طرح غسل دیا جائے گا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

بنسبت مسجد کے حجرہ میں تعزیت کیلئے بیٹھنا بہتر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر گاؤں میں محلہ کا مشترکہ حجرہ برائے غمی و شادی موجود ہو لیکن بعض اوقات اس میں لہو و لعب اور کھیل تماشے بھی ہوتے ہیں تو کیا ایسے حجرہ میں تعزیت کی دعا منعقد کرانا چاہئے یا مسجد میں؟ بینواتوجروا
المستفتی: باچا استاد زیدہ صوابی..... ۲۳/۱۲/۱۹۹۰ء

الجواب: یہ دعا بنسبت مسجد کے قومی حجرہ میں بہتر ہے، عوام کے مکان و زمان بھی جامع ہوتے ہیں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ويوضأ من يؤمر بالصلاة بلا مضمضة واستنشاق للخرج وقيل يفعّلان بخرقة وعليه العمل اليوم ولو كان جنبا أو حائضا أو نفساء فعلا اتفاقا تنميما للطهارة كما في امداد الفتاح. قال ابن عابدين: (قوله ولو كان جنبا) نقل ابو السعود عن شرح الكنز للشبلي ان ما ذكره الخلدخالي اى فى شرح القدورى من ان الجنب يمضمض ويستنشق غريب مخالف لعامة الكتب. (الدر المختار مع هامش رد المحتار ۲۳۲: ۱ باب صلاة الجنائز)
﴿۲﴾ وفى الفتاوى الهندية ولا بأس لاهل المصيبة ان يجلسوا فى البيت او فى مسجد ثلاثة ايام والناس يأتونهم ويعزونهم. (فتاوى عالمگیری ۱: ۶۷) ومما يتصل بذلك مسائل التعزية

دوبارہ جنازہ اور غسل میت سے قبل تعزیتی دعا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) کہ یہاں آزاد کشمیر والے لوگ دو جنازے پڑھتے ہیں ایک اپنے وطن میں اور دوسرا جہاں موت واقع ہوئی ہو یعنی دوسرے ملک میں اس کا کیا حکم ہے؟ (۲) کیا قبل غسل یا قبل جنازہ دعا تعزیت مکروہ ہے؟ بینوا تو جہاں

المستفتی: مولانا فخر الدین برنگھم انگلینڈ۔ ۱۵/۸/۱۹۷۲

الجواب: (۱) اگر پہلا جنازہ ولی (بیٹا، باپ بھائی وغیرہ) یا مسلمان بادشاہ اور قاضی کی اجازت سے ادا ہوا ہو تو وطن میں اس کا اعادہ نہیں کیا جائے گا ورنہ اعادہ کیا جائے گا (عالمگیری) ﴿۱﴾۔

(۲) تعزیت جائز ہے ﴿۲﴾ اور دعا کا التزام ناجائز ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

کفن پر روشنائی یا مٹی سے مبارک کلمات لکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کے کفن پر روشنائی یا مٹی وغیرہ سے مبارک کلمات مثل بسم اللہ، کلمہ طیبہ، کلمہ شہادت وغیرہ لکھنا کیسا ہے؟ فقہ حنفی کی رو سے وضاحت مطلوب ہے۔ بینوا تو جہاں

المستفتی: محمد ربانی جھنگ ہزارہ۔ یکم جولائی ۱۹۷۵ء

﴿۱﴾ وفي الفتاوى الهندية: ولو صلى عليه الولي وللميت اولياء اخر بمنزله ليس لهم ان يعيدوا كذا في الجوهرة النيرة. (فتاوى عالمگیری ۱: ۶۴ الفصل الخامس في الصلاة على الميت)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ووقتها (ای التعزية) من حين يموت الى ثلاثة ايام ويكره بعدها.

(فتاوى عالمگیری ۱: ۶۷ قبل الفصل السابع في الشهيد)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: ولان ذكر الله تعالى اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم يكن مشروعاً حيث لم يرد الشرع به لانه خلاف المشروع.

(البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العيدین)

الجواب: صرف انگشت سے لکھنا جائز ہے، کما فی رد المحتار ۱: ۸۴۷ نقل بعض المحشین عن فوائد الشرجی ان مما یکتب علی جبهة الميت بغير مداد بالاصبع المسبحة بسم الله الخ ﴿۱﴾ اور روشنائی سے لکھنا جائز نہیں ہے اس میں بے احترامی اور توہین موجود ہے البتہ اگر مٹی سے لکھا جائے اور وہ خط محو ہو جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہوگا۔ وهو الموفق

برزخی حیات تزوج زوجہ اور ارث وغیرہ کے منافی نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک بندہ دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو عدت گزارنے کے بعد بیوی کو اجازت ہے کہ دوسری شادی کرے لیکن میرا یہ عقیدہ ہے، المؤمنون لا یموتون بل ینقلون من دار الفناء الی دار البقاء، اور قرآن میں ہے، ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات، الآیة، پس اگر یہ زندہ ہے تو بیویوں کو نکاح کی اجازت کیوں ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبد المتین چمکنی میاں عمر صاحب پشاور... ۱۳/۶/۱۹۸۳ء

الجواب: موت دنیوی کے بعد ہر مردہ کو حیات برزخی دی جاتی ہے جو کہ تزوج زوجہ اور ارث وغیرہ سے منافی نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

منہدم شدہ قبر کا دوبارہ بنانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک قبر منہدم ہو گئی

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۶۹ مطلب فیما یکتب علی کفن الميت)
 ﴿۲﴾ بخلاف الانبیاء لان حیاتهم البرزخية حياة قوية حتی لا یجوز نکاح ازواجه المطہرات باحاد الامة وهذا اثر الحیة القویة وكونها امہات المؤمنین وجه آخر لحرمة نکاحهن کما فی الاحزاب: ۶ وايضاً قال اللہ تعالیٰ: ولا ان تنکحوا ازواجه من بعده ابدال (الاحزاب)..... (از مریت)

پھر اس کا دوبارہ بنانا کیسا ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: فضل منان

الجواب: جائز ہے، کما یشیر الیہ جواز التطین قال العلامة الشامی فی رد المحتار ۱: ۸۳۹ ذکر فی تجرید ابی الفضل ان تطین القبور مکروہ والمختار انه لا یکرہ انتہی ﴿۱﴾ قلت حدیث اتعلم بہا قبر اخی الخ ﴿۲﴾ ایضا یقتضی جوازہ کما یقتضی جواز الکتابۃ لاتحاد المقصد. وهو الموفق

مرزائی اور رافضی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کئے جائیں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک مرزائی کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا گیا دس دن بعد مسلمانوں نے احتجاج کیا جس کی وجہ سے مرزائی کو نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیا گیا کیا یہ عمل صحیح ہے؟ (۲) اگر واقعی مرزائی مرتد اور اقلیت ہیں تو صحابہ کرام اور خلفاء راشدین میں سے تین کو نہ ماننے والے اور گالی دینے والے لوگ کیا مسلمان ہیں یا کافر؟ اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینواتو جروا

المستفتی: ملک سجاد احمد سکھر..... ۲۷/شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: مرزائی اور رافضی ضروریات دین سے انکار کی وجہ سے کافر ہیں ان کو اہل اسلام کے

﴿۱﴾ (رد المحتار ۱: ۶۶۲ مطلب فی دفن المیت باب صلاة الجنائز)
﴿۲﴾ عن المطلب قال لما مات عثمان بن مظعون اخرج بجنازته فدفن فامر النبی ﷺ وجلاً ان یاتیه بحجر فلم یستطع حملاً فقام الیہا رسول اللہ ﷺ وحسر عن ذراعیه قال ثم حملها فوضعها عند رأسه وقال اتعلم بہا قبر اخی وادفن الیہ من مات من اہلی.
(سنن ابی داؤد ۲: ۱۰۱ باب جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم).

قبرستان میں نہیں دفنایا جائے گا (ماخوذ از عالمگیری ۱: ۱۵۹) ﴿۱﴾۔ وہوالموفق

نامعلوم قاتل کے مقتول کو غسل دیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک شخص اپنے گھر کے سامنے مارا گیا قاتل بھاگ گئے جن کی شناخت نہ ہو سکی کیا اس مقتول کو غسل دیا جائے گا؟ (۲) ایک شخص اپنے بستر پر مردہ پایا گیا جب دیکھا گیا وہ بندوق سے مارا گیا تھا اب قاتل کا پتہ نہیں لگتا کیا اس مقتول کو غسل دیا جائے گا؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی سید محمود شاہ گیلانی سخاکوٹ ملاکنڈ ایجنسی..... ۱۹/ رجب ۱۴۰۳ھ

الجواب: ان دونوں صورتوں میں غسل دیا جائے گا، کما فی شرح التنویر ویغسل من وجد قتیلاً فی مصر او قرية ای فی موضع تجب فیہ الدیة ولم یعلم قاتله الخ (ہامش ردالمحتار ۱: ۸۵۱) ﴿۲﴾۔ وہوالموفق

میت پر آیۃ الکرسی وغیرہ کلمات سے منقش چادر ڈالنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض چادروں پر آیۃ الکرسی وغیرہ کلمات قرآنیہ منقش ہوتے ہیں اور جنازہ کی چارپائی کے اوپر ڈالے جاتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: نور بادشاہ خشک شکر درہ کوہاٹ..... ۲۳/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: کافی تتبع کے باوجود جزئیہ نہیں ملا، البتہ قواعد کی رو سے یہ استعمال جائز ہے، کیونکہ اس

﴿۱﴾ وفی الفتاویٰ الہندیۃ: واختلف المشائخ فی دفنہم قال بعضهم فی مقابر المشرکین وقال بعضهم فی مقابر المسلمین وقال بعضهم یتخذلہم مقبرة علی حدة کذا فی المضمرات. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۵۹ الفصل الثانی فی غسل المیت)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی ہامش ردالمحتار ۱: ۶۷۱ باب الشہید)

میں کوئی توہین نہیں ہے ﴿۱﴾ بخلاف ما اذا كتب القرآن على الكفن او البساط فانهم صرحوا بعدم الجواز كما في آخر الجنائز رد المحتار وقيل مياه رد المحتار ﴿۲﴾ وهو الموفق

میت کو دس دس قدم لے جا کر تین مرتبہ رکھ کر اٹھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ میت کو گھر سے اٹھا کر دس دس قدموں پر تین مرتبہ رکھ کر اٹھاتے ہیں اس طریقہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جو روا المستفتی: حاجی غلام نبی کوہاٹ ... ۲۱/ شعبان ۱۴۰۳ھ

﴿۱﴾ چونکہ ہمارے دیار میں عموماً مردوں کو لے جانے کیلئے مخصوص چار پائی استعمال کی جاتی ہے جس کے اوپر سر یہ یا لکڑی کا پنجرہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ چادر جسد میت سے اوپر ہوتی ہے پس اگر میت سے کچھ ناپاک رقیق رطوبت وغیرہ خارج ہو جاتی ہے تو اس مخصوص چار پائی کی وجہ سے تلویت چادر کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا نیز یہ چادر عوام بطور تبرک باقاعدہ حفاظت کے ساتھ میت کے اوپر ڈالتے ہیں نہ کہ بطور توہین، تاہم اگر اہانت کا مظنہ غالب ہو مثلاً اتنی بڑی چادر کہ جنازہ اٹھاتے اور رکھتے وقت اس پر پاؤں رکھے جاتے ہوں یا خالص جسد میت پر بغیر کسی فاصلے کے رکھا جاتا ہو اور تلویت کا خطرہ ہو تو پھر اس مظنہ نجاست و اہانت کی وجہ سے ذالنا جائز نہیں ہوگی، قال العلامة ابن عابدین: وقد افتى ابن الصلاح بانه لا يجوز ان يكتب على الكفن ينس والكهف ونحوهما خوفا من صديد الميت ... فالاسماء المعظمة باقية على حالها فلا يجوز تعريضها للنجاسة ... وما ذاك الا لاحترامه وخشية وطنه ونحوه مما فيه اهانة.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۶۹ قبیل باب الشہید) (از مرتب)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: بساط او غيره كتب عليه الملك لله يكره بسطه واستعماله لا تعليقه للزينة ... قلت وظاهره انتفاء الكراهة بمجرد تعظيمه وحفظه علق او لا زين به او لا.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ۱: ۱۳۱ قبیل باب المياه)

قال ابن عابدین: وقد افتى ابن الصلاح بانه لا يجوز ان يكتب على الكفن ينس والكهف ونحوهما.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۶۸ مطلب فيما يكتب على كفن الميت قبیل باب الشہید)

الجواب: میت کو ہر چار جوانب سے دس دس قدم لے جانا مندوب ہے ﴿۱﴾ لیکن یہ میت مذکورہ (المسطورة فی الاستفتاء) ثابت نہیں ہے۔ وہوالموفق

رسم چہلم کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چہلم کا کیا حکم ہے کیا یہ رسم جائز ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: احمد خان گدوال راولپنڈی..... ۱۹/۱۲/۱۹۸۳

الجواب: چہلم وغیرہ کی تخصیص احداث فی الدین اور ممنوع ہے اگرچہ نفس خیرات بہترین عبادت ہے ﴿۲﴾۔ وہوالموفق

میت کے پیچھے قل خوانی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قل خوانی یعنی تیسرے

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: واذا حمل الجنابة وضع ندبا مقدما علی یمینہ عشر خطوات لحديث من حمل جنازة اربعین خطوة کفرت عنه اربعین کبيرة ثم وضع مؤخرها علی یمینہ كذلك ثم مقدما علی يساره ثم مؤخرها.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۵۷ باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: ولان ذکر الله تعالى اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع به لانه خلاف المشروع.

(البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العیدین)

وقال ابن البزاز: ويكره اتخاذ الطعام فی اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع والاعیاد ونقل الطعام اى القبر فی المواسم الخ.

(فتاویٰ ہزازیة علی هامش الہندیة ۳: ۸۱ قبیل حکم المسجد)

دن ایصال ثواب میت کیلئے قرآن شریف پڑھنے اور پڑھانے کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: حاجی احمد تونسہ ڈیرہ غازی خان

الجواب: ایصال ثواب حق ہے مگر یہ رسم ناحق ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

عالم کیلئے میت کو غسل دینا بطور پیشہ مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عالم کیلئے میت کو غسل دینا جائز

ہے یا ناجائز؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولوی گل محمد لکی چشمہ کوئٹہ..... ۲۰/شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: عالم کیلئے مردہ کو غسل دینا مشروع ہے ﴿۲﴾ البتہ اسے بطور پیشہ اور ذریعہ معاش

قرار دینا مکروہ ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن البزاز: ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع

والاعیاد ونقل الطعام الى القبر في المواسم واتخاذ الدعوة بقراءة القرآن وجمع الصلحاء

والمقراء للمختم او لقراءة سورة الانعام او الاخلاص فالحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة

القرآن لاجل الاكل يكره. (فتاویٰ البزازية علی هامش الهندية ۴: ۸۱ قبیل حکم المسجد)

﴿۲﴾ وفي الهندية: غسل الميت حق واجب علی الاحیاء بالسنة واجماع الامة كذا فی

النهاية ولكن اذا قام به البعض سقط عن الباقيين كذا فی الكافي.

(فتاویٰ عالمگیری ۱: ۵۸ الفصل الثاني فی الغسل)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: والافضل ان يغسل الميت مجانا فان ابتغى الغاسل الاجر جاز

ان كان ثمة غيره والا لا لتعينه عليه.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۱: ۶۳۲ باب صلاة الجنابة).... وقال العلامة ابن

عابدین: انه ينبغي جريان هذا القيد فی العبد والاعرابی..... (بقیه حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مکہ مکرمہ سے لائی گئی چادر میت پر بچھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مکہ معظمہ سے لائی ہوئی چادر اور شال میت پر بچھائی جاتی ہے جیسا کہ بعض علاقوں میں مروج ہے کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا المستفتی: علی الرحمن مہندی..... یکم اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: یہ عوامی تبرک ہے اسلامی تبرک نہیں ہے البتہ یہ جذبہ بذات خود نیک جذبہ ہے۔ وهو الموفق (بقیہ حاشیہ) وولد الزنا ونازعه فی النهر بانه فی الهدایة علل الکراهة بغلبة الجهل فیهم وبان فی تقدیمهم تنفیر الجماعة۔
(رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۴۱۴ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)



عن النبي ﷺ: كنت نهيتكم
عن زيارة القبور فزوروها فانها
ترق القلب وتدمع العين وتذكر
بالآخرة فزوروها ولا تقواها جراً.

.....رواه البيهقي.....



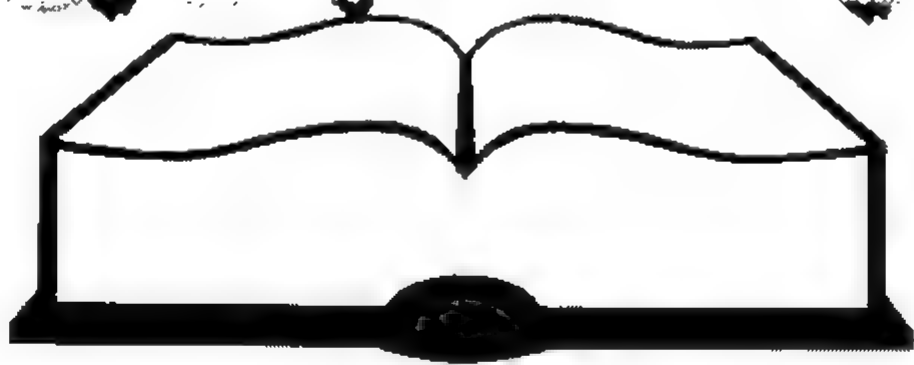
اللَّهُ

اللَّهُ

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ

فصل فی زیارة القبور
وایصال الثواب و غیرها



فصل فی زیارة القبور وایصال الثواب وغیرھا

زیارت روضہ مطہرہ اور زیارة القبور کے آداب و مستحبات

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ اولیاء کرام اور دیگر صالحین کے مزارات پر حاضر ہو کر کن کن آداب کو ملحوظ رکھنا چاہئے، نیز مزار پر حاضری دیتے وقت ایصال ثواب کرتے ہوئے رو قبلہ کھڑا ہونا بہتر ہے یا رو قبہ کھڑا ہونا؟ خصوصاً سیدنا محمد ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام و دعا پڑھتے وقت قبر شریف کی طرف رخ یا بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر کونسا رویہ اختیار کیا جاوے؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبدالعزیز چمکنی مسجد کلاں میاں عمر صاحب ۱۳/۳/۱۹۶۹

الجواب: (۱) زیارة القبور جمعہ کے دن طلوع شمس سے پہلے طہارت کی حالت میں مستحب ہے اور یہ بھی مستحب ہے کہ اول سلام اور بعد میں ایصال ثواب کرے، نیز یہ بھی مستحب ہے کہ پاؤں کی طرف سے رو بہ میت ہو کر حالت قیام میں زیارت کرے، اور بیٹھنا بھی جائز ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ سجدہ، بوسہ، طواف، وضع الید والاصابع اور رجوع قہقری سے اجتناب کرے۔ فی ردالمحتار ۱: ۸۴۳ بعد تفصیل ما "فتحصل ان يوم الجمعة افضل" وفيه ايضا بعد اسطر قال في الفتح والسنة زیارتھا قائماً والدعاء عندهما قائماً وفي شرح اللباب ثم من اداب زیارة ما قالوا من انه یأتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لا من قبل رأسه لانه لعب لبصر الميت ومن ادابھا ان یسلم بلفظ السلام علیکم ثم یدعو قائماً وان جلس یجلس بعيداً او قریباً بحسب مرتبته فی حال حیاته انتهى باختصار یسیر ﴿۱﴾ (وفی الطحطاوی ۳۷۶) قال ﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۶۵ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنائز)

فی الاحیاء والمستحب فی زیارة القبور ان یقف مستدبر القبلة مستقبلا وجه المیت وان یسلم ولا یمسح القبر ولا یقبله ولا یمسه، قال فی شرح مشکوٰۃ بعد کلام وحديث فيه دلالة على ان المستحب في حال السلام على الميت ان يكون لوجهه وان يستمر كذلك في الدعاء ايضا وعليه عمل عامة المسلمين انتهى باختصار يسير ﴿١﴾ قلت (وما في شرح الكبير ٥١١) ويدعو قائما مستقبل القبلة ﴿٢﴾ فهذا معمول بعض المسلمين وكذا يرد ما سيأتي في الفتح.

(٢) پیغمبر علیہ السلام کے روضہ مطہرہ کے پاس بھی رو بہ قبر کھڑا ہونا بہتر ہے۔ قال ابن الہمام فی الفتح ٩٥:٣ ثم يأتي القبر الشريف فيستقبل جداره ويستدبر القبلة وما عن ابي الليث انه يقف مستقبل القبلة مردود بما روى ابو حنيفة في مسنده عن ابن عمر رضي الله عنه قال من السنة ان تأتي قبر النبي ﷺ من قبل القبلة وتجعل ظهرک الى القبلة وتستقبل القبر بوجهک ثم تقول السلام علیک ﴿٣﴾ (باختصار يسير). وهو الموفق

قبرستان میں دعا و سلام کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستان میں یا کسی قبر پر جا کر سلام زیارت اور دعا کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ اور ہاتھ اٹھانا بوقت دعا ثابت ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا المستفتی: منصور احمد خان شیر شاہ کالونی کراچی..... ۲۵/ جولائی ۱۹۸۹ء

الجواب: قبرستان میں جا کر السلام علیکم یا اہل القبور الخ پڑھا چاہئے ﴿٢﴾ اور میت سے

﴿١﴾ (الطحاوی علی مرقی الفلاح ۶۲۱ فصل فی زیارة القبور)

﴿٢﴾ (غنیة المستملی ۵۶۰ فصل فی الجنائز الثامن فی مسائل متفرقة من الجنائز)

﴿٣﴾ (فتح القدیر شرح الہدایة ۹۵:۳ مسائل منثورہ)

﴿٤﴾ قال الشرنبلالی: والسنة زیارتھا قائما والدعاء عندها..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مغرب کی طرف ہو کر میت کی طرف منہ کر دے جبکہ پیٹھ قبلہ کی طرف ہو جائے گی، ہاتھ اٹھانا بھی جائز ہے،
قال فی شرح شرعة الاسلام قال فی الاحیاء والمستحب فی زیارة القبور ان یقف
مستدبر القبلة مستقبلا وجه المیت ۵۸۰ ﴿۱﴾. وهو الموفق

مقبرہ میں ایصال ثواب مسنون اور تخصیص سورت وعدد التزام کی وجہ سے

بدعت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے بعد امام صاحب
لوگوں کو کہہ دے کہ اول و آخر درود شریف اور گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھ کر میت کی روح کو ثواب بخش دیں
اور دعا کریں، کیا یہ جائز ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبد الحمید کلاچی ڈی آئی خان..... ۶/ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر مقبرہ میں یہ تلاوت کی جائے اور تمام اموات کو ایصال ثواب کیا جائے تو مسنون
ہے، لما فی الدر المختار وفي الحديث من قرء الاخلاص احد عشر مرة ثم وهب اجرها
للاموات اعطى من الاجر بعد دالا موات انتهى ﴿۲﴾ رواه العینی فی شرح البخاری
(بقیہ حاشیہ) قائما کما کان یفعل رسول اللہ ﷺ فی الخروج الی البقیع ویقول السلام
علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لا حقون اسأل اللہ لی ولکم العافیہ کذا فی
الفتح. (امداد الفتاح شرح نور الایضاح ۶۳۳ فصل فی زیارة القبور)

وعن ابن عباس قال مر النبی ﷺ بقبور بالمدينة فاقبل علیہم بوجهه فقال السلام
علیکم یا اهل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر رواه الترمذی وقال هذا
حدیث حسن غریب. (مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۵۴ باب زیارة القبور)

﴿۱﴾ (الطحطاوی علی مراقی الفلاح ۶۲۱ فصل فی زیارة القبور)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۶۶۶: ۱ باب صلاة الجنائز)

من غیر نکیح ﴿۱﴾۔ اور اگر مقبرہ نہ ہو تو ایصال ثواب اگرچہ جائز ہے لیکن تخصیص (سورت، عدد، بلا دلیل ہے، لہذا التزام کی وجہ سے بدعت اور ناجائز ہوگی، لما فی البحر ۲: ۱۵۹ ولان ذکر اللہ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشی دون شی لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع به لانه خلاف المشروع ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

میت کے پیچھے مختلف خیرات کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں میت ہونے پر آئندہ جمعرات کو فقراء و مساکین کی دعوت کرتے ہیں جس کا نام کچی دعا ہے پھر چالیسویں اور برسی پر خیرات کرتے ہیں خواہ اس کی ادائیگی کیلئے زمین و جائیداد رہن کرنا یا قرضہ لینا پڑے بصورت دیگر میت کے ورثاء کو لوگ کنجوس اور مطعون کہتے ہیں اس امر میں میت کی وصیت کا اعتبار نہیں کرتے اور نہ بیوہ و یتیموں کا لحاظ رکھا جاتا ہے اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ بینوات وجروا
المستفتی: عبد الحمید امام مسجد سکندرنی

الجواب: اہل میت کی طرف سے تصدق علی المساکین والطلبہ ہر وقت جائز ہے

جبکہ مال میں غائب اور یتیم کی شرکت نہ ہو اور یا مال وصیت سے ہو ﴿۳﴾.....

﴿۱﴾ وفی مراقی الفلاح: وعن علی رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال من مر علی المقابر فقرء قل هو اللہ احد احدی عشرة مرة ثم وهب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات رواہ الدار قطنی (طحطاوی ۶۶۶) وایضاً اخرج ابو محمد السمرقندی فی فضائل قل هو اللہ احد عن علی مرفوعاً. (شرح الصدور للسیوطی ۱۳۰)

﴿۲﴾ (البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العیدین)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: بجواز تبرع الوارث باخراجھا وعلیہ فلا بأس بادارة الولی للزکاة ثم ینفی بعد تمام ذلک کله ان یتصدق علی..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور ضیافت و دعوت تین دن تک ناجائز ہے ﴿۱﴾ اور رسم و رواج کی پابندی ہر وقت ناجائز ہے، والتفصیل فی ردالمحتار ۱: ۸۴۲ ﴿۲﴾ والہندیہ ۵: ۳۸۰ ﴿۳﴾ اور صورت مسئلہ میں مذکورہ امور قسم ثالث میں داخل ہیں لہذا ان سے اجتناب ضروری ہے۔ وہوالموفق

میت کے ایصال ثواب کیلئے شب جمعہ خیرات اور چہلم وغیرہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کے ایصال ثواب کیلئے شب جمعہ خیرات کرنا نیز چہلم وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: بسم اللہ شاہ پشاور..... ۲۸/محرم ۱۴۰۱ھ

(بقیہ حاشیہ) الفقراء بشی من ذلک الحال او بما اوصی بہ المیت ان کان اوصی.
(ردالمحتار ۱: ۵۴۳ مطلب فی بطلان الوصیة بالختومات والتہلیل باب قضاء الفوائت)
﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثانی والثالث.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۶۴ باب صلاة الجنائز)
﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: وفي البزازیة ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقراءة سورة الانعام او الاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لاجل الاکل یکرہ وفيہا من کتاب الاستحسان وان اتخذ طعام للفقراء کان حسنا او اطلال فی ذلک فی المعراج وقال وهذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها لانہم لا یریدون بہا وجه اللہ تعالیٰ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۴ مطلب فی کراهة الضیافة من اهل المیت باب صلاة الجنائز)

﴿۳﴾ وفي فتاویٰ الہندیہ: ولا یباح اتخاذ الضیافة ثلاثة ايام فی ايام المصیبة واذا اتخذ لا بأس بالاکل منه وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا كانت الورثة بالغین فان کان فی الورثة صغیر لم يتخذوا ذلک من التركة کذا فی التارخانیة.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۴۴ الباب الثانی عشر فی الهدایا والضيافات)

الجواب: تصدق اور ایصال ثواب بذات خود مشروع ہے البتہ اپنی طرف سے زمان، نوع وغیرہ کا تعین مکروہ ہے، کما یدل علیہ ما فی البحر ۲: ۱۵۹ ولان ذکر اللہ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشئی دون شئی لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع به ﴿۱﴾ وفی البزازیة علی هامش الہندیة ۴: ۹۱ ویکرہ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع الخ ﴿۲﴾.

خلاصہ یہ کہ تصدق علی المساکین ہر وقت جائز ہے اور پابندی رسم و رواج ہر وقت ممنوع ہے وھذا ملخص ما فی رد المحتار ۱: ۸۴۱ ﴿۳﴾ والہندیة ۵: ۳۸۰ ﴿۴﴾ فلیراجع. وھو الموفق

پانچ آدمیوں کیلئے ختم القرآن کرنے میں بے ترتیبی نخل ثواب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک نابینا حافظ القرآن پانچ

﴿۱﴾ (البحر الرائق ۲: ۱۵۹ باب العیدین)

﴿۲﴾ (البزازیة علی هامش الہندیة ۴: ۸۱ قبیل باب فی حکم المسجد)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: وفی البزازیة ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراءة للختم او لقراءة سورة الانعام او الاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لاجل الاکل یمکرہ وفیھا من کتاب الاستحسان وان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسناً واطال فی ذلک فی المعراج وقال وھذه الافعال کلھا للسمعة والریاء فیحترز عنھا لانھم لا یریدون بہا وجہ اللہ تعالیٰ. (رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۶۴ مطلب فی کراہة الضیافة من اهل المیت باب صلاة الجنائز)

﴿۴﴾ وفی فتاویٰ الہندیة: ولا یباح اتخاذ الضیافة ثلاثة ايام فی ايام المصیبة واذا اتخذ لا بأس بالاکل منه وان اتخذ طعاماً للفقراء کان حسناً اذا كانت الورثة بالغین فان کان فی الورثة صغیر لم یتخذوا ذلک من التركة کذا فی التارخانیة.

(فتاویٰ عالمگیری ۵: ۳۴۴ الباب الثانی عشر فی الهدایا والضيافات)

آدمیوں کیلئے ختم قرآن شروع کرے ایک کیلئے چھ بیسواں پارے تک دوسرے کیلئے ایک سے ستائیسواں پارے تک تیسرے اور چوتھے کیلئے اول سے اٹھادیسواں پارے تک پانچویں کیلئے اثنیسواں پارے تک پھر ایک کیلئے ختم مکمل کرتا ہے کیا اس ترتیب کے سقوط کی وجہ سے ثواب میں کوئی نقصان آتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: خلیل اللہ..... ۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

الجواب: یہ بے ترتیبی ادائے ختم میں غلط انداز نہیں ہے۔ وہوالموفق

دفن کرتے وقت پتھروں پر سورۃ ملک پڑھ کر قبر میں ڈالنا اور جنازہ سے پہلے جائے نماز تقسیم کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ (۱) مردہ کے دفن کرتے وقت

ائمہ حضرات پتھروں یا مٹی پر سورۃ ملک پڑھ کر قبر میں ڈالتے ہیں اس کا کوئی اصل ہے یا نہیں؟

(۲) نماز جنازہ سے پہلے علماء میں جو جائے نماز تقسیم کئے جاتے ہیں اگرچہ صدقہ میں شامل سمجھتے ہیں مگر پھر

بھی اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: نامعلوم.....

الجواب: (۱) کوئی اصل نہیں رکھتا ﴿۱﴾، بعض علماء نے بطور عمل کے بلاحوالہ ذکر کیا ہے کہ فلاں

﴿۱﴾ سورۃ ملک کے فضائل احادیث میں وارد ہیں بالخصوص اس کے قاری کیلئے تخفیف عذاب قبر اور اس سورت کا شفیع ہونا ثابت ہے لیکن یہ ثبوت قاری کیلئے ہے نہ کہ کوئی دوسرا پڑھ کر مٹی پر دم کر کے قبر میں ڈالتے ہیں اگر بطور عمل

کیا جائے اور سنت نہ سمجھا جائے اور نہ التزام ہو تو نفس عمل جائز ہوگا اور سنت و التزام کی صورت میں بدعت ہوگا،

قال العلامة عماد الدین فی فضائل سورۃ الملک: (۱) عن عباس الجشمی عن ابی ہریرۃ

عن رسول اللہ ﷺ قال ان سورۃ فی القرآن ثلاثین آیۃ شفعت لصاحبها حتی غفر له، تبارک

الذی بیده الملک. (۲) عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ سورۃ فی القرآن خاصمت عن

صاحبها حتی ادخلته الجنة تبارک الذی بیده الملک. (۳) عن ابن عباس قال ضرب بعض

اصحاب النبی ﷺ خبائہ علی قبر وهو لا يحسب..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آیت پڑھ کر مٹی پر دم کر کے قبر میں ڈالنا موجب تخفیف عذاب ہے ﴿۱﴾۔ (۲) اگر علماء اور ائمہ کی تعظیم مقصود ہو تو کارِ ثواب ہے اور اگر پابندی رسم مقصود ہو تو اضاعت مالی ہے۔ وہو الموفق

میت کو جمعہ کیلئے گھر پر رکھنا، میت کے پیچھے خیرات، دعا بعد الجنازہ دائرہ اسقاط وغیرہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) میت کو جمعہ المبارک کیلئے گھر پر رکھنا۔ (۲) موت میت کے بعد تین روز کے اندر خیرات نہ کرنا۔ (۳) میت کے جنازہ کے بعد دعائے کرنا۔ (۴) جنازہ کے بعد دائرہ نہ بنانا۔ (۵) گیارہویں شریف کا خیرات نہ کرنا۔ (۶) اولیاء اللہ خود بے بس ہیں۔ (۷) ختم قرآن پر کھانا نہ کھانا۔ (۸) سنت نماز کے بعد دعائے کرنا۔ بینوا تو جو و ا
المستفتی: واحد گل، تورے خان نیو گرین مارکیٹ پشاور..... ۱۹۷۲ء/۴/۱۱

الجواب: (۱) اگر نماز جمعہ سے قبل کفن و دفن ہو سکتا ہے تو تاخیر گناہ ہے ﴿۲﴾۔ (۲) تصدق علی المساکین ہر وقت جائز ہے اور رسم و رواج یعنی حفظ وقار اور دفع عار کے طور سے ہر وقت مکروہ ہے اور زیافت (بقیہ حاشیہ) انہ قبر، فاذا قبر انسان یقرأ سورة الملك تبارک حتی ختمها فقال رسول اللہ ﷺ
ہی المانعة ہی المنجية تنجیہ من عذاب القبر۔ (۴) عن ابن عباس انہ قال لرجل: الا اتحفک بحديث تفرح به؟ قال: بلی، قال اقرأ تبارک الذی بیدہ الملك و علمها اهلک و جمیع ولدک و صبیان بیتک و جیرانک، فانها المنجية و المجادلة تجادل او تخاصم يوم القيامة عند ربها لقارئها، و تطلب له ان ینجیہ من عذاب النار و ینجی بها صاحبها من عذاب القبر، قال رسول اللہ ﷺ لو ددت انھا فی قلب کل انسان من امتی۔ (تفسیر ابن کثیر ۴: ۵۰۷ تفسیر سورة املک)

﴿۱﴾ قال العلامة السيد احمد الطحطاوی: وفي كتاب النورین من اخذ من تراب القبر بیدہ وقرأ علیہ سورة القدر سبعاً و تركه فی القبر لم یعذب صاحب القبر ذكره السيد.

(حاشیة الطحطاوی علی المراقی ۳۳۵ فصل فی حملها و دفنها)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی: وكره تأخير صلاته و دفنه لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلاة الجمعة. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۱: ۶۵۷ باب صلاة الجنائز)

تین دن تک ناجائز ہے ﴿۱﴾ شامی۔ (۳) کسر المصروف کے بعد دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ نہ کرنا بہتر ہے ﴿۲﴾ (خلاصہ الجزیات)۔ (۴) دائرہ کرنا جائز ہے جبکہ شرائط کی مراعات لی گئی ہو ورنہ اسقاط ذمہ کیلئے بے سود ہے (خلاصہ الجزیات)۔ (۵) گیارہویں شریف بدعت ہے ﴿۳﴾۔ (۶) کرامت بعد الممات حق ہے ﴿۴﴾ لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی کو حاجت روائی کا منصب حوالہ نہیں کیا ہے۔ (۷) اعزازی طور سے جائز ہے نیز مکافات اور تصدق کے طور پر بھی جائز ہے البتہ اجرت کے طور سے

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: وفي البرازية ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الى القبر في المواسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقراءة سورة الانعام او الاخلاص والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قراءة لاجل الاكل يكره وفيها من كتاب الاستحسان وان اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۶۴ مطلب في كراهة الضيافة من اهل الميت)

﴿۲﴾ قال ابن نجيم: وعن الفضلي لا بأس به.

(البحر الرائق ۲: ۱۸۳ فصل السلطان احق بصلاته كتاب الجنائز)

﴿۳﴾ قال ابن نجيم: ولان ذكر الله تعالى اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشي دون شي لم يكن مشروعاً حيث لم يرد الشرع به لانه خلاف المشروع.

(البحر الرائق ص ۲: ۱۵۹ باب العيدين).

﴿۴﴾ اما مذهب اهل الحق انه تبقى الكرامة بعد الموت كما ان النبوة لا تنقطع بالموت وكما ان ايمان المؤمن لا ينقطع بالموت، قال الشيخ عبد الغنى النابلسي في حاشية الحديقة الندية على الطريقة المحمدية ۱: ۲۹۲ كرامة الولي لا تنقطع بالموت، وفي سنن ابی داؤد ۱: ۳۴۹ باب ما يرى من النور عند قبر الشهيد عن عائشة كنا نتحدث انه لا يزال نور عند قبر النجاشي وهذا ليس بالكرامة بعد الموت، وقال الآلوسی فی تفسیر النازعات ۲۸: ۱۰۸ ان الله قد يكرم من شاء من اوليائه بعد الموت كما يكرمه قبل الموت بما شاء، وايضا ذكر في المشكوة في باب فضائل القرآن تلاوة سورة الملك من قبر وسماع صحابي فافهم. (از مرتب)

مختلف فیہ ہے ﴿۱﴾۔ (۸) ہیئت اجتماعی سے دعا کرنا پیغمبر علیہ السلام کا معمول نہیں تھا نہ فرائض کے بعد اور نہ رواتب کے بعد البتہ حدیث قوی سے دونوں کا جواز معلوم ہے اور جمہور احناف کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ رواتب کے بعد کی جائے البتہ بعض احناف (امام بقالی) کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ فرائض کے بعد متصل کی جائے، والامر اوسع۔ وهو الموفق

اولیاء کی قبروں پر گنبد اور چار دیواری بنانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اولیاء اللہ کی قبروں پر چار دیواری یا گنبد بنانا کا ثواب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو راہ المستقیم: گل مست خان سرحد کھٹاگل ملز پشاور

الجواب: گنبد بنانا حسب تصریح حدیث ﴿۲﴾ و فقہ ﴿۳﴾ ناجائز ہے اور چار دیواری ضرورت حفاظت کے وقت جائز ہے ﴿۴﴾ ورنہ فضول خرچی اور ناجائز ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قال تاج الشريعة في شرح الهداية ان القرآن بالاجرة لا يستحق الثواب لا للميت ولا للقارى وقال العيني في شرح الهداية ويمنع القارى للدنيا والآخذ والمعطى آثمان فالحاصل ان ماشاء في زماننا من قراءة الاجزاء بالاجرة لا يجوز..... فاذا لم يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر. (رد المحتار هامش الدر المختار ۵: ۳۹ مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة كتاب الاجارة)

﴿۲﴾ وعن جابر قال نهى رسول الله ﷺ ان يخصص القبر وان يبنى عليه وان يقعد عليه رواه مسلم. (مشکوٰۃ المصابيح ۱: ۱۳۸ باب دفن الميت)

﴿۳﴾ وفي فتاوى الهندية: ويكره ان يبنى على القبر مسجد او غيره كذا في السراج الوهاج. (فتاوى عالمگیری ۱: ۱۶۶ الفصل السادس في القبر والدفن)

﴿۴﴾ قال الشرنبلالي: وكره وضع الآجر..... والخشب..... لان..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

میت کے پاس قبل الدفن تلاوت کرنا اور آیات قرآنہ سے منقش چادر چارپائی پر ڈالنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) کہ قبل الدفن مردہ کے پاس یعنی چارپائی کے نزدیک تلاوت قرآن جائز ہے یا نہیں؟ (۲) آج کل مردوں کے جنازہ پر ایسی چادر بچھی ہوتی ہے جس پر آیۃ الکرسی یا اور آیتیں لکھی ہوتی ہیں مردہ کے جنازہ پر یہ چادر ڈالنا مستحب ہے یا مکروہ یا صرف جواز ہے؟ کسی سے یہ بھی سنا ہے کہ مجموعۃ الفتاویٰ میں اس کی اجازت دی گئی ہے؟ بینواتوجروا المستفتی: نورالہادی مردان..... ۲۶/شوال ۱۳۹۹ھ

الجواب: (۱) چونکہ قول رائج کی بنا پر میت محدث ہے نجس نہیں لہذا اس کے پاس قرآن کی تلاوت بہر حال جائز ہے ﴿۱﴾ (والتفصیل فی ردالمحتار ۱: ۷۹۹)۔

(۲) قواعد کی رو سے جائز ہے ﴿۲﴾۔ وہوالموفق

(بقیہ حاشیہ) الکراہۃ لکونہما للاحکام والزینۃ ولذا قال بعض مشایخنا انما یکرہ الآخر اذا ارید بہ الزینۃ اما اذا ارید بہ دفع اذی السباع او شیء آخر لا یکرہ۔

(مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ۶۱۰ فصل فی حملھا ودفنھا)

﴿۱﴾ قال الحصکفی: تکرہ القراءة عنده حتى يغسل..... لتجنسه بالموت قيل نجاسة خبث وقيل حدث وعليه فينبغي جوازها كقراءة المحدث، قال ابن عابدين: فانه اذا جاز للمحدث حدثا اصغر القراءة فجوازها عند الميت المحدث بالاولیٰ۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار ۱: ۶۳۰ مطلب فی القراءة عند الميت)

﴿۲﴾ چونکہ یہ چادر بطور تبرک میت کے اوپر کمائی وغیرہ لگا کر رکھا جاتا ہے جس میں اہانت کی کوئی پہلو نظر نہیں آتی بخلاف ما اذا كتب القرآن على الكفن او البساط فانهم صرحوا بعدم الجواز كما في آخر الجنائز وقيل باب المياہ قال الحصکفی: قلت وظاهره انتفاء الكراہۃ بمجرد تعظیمه وحفظه (الدرالمختار ۱: ۱۲۰) ہاں اگر مظنہ نجاست و اہانت موجود ہوے..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غسل سے پہلے میت کے پاس تلاوت اور اس کے حق میں دعا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ غسل سے پہلے میت کے پاس تلاوت قرآن صحیح نہیں نیز اس کیلئے دعا بھی نہیں کی جائے گی براہ کرم بندہ کیلئے وضاحت فرمائیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولانا فخر الدین ابن شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتوی رحمہ اللہ، منکبہ

انگلینڈ..... ۱۹۹۰ء/۱۰/۱۳

الجواب: فقہاء کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ مردہ کے پاس قبل از غسل قرآن پاک پڑھنا جائز ہے یا ناجائز لیکن تحقیق جواز کی ہے، لان سبب الغسل ان الموت حدث ﴿۱﴾ اور دعا قبل از غسل سے کسی فقیہ نے منع نہیں کیا ہے۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ادبی اور میت سے نجاست خارجہ سے ملوث ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر اس سے احتراز لازمی ہے۔

قال ابن عابدین: وتكره كتابة القرآن..... على الدراهم والمحاريب..... وقال ما ذاك الا لاحترامه وخشيته وطنه ونحوه مما فيه اهانة. (ردالمحتار ۱: ۶۰۷) (از مرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قول وقيل حدث) يويده ما ذكره في البحر من كتاب الطهارة ان الاصح كون غسالته مستعملة وان محمداً اطلق نجاستها لانها لا تخلو من النجاسة غالباً قلت لكن ينافيه ما مر من الفروع الا ان يقال بينائها على قول العامة قال في فتح القدير وقد روى في حديث ابي هريرة سبحان الله ان المؤمن لا ينجس حيا ولا ميتا فان صحت وجب ترجيح انه للحدث، وقال في الحلية وقد اخرج الحاكم عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ لا تنجسوا موتاكم فان المسلم لا ينجس حيا ولا ميتا وقال صحيح على شرط البخاري ومسلم فيترجح القول بانه حدث.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۳۰ مطلب في القراءة عند الميت)

بدھ یا جمعرات کو دفن شدہ کی قبر پر جمعہ تک پہرہ دینے کا رسم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں جب کوئی مردہ بدھ یا جمعرات کے دن دفن کیا جاتا ہے تو جمعہ کی شام تک اس پر دو آدمیوں کا پہرہ مقرر کیا جاتا ہے بایں غرض کہ اس مردہ سے قبر میں پوچھا نہ جائے کیا یہ واقعی اور ثابت بات ہے کہ جمعہ کو مردے سے سوالات نہیں کئے جاتے، اور بالفرض اگر یہ صحیح ہو تو بدھ یا جمعرات کے مردے کو جمعہ تک دفن نہ کرنے میں کوئی فائدہ بھی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: رحیم اللہ جتنگی بونیر سوات..... ۱۹۸۵ء/۱۲/۱۷

الجواب: عوام کا یہ عقیدہ کہ لوگوں کی موجودگی میں سوال و جواب نہیں ہوتے غلط عقیدہ ہے اور حدیث ابو داؤد سے مخالف ہے، وهو ما نصه كان رسول الله ﷺ اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال استغفروا لاختيكم واسألوا له بالتبیت فانه الآن یسنل ﴿۱﴾ انتھی قلت وحديث وانه لیسمع قرع النعال اتاه ملكان ﴿۲﴾ محمول علی ما ذا رجعوا بعد الدفن فوراً ﴿۳﴾۔ نیز عوام کا یہ عقیدہ کہ جمعرات تک دفنانے میں تاخیر کرنا موجب تخفیف ہے حدیث میں یہ منقبت اس شخص کیلئے ہے کہ جمعرات یا جمعہ کو فوت ہو جائے ﴿۴﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ۲: ۱۰۳ باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف)

﴿۲﴾ (صحیح البخاری ۱: ۱۷۸ باب المیت یسمع خفق النعال کتاب الجنائز)

﴿۳﴾ قال الملا علی قاری: (قوله اذا وضع فی قبره وتولی) ای ادبروا عرض عنه اصحابه ای عن قبره والعبرة بالاکثر او عن وضعه..... اتاه ملكان ای قبل ان یمضی زمان طویل الخ۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ ۱: ۳۳۹ باب اثبات عذاب القبر)

﴿۴﴾ عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله ﷺ ما من مسلم یموت یوم الجمعة او لیلة الجمعة الا وقاه الله فتنة القبر رواه احمد والترمذی وقال هذا..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میت کا کسی کو خواب میں قبر تبدیل کرنے کا حکم کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دیندار آدمی فوت ہو چکا ہے دفن کے ایک مہینہ بعد اس کے بیٹے اور ایک دوسرے آدمی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کہتا ہے کہ میں جس جگہ دفن کیا گیا ہوں یہاں میں خوش نہیں ہوں تم یہاں سے مجھے نکالو، دوسری جگہ مجھے دفن کرو، کیا یہ تعمیل حکم جائز ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: غلام حبیب نواب کلی مہمند ایجنسی ۲۵... / رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: شر القرون کی منامات کو خیر القرون کی منامات پر قیاس کرنا امر منکر ہے ﴿۱﴾ بہر حال ان منامات کی وجہ سے اس مردہ کو نکالنا ممنوع ہے، فقہاء کرام نے جن وجوہات کی وجہ سے اخراج کو جائز کہا ہے تو اس صورت میں ان وجوہات سے کوئی وجہ موجود نہیں ہے بلکہ اس میں میت کی توہین موجود ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق (بقیہ حاشیہ) حدیث غریب و لیس اسنادہ بمتصل، وفي المنهاج لکن له شواهد اخرجه ابو یعلیٰ والبیہقی وغیرہ۔

(منهاج السنن شرح سنن ترمذی ۴: ۲۴۰ باب ماجاء فی من یموت یوم الجمعة)

﴿۱﴾ وفي هداية القاری: ما يسمعه الرأى لا يكون حجة لاحتمال الاختلاط من الشيطان بصوته ولان النوم حالة الغفلة ولانه ليس بارفع من الكشف في حالة اليقظة.

(هداية القاری شرح صحيح البخاری ۱: ۱۹۶ باب اثم من كذب على النبي ﷺ)

﴿۲﴾ قال العلامة شرنبلالی: ولا يجوز ای الميت نقله بعد دفنه بان اهيل عليه التراب واما قبله فيخرج بالاجماع ای باجماع ائمتنا طالت مدة دفنه او قصرت للنهي عن نبشه والنبش حرام حقا لله تعالى الا ان تكون الارض مغصوبة او اخذت بالشفعة ... وينبش القبر لمتاع كثوب ودرهم سقط فيه وقيل لا ينبش بل يحفر من جهة المتاع ... ولا ينبش بوضعه لغير القبلة او على يساره او جعل رأسه موضع رجله.

(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ۶۴۱ فصل فی حملها ودفنها)

ایک قبر سے دوسری قبر کو شعلہ اٹھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک قبر سے دوسری قبر تک ایک شعلہ سا اٹھتا ہے اور دوسری قبر پر غائب ہو جاتا ہے اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: شہاب الدین اکوڑوی نوشہرہ..... ۱۶/۹/۱۹۸۹

الجواب: یہ کبھی روح ہوتی ہے اور کبھی نیک عمل ہوتا ہے ﴿۱﴾۔ وہوالموفق

نابالغ بچوں سے نکیر منکر کا سوال و جواب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو نابالغ بچے مر جاتے ہیں اور ان پر جنازہ پڑھ کر کفن دفن کر دیئے جاتے ہیں تو کیا ان سے نکیر منکر سوال کرتے ہیں اور ان کے ہاں آتے ہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: قاسم شاہ کیران انک..... ۴/۷/۱۹۸۵

﴿۱﴾ و اخرج ابن منده و ابو احمد و الحاکم فی الکنی بسند ضعیف علی طلحة بن عبيد الله قال اردت مبالی بالغابة فادر کنی اللیل فاویت الی قبر عبد الله بن عمرو بن حزام فسمعت قراءة من القبر ما سمعت احسن منها فجئت الی رسول الله ﷺ فذکرت ذلک له فقال ذلک عبد الله الم تعلم ان الله قبض ارواحهم فجعلها فی قنادیل من زبرجد و یاقوت ثم علقها وسط الجنة فاذا کان اللیل ردت الیهم ارواحهم فلا تزال کذلک حتی اذا طلع الفجر ردت ارواحهم الی مکانها الذی كانت فیہ انتهی، ففی هذا الحدیث بیان سرعة انتقال ارواحهم من العرش الی الثری ثم انتقالها من الثری الی مکانها ولهذا قال مالک و غیرہ من الانمة ان الروح مرسله تذهب حیث شاءت و ما یراه الناس من ارواح الموتی و مجیئهم الیهم من المکان البعید امر یعلمه عامة الناس و لا یشکون فیہ.

(کتاب الروح لابن القيم ۱۳۵ المسألة الخامسة عشر و مثله فی شرح الصدور ۷۹)

و عن عائشة رضی الله عنها قالت لما مات النجاشی کنا نتحدث انه لا يزال یرى علی قبره نور. (سنن ابی داؤد ۳۴۹: ۱ باب فی النور یرى عند قبر الشهيد)

الجواب: نابالغ بچوں سے منکر اور نکیر کے سوال و جواب میں اختلاف ہے بعض اثبات کرتے ہیں اور بعض نفی، والوجه فيه عدم النص فمن نظر الى عموم الحديث قال بسؤال الصبيان ومن نظر الى عدم كونه مكلف انكر عليه والتفصيل في رد المحتار ۱: ۷۹۷ فليراجع ﴿۱﴾. وهو الموفق

قبر کی مٹی تبرکاً یا علاناً کھانا امر منکر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ مزاروں کی قبروں سے مٹی لا کر خود بھی کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی بطور تبرک کھلاتے ہیں بعض لوگ جب کوئی مرجاتا ہے تو جو شخص اس مرنے پر زیادہ رنجیدہ ہو اس کو اس بیت کی قبر کی مٹی کھلائی جاتی ہے تاکہ دل کو صبر ہو جائے کیا یہ دونوں

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله ومن لا يسئل) اشار الى ان سوال القبر لا يكون لكل احد وينخالقه ما في السراج كل ذي روح من بني آدم يسئل في القبر باجماع اهل السنة لكن يلحق الرضيع الملك وقيل لا بل يلهمه الله تعالى كما لهم عيسى في المهد، لكن في حكاية الاجماع نظر فقد ذكر الحافظ ابن عبد البر ان الآثار دلت على انه لا يكون الا لمؤمن او منافق ممن كان منسوباً الى اهل القبلة بظاهر الشهادة دون الكافر الجاحد وتعقبه ابن القيم لكن رد عليه الحافظ السيوطي وقال ما قاله ابن عبد البر هو الارجح ولا اقول سواه ونقل العلقمي في شرحه على الجامع الصغير ان الراجح ايضا اختصاص السؤال بهذه الامة خلافا لما استظهره ابن القيم ونقل ايضا عن الحافظ ابن حجر العسقلاني ان الذي يظهر اختصاص السؤال بالمكلف وقال وتبعه عليه شيخنا يعني الحافظ السيوطي ثم ذكر ان من لا يسئل ثمانية الشهيد والمرابط والمطعون والميت زمن الطاعون وغيره اذا كان صابراً محتسباً والصديق والاطفال والميت يوم الجمعة او ليلتها والقاري كل ليلة تبارك الملك وبعضهم ضم اليها السجدة والقاري في مرض موته قل هو الله احد، وأشار الشارح الى انه يزاد الانبياء عليهم الصلاة والسلام لانهم اولى من الصديقين.

(رد المحتار ۱: ۷۲۹ مطلب ثمانية لا يسئلون في قبورهم باب صلاة الجنائز)

طریقے شرعاً درست ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبداللہ مرید حسن راولپنڈی..... ۲۳/۳/۱۹۷۰ء

الجواب: واضح رہے کہ روایات حدیثیہ وغیرہا سے تبرک باثار الصالحین کی جواز ﴿۱﴾ روز روشن کی طرح ثابت ہے لیکن ان تبرکات میں اس امر کی رعایت رکھی جائے گی کہ خیر القرون میں اس کی کوئی نظیر بلائیکہ متحقق ہوا ہے یا شر القرون کے عوام نے اپنی خواہش سے اس کا اختراع کیا ہے پس اول مشروع ہوگا اور دوم غیر مشروع ہوگا، اور مٹی کھانا اگرچہ بذات خود بھی مکروہ ہے، لہذا فی الہندیۃ ۵: ۳۷۷ اکل الطین مکروہ ہکذا ذکر فی فتاویٰ ابی اللیث ﴿۲﴾ لیکن اس کو تبرکاً کھانا یا علاجاً کھانا خیر القرون میں غیر ثابت ہے لہذا یہ تبرک اور علاج امر منکر ہے اس کو حکمت سے بند کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے فقط۔ وهو الموفق

عورتوں کیلئے مصالح خارجہ کی بنا پر زیارة القبور ممنوع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کیلئے زیارة القبور کا کیا حکم ہے؟ اور مقبرے میں ان زیارتوں کے پاس دعا کا کیا حکم ہے؟ شرعی حکم سے روشناس فرمائیں۔ بینوا تو جروا

المستفتی: مصنف شاہ گدردردان..... ۵/رجب ۱۴۰۱ھ

الجواب: اصل مذہب میں زیارة القبور للنساء منون ہے لحديث الا فزورواھا ﴿۳﴾

﴿۱﴾ وعن اسماء بنت ابی بکر انها اخرجت جبة طیالسة كسروانية لها لبنة دیاج وفرجیها مكفوفین بالدیاج وقالت هذه جبة رسول اللہ ﷺ كانت عند عائشة فلما قبضت قبضتها وكان النبی ﷺ یلبسها فنحن نغسلها نستشفی بها رواہ مسلم.

(مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۳۷۴ کتاب اللباس)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۴۰ الباب الحادی عشر فی الکراهۃ فی الاكل وما يتصل به)

﴿۳﴾ عن بريدة قال قال رسول اللہ ﷺ نهیتکم عن زیارة القبور فزورواھا..... رواہ مسلم، وعن ابن مسعود ان رسول اللہ ﷺ قال كنت نهیتکم عن..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

البتہ مصالح خارجیہ کی بنا پر ممنوع ہے، و نظیرہ حضور ہن المساجد ﴿۱﴾ واضح رہے کہ اہل القبور کو حاجت روا مشکل کشا ماننا شرک ہے اور ان کے توسل سے دعا مانگنا جائز ہے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

مزارات پر بعض عوامی امور کی شرعی وضاحت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک مزار ہے جس پر بعض لوگ معترض ہیں کہ یہ شکرانہ جو تم لیتے ہو یہ حرام ہے اس کو فروخت کرنا بھی حرام ہے نیز مزاروں پر آنے والی عورتوں کو دم کر کے ان پر جھاڑو مارنا جائز ہے یا نہیں؟ بینو اب التفصیل وتوجروا عند الجلیل المستفتی: اعجاز حسین مہدی نوشہرہ..... ۱۵/۱۰/۱۹۸۴۔

الجواب: زیارة القبور کے بعض احکام:..... (۱) مردوں کیلئے زیارة القبور مستنون ہے ﴿۳﴾

(بقیہ حاشیہ) زیارة القبور فزور وھا فانھا تزھد فی الدنیا وتذکر الآخرة رواہ ابن ماجہ، وعن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ لعن زوارات القبور، رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح وقال (ای الترمذی) وقد رای بعض اهل العلم ان هذا كان قبل ان یرخص النبی ﷺ فی زیارة القبور فلما رخص دخل فی رخصته الرجال والنساء. (مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۱۵۴ باب زیارة القبور)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: وقال الخیر الرملى ان كان ذلك لتجديد الحزن والبكاء والندب على ما جرت به عادتهن فلا تجوز وعليه حمل حدیث لعن الله زائرات القبور وان كان للاعتبار والترحم من غیر بکاء والتبرک بزیارة قبور الصالحین فلا بأس اذا کن عجائز ویکره اذا کن شواب کحضور الجماعة فی المساجد.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۵ مطلب فی زیارة القبور)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: وقال السبکی یحسن التوسل بالنبی الی ربہ ولم ینکرہ احد من السلف ولا الخلف الا ابن تیمیہ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۲۸۱ فصل فی البیع)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: ای لا بأس بها بل تندب..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور عورتوں کیلئے مفتی بہ قول کی بنا پر ممنوع ہے ﴿۱﴾۔ (۲)..... قبور اولیاء اللہ سے حاجات مانگنا شرکیات سے ہیں اور توسل بالصالحین (یعنی یا اللہ میری اس حاجت کو اس ولی کی حرمت اور طفیل سے پورا فرما) جائز ہے ﴿۲﴾ اس سے منکر سلفی اور وہابی ہے۔ (۳)..... زائرین کو دم کرنا جائز ہے لیکن ان پر جھاڑو پھیرنا خود ساختہ عوامی تبرک ہے ﴿۳﴾۔ (۴)..... مجاورین کو اعزاز یا اعانت کے ارادہ سے شکرانہ دینا ممنوع نہیں ہے البتہ اولیاء کے نام پر نذر و نیاز کرنا اور ان کی خوشنودی اور تقرب کیلئے کوئی رقم دینا شرکیات ہیں ﴿۴﴾۔

(بقیہ حاشیہ) کما فی البحر عن المجتبیٰ فکان ینبغی التصریح بہ للامر بہا فی الحدیث المذکور کما فی الامداد وتزار فی کل اسبوع کما فی مختارات النوازل قال فی شرح لباب المناسک الا ان الافضل یوم الجمعة والسبت والاثنين والخمیس فقد قال محمد بن واسع الموتی یعلمون بزوارهم یوم الجمعة ویوماً قبله ویوم بعده فتحصل ان یوم الجمعة افضل۔

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۵ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنازة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: وقیل تحرّم علیہن والاصح ان الرخصة ثابتة لهن بحر وجزم فی شرح المنیة بالکراهة لما مر فی اتباعهن الجنازة وقال الخیر الرملى ان کان ذلک لتجديد الحزن والبكاء والندب علی ما جرت به عادتهن فلا تجوزو علیه حمل الحدیث لعن الله زائرات القبور وان کان للاعتبار والترحم من غیر بکاء۔

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۵ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنازة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: وقال السبکی یحسن التوسل بالنبی الی ربہ ولم ینکروہ احد من السلف ولا الخلف الا ابن تیمیة۔ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۵: ۲۸۱ فصل فی البیع)

﴿۳﴾ عن انس قال رخص رسول الله ﷺ فی الرقية من العین والحمة والنملة رواه مسلم۔ وعن عرف بن مالک الاشجعی قال کنا نرقی فی الجاهلیة فقلنا یا رسول الله کیف ترى فی ذلک فقال اعرضوا علی رقاکم لا بأس بالرقی ما لم یکن فیہ شرک رواه مسلم۔

(مشکوٰۃ المصابیح ۲: ۳۸۸ کتاب الطب والرقی)

﴿۴﴾؟؟؟ قال العلامة الحصکفی: واعلم ان النذر الذی یقع... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۵)..... جو شکرانہ قبر پر رکھا جائے وہ مالک کی ملکیت سے خارج نہیں ہوا ہے اور جو شکرانہ بذریعہ صندوق یا چادر یا دستی موصول ہو وہ مالک کی ملکیت سے خارج ہو جاتا ہے۔ (۶)..... نمبر کا فروخت کرنا، رہن کرنا وغیرہ باطل اور کالعدم امور ہیں لان استحقاق الہدایا لیس بمال ولا بحق واجب فلا یجری فیہ البیع ولا الرهن ولا النزول عن الحق بعوض. وهو الموفق

سگ اصحاب کہف کو ایصال ثواب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ اصحاب کہف کے بکتے کو ایصال ثواب کیلئے صدقہ و خیرات کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: عبدالرحمن شہاب خیل لکھنوی مروت

الجواب: کتوں کو ایصال ثواب کرنا احمقانہ اور جاہلانہ کام ہے لعدم احتیاج الکلب الی الثواب. وهو الموفق

دریا برد ہونے کی وجہ سے قبروں کا منتقل کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قبر پر چار سال کا عرصہ گزرا ہے اور یہ ایسے مقام پر واقع ہے کہ دریا برد ہونے کا شدید خطرہ ہے اہل قرابت کی خواہش پر کیا قبر کھول کر اس ڈھانچے کو محفوظ مقام پر منتقل کیا جاسکتا ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: میجر محمد اسلم پشاور کینٹ..... ۲/۱/۱۹۷۵

(بقیہ حاشیہ) للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراهم والشمع الزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیہم فهو بالاجماع باطل وحرام (قوله باطل وحرام) لوجوه منها انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لانه عبادة والعبادة لا تكون لمخلوق. (الدرا المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۳۹ مطلب فی النذر الذی یقع للاموات قبیل باب الاعتکاف)

الجواب: اگر دریا برد ہونے کا یقین یا ظن غالب موجود ہو تو اس کا منتقل کرنا ناجائز نہ ہوگا، بدل علیہ ما فی شرح الصدور ۱۳۲ اخرج مالک ان عمرو بن الجموح وعبد الله بن عمرو الانصاریین حفر قبرهما لیغیرا من مکانہما لان السیل حفر قبرهما واخرج البیهقی ان معاویة لما اراد ان یجری کظامہ نادى من کان له قتیل باحد فلیشهد فخرج الناس الی قتلاهم فوجدوهم رطابا، واخرج ابن ابی شیبہ فی المصنف لما صرف معاویة عنہ التی تمر علی قبور الشهداء فاجريت علیہما یعنی علی قبر عبد الله بن عمرو بن جرام وعمرو بن الجموح فاخرجناهما الخ ﴿۱﴾ قلت فلعل مراد الفقهاء من کراہیة الاخراج هو فی غیر محل الضرورة هذا ما عندی ولعل عند غیری احسن منه. وهو الموفق

بدعات ورسومات کی وجہ سے قبروں کو منہدم کرنا جائز نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کے ساتھ متصل تین سو سال پرانا کسی ولی کا قبر ہے جس پر مرد اور عورتیں نذر و نیاز رکھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بارش ہونا اور ژالہ باری روکنا اس قبر ہی کی وجہ ہے باہر کے لوگ بھی اس قبر کی وجہ سے اس گاؤں والوں کا احترام کرتے ہیں اب محلے میں چند آدمیوں نے مشورہ کیا ہے کہ اس قبر کو ہموار کی جائے تاکہ یہ بدعات اور رسومات ختم ہو اور اس کی جگہ مسجد میں شامل کر کے طلباء کیلئے کمرہ بنایا جائے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ بینوا تو جو و ا لمستفتی: عبد الحق ہزارہ..... ۱۶/ جولائی ۱۹۷۵ء

الجواب: واضح رہے کہ جن اشیاء کی اہانت ممنوع نہ ہو مثلاً بیت، درخت، پتھر، توسد الباب ان کا محو کرنا جائز بلکہ واجب ہوگا، اور جن اشیاء کی اہانت ممنوع ہو مثلاً قبر، مسجد، تو بدعات اور شرکیات کی اسناد کیلئے ان کا محو کرنا ناجائز اور خلاف تعامل ہوگا، خلافاً للطائفة السلفية النجدية. وهو الموفق ﴿۱﴾ (شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور للامام السيوطی ۱۳۳ باب نتن المیت وبلاء جسده)

قبر و تعزیہ کو چومنے، قبر کے پتھر بدن پر ملنے وغیرہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں (۱) قبور کو بوسہ دینا، تعزیہ کو چومنا تبرکاً جائز ہے یا نہیں؟ (۲) قبروں پر رکھے ہوئے پتھر جسم پر ملنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳) کسی قبر یا پیر کو سجدہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: نامعلوم..... ۹/۱۱/۱۹۷۵ء

الجواب: (۱) قبر کا چومنا مکروہ ہے کما فی الہندیۃ ۵: ۳۸۷ ولا یمسح القبر ولا یقبلہ ﴿۱﴾ قلت فالتعزۃ لا تقبل بطریق الاولی لانہا لیست من الاشیاء العظمتہ وکذا ہو من شعائر الروافض ﴿۲﴾. (۲) تبرک مشروع ہے ﴿۳﴾ لیکن ہم اس کے ذمہ دار نہیں کہ عوام کالانعام کے خود ساختہ تبرکات کی مشروعیت کے درپے ہوں۔ (۳) سجدہ اور رکوع کرنا شرک ہے جبکہ بطور عبادت ہو

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۵۱ الباب السادس عشر فی زیارة القبور وقرآۃ القرآن فی المقابر) ﴿۲﴾ قال العلامة شاہ عبد العزیز المحدث الدہلوی: تعزیہ داری جو عشرہ محرم الحرام میں معمول ہے اور بنانا ضراح و صورت قبور وغیرہ کا درست نہیں، اس واسطے کہ تعزیہ داری سے مراد یہ ہے کہ ترک لذت اور ترک زینت کرے اور اپنی صورت محزون و غمگین کے مانند بنائے یعنی عورت سوگ کرنے والی کے مانند بیٹھے حالانکہ مرد کیلئے یہ کسی حالت میں شرعاً ثابت نہیں ہوتا..... اور تعزیہ داری بدعت ہے اور ایسا ہی بنانا ضراح اور صورت قبور اور علم وغیرہ کا ہے یعنی یہ سب بھی بدعت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بدعت سیئہ ہے اور حال بدعت سیئہ کا یہ ہے کہ حدیث میں وارد ہے: شر الامور محدثاتها وکل محدثۃ بدعة وکل بدعة ضلالة رواہ مسلم..... اس مجلس میں بہت زیارت و گریہ و زاری کے بھی حاضر ہونا جائز ہے اس واسطے کہ اس جگہ کوئی زیارت نہیں کہ زیارت کے واسطے جائے اور وہاں چند لکڑی جو تعزیہ دار کی بنائی ہوئی ہوتی ہے وہ قابل زیارت نہیں بلکہ مٹانے کے قابل ہے الخ۔ (فتاویٰ عزیزی ۱: ۱۸۴ باب التصوف)

﴿۳﴾ عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ ﷺ اذا صلی..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور حرام ہے جبکہ غیر اللہ کو بطور تعظیم ہو ﴿۱﴾۔ وہوالموفق

بوقت جنازہ غربا میں کپڑوں کی تقسیم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بوقت جنازہ غربا اور مساکین میں کپڑوں کی تقسیم جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: نامعلوم..... ۱۰/۱/۱۹۷۶

الجواب: یہ ایک عرفی اعزاز ہے نہ ممنوع ہے اور نہ مطلوب ہے۔ وہوالموفق

میت یا قبر کے پاس تلاوت قرآن مجید کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مردہ کے پاس قبل از دفن گھر میں یا بعد از دفن قبر پر تلاوت قرآن مجید کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولانا رحیم اللہ باچا ضاحیل بالا..... ۲۵/۹/۱۹۷۵

الجواب: میت کے پاس قرآن پڑھنا مطلقاً جائز ہے جبکہ سر آہو اور یا دور سے ہو اور یا مردہ

(بقیہ حاشیہ) الغدالة جاء خدم المدينة بأنيتهم فيها الماء فما يؤتى بآناء الاغمس يده فيه وربما جاءه في الغدلة الباردة فيغمس يده فيها، عن انس قال لقد رأيت رسول الله ﷺ والحلاق يحلقه واطاف به اصحابه فما يريدون ان تقع شعرة الا في يده رجل. (رواهما مسلم) وقال النووي وفيه التبرك بآثار الصالحين وبيان ما كانت الصحابة عليه من التبرك واكرامهم اياه ان يقع شيء منه الا في يده رجل سبق اليه.

(الصحيح مسلم مع شرح النواوى ۲: ۲۵۶ باب قربه ﷺ من الناس وتبركهم به)

﴿۱﴾ وفي فتاوى الهندية: من سجد للسلطان على وجه التحية او قبل الارض بين يديه لا يكفر ولكن يآثم لارتكابه الكبيرة هو المختار قال الفقيه ابو جعفر رحمه الله تعالى وان سجد للسلطان بنية العبادة او لم تحضره النية فقد كفر كذا في جواهر الاخلاطى.

(فتاوى عالمگیری ۵: ۳۶۸ الباب الثامن والعشرون في ملاقات الملوك والتواضع لهم الخ)

پوشیدہ ہوا البتہ جب قریب سے ہو اور مردہ پوشیدہ نہ ہو اور قرأت جہراً کی جاتی ہو تو بعد الغسل اتفاقاً جائز ہے اور قبل الغسل مختلف فیہ ہے احتیاط نہ کرنے میں ہے والتفصیل فی رد المحتار ۱: ۵۷۳ ﴿۱﴾ اور قبر کے پاس قرآن پڑھنا جائز ہے کما فی الہندیۃ ۱: ۱۷۷ قرأۃ القرآن عند القبور عند محمد رحمہ اللہ لا تکرہ ومشائخنا اخذوا بقولہ ﴿۲﴾ وهو الموفق

مٹی دم کر کے قبر میں رکھنے اور ڈالنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) مردہ دفن کرتے وقت چند اصحاب مٹی دم کر کے مردہ کے ساتھ دفن کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲) قبر تیار ہونے کے بعد تین مٹی مٹی لیکر منها خلقنا کم الخ آیت پڑھ کر قبر میں گاڑ دیتے ہیں کیا یہ بدعت ہے؟ بینوا تو جروا المستفتی عبدالحق..... ۱۹۷۳ء/۳/۲۶

الجواب: (۱) بے اصل کام ہے ﴿۳﴾۔ (۲) فقہاء نے جائز لکھا ہے (کما فی الہندیۃ

۱: ۱۷۶)۔ ﴿۴﴾ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ویقرأ عندہ القرآن الی ان یرفع الی الغسل. قال ابن عابدین: کرہوا القراءۃ بعد موتہ حتی یغسل. (رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۳۰ مطلب فی القراءۃ عند المیت)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۶۶ الفصل فی القبر والدفن والنقل من مکان الی آخر)

﴿۳﴾ طحاوی علی المراقی میں ہے: وفی کتاب النورین من اخذ من تراب القبر وقرأ علیہ سورۃ القدر سبعاً وترکہ فی القبر لم یعذب صاحب القبر ذکرہ السید (۵۰۴) اسی طرح بعض دیگر کتب عملیات وفضائل سور میں مختلف اعمال لکھے ہیں جو بلاحوالہ بطور عمل مذکور ہیں، لہذا احکام شرع سے متصادم اور منہی نہ ہونے کی وجہ سے نہ مطلوب ہیں اور نہ ممنوع ہیں بلکہ مباح ہیں: لان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ ولحدیث ابی داؤد: وما سکت عنہ فهو عفو، البتہ التزام ما لا یلزم بدعت ہے۔..... (از مرتب)

﴿۴﴾ فی الہندیۃ: ویستحب لمن شہد دفن المیت ان..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قبر پر ہری شاخ رکھنا جائز اور اندر رکھنا ابداع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص مرجاتا ہے اس کی قبر پر ہری شاخ لگاتے ہیں تاکہ اس پر عذاب قبر ہل ہو جائے کیا یہ جائز ہے؟ اور قبر کے اندر شاخ رکھنے کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد سعید راولپنڈی..... ۲۷/ جولائی ۱۹۷۵ء

الجواب: قبر پر ہری شاخ رکھنا جائز ہے، کما ورد فی حدیث صحیح وروی البخاری فی صحیحہ ان بریدۃ بن الخصیب اوصی بان يجعل علی قبرہ جریدتان (فلمراجع الی ردالمحتار ۱: ۸۴۶) ﴿۱﴾ لیکن قبر میں اندر رکھنے کا جواز قرآن و حدیث اور فقہ میں مصرح نہیں ہے بلکہ ابداع ہے۔ وہو الموفق

قبر پختہ کرنے اور اس پر غلاف رکھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) قبر کو پختہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(بقیہ حاشیہ) یحییٰ فی قبرہ ثلاث حیات من التراب بیدہ جمیعاً ویكون من قبل رأس المیت ویقول فی الحیة الاولى منها خلقناکم وفي الثانية وفيها نعیدکم وفي الثالثة ومنها نخرجکم تارة اخرى کذا فی الجوہرۃ النيرة. (الہندیۃ ۱: ۱۶۶ الفصل السادس فی القبر والدفن والنقل من مکان الی آخر)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: ویؤخذ من ذلك ومن الحدیث ندب وضع ذلك للاتباع ویقاس علیہ ما اعتید فی زماننا من وضع اغصان الآس ونحوہ وصرح بذلك ایضاً جماعة من الشافعية وهذا اولی مما قالہ بعض المالکیة من ان التخفیف عن القبرین انما حصل ببرکة یدہ الشریفۃ ﷺ او دعائہ لہما فلا یقاس علیہ غیرہ وقد ذکر البخاری فی صحیحہ ان بریدۃ بن الخصیب رضی اللہ عنہ اوصی بان يجعل فی قبرہ جریدتان واللہ تعالیٰ اعلم.

(ردالمحتار ہامش الدر المختار ۱: ۲۶۸ قبیل باب الشہید مطلب فی وضع الجرید)

(۲) ایک بزرگوار عالم یا کسی ولی کی لحد پر چادر، غلاف وغیرہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: میر احمد کوہالہ راولپنڈی..... ۳/۳/۱۹۷۰

الجواب: (۱) ناجائز ہے لقول الفقهاء ولا یجصص لیکن اگر سیلاب کے خطرہ کی وجہ

سے گردا گرد دیوار پختہ بنایا جائے تو اس میں حرج نہیں ہے ﴿۱﴾۔ (۲) اس کے متعلق جواز اور کراہیت

دونوں مروی ہیں لہذا نہ کرنا اولیٰ ہے اور دلیل بھی اس طرف کی قویٰ ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

مردہ کے پاس قرآن رکھنا اور امام کی جائے نماز کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) کہ مردہ کے ساتھ قرآن رکھنا کیسا ہے

خواہ حیلہ اسقاط ہو یا نہ ہو، بعض لوگ مردہ کی چار پائی کے ساتھ قرآن رکھ کر جنازہ لے جاتے ہیں لا علی التعین

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: وفي شرح المنية عن منية المفتي المختار انه لا يكره التطين

وعن ابی حنیفة یکره ان یبني علیه بناء من بیت او قبة او نحو ذلك لما روی جابر نہی

رسول اللہ ﷺ عن تجصيص القبور وان يكتب عليها وان يبنى عليها رواه مسلم وغيره، نعم

في الامداد عن الكبرى واليوم اعتادوا التسليم باللبن صيانة للقبر عن النش ورأوا ذلك

حسنا وقال ﷺ ما راہ المسلمون حسنا فهو عند الله حسن.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۶۲ مطلب فی دفن الميت باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: کره بعض الفقهاء وضع الستور والعمائم والثياب علی قبور

الصالحين والاولياء قال فی فتاویٰ الحجة وتکره الستور علی القبور ولكن نحن نقول الآن

اذا قصد به التعظیم فی عیون العامة حتی لا یحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب

للمغافلين الزائرين فهو جائز لان الاعمال بالنیات وان كان بدعة فهو كقولهم بعد طواف

الوداع یرجع القهقري حتی یرج من المسجد اجلالاً للبيت حتی قال فی منهاج السالکین

انه ليس فيه سنة مروية ولا اثر محکی وقد فعله اصحابنا.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۵: ۲۵۶ قبیل فصل فی النظر والمس)

خواہ یہ قرآن میت کا اپنا ہو یا دوسرے کا ہو یا مسجد کا وقف قرآن ہو یا کسی گھر سے عاریۃ لیا گیا ہو؟ (۲) امام جنازہ کیلئے جائے نماز کیا چیز ہے؟ یہ کفن سے جز ہے یا کوئی خیراتی چیز ہے؟ یا اس میں کوئی شرعاً تبرک ہے؟ بینوا تو جروا المستفتی: حافظ نور محمد پیش امام مصری بانڈہ..... ۵/۵/۱۹۶۹

الجواب: (۱) تو سل بالقرآن ناجائز نہیں ہے لیکن اس تو سل کا اختراع عبث اور خطرناک ضرور ہے۔ (۲) جائے نماز کوئی ضروری چیز نہیں ہے رکھنے اور نہ رکھنے میں کوئی گناہ یا ثواب نہیں ہے اگر امام یا عالم کی تعظیم مقصود ہو تو کار ثواب ہے۔ وهو الموفق

میت دفنانے کے بعد تین بار دعا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت دفنانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر ایک یا تین بار دعا مانگنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا تو جروا المستفتی: حاجی غلام نبی چورنگی کوہاٹ..... ۲۱/شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: زیارة القبور کے وقت ہاتھ اٹھا کر تین دفعہ دعا کرنے کی روایت صحیح مسلم میں مسطور ہے ﴿۱﴾ اور دفنانے کے بعد دعا کی مشروعیت میں شک نہیں ہے، لحدیث واسئلوا لہ بالتبیت فانہ الآن یسئل او کما قال علیہ السلام ﴿۲﴾ لیکن اس دعا میں ہاتھ اٹھانا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ عن عائشہ الا احدثکم عنی وعن رسول اللہ ﷺ... حتی جاء البقیع فقام فاطال القيام ثم رفع یدیه ثلاث مرات ثم انحرف فانحرفت فاسرع فاسرعت الخ.

(الصحيح مسلم ۱: ۳۱۳ باب التسليم على اهل القبور والدعاء والاستغفار لهم)

﴿۲﴾ (سنن ابی داؤد ۲: ۱۰۳ باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف)

﴿۳﴾ قبر کے پاس بیٹھے ہوئے ہاتھ اٹھائے ہوئے اور بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے اور دوسرے رخ پر کسی بھی طریقہ سے دعا جائز اور مباح ہے، اور دعا میں ہاتھ اٹھانا آداب دعا سے ہے لہذا بعض الناس... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میڈیکل کالجوں میں جسد میت پر تجربات کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میڈیکل کالجوں میں انسانی لاش اور میت پر مختلف تجربات کئے جاتے ہیں اور تا آخر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دفن کفن نہیں کی جاتی کیا یہ جائز ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: فضل ربی دوکاندار ٹوپی..... ۱۹/ مارچ ۱۹۷۵ء

الجواب: انسان کا ابتذال اور تختہ مشق بنانا جائز ہے اگرچہ بال کیوں نہ ہو، قال اللہ تعالیٰ ولقد کرمنا بنی آدم ﴿۱﴾ وفي الهدایة ولا یجوز بیع شعور الانسان ولا الانتفاع بها لان الآدمی مکرم لا مبتذل فلا یجوز ان یکون شیء من اجزائه مهانا مبتذلا (۵۵:۳) ﴿۲﴾ وبمعناه فی جمیع کتب الفتاویٰ، لہذا انسان کے بدن پر تجربات کرنا حرام ہوگا، تجربہ بڑیا پلاسٹک وغیرہ سے بنے ہوئے اعضا پر بھی ہو سکتا ہے۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) کا اس دعا میں ہاتھ اٹھانے سے مطلق منع چنداں معنی نہیں رکھتا اس میں ایک حدیث مسلم ہے کہ، جاء البقیع فاطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات، اس حدیث کے ذیل میں امام نووی فرماتے ہیں کہ، فیہ استحباب اطالة الدعاء وتكريره ورفع اليدين وفيه ان دعاء القائم اعلى من دعاء الجالس فی القبور (نووی شرح مسلم ۱: ۳۱۳) فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے، عن ابن مسعود رأيت رسول الله ﷺ في قبر عبد الله بن ذي الجادين الحديث وفيه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة ورفعا يديه اخرجاه ابو عوانة في صحيحه (۱۱: ۱۲۲ باب الدعاء مستقبل القبلة). اور بہتر یہ ہے کہ منہ بجانب قبلہ کرے اور بجانب قبر بھی جائز ہے، قال العلامة السحلی: ويستحب زیارة القبور للرجال وتكره للنساء ويدعو قائما مستقبل القبلة وقيل يستقبل وجه الميت وهو قول الشافعي. (غنية المستملی ۵۶۰ مسائل شتی کتاب الجنازة)..... (از مرتب)

﴿۱﴾ (سورة بنی اسرائیل پارہ: ۱۵ رکوع: ۷ آیت: ۷۰)

﴿۲﴾ (الهدایة علی صدر فتح القدیر ۶: ۶۳ باب البیع الفاسد)

قبر پر آیات، احادیث، تاریخ وفات اور نام وغیرہ لکھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر پر آیات قرآنی، احادیث، تاریخ وفات اور نام لکھنے کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی رحیم اللہ باچا اضاحیل نوشہرہ..... ۲۳/ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ

الجواب: نام اور تاریخ وفات کے علاوہ یہ دیگر امور خلاف سنت ہوں گے ﴿۱﴾۔ وہوالموفق

اولیاء اللہ اور صلحاء کی قبروں پر جھنڈے لگانا اور غلاف چڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) کیا کسی شہید، ولی اور صالح کی قبر پر غلاف چڑھانا اور جھنڈے لگانا جائز ہیں؟ (۲) کیا رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر کوئی غلاف یا جھنڈا ہے؟ (۳) کسی شہید وغیرہ کی قبر پر غلاف یا جھنڈا رکھنے کو منع کرنے والا شخص حق بجانب ہے یا کسی سزا کا مستحق ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: لقمان شاہ..... ۲۳/ مارچ ۱۹۷۵ء

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله لا بأس بالكتابة) لان النهی عنها وان صح فقد وجد الاجماع العملی بها فقد اخرج الحاكم النهی عنها من طرق ثم قال هذه الاسانید صحيحة وليس العمل علیها فان ائمة المسلمين من المشرق الى المغرب مكتوب علی قبورهم وهو عمل اخذ به الخلف عن السلف، ويقوى بما اخرجہ ابو داؤد باسناد جيد ان رسول اللہ ﷺ حمل حجر فوضعه عند رأس عثمان بن مظعون وقال اتعلم بها قبر اخي وادفن اليه من مات من اهلي فان الكتابة طريق الى تعرف القبر بها نعم يظهر ان محل هذا الاجماع العملی علی الرخصة فيها ما اذا كانت الحاجة داعية اليه فی الجملة كما اشار اليه فی المحيط بقوله وان احتيج الى الكتابة حتى لا يذهب الاثر ولا يمتنن فلا بأس به فاما الكتابة بغير عذر فلا حتى انه يكره كتابة شيء عليه من القرآن او الشعر او اطراء مدح له.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۶۶۲ مطلب فی دفن الميت باب صلاة الجنائز)

الجواب: (۱) قرآن وحدیث اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال میں اس غلاف اور جھنڈا کے متعلق کوئی ذکر نہیں ہے حتیٰ کہ آپ کو ان سے جواب دیا جائے نعم جاز ان یستبط هذا الحکم من الحدیث المسطور (ما امرنا ان نکسر الحجارۃ الحدیث) لکن هذا الاستبطا لیس من مطلوبکم لانہ رای المستبط وقولہ. (۲) پیغمبر علیہ السلام کی قبر کے متعلق پوچھنا یعنی بات ہے کیونکہ وہاں کردہ شدہ کام دلیل نہیں ہے۔ (۳) غلاف کے متعلق فقہاء کرام نے کراہیت بھی نقل کی ہے اور بعض فقہاء کرام سے جواز بھی مروی ہے، کما فی رد المحتار ۵: ۳۱۹ کرہ بعض الفقہاء وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبور الصالحین والاولیاء قال فی فتاویٰ الحجۃ وتکرہ الستور علی القبور ولكن نحن نقول الان اذا قصد به التعظیم فی عیون العامة حتی لا یحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب للغافلین الزائرین فهو جائز الی آخر ما ذکر فی کشف النور ﴿۱﴾، پس قاعدہ کے مطابق محرم کو ترجیح دی جائے گی لیکن مخالفین پر اشد اٹکار نہ کیا جائے گا۔ وهو الموفق

قبرستان پر گزرتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستان سے گزرتے ہوئے اہل قبور کی مغفرت کیلئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے یا کوئی سورت پڑھ کر ہاتھ اٹھائے بغیر دل میں دعا مانگی جائے؟ بینواتوجروا المستفتی: خواجہ عبدالسلام از ارندر چترال..... ۲۰/۵/۱۹۸۳

الجواب: ہاتھ اٹھانا بھی جائز ہے (مسلم شریف) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۵: ۲۵۶ فصل فی اللبس کتاب الحظر والاباحۃ)

﴿۲﴾ جاء النبی ﷺ البقیع فقام فاطال القيام ثم رفع یدیه ثلاث مرات ثم انحرف.

(الصحيح مسلم ۱: ۳۱۳ فصل فی التسليم علی اهل القبور والدعاء والاستغفار لهم)

شرکاء جنازہ کیلئے میت کے گھر میں کھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کی تدفین کے بعد اعلان کرنا کہ جنازہ میں شریک لوگ میت کے گھر میں کھانا کھا کر جائیں، کیا حکم رکھتا ہے؟ جبکہ اب یہ عام رواج بن گیا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: اہالیان کنڈی ہری پور..... ۱۸/ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب: اہل میت کی طرف سے تصدق علی المساکین ہر وقت جائز ہے اور پابندی رسم و رواج (نخوریہ) ہر وقت ناجائز ہے ﴿۱﴾ اور دعوت و ضیافت تین دن تک ناجائز ہے پس یہ دعوت مسئلہ ناجائز ہے ﴿۲﴾ (ماخوذ از شامی ۸۴۲: ۱ و ہندیہ ۵: ۳۸۲)۔ وہوالموفق

میت کے بارے میں مختلف مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) ہر جمعہ کو قبرستان جانے سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں یا نہیں؟ (۲) مردہ اپنی قبر پر جانے والوں کو پہچانتا ہے یا نہیں؟ (۳) مردہ زندہ کا امداد کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۴) زندہ کو مردہ سے امداد مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: بجواز تبرع الوارث باخراجها وعليه فلا بأس بادارة الولي للزكاة ثم ينبغي بعد تمام ذلك كله ان يتصدق على الفقراء بشئ من ذلك المال او بما اوصى به الميت ان كان اوصى۔

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۱: ۵۴۳ مطلب فی بطلان الوصية بالختمات والتهايل)
﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثاني والثالث۔
(الدرالمختار على هامش ردالمختار ۱: ۶۶۳ باب صلاة الجنائز) وفي الهنديه: ولا يباح اتخاذ الضيافة ثلاثة ايام في ايام المصيبة واذا اتخذ لا بأس بالاكل منه كذا في خزانه المفتين۔ (فتاوى عالمگیری ۵: ۳۴۴ الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

(۵) قبروں کو دنبہ چاول وغیرہ لے جانا یا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۶) مردہ اپنی قبر پر بیٹھنے والی چڑیا کے نزد مادہ کو پہچان سکتا ہے یا نہیں؟ (۷) مردہ غسل دینے والے چار پائی کے ساتھ چلنے والے کفن آنے دفنانے والوں کو پہچانتا ہے یا نہیں؟ (۸) مردہ کو شرقاً و غرباً غسل دینا کہ پاؤں قبلہ کو ہو امام اعظم کے مذہب کے خلاف ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: حاجی شاہ محمد خان، عبدالقاسم خان الٹک..... ۱۹۷۸ء/۷/۳۰

الجواب: علی ترتیب السوالات: (۱) جمعہ کے دن زیارت القبور سنت رسول ﷺ ہے ﴿۱﴾۔ (۲) پہچانتا ہے ﴿۲﴾۔ (۳) باذنہ تعالیٰ کر سکتا ہے۔ (۴) توسل بالصالحین جائز ہے جس سے استمداد بالغیر کی تعبیر جائز ہے البتہ استمداد من الغیر ما فوق الاسباب شرک ہے ﴿۳﴾۔

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: وتزار فی کل اسبوع کما فی مختارات النوازل قال فی شرح الباب المناسک الا ان الافضل یوم الجمعة والسبت والاثنين والخمیس فقد قال محمد بن واسع الموتی یعلمون بزوارهم یوم الجمعة ویوما قبله ویوما بعده فتحصل ان یوم الجمعة افضل۔
(ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۶۵ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنائز)

﴿۲﴾ قال الملا علی القاری: واخرج ابن عبد البر فی الاستذکار والتمهید عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ ما من احد یمر بقبر اخیه المؤمن کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفه ورد علیہ السلام صححه عبد الحق واخرج ابن ابی الدنیا والبیہقی فی الشعب عن ابی ہریرۃ قال اذا مر الرجل بقبر یعرفه فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفه واذا مر بقبر لا یعرفه فسلم علیہ رد علیہ السلام ای ولم یعرفه۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ۳: ۱۱۶ باب زیارة القبور الفصل الثالث)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: ومنها انه ان ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ تعالیٰ واعتقاده ذلک کفر اللہم الا ان قال یا اللہ انی نذرت لک ان شفیت مریضی او رددت غائبی او قضیت حاجتی ان اطعم الفقراء الذین بباب السیدة..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۵) یہ اعمال شریک سے ہے (جبکہ نذر غیر اللہ سے قبل سے ہو)۔ (۶) ممکن ہے۔ (۷) تو اعد کی رو سے پہچاننا اقرب معلوم ہوتا ہے۔ (۸) اس میں قطع ہے۔ (۹) وہو الموفق

قبرستان میں کھانا کھانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستان میں طعام کا

کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو حروا

المستفتی: از جناب آیت اللہ العظمیٰ خلیفۃ المسیح الخامس اربعہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: قبرستان میں کھانا مکروہ نہیں البتہ التزام مالا یلزم اور تخصیص بلا تخصیص بدعت سینہ

تہ ۳۵۰۔ وہو الموفق

(بقیہ حاشیہ) تحسینہ و الامام السامعی و الامام الیت او اشتری حصر المساجدہم او زیتا لو قودھا او در اہم لمس یقوم بشعائرها الی غیر ذلک مسا یكون فیہ نفع للفقراء والنذر للہ عزوجل و ذکر الشیخ انما ہو محل لصرف النذر لمستحقہ القاطنین برباطہ او مسجدہ فیجوز بہذا الاعتبار۔

(ردالمحتار ۱۳۹۰۲ قبیل باب الاعتکاف مطلب فی النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام)

۱۰ قال الملا علی القاری: وقد اخرج احمد والطبرانی وابن ابی الدنیا والمروزی وابن مندہ عن ابی سعید الخدری ان البی سئل قال ان المیت یعرف من یغسلہ ومن یحملہ ومن یکفہ ومن یدلہ فی حفرته۔ (مرقاۃ المفاتیح ۲: ۲۲ باب المشی بالجنائز والصلاة علیہا)

۲۰ قال العلامة الحسکفی: ویوضع کما مات کما تیسر فی الاصح۔

(قوله فی الاصح) وقل یوضع الی القبلة طولا وقیل عرضا کما فی القبر۔

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۶۳۱۰۱ باب صلاة الجنائز)

۳۰ قال العلامة اس نجیم۔ ولان ذکر اللہ تعالیٰ اذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت او بسبب دون شیء لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع بہ لانه خلاف المشروع۔

(البحر الرائق ۱۵۹۰۲ باب العیدین)

زیارة القبور جائز اور عبادۃ القبور ناجائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کرامت اولیاء بعد الموت حق ہے یا نہیں اور زیارة القبور کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: صاحبزادہ گل ظریف خان، ٹکرام ۱۹۸۹ء/۶/۵

الجواب: کرامت اولیاء اللہ حق ہے زندگی میں بھی اور بعد الموت بھی البتہ الوہیت اور ولایت میں فرق کرنا ضروری ہے۔ اور مرد و خواتین کیلئے زیارة القبور جائز ہے۔ البتہ عبادۃ القبور نارینہ اور زنا نہ دونوں کیلئے ناجائز ہے۔ وهو الموفق

قبر تیار ہو کر اندر سورۃ یس پڑھ کر مٹی دم کر کے قبر میں بچھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں دو آدمیوں نے جنازہ پڑھ کر دفنانے سے پہلے قبر کے اندر ایک سر بانے اور ایک پائنتی میں کھڑے ہو کر سورت یس تلاوت کی اور مٹی پر دم کر کے لاش کے نیچے بچھا دی کیا یہ طریقہ شرعی لحاظ سے درست ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: نامعلوم ۱۹۷۴ء/۲/۱۱

ابن عابدین: وعبارۃ النسفی فی عقائده وکرامات الاولیاء حق فتظهر الکرامة علی طریق نقض العادة للولی من قطع المسافة البعیدة فی المدة القلیلة وظهور الطعام والشراب واللباس عند الحاجة والمشی علی الماء والهواء وکلام الجماد والعجاء واندفاع المتوجه من البلاء وكفاية المهم من الاعداء وغير ذلك من الاشياء.

(ردالمحتار ۲: ۶۸۴ مطلب فی ثبوت کرامات الاولیاء والاستخدامات فصل فی ثبوت النسب)

ابن العلامۃ ابن عابدین: وان کان للاعتبار والترحم من غیر بکاء والتبرک بزیارة القبور الصالحین فلا بأس اذا کن عجائز. (ردالمحتار ۱: ۶۶۵ مطلب فی زیارة القبور باب صلاة الجنائز)

الجواب: مقبرہ میں سورۃ یس پڑھنا جائز ہے **۱۱۱** لیکن اس سے خاک دم کرنا اور اسے قبر میں بچھانا بدعت ہے **۱۱۲** نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور نہ شیخ القروانی میں کہا گیا ہے اور نہ احمد دین اور فقہاء اہرام سے مروی ہے۔ وهو الموفق

۱۱۱ قال العلامة ابن عابدین: من دخل المقابر فقراء سورة يس خفف الله عنهم يومئذ وكان له بعدد من فيها حسنات بحر. (رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۶۶ مطلب فی القراءة للمیت واهداء ثوابها له باب صلاة الجنائز)

وقال الجلال السيوطي: اخرج عبد العزيز صاحب الخلال بسنده عن انس ان رسول الله ﷺ قال من دخل المقابر فقرا سورة يس خفف الله عنهم وكان له بعد دفن فيها حسنات وقال القرطبي في حديث اقرء واعلى موتاكم يس هذا يحتمل ان تكون هذه القراءة عند المیت فی حال موته ويحتمل ان تكون عند قبره قلت وبالاول قال الجمهور كما تقدم في اول الكتاب وبالثاني قال ابن عبد الواحد المقدسي في الجزء الذي تقدمت الاشارة اليه وبالتعميم في الحالين قال المحب الطبري من متأخري اصحابنا وفي الاحياء للغزالي والعاقبة لعبد الحق عند احمد بن حنبل قال اذا دخلتم المقابر فاقراءوا بفاتحة الكتاب والمعوذتين وقل هو الله احد واجعلوا ذلك لاهل المقابر فانه يصل اليهم قال القرطبي وقد قيل ان ثواب القراءة للمقاري وللमित ثواب الاستماع ولذلك تلحقه الرحمة قال الله تعالى واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون. قال ولا يبعد في كرم الله تعالى ان يلحقه ثواب القراءة والاستماع معا ويلحقه ثواب ما يهدي اليه من القراءة وان لم يسمع كالصدقة والدعاء وفي فتاوى قاضي خان من الحنفية من قرأ القرآن عند القبور فان نوى بذلك ان يؤنسهم صوت القرآن فانه يقرأ وان لم يقصد ذلك فالله يسمع القراءة حيث كانت. (شرح الصدور ۱۳۰ باب قراءة القرآن للمیت او على القبر)

۱۱۲ قال العلامة ابن نجيم: ولان ذكر الله تعالى اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشي دون شي لم يكن مشروعاً حيث لم يرد الشرع به لانه خلاف المشروع.

(البحر الرائق ۲: ۱۵۹ فصل فی العیدین)

بعض جانوروں کا جنت جانا

سوال: کیا کسی روایت میں ہے کہ کتا جنت جائے گا؟ بینواتو جروا

المستفتی: سمیع الرحمن محمود آباد گڑھی پورہ مردان..... ۲۳/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: حموی نے شرح اشباہ میں صفحہ ۳۹۹ پر مقاتل سے دس حیوانات کے متعلق روایت کی

ہے کہ یہ جنت میں جائیں گے، وعدہ منھا کلب (اصحاب الکھف) ﴿۱﴾. وهو الموفق

ب. ا. قال العلامة سید احمد بن محمد الحموی: وفي شرح شرعة الاسلام قال مقاتل عشرة من الحيوانات تدخل الجنة ناقة محمد ﷺ وناقة صالح عليه السلام وعجل ابراهيم عليه السلام وكبش اسماعيل عليه السلام وبقرة موسى عليه السلام وحوت يونس عليه السلام وحمار عزيز عليه السلام ونملة سليمان عليه السلام وهدد بلقيس عليه السلام وکلب اهل الکھف کلهم يحشرون کذا فی مشکاة الانوار. (غمز عيون البصائر علی الاشياء والنظائر ۱: ۲۶۱ الفن الثالث فائدة يدخل فی الجنة خمس حيوان)

قال العلامة آلوسی: وجاء فی شان کلهم انه يدخل الجنة يوم القيامة فعن خالد بن معدان: ليس فی الجنة من الدواب الا کلب اصحاب الکھف وحمار بلعم ورأيت فی بعض الكتب ان ناقة صالح وكبش اسماعيل ايضا فی الجنة، ورأيت ايضا ان سائر الحيوانات المستحسنة فی الدنيا كالظباء والطواويس وما ينتفع به المؤمن كالغنم تدخل الجنة علی كيفية تليق بذلك المكان وتلك النشأة ويس وما ينتفع به المؤمن كالغنم تدخل الجنة علی كيفية تليق بذلك المكان وتلك النشأة ويس فيما ذكر خبر يعول عليه فيما اعلم، نعم فی الجنة حيوانات مخلوقة فيها، وفي خبر يفهم من كلام الترمذی صحته التصريح بالخیل منها، والله تعالى اعلم وقد اشتهر القول بدخول هذا الكلب الجنة.

(تفسير روح المعانی ۹: ۳۲۷ سورة كهف آیت: ۱۸)

مسئلہ اطعام من اہل المیت

اہل میت کی جانب سے مسئلہ اطعام نے عوامی غلو اور افراط و تفریط کی وجہ سے ایک متنازعہ شکل اختیار کی تھی یہاں تک کہ تکفیر و ابداع تک یہ سلسلہ پہنچا، حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے مقالات میں دوسرے مسائل کی طرح یہ مسئلہ بھی فقہی حوالوں کے ساتھ افراط و تفریط سے پاک امت کے سامنے پیش کیا برائے افادہ عام فتاویٰ میں شامل کیا جاتا ہے۔۔۔ (از مرتب)

اہل میت کی جانب سے تصدق علی المساکین ہر وقت جائز ہے جبکہ ورثاء میں نابالغ اور غائب نہ ہو
 کما فی الہندیۃ ۵: ۳۴۴ وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثة بالغین
 فان کان فی الورثة صغیر لم يتخذوا ذلک من التركة کذا فی التتارخانیۃ، اور اہل میت کی
 جانب سے پابندی رسم و رواج ہر وقت ناجائز ہے، کما فی البزازیۃ علی هامش الہندیۃ ۴: ۸۱
 ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع والاعیاد وفی جنائز
 رد المحتار عن المعراج، قال هذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها لانهم لا
 یریدون بها وجه الله تعالیٰ۔

اور اہل میت کی جانب سے ضیافت اور دعوت تین دن تک ممنوع ہے یعنی یہ کام منع ہے کھانا منع
 نہیں ہے، کما فی الہندیۃ ۵: ۳۴۴ ولا یباح اتخاذ الضیافة ثلاثة ايام فی ايام المصیبة
 واذا اتخذ لا بأس بالاکل منه، کذا فی خزائن المفتین، البتہ خواص کھانے سے اپنے آپ کو
 بچائیں گے اگر خواص کھانے سے منع نہ ہو جائیں تو عوام پکانے سے منع نہیں ہوں گے اور اہل میت کی
 جانب سے طعام حاجت اور ضرورت جائز ہے مثلاً اہل میت کے متعلقین نہ ہو یا بے مروت ہو اور طعام کے

خرید و فروخت کا کوئی انتظام نہ ہو اور یہی محمل ہے اثر ابوذر رضی اللہ عنہ کا کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ میرے مہمانوں کیلئے بھیڑ ذبح کریں گے (کما فی البدایة والنهاية ۷: ۱۶۵)۔

بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اہل میت کی جانب سے دعوت و ضیافت جائز ہے اور اس کیلئے دلیل حدیث ابو داؤد و شریف لاتے ہیں، فلما رجع ﷺ استقبالہ داعی امرء ته فجاء، فجسی بالطعام فوضع یدہ الی اخر الحدیث۔ کہ پیغمبر ﷺ نے اہل میت کی جانب سے دعوت قبول کی اور کھانے کا ارادہ کیا، لیکن معلوم ہوا کہ یہ بھیڑ مالک کی اجازت کے بغیر ذبح ہوا ہے تو اس سے نہیں کھایا۔

(رواہ ابو داؤد فی باب اجتناب الشبهات من کتاب البیوع)

لیکن دیگر فقہاء نے اس سے موافقت نہیں کی ہے کیونکہ حدیث میں دو نسخے ہیں ایک نسخہ داعی امرأۃ بغیر اضافت کی ہے اور یہ نسخہ صحیح ہے اور اس نسخہ پر ان بعض فقہاء کا استدلال صحیح نہیں ہوتا اور دوسرا نسخہ داعی امرأۃ ہے اضافت کے ساتھ یعنی میت کی بیوی پھر استدلال صحیح ہو جاتا ہے لیکن یہ حدیث معارض ہے حدیث ابن ماجہ اور حدیث مسند امام احمد کے ساتھ جنہوں نے جریر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، کنا نعد الاجتماع الی اهل الميت وصنعهم الطعام من النیاحۃ، اور یہ حدیث قولی ہے اور محرم ہے اور تشریع عام ہے تو یہ حدیث ابو داؤد سے رائج ہوگا کیونکہ وہ فعل ہے اور میج ہے اور جزوی واقعہ ہے اور یا حدیث ابو داؤد کو طعام حاجت پر حمل کیا جائے گا اور اسی طرح حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے انہا کانت اذا مات الميت من اهلها فاجتمع لذلك النساء ثم تفرقن الا اهلها و خاصتها امرت ببرمة من تلبینة فطبخت ثم صنع ثرید فصبت التلبینة علیها قالت کلن منها، فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول التلبینة مجمة لغواد المریض تذهب ببعض الحزن (رواہ البخاری ۲: ۸۱۵) یہ طعام حاجت پر محمول ہے کہ گھر کے لوگ کھائیں اور طبیعت سے بوجھ کم ہو جائے۔

بوسیدہ قبر میں فلش گٹر Gutter بنانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم اپنے گھر میں فلش گٹر بنا رہے تھے کہ قبر کے تختے نکل آئے اور پھر میت کی وجود کا بہت بوسیدہ مٹی نکل آئی پہلے یہ جگہ فصل کی زمین تھی دس سال سے اس جگہ پر ہمارا مکان بنا ہے میت کی بوسیدہ مٹی چار فٹ پر نکل آئی ہے اور فلش گٹر دس فٹ نیچے تک بنانا ہوگا کیا اس جگہ گٹر بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: ظہور احمد ۳۱/۱/۱۹۹۰

الجواب: میت کا بدن اور اعضا واجب الاحترام ہوتے ہیں ﴿۱﴾ انقلاب کے بعد احکام بدل جاتے ہیں تاہم اس مخصوص خاک کو پاک جگہ میں رکھنا مناسب ہوتا ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

بچے کی موت کے بعد بکری ذبح کرنے اور ہڈیوں کو قبر کے پاس دفن کرنے کی رسم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جب کوئی بچہ فوت ہو جاتا ہے تو بکری کا بچہ ذبح کرتے ہیں اس خیال سے کہ قیامت کے دن وہ براق پر سوار ہو

﴿۱﴾ قال ابن نجيم: واما الآدمي فقد قال بعضهم ان جلده لا يحتمل الدباغة حتى لو قبلها طهر لانه ليس بنجس العين لكن لا يجوز الانتفاع به ولا يجوز دبغه احتراماً له وعليه اجماع المسلمين كما نقله ابن حزم وقال بعضهم ان جلده لا يطهر بالدباغة اصلاً احتراماً له فالقول بعدم طهارة جلده تعظيم له حتى لا يتجرأ احد على سلخه ودبغه واستعماله

(البحر الرائق ۱: ۱۰۱ الا جلد الخنزير والادمي كتاب الطهارة)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ويكره ان يبنى على القبر او يقعد او ينام عليه او يوطأ عليه او يقضى حاجة الانسان من بول او غائط كذا في التبيين.

(فتاوى عالمگیری ۱: ۱۶۶ الفصل السادس في القبر والدفن)

کر والدین کو با آسانی جنت پہنچانے کا، نیز وہ ہڈیاں اس قبر کے پاس دفن کی جاتی ہیں کیا اس سلسلے میں کوئی شرعی حکم ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: جناب نعیم گل صاحب خرم ضلع کرک ۱۹۷۳ء/۵/۷

الجواب: یہ ایک رسم قبیحہ ہے ﴿۱﴾ ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ اس سے اجتناب کرے ایسے امور صرف وحی سے معلوم ہو سکتے ہیں اور اس میں کوئی وحی ثابت نہیں ہے، ومن ادعی فعلیہ البیان، نیز کسی معمر اور معتمد عالم نے بھی اس کا حکم نہیں دیا ہے ﴿۲﴾، قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد او کما قال ﴿۳﴾. وهو الموفق

قبر کے اندر سورۃ یس پڑھنا، جنازہ کے دوران ذکر کرنا اور ناخواندہ کا جنازہ پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ میت کو قبر کی طرف لے جاتے ہوئے جنازہ کو قبر کے متصل باہر رکھ کر ائمہ مساجد قبر میں اتر کر یس پڑھتے ہیں پھر میت کو قبر میں اتارتے ہیں ﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: ویکره کل ما لم یعهد من السنة والمعہود منها لیس الا زیارتھا والدعاء عندها قائما.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۶۷ مطلب فی وضع الجرید والاس علی القبور)
﴿۲﴾ قال العلامة شرنبلالی: (قوله بدعة) ای قبیحة کالمسمى بالكفارة ذکر ابن الحاج فی المدخل فی الجزء الثانی ان من البدع القبیحة ما یحمل امام الجنازة من الخبز والخرقان ویسمون ذلک عشاء القبر فاذا وصلوا الیہ ذبحوا ذلک بعد الدفن و فرقوه مع الخبز وذكر مثله المناوی فی شرح الاربعین فی حدیث من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رد، قال: ویسمون ذلک بالكفارة فانه بدعة مذمومة قال ابن امیر حاج: ولو تصدق بذلک فی البیت سرّاً لکان عملاً صالحاً. (الطحطاوی ۶۰۶ فصل فی حملھا ودفنھا)
﴿۳﴾ (مشکوٰۃ المصابیح ۲۰۱ باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

اور اس طریقہ کو فرض اور لازمی سمجھا جاتا ہے کیا یہ فعل ثابت ہے؟ اگر نہیں تو ان لوگوں کا کیا حکم ہے؟ بعض لوگ قبرستان میں دنیاوی باتیں کرتے ہیں اور بعض ذکر بالجہر کیا یہ درست ہے؟ اور جب لوگ باتیں کر رہے ہوں تو ان حالت میں یہ قرآن خوانی جائز ہے؟ ایک عالم اور خطیب متقی کہہ رہے تھے ایک ناخواند نماز جنازہ پڑھائے کیا یہ جنازہ درست ہو سکتا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مقبول الرحمن مولیا کو بالہ مری

الجواب: (۱) یہ طریقہ تخصیص بلا تخصص ہونے کی وجہ سے بدعت ہے، قال صاحب البحر ۱۵۹:۲ ولان ذکر الله اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع به انتہی ﴿۱﴾۔ قلت نعم ورد الشرع بقراءته علی الموتی والمراد منهم الذی قربوا الموت او المقبورون فافهم ﴿۲﴾۔ (۲) نیز اس امر مستحب کو اگر کوئی فرض قرار دے تو مبتدع ہوگا، لان التزام ما یلزم بدعة کما هو مبرهن فی

﴿۱﴾ (البحر الرائق ۱۵۹:۲ باب العیدین)

﴿۲﴾ عن معقل بن یسار قال قال رسول الله ﷺ اقرؤا سورة یس علی موتاکم رواه احمد وابوداؤد وابن ماجه، وقال السیوطی ورواه ابن ابی شیبہ والنسائی والحاکم وابن حبان واخرج ابن ابی الدنیا والدیلمی عن ابی الدرداء عن النبی ﷺ قال ما من میت یقرأ عند رأسه سورة یس الا هون الله علیه، وفی رواية صحیحة ایضاً یس قلب القرآن لا یقرؤها عبد یرید الدار الآخرة الا غفر الله له ما تقدم من ذنبه فاقرؤھا علی موتاکم، قال ابن حبان المراد به من حضره الموت ویؤیده ما اخرجہ ابن ابی الدنیا وابن مردویه ما من میت یقرأ عنده یس الا هون الله علیه وخالفه بعض محققى المتأخرین فأخذ بظاهر الخبر فقال بل یقرأ علیه بعد موته وهو مسجى وذهب بعض الی انه یقرأ علیه عند القبر ویؤیده خبر ابن عدی وغیره من زار قبر والديه او احدهما فی کل جمعة فقرأ عندهما یس غفر له بعدد کل حرف منها۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ۱۶:۲ باب ما یقال عند من حضره الموت)

موضعہ ﴿۱﴾۔ (۳) ذکر جب جہر سے ہو بہتر نہیں ہے لیکن جائز ہے ﴿۲﴾۔ (۴) قرآن خوان پر کوئی وبال نہیں ہے، وبال باتیں کرنے والوں پر ہے۔ (۵) جب ناخواندہ امام محلہ ہو تو درست ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: لان الجهلة (اذا) يعتقدون (المباحة) سنة او واجبة وکل مباح یؤدی الی فمکروه.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۵۷۷ قبل باب صلاة المسافر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم: ینبغی لمن تبع جنازة ان یطیل الصمت ویکره رفع الصوت بالذکر وقرأة القرآن وغیرهما فی الجنازة والکراهة فیها کراهة تحریم فی فتاوی العصر وعند مجد الائمة الترمذی و قال علاء الدین الناصری ترک الاولی.
(البحر الرائق ۳: ۱۹۲ فصل السلطان احق بصلاته)

فصل فی احکام الشہید

بندوق کے ذریعے ظلماً مقتول شہید ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک شخص نے ظلماً بندوق سے ایک آدمی کو قتل کیا تمام شرائط موجود ہونے پر اس مقتول کو شہید کہا جائے گا یا نہیں؟ اور بندوق پر آلہ جارحہ کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) اگر یہ معلوم نہ ہو کہ مقتول ظلماً قتل ہوا ہے، اور مقتول کئی بار اقدام قتل بھی کر چکا ہے تو اس پر احکام شہید جاری ہوں گے یا نہیں؟ (۳) ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا پھر اس دوسرے شخص کے ورثاء نے اس قاتل کو قتل کیا اس کا کیا حکم ہے؟ شہید ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: ہدایت اللہ کڈی صوابی..... ۱۶/۱۰/۱۹۸۵

الجواب: (۱) چونکہ بندوق سے قتل موجب قصاص ہے لہذا اس سے قتل شدہ شخص شہید ہے اور بندوق آلہ وقت اور آلہ جرح ہے لیکن آلہ ذبح نہیں ہے ﴿۱﴾۔ (۲) بغیر ثبوت کے حکم بالشہادت یا بعدم الشہادت کرنا بے قاعدہ امر ہے۔ (۳) جب تک ہم کو قتل کی نوعیت معلوم نہ ہو تو ہم فتویٰ دینے سے عاجز ہیں۔ وهو الموفق

شہید کی شہادت اخروی کا دار مدار نیت پر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشرقی پاکستان میں جو بنگالی اپنے حقوق اور عزت و ناموس کی خاطر افواج مغربی پاکستان کے ہاتھوں مارے گئے وہ شہید اخروی ہیں کہ نہیں

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: هو کل مکلف مسلم طاهر قتل ظلماً بغیر حق بجارحہ ای بما یوجب القصاص یكون شهيداً. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۱: ۶۷۰ باب الشہید)

اور شہید عند اللہ ہونے کی صورت میں کیا دلیل ہے؟ نیز نماز جنازہ کا نہ ہونا اور ان کا خون ہدر ہونا سیاسی مصلحت کی بنا پر ہے یا کوئی اور وجہ ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: تنک اسلاف مولوی محمد صادق ۲۹/ رجب المرجب

الجواب: یہ لوگ شہید وطن ہیں کیونکہ ان کی قربانیاں وطن کی آزادی کی خاطر تھیں ہم ان کو نہ شہید اخروی میں داخل کرتے ہیں اور نہ ان سے خارج کرتے ہیں کیونکہ اس کا دارمدار نیت پر ہے ﴿۱﴾ اور صحیح نیت کی توقع ہر دو جانبین سے نہیں تھی کما لا یخفی۔ وهو الموفق

شہید کو انزال اور جنابت کی وجہ سے غسل دیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو آدمی ظلماً قتل ہو جائے اور اس کا انزال ہو گیا ہو تو کیا انزال کی وجہ سے اسے غسل دیا جائے گا، کیونکہ شہید تو خون آلود کپڑوں کے ساتھ بلا غسل دفن کیا جاتا ہے کیا جب شہید کا بھی یہ حکم ہوگا؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد ولی اللہ ۱۹/۲/۱۹۷۳

الجواب: شہید کو شہادت کی وجہ سے غسل نہیں دیا جاتا ہے نہ کہ انزال اور جنابت کی وجہ سے ﴿۲﴾ روایات میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور شہید کیلئے اپنا خون پاک ہے یہ مسئلہ واضحات اور اجماعیات سے ہے فقہاء کرام نے اس پر تصریح کی ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ ﷺ انما الاعمال بالنیات وانما لامری ما نوى الخ متفق علیہ. (مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۱۱ قبیل کتاب الایمان)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: فاذا استشهد الجنب يغسل.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۶۹ باب الشہید)

﴿۳﴾ قال العلامة شرنبلالی: وكان المقتول مسلماً بالغاً خالياً عن حیض ونفاس و جنابة ولم يرث ای حمل من المعركة رثیثا ای جریحا وبه رمق کذا ... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شہد کی حیات قرآن و احادیث سے ثابت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ساتھ ایک وہابی اور نجدی شخص رہتا ہے جو عجیب عجیب باتیں کرتا ہے اور شہد کے بارے میں کہتے ہیں کہ مر جاتے ہیں ان کی حیات کا کوئی ثبوت نہیں کیا یہ صحیح ہے؟ اور اس کے ساتھ میرا کٹھار ہنا اور ایک ساتھ کھانا کھانا جائز ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: فتح خان ... ۱۹۷۳ء/۹/۱۶

الجواب: شہدانی سمیل اللہ کی حیات قرآن اور احادیث سے ثابت ہے ﴿۱﴾ اس سے انکار کرنا جہالت اور ضلالت ہے آپ اس شخص کے ساتھ اجتماعی زندگی بسر کر سکتے ہیں البتہ ان مسائل میں بحث سے اجتناب کیا کریں۔ وہو الموفق

ثوابی اور عرفی شہید میں فرق اور میت کو تیمم دینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں (۱) دریا میں ذوب جانے، آگ (بقیہ حاشیہ) فی الصحاح والمراد ہنا ما هو اعم مما یصیرہ خلفا فی الشہادۃ بالارتثات بعد انقضاء الحرب فیکفن بدمہ ای مع دمہ من غیر تغسیل لقولہ ﷺ زملوہم بدمائہم فانہ لیس کلمہ تکلم فی سبیل اللہ الا تاتی یوم القیامۃ تدمی لونه لون الدم والریح ریح المسک۔ (امداد الفتاح شرح نور الابضاح ۶۴۶ ما یصنع مع الشہید)

﴿۱﴾ قال اللہ تعالیٰ: ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احياء ولكن لا تشعرون۔ (سورۃ البقرۃ پارہ: ۶ رکوع: ۳ آیت: ۱۵۴)

وقال اللہ تعالیٰ: ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا۔ (سورۃ آل عمران آیت ۱۶۹)

عن ابن کعب بن مالک عن ابیہ ان رسول اللہ ﷺ قال ان ارواح الشہداء فی طیر خضر تعلق من ثمر الجنة او شجر الجنة هذا حدیث حسن صحیح۔ (جامع الترمذی ۱: ۱۹۷ باب ماجاء فی ثواب الشہداء)

میں جلنے اور گاڑی یا ریل کے نیچے دب کر مر جانے والا شہید ہے یا نہیں؟ اس کو غسل کی حاجت ہے یا نہیں؟
(۲) جو شخص کسی تیز رفتار گاڑی یا بیماری بوجھ تلے دب کر مر جائے اور لاش پاش پاش ہو جائے اُن کو غسل کی بجائے تیمم دی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۳) کن کن حالتوں میں میت کو غسل نہیں دیا جاتا؟ (۴) تیمم میت کیلئے کونسی حالت میں جواز رکھتی ہے؟ بینو اتوجروا

المستفتی: سید الرحمن گمبت مردان ۲۶/۸/۱۹۷۵

الجواب: (۱) یہ اشخاص ثوابی شہداء ہیں، لحدیث ورد بذلك ﴿۱﴾، عرفی شہداء نہیں، لان الشہید المعروفی وهو الکامل هو کل مکلف مسلم طاهر قتل ظلماً بجارحة ولم یجب بنفس القتل مال ولم یرث ﴿۲﴾ (ماخوذ از درمختار) لہذا اس کو غسل دیا جائے گا۔ (۲) اگر تمام یا اکثر بدن باقی ہو ورنہ اگر بعض بدن یعنی غیر اکثر پایا جائے تو اس پر جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا، کما فی ردالمحتار ﴿۳﴾ والشرح الکبیر ﴿۴﴾، تو غسل کی ضرورت بھی نہیں رہے گی باقی مردہ کو پانی ﴿۱﴾ عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ ما تعدون الشہداء فیکم؟ قالوا: یا رسول اللہ من قتل فی سبیل اللہ فهو شہید، قال: ان شہداء امتی اذا لقلیل، قالوا: فمن یا رسول اللہ؟ قال: من قتل فی سبیل اللہ فهو شہید، ومن مات فی سبیل اللہ فهو شہید، ومن مات فی الطاعون فهو شہید، ومن مات فی البطن فهو شہید، والغریق شہید، (رواہ مسلم رقم: ۱۹۱۵) وعنه قال: قال رسول اللہ ﷺ: الشہداء خمسۃ: المطعون، والمطون، والغریق، وصاحب الہدم والشہید فی سبیل اللہ متفق علیہ.

(ریاض الصالحین ۴۰۳ رقم حدیث ۱۳۴۳، ۱۳۵۴ باب الشہداء)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱: ۶۶۹ باب الشہید)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین وكذا يغسل لو وجد النصف مع الرأس. (ردالمحتار هامش)

الدرالمختار ۱: ۶۳۴ مطلب فی حدیث کل سبب ونسب منقطع باب صلاة الجنائز)

﴿۴﴾ قال الحلبي: عن ابن المنذر في الاشراف لم يصح ذلك (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے یا عورت متوفاۃ کیلئے عورت غاسلہ نہ ہونے کے وقت تیمم کیا جائے گا ﴿۱﴾ زخم کی وجہ سے تیمم دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (۳) شہید عربی بغاۃ، قطاع الطريق اور اپنی ظالم قوم سے عصبیت کی طور سے مدافعت کرنے والے کو غسل نہیں دیا جائے گا (رد المحتار) ﴿۲﴾ (۴) مر سابقاً۔ وهو الموفق

شہید کے اقسام اور کفن و دفن کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ شہید کی تعریف ذیل کی صورتوں میں صادق ہے یا نہیں؟ (الف) بنا برآں کوئی اگر وارث بدلہ میں از خود اقدام کر کے قاتل کو قتل کرے، آیا اس (بقیہ حاشیہ) عنها واذا لم يرد اثر بالصلوة على العضو لا يصلى عليه اذا كان في حكم الكل بان وجد اكثره او النصف ومعه الرأس اذ لاكثر حكم الكل وكذا النصف مع الرأس لا شتماله على اكثر الاعضاء الرئيسية بخلاف ما لو وجد نصفه مشقوقاً طولا فانه لا يصلى عليه لنلا يؤدي الى تكرار الصلوة على ميت واحد فانه غير مشروع.

(غنية المستملی شرح منية المصلی ۵۴۲ کتاب الجنازة باب الصلوة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قال في الفتح ولو لم يوجد ماء فتميم الميت وصلوا عليه. (رد المحتار هامش الدر المختار ۶۳۶: ۱ مطلب في الكفن باب صلاة الجنائز)

قال العلامة كاساني: اما المرأة فنقول اذا ماتت امرأة في سفر فان كان معها نساء غسلنها وليس لزوجها ان يغسلها عندنا ولنا ما روى عن ابن عباس رضي الله عنهما ان رسول الله ﷺ سئل عن امرأة تموت بين رجال فقال تيمم بالصعيد.

(بدائع الصنائع ۲: ۳۵ فصل في بيان من يغسل صلاة الجنازة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: والمكابرون في المصر ليلا بمنزلة قطاع الطريق كما في البحر عن شرح المجمع فمن قتلوه ولو بغير محدد فهو شهيد كما لو قتله القطاع وكذا من قتله للصوص ليلا كما سيأتي وذكر في البحر انه زاد في المحيط سباً رابعاً وهو من قتل مدافعاً ولو عن ذمى فانه شهيد باي الة قتل.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۶۷۰: ۱ مطلب في تعداد الشهداء باب الشهيد)

اقدام سے موجودہ شخص کو قاتل اور گنہگار سمجھا جائے گا یا وارث اور صاحب حق سمجھ کر عند اللہ بری الذمہ ہوگا، اور جو فی الحال مقتول ہوا اس کو شہید کہا جائے گا یا قصاص میں سمجھا جائے گا۔ (ب) اگر کسی شخص نے ایک مسلمان کو ناحق قتل کیا تو یہ مقتول شہید کہلائے گا یا صرف مقتول، یعنی غسل و کفن وغیرہ کا کیا حکم ہوگا؟ (ج) ہمارے صوبہ سرحد میں اکثر واردات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ اکثر بے گناہ یا ایسی باتوں پر آدمی کو مارا جاتا ہے جس کا کوئی شرعی جواز نہیں ہوتا، ایسے مقتولین پر مظلوم و شہید کے احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟ بینوا تو جو روا المستفتی: فضل مولیٰ گورنمنٹ ٹڈل سکول بابوزئی مردان ۱۸/۱۱/۱۹۶۹

الجواب: (۱) شہید کی تین قسمیں ہیں اول وہ جو کہ دنیوی احکام میں شہید ہو یعنی اس کو غسل نہ دیا جاتا ہو اور خاص کفن نہ پہنایا جاتا ہو تو اس کی تعریف یہ ہے کہ، کل مکلف مسلم طاهر قتل ظلماً بسجارية ولم يجب بنفس القتل مال ولم يرث (تنویر الابصار) ۱۰۱۰۔ اور دوم وہ ہے جو کہ اخروی احکام میں شہید ہو مثلاً مطعون، مبطون غریق وغیرہم (کما فی حدیث صحیح) ۲۰۰۔ اور سوم وہ جو کہ دنیا و آخرت دونوں کے احکام میں شہید ہو وہ مقتول فی سبیل اللہ ہے جس کی نیت اور ارادہ بھی صحیح ہو ۳۰۰ (وللتفصیل موضع آخر) ۳۰۰۔

۱۰۰ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۱: ۶۶۹ باب الشہید)
 ۲۰۰ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ما تعدون الشہید فکم قالوا یا رسول اللہ من قتل فی سبیل اللہ فهو شہید قال ان شہداء امی الذلیل من قتل فی سبیل اللہ فهو شہید ومن مات فی الطاعون فهو شہید ومن مات فی السطی فهو شہید رواہ مسلم.
 (مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۳۳۱ کتاب الجہاد،

۳۰۰ قال العلامة ابن عابدین: والمراد بشہید الاحرة من قتل مظلوما او قاتل لا علاء کلمۃ اللہ تعالیٰ حتی قتل فلو قاتل لغرض دنیوی فهو شہید دیناً فقط

رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۷۲ مطلب فی تعداد الشہداء باب الشہید)

۴۰۰ وفي المهاج: الشہداء ثلاثة انواع الاول: من يكون (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) جب یہ قتل معاینہ سے معلوم ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ قاتل نے عداً قتل کیا ہے تو اس صورت میں وارث کیلئے قصاص لینا جائز ہے یعنی عند اللہ مجرم نہ ہوگا، فی الدر المختار وبہ علم ان القضاء ليس بشرط لاستيفاء القصاص والاموال وفي رد المحتار فلو قتل الولي القاتل قبل القضاء لم يضمن وفيه ايضاً ۵: ۲۶۴ قال في الهندية: واذا قتل الرجل عمداً وله ولي واحد فله ان يقتله قصاصاً قضى القاضي به او لم يقض انتهى ﴿۱﴾ لكن في الاشباه وشرحه ص ۱۰۱ السابعة الحدود سوى حد القذف لا يتوقف على الدعوى بخلاف القصاص لا بد فيه من الدعوى انتهى ﴿۲﴾ فالظاهر ان بعد الدعوى لا يشترط القضاء فافهم.

(۴، ۳) اگر یہ شخص مظلوم ہو اور مقتول بقتل عمد ہو اور اس نے خوراک اور علاج وغیرہ نہ کیا ہو تو دنیوی احکام میں شہید ہوگا ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) شہیداً فی احکام دنیا کترک الغسل واحکام الآخرة كالصون من العذاب وتغير البدن فی القبر، وهو من قتل فی سبیل اللہ محتسباً، والثانی: من یكون شهيداً فی احکام دنیا دون الآخرة وهو من قتل فی سبیل اللہ غیر محتسب، والثالث: من یكون شهيداً فی احکام الآخرة دون دنیا كالمطعون والمبطون.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۴: ۲۳۴ باب فی الشهداء منهم)

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۵: ۳۹۰ قبیل باب القود فيما دون النفس)

(غمز عیون البصائر شرح الاشباه والنظائر ۲: ۱۱۸ کتاب الجنایات)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: وكذا فی الهداية والبدائع معللاً بانه ما نال شيئاً من راحة

الدنيا. (رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۷۴ مطلب فی تعداد الشهداء باب الشہید).

(وهكذا في غنية المستملی ۵۵۳ فی احکام الشہید)

بم دھماکوں میں مرنے والے شہید ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پشاور میں بم پھٹ گیا یہ بم عموماً راکے ایجنٹ یا روسی کفار رکھتے ہیں اس دھماکے میں پانچ افراد مر گئے کیا یہ شہید ہیں؟ اور کیا ان کو غسل دیا جائے گا؟ بینوا تو جروا المستفتی: نامعلوم..... ۲۳/ شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ مقتولین شہداء ہیں اور ان کو غسل نہیں دیا جائے گا، کیونکہ کفار اس بم کو قتل کے ارادہ سے رکھتے ہیں، کما یشیر الیہ ما فی البحر (۲: ۱۹۶) لان ما قصد به القتل فهو تسبیب وما لا فلا ﴿۱﴾ انتہی۔ فافہم

نامعلوم شخص کے فائرنگ سے مرنے والا شہید ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اپنے مکان کے کشادہ صحن میں عشاء کے وقت نامعلوم شخص کے فائرنگ سے قتل ہوا کیا یہ شہید ہے؟ بینوا تو جروا المستفتی: محمد اقبال سگڑے ضلع دیر..... ۲۳/ شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: بظاہر یہ شخص شہید ہے، کما فی الشامیة ۲: ۲۴۹ طبع المصطفیٰ البابی والمکابرون فی المصر لیلاً مثلاً بمنزلة قطاع الطريق ﴿۲﴾۔ فافہم

صحرا میں مردہ پایا جائے تو غسل دیا جائے گا یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص رات کے وقت صحرا

﴿۱﴾ (البحر الرائق ۲: ۱۹۶ باب الشہید)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۷۰ باب الشہید)

میں عداً قتل ہوا شہر سے قدرے دور بیابان میں پایا گیا کیا یہ شخص شرعاً شہید ہے یا نہیں اور غسل وغیرہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی بہرام الدین ڈیرہ اسماعیل خان یکم فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: اگر اس مقتول کو قطاع الطريق اور چوروں نے قتل کیا ہو تو اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اور اگر قاتل معلوم نہ ہو تو غسل دیا جائے گا، قال العلامة الشامی فی رد المحتار ۱: ۸۵۱ وخرج ماله ووجد فی مفازة لیس بقربها عمران فانه لا تجب فیہ قسامة ولا دية فلا يغسل وفيه ايضا وكذا من قتله قطاع الطريق خارج المصر بسلاح او غيره فانه شهيد ﴿۱﴾. فافهم

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۱: ۶۷۱ مطلب فی تعداد الشهداء باب الشہید)



قال الله تعالى

وفي أموالهم حق معلوم
للسائل والمحروم.

.....(المعارج).....



اللَّهُ

اللَّهُ

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد سوم

کتاب الزکوٰۃ

(وجوب الزکوٰۃ)

کتاب الزکوة

باب وجوب الزکوة

انما الصدقات للفقراء والمساكين (الآية) میں صدقہ سے مراد زکوة ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں مردوں کو ایصال ثواب کیلئے لوگ کھانا پکاتے ہیں اور امیر و غریب لوگ بغیر فرق کے اکٹھے بیٹھ کر کھاتے ہیں اب ایک آدمی کہتا ہے کہ خیرات وغیرہ کیلئے بھی فقیر و مسکین لوگوں کا ہونا شرط ہے اور دلیل میں آیت قرآن ”انما الصدقات للفقراء والمساكين (الآية)“ پیش کرتا ہے براہ کرم اس مسئلہ کی وضاحت تفصیل و دلائل کے ساتھ ارسال فرما کر ثواب دارین حاصل کیجئے؟ بینواتو جو روا

المستفتی: قاری عبدالرحمن حقانی واڑی ضلع دیر..... یکم جولائی ۱۹۸۶ء

الجواب: یہ آیت زکوة پر محمول ہے نہ کہ نفلی صدقات پر، کما صرح بہ ارباب التفسیر ﴿۱﴾ اور غنی کو نفلی صدقہ دینا جائز ہے ﴿۲﴾ البتہ صاحب ہدایہ کے نزدیک یہ صدقہ صدقہ ہوگا اور بعض کے نزدیک یہ درحقیقت ہبہ ہے (فلیراجع الی رد المحتار ۳: ۵۲۳) ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال السيوطي: انما الصدقات اى الزكوات مصروفة.

(تفسير جلالين سورة التوبة پارہ: ۱۰ آیت: ۶۰ رکوع: ۷)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: لا تحل صدقة لغنى خرج النفل منها لان الصدقة على الغنى هبة كذا في البدائع. (البحر الرائق ۲: ۲۳۵ باب المصروف)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله صدقة) والصدقة كالهبة وفي المضمرات ولو قال وهبت منكما هذه الدار والموهوب لهما فقيران صحت..... (بقية حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مالک نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے اگرچہ حاجات اصلہ مثل سواری وغیرہ حاصل نہ ہوں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مالک نصاب ہے لیکن حاجات اصلہ مثلاً اسلحہ، سواری، خادم وغیرہ نہیں ہیں اب اگر یہ شخص یہ مال ان چیزوں پر خرچ کرے تو پھر مالک نصاب نہیں رہتا، کیا اس شخص (مالک نصاب) پر زکوٰۃ فرض ہے؟ اور کیا ان اشیاء کی ضرورت نہ ہونے کی صورت میں یہ شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: نامعلوم..... ۱۰/۳/۱۹۷۵

الجواب: اگر یہ شخص مقروض نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ دینا فرض ہے اور زکوٰۃ لینا حرام ہے

(والتفصیل فی رد المحتار ۲: ۸) ﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الهبة بالاجماع تاتر خانیة لکن قال بعده وفي الاصل هبة الدار من رجلین لا تجوز وكذا الصدقة فيحتمل ان قوله وكذا الصدقة ای علی غنیین والظاهر ان فی المسئلة روایتین قال فی البحر وصحح فی الهدایة ما ذكره من الفرق (قوله كالغنیین) هذا قوله وقال يجوز وفي الاصل ان الهبة لا تجوز وكذا الصدقة عنده ففي الصدقة عنه روایتان خانیة.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۴: ۵۷۴ قبیل باب الرجوع فی الهبة)

وقال العلامة مرغینانی: وفي الجامع الصغير اذا تصدق علی محتاجین بعشرة دراهم او وهبها لهما جاز ولو تصدق بها علی غنیین او وهبها لهما لم یجز وقال یجوز للغنیین ایضا جعل کل واحد منهما مجازا عن الآخر والصلاحیة ثابتة لان کل واحد منهما تملیک بغير بدل وفرق بین الصدقة والهبة فی الحكم وفي الاصل سوی بینهما فقال وكذلك الصدقة لان الشیوع مانع فی الفصلین لتوقفهما علی القبض ووجه الفرق علی هذه الروایة ان الصدقة یراد بها وجه الله تعالیٰ وهو واحد والهبة یراد بها وجه الغنی وهما الثانی وقیل هذا هو الصحیح. (هدایة علی صدر فتح القدير ۷: ۴۹۷ کتاب الهبة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: اذا امسكه لينفق منه كل..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نابالغ اور مجنون پر زکوٰۃ واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا ایک بالغ بھائی مجنون (پاگل) ہے اور دو بھائی نابالغ ہیں ان کا مشترکہ مال ہے کیا اس سب مشترکہ مال پر زکوٰۃ واجب ہے یا صرف زید کے حصہ پر؟ بینواتوجروا

المستفتی: نامعلوم..... ۳/ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس صورت میں مجنون اور نابالغوں پر زکوٰۃ واجب نہیں صرف زید کے اپنے حصے پر زکوٰۃ واجب ہے، كما في الهندية ۱: ۱۸۲ ومنها العقل والبلوغ فليس الزكوة على صبي ومجنون اذا وجد منه الجنون في السنة كلها هكذا في الجوهرية النيرة ﴿۱﴾. وهو الموفق لفظ صدقة سے کوئی چیز زکاۃ کی نیت سے دی جائے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے بکر کو دس روپیہ دیئے اور کہا کہ یہ دس روپیہ صدقہ خدا کے نام پر قبول کرو لیکن اس کی نیت زکوٰۃ کی تھی اور اس کے ذمہ دس روپیہ زکوٰۃ کے بھی تھے یہ زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی فضل وہاب امجد آباد رستم مردان..... ۲۰/۲/۱۹۷۳

الجواب: چونکہ زکوٰۃ بھی صدقات میں داخل ہے، قال الله تعالى: انما الصدقات للفقراء الخ (الآية) لہذا اس شخص کی زکوٰۃ ادا ہوئی ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ما يحتاجه فحال الحال وقد بقي معه منه نصاب فانه يزكي ذلك الباقي.

(رد المحتار ۲: ۷ مطلب فی زکاۃ ثمن المبيع وفاء کتاب الزکاۃ)

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیری ۱: ۱۷۲ کتاب الزکاۃ)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ومن اعطى مسكينا دراهم وسماها... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نصاب شرعی سے کم مال میں وجوب زکوٰۃ نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس پچاس روپے سال بھر رہے اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر زکوٰۃ واجب ہے تو پھر بہشتی زیور کا یہ مسئلہ واضح کیا جائے مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس دو سو روپے موجود ہیں اور ڈیڑھ سو روپے قرض ہے تو قرض ادا کرنے کے بعد پچاس روپیہ رہ گئے اور پچاس میں زکوٰۃ واجب نہیں اب مطلب آخری فقرہ میں ہے کہ پچاس میں زکوٰۃ واجب نہیں حالانکہ یہ پچاس دو سو میں سے سال بھر سے موجود ہیں۔ بینواتوجروا المستفتی: نا معلوم.....

الجواب: میرے پاس بہشتی زیور موجود نہیں ہے فی الحال یہ توجیہ لکھی جاتی ہے کہ بہشتی زیور میں دو سو روپیہ شرعی مراد ہے اور اس سے کم نصاب نہیں ہے لہذا پچاس روپیہ میں وجوب زکوٰۃ نہیں ہے ﴿الک﴾۔ وهو الموفق

مال بقدر نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گھر میں چار بھائی رہتے ہیں ہر ایک کی بیوی کے پانچ تولہ سونا مہر ہے انفرادی طور پر ہر ایک کا مہر نصاب سے کم ہے البتہ اجتماعی طور پر نصاب سے زیادہ بن جاتا ہے کیا اس سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی؟ بینواتوجروا المستفتی: امین اللہ زنڈ و بانڈہ پشاور

(بقیہ حاشیہ) ہبۃ او قرضاً ونوی الزکاة فانہا تجزیہ وهو الاصح ہکذا فی البحر الرائق۔
(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۷۱ کتاب الزکاة)

﴿الک﴾ یہ اس زمانے کا حکم ہے جب روپیہ چاندی کا ہوتا تھا یا سونے کا اور اس دور میں کاغذی کرنسی رائج ہے اسلئے اب حکم یہ ہے کہ جس شخص کے پاس اتنے روپیہ یا نوٹ موجود ہوں جس کی قیمت بازاری بھاؤ کے مطابق ساڑھے باؤن تولہ چاندی کے برابر ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔ (از مرتب)

الجواب: بہ ظاہر ان پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے کیونکہ ہر ایک کی انفرادی ملکیت نصاب سے کم ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

سونے اور چاندی کے خلط اور انفرادی صورت میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس چار تولہ سونے کے زیورات ہیں اور چاندی یا نقد رقم نہیں ہے اس میں زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟ اور دیگر میرے پاس تین تولہ سونے کے زیورات اور پچیس تولے چاندی کے زیورات ہیں اس کی زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: محمد رفیق پشاور..... ۱۰/۸/۱۹۷۷

الجواب: (۱) اگر آپ کے پاس صرف چار تولہ سونا ہے چاندی اور نقد نوٹ وغیرہ آپ کے پاس نہ ہوں تو آپ غنی نہیں ہیں آپ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے کیونکہ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے ﴿۲﴾۔ (۲) اگر آپ کے پاس تین تولہ سونا اور پچیس تولہ چاندی ہے تو آپ پر زکوٰۃ واجب ہے دونوں کی قیمت کا چالیسواں حصہ دینا ہوگا، ضم اور اختلاط کی صورت میں انفع للفقراء کی رعایت کی جائے گی، کما فی رد المحتار ۲: ۲۶۷ ولکن یجب ان یکون التقدیم بما هو انفع للفقراء رواجاً ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله وسبیه ملک نصاب حولی)..... ذکر فی البدائع من الشروط الملك المطلق قال وهو الملك يدا او رقة وقال ان السبب هو المال الخ. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۴ مطلب الفرق بين السبب والشرط والعلة) وفي الهندية: ومنها كون المال نصاباً فلا تجب في اقل منه. (عالمگیری ۱: ۱۷۲ کتاب الزکاة)
﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: نصاب الذهب عشرون مثقالاً، قال ابن عابدین: (قوله عشرون مثقالاً) فما دون ذلك لا زکاة فيه. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۱ باب زکاة المال)
﴿۳﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۷۷ باب زکاة المال)

حرمان زکوة کا نصاب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حرمان زکوة کا نصاب کیا ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: عمر علی وزیر ستانی معلم حقانیہ

الجواب: جو شخص حوائج اصلیہ کے علاوہ ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا پندرہ روپیہ فی تولہ کے حساب سے سات سواٹھاسی روپیہ تقریباً یا اس مقدار رقم کا مال تجارت (یا دیگر اشیاء خواہ نامی ہو یا غیر نامی) وغیرہ رکھتا ہو تو وہ غنی ہے زکوة نہیں لے سکتا ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

زکوة کی فرضیت کیلئے بلوغ شرط ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض بیوہ گان جن کو شوہر مرحوم سے جو ورثہ مل جاتا ہے وہ یہ رقم اپنے یتیم نابالغ بچوں کے نام جمع کرا دیتی ہیں اور فی الوقت یہ مسئلہ بہت عام بن گیا ہے تو اس نابالغ بچوں کے نام پر جمع شدہ رقم میں زکوة واجب ہوگی یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: نورالحی کہولہ جہلم

الجواب: واضح رہے کہ یہ رقم اگر ان نابالغ بچوں کی ملکیت ہو تو اس میں زکوة واجب نہیں ہے،

قال رسول اللہ ﷺ رفع القلم من ثلث وعن الصبی حتی يبلغ ﴿۲﴾ وفي الدر المختار ﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: لا بأس ان يعطى من الزکاة من له مسکن وما يتأث به فی منزله وخادم وفرس وسلاح وثياب البدن وكتب العلم ان كان من اهله فان كان له فضل عن ذلك تبلغ قيمته مائتي درهم حرم علیه اخذ الصدقة.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۷۰ مطلب فی الحوائج الاصلية باب المصروف)

﴿۲﴾ رواه الترمذی و ابو داؤد و رواه الدارمی عن عائشة و ابن ماجة عنهما

(مشکوٰۃ المصابیح ۲: ۲۸۴ باب الخلع والطلاق الفصل الثانی)

و شرط افتراضها عقل و بلوغ (۴: ۲) ﴿۱﴾. وهو الموفق

نقد روپیہ میں ہر سال باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے دو روایع ہونے کی وجہ سے کچھ اراضی بعوض میں ہزار روپیہ فروخت کی اور رقم اپنے پاس محفوظ رکھی غرض یہ تھی کہ کہیں نزدیک کوئی بہتر اراضی مل جائے تو خرید لوں گا اس دوران ایک سال کا عرصہ گزر گیا لیکن مطلوبہ اور پسند کی اراضی نہ مل سکی، اب سوال یہ ہے کہ کیا اس رقم میں زکوٰۃ واجب ہے؟ کیا ہر سال جب تک یہ رقم کسی دوسرے کام میں خرچ نہ کی جائے زکوٰۃ فرض ہوگی؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد خورشید خیبر ٹوبیکو مردان

الجواب: اس رقم سے ہر سال باقاعدہ زکوٰۃ دینی پڑے گی، کما فی ردالمحتار ۸: ۲ ان

الزکاة تجب فی النقد کیفما امسکھ للنماء او للنفقة و کذا فی البدائع الخ ﴿۲﴾. وهو الموفق ﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۴: ۲ کتاب الزکاة)

وقال الکاسانی: ولنا انه لا سبیل الی الايجاب علی الصبی لانه مرفوع القلم بالحديث ولان ايجاب الزکوة ايجاب الفعل و ايجاب الفعل علی العاجز عن الفعل تکلیف مالیس فی الوسع ولا سبیل الی الايجاب علی الولی لیؤدی من مال الصبی لان الولی منهی عن قربان مال الیتیم الا علی وجه الاحسن بنص الکتاب و اداء الزکاة من مالہ قربان مالہ لا علی وجه الاحسن لما ذکرنا فی الخلافیات الخ.

(بدائع الصنائع ۲: ۸۱ شرائط فرضیة الزکاة)

وفی الہندیة: ومنها العقل و البلوغ فلیس الزکاة علی صبی و مجنون الخ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۷۲ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۷ مطلب فی زکاة ثمن المبیع کتاب الزکاة)

اوزان نصاب زکوۃ میں حضرت تھانوی اور محقق لکھنوی کا اختلاف

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ از تخریج مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ اور چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے اور از تخریج مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نصاب سونا پانچ تولہ اور اڑھائی ماشہ ہے اور نصاب چاندی چھتیس تولہ اور ساڑھے پانچ ماشہ ہے ان میں تطبیق اور تصحیح کی صورت کیا ہوگی؟ بینوا تو جو رو

المستفتی: مولوی ضیاء الدین ہنگو کوہاٹ۔ ۳۰/ رجب ۱۳۹۹ھ

الجواب: حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا حساب درست ہے، مولانا عبدالحی رحمہ اللہ نے بڑے

تولوں سے جو کہ ابھی رائج نہیں، سے اندازہ لگایا ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ سونے اور چاندی کے سلسلہ میں احکام و اوزان قدیم عربی اوزان کے مطابق ہیں اب خود عرب ممالک میں وہ قدیم اوزان رائج نہیں ہیں اسی طرح پاک و ہند میں دوسری طرح کے اوزان اور پیمانے رائج ہیں بلکہ اب عالمی سطح پر بین المللی اوزان رائج ہو گئے ہیں اسلئے اس اختلاف کی وجہ سے قدیم سے علماء نے مستقل رسالوں اور متفرق فتاویٰ میں مفصل مطول اور مختصر بحثیں کی ہیں، مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کی ایک مستقل کتاب اوزان شرعیہ ہی کے موضوع پر ہے اور مذکورہ نصاب کی تخریج کی ہے جبکہ دوسری طرف مولانا مفتی محمد شفیع اور حضرت تھانوی رحمہما اللہ نے یہ دوسرا نصاب مقرر کیا ہے، حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اختلاف یہاں سے پیدا ہوا کہ مولانا لکھنوی رحمہ اللہ نے ستر جو جو مقدار درہم ہے اس کو دو ماشہ ڈیڑھ رتی قرار دیا اور جمہور علماء ہند نے تین ماشہ ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی کا قرار دیا..... احقر نے ستر جو علیحدہ اور سو جو علیحدہ پوری احتیاط کے ساتھ وزن کئے کہ حسب تصریح فقہاء جو بھی متوسط لئے جو سب ذمہ بریدہ غیر مقشورہ تھے پھر خود بھی چند بار وزن کیا اور متعدد صرافوں سے وزن کرایا، اول رائج الوقت ماشہ کے ساتھ وزن کرایا تو ستر جو تین ماشہ پانچ رتی کے ہوئے اور سو جو پانچ ماشہ دورتی کے ہوئے لیکن رائج الوقت ماشہ تولہ اصل تولہ ماشہ سے کسی قدر کم ہے کیونکہ اس وقت بازار میں سکہ انگریزی روپیہ کو ایک تولہ قرار دے دیا گیا ہے جو حقیقتاً ساڑھے گیارہ ماشہ ہے..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

انکم ٹیکس زکوٰۃ کا متبادل نہیں ہو سکتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پہلے زمانے میں اسلامی حکومت زکوٰۃ خود وصول کیا کرتی تھی لیکن فی زمانہ حکومت انکم ٹیکس وصول کرتی ہے کیا یہ انکم ٹیکس زکوٰۃ کا متبادل ہو سکتا ہے؟ یا وہ رقم شرعی زکوٰۃ کی رقم سے منہا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ مثلاً زید کے ذمہ کسی سال دو ہزار روپیہ زکوٰۃ ہے اور اسی سال حکومت زید سے چھ سو روپے انکم ٹیکس وصول کرتی ہے اب زید مبلغ چودہ سو روپیہ ادا کر کے زکوٰۃ کی ادائیگی سے سبکدوش ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو را

المستفتی: عبدالرحمن مشین محلہ ۲، جہلم شہر

الجواب: حکومت کا انکم ٹیکس وصول کرنا ایک غیر اسلامی عمل ہے یعنی نہ اس میں شرائط زکوٰۃ کی رعایت کی جاتی ہے اور نہ مصارف شرعیہ میں صرف کی جاتی ہے، لہذا اس ٹیکس کو زکوٰۃ سے گردانا غیر صحیح ہے اور بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ ایسی رقم کو زکوٰۃ کی نیت سے (جس کو دی جاتی ہے اس کو زکوٰۃ کی نیت سے دیوے) دینے سے ذمہ فارغ ہو جاتا ہے لیکن یہ معاملہ خلاف احتیاط ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) اور اصل تولہ سے چار رتی کم ہے الخ (اوزان شرعیہ ۱۰) پس ہر دور کے تولوں اور رتوں میں فرق ہوتا رہا، اسی طرح بہت قریب وقت میں مختلف سیر رائج تھے مثلاً سیر اکبری ساڑھے باون تولہ، سیر شاہ جہانی ستر تولہ، سیر عالمگیری ستر تولہ، سیر فرخ شاہی چوراسی تولہ سیر انگریزی اسی تولہ قبائلی سیر ایک سو آٹھ تولہ وغیرہ، اسلئے اب علماء کا رجحان اسی وزن کی طرف ہے جو اکابرین دیوبند کی تحقیق ہے اور اسلئے فتویٰ اسی ہی پر ہے۔..... (از مرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: قال فی التجنیس والولوالجیة السلطان الجائر اذا اخذ الصدقات قبل ان نوى بادلها اليه الصدقة عليه لا يؤمر بالاداء ثانيا لانه فقير حقيقة ومنهم من قال الاحوط ان يفتى بالاداء ثانيا كما لو لم ينو لانعدام الاختيار الصحيح واذا لم ينو منهم من قال يؤمر بالاداء ثانيا وقال ابو جعفر لا لكون السلطان له ولاية الاخذ فيسقط عن ارباب الصدقة فان لم يضعها موضعها لا يطل اخذه..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ریڈیو، ٹی وی حاجتِ اصلیه میں داخل ہیں یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو، ٹی وی، ٹیپ ریکارڈ، حوائجِ اصلیه میں داخل ہیں یا نہیں؟ ان پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: تا معلوم..... ۱۹۸۵ء/۹/۱۰

الجواب: آلاتِ لہو اور آلاتِ عیاشی حاجاتِ اصلیه میں داخل نہیں ہیں البتہ ان کی قیمت میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے صرف موجب غنا ہیں ﴿۱﴾ اور جو لوگ حکومت یا سیاست میں حصہ لیتے ہیں ان کیلئے یہ (بقیہ حاشیہ) وبہ یفتی، وهذا فی صدقات الاموال الظاهرة اما لو اخذ منه السلطان اموالا مصادرة ونوى اداء الزكاة اليه فعلى قول المشائخ المتأخرين يجوز والصحيح انه لا يجوز وبه يفتى لانه ليس للظالم ولاية اخذ الزكاة من الاموال الباطنة..... قلت وشمل ذلك ما يأخذه المكاس لانه وان كان فى الاصل هو العاشر الذى ينصبه الامام لكن اليوم لا ينصب لآخذ الصدقات بل لسلب اموال الناس ظلما بدون حماية فلا تسقط الزكاة باخذه كما صرح به فى البزازیة فاذا نوى التصديق عليه كان على الخلاف المذكور.
(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۶۰ مطلب فيما لو صادر السلطان رجلا فنوى بذلك اداء الزكاة اليه باب زكاة المال)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: وفسرها (ای الحاجة الاصلية) فى شرح المجمع لابن الملك بما يدفع الهلاك عن الانسان تحقيقا او تقديرا فالثانى كالدين والاول كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب والثياب المحتاج اليها لدفع الحر او البرد وآلات الحرفة وآثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لاهلها..... وشرط ان يكون النصاب ناميا والنماء..... فى الشرع هو نوعان حقيقى وتقديرى فالحقيقى الزيادة بالتوالد والتناسل والتجارات والتقديرى تمكنه من الزيادة بكون المال فى يده او يد نائبه فلا زکوٰۃ على من لم يتمكن منها فى ماله كمال الضمار الخ. (البحر الرائق ۲: ۲۰۶ کتاب الزکاة)

آلات حاجات اصلیه شمار ہوں گے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

سواری کیلئے موٹر کار، قالین، ریڈیو، دکان کے فرنیچر وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس ضروریات زندگی کی چیزیں مثلاً سواری کیلئے موٹر کار، گھر میں قالین، ریڈیو اور دکان کے فرنیچر وغیرہ ہیں ان چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: حبیب اینڈ کو کمپسٹ پشاور..... ۱۹۷۳ء/۸/۱۵

الجواب: ان چیزوں میں زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ یہ اموال نامیہ نہیں جبکہ تجارت کیلئے نہ ہوں، کما فی الہندیۃ: ۱: ۸۳ ومنها فراغ المال عن حاجته الاصلیۃ فلیس فی دور السکنی و ثیاب البدن و اثاث المنازل و دواب الרכوب و عبید الخدمۃ و سلاح الاستعمال زکوٰۃ ﴿۲﴾ انتہی، و صرحوا ان المال النامی هو مال التجارۃ و السوائم و النقدان ﴿۳﴾ فافہم، وہو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن نجیم: فغیر مفید لان کلامہم فی بیان ما ہو من الحوائج الاصلیۃ ولا شک ان الکتب لغیر الاہل لیست منها و هو تقييد مفید کما لا یخفی قال ابن عابدین فی المنح: قوله و هو تقييد مفید کما لا یخفی قال فی النہر هذا غیر سدید اذ الکلام فی شرائط وجوب الزکاۃ الی منها الفراغ عن الحوائج الاصلیۃ و مقتضى القید وجوبها علی غیر الاہل لما انها لیست من الحوائج الاصلیۃ فی حقہم الخ. (منحۃ الخالق علی هامش البحر الرائق ۲: ۲۰۶ کتاب الزکوٰۃ)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۷۲ کتاب الزکاۃ)

﴿۳﴾ قال الشامی: (نام ولو تقدیراً) . وفي الشرع هو نوعان حقیقی و تقدیری فالحقیقی الزیادۃ بالتوالد و التناسل و التجارات و التقديری تمکنه من الزیادۃ بكون المال فی یدہ او ید نائبہ بحر. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۷ کتاب الزکاۃ)

زکوة میں تاخیر مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سال کی زکوة دوسرے سال تک بقایا رہ جائے اور پھر دوسرے سال ادا کی جائے شرعاً اس میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: حاجی نظیر بادشاہ ٹل کوہاٹ..... ۲/ صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: زکوة کی ادائیگی میں تاخیر مکروہ ہے ﴿۱﴾ البتہ تاخیر سے ادا کرنے کو قضا نہیں کہا جائے گا بلکہ ادا ہوگی۔ وهو الموفق

زکوة کی ادائیگی میں تعجیل افضل ہے تاخیر بہتر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں فرض ادا کرنے کا ثواب ستر گنا ہوتا ہے جبکہ بعض لوگ ماہ رجب میں زکوة دینے اور وصول کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: حاجی عبدالغفار منگورہ سوات..... ۲/ شعبان ۱۳۹۶ھ

الجواب: رمضان میں زکوة ادا کرنے سے یہ ستر گنا ثواب حاصل ہوتا ہے ﴿۲﴾ البتہ زکوة ﴿۱﴾ قال العلامة ابن الہمام: ما ذکر الفقیہ ابو جعفر عن ابی حنیفۃ انه یکرہ ان یؤخرها من غیر عذر. (فتح القدیر ۲: ۱۱۴ کتاب الزکاة)

وفی الہندیۃ: وتجب علی الفور عند تمام الحول حتی یأثم بتاخیرہ من غیر عذر وفی رواۃ الرازی علی التراخی حتی یأثم عند الموت والاول اصح کذا فی التہذیب. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۷۰ کتاب الزکاة الباب الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة علی بن سلطان القاری: ومن ادى فريضة فيه بدنية او مالية كان كمن ادى سبعين فريضة فيما سواه ای من الاشهر وهذا فيما سوى الحرم اذ حسنته عن مائة الف فی غیرہ. (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ۷: ۲۳۷ کتاب الصوم الفصل الثالث)

میں تعجل افضل ہے قصد اعمداً تاخیر کرنا بہتر نہیں ہے ﴿۱﴾ پس جس پر زکوٰۃ رجب ۱۳۹۷ھ میں واجب الادا ہونے والی ہو اگر یہ شخص رمضان ۱۳۹۶ھ میں زکوٰۃ دیدے تو اس ثواب کا مد رک ہوگا۔ وہوالموفق

صاحب مال کی زکوٰۃ خود اس کے ذمہ ہے دوسرے کے ذمہ پر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عمر نے زید کو کاروبار کیلئے رقم دی ہے سال بھر گزرنے کے بعد زید اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے لیکن عمر زکوٰۃ نہیں دیتا جبکہ وہ بھی صاحب نصاب ہے اس صورت میں عمر کے مال کی زکوٰۃ زید کے ذمہ ہے یا صرف اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنے کا؟ بینواتوجروا المستفتی: حاجی رئیس خان عادل مارکیٹ بنوں..... ۱۶/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر عمر نے زید کو یہ رقم بطور قرض دی ہو تو مقدار قرض کی زکوٰۃ عمر کے ذمہ واجب ہے ﴿۲﴾ اور اس سے زائد آمدنی کی زکوٰۃ زید کے ذمہ واجب الادا ہے اور اگر عمر نے زید کو یہ رقم بطور مضاربہ یا بطور شرکت کے دی ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ عمر پر اس رقم کے حصہ آمدنی کی زکوٰۃ واجب ہوگی ﴿۳﴾ (ماخوذ از رد المحتار والہندیۃ). وہوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله فيأثم بتأخيرها) ظاهره الاثم بالتأخير ولو قل كيوم او يومين لانهم فسروا الفور باول اوقات الامكان وقد يقال المراد ان لا يؤخر الى العام القابل لما في البدائع عن المنتقى بالنون اذا لم يؤد حتى مضى حولان فقد اساء واثم. فتأمل. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۴ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: اعلم ان الديون عند الامام ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف فتجنب زكاتها اذا تم نصابا وحال الحال لكن لا فورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض اربعين درهما يلزمه درهم.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۳۸ باب زكاة المال)

﴿۳﴾ قال الحصكفي: وان تعدد النصاب تجب اجماعا..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

غنی بننے کے وقت سے قمری سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رجب یعنی زکوٰۃ کے مہینے میں میں ملازم ہوا اور ہر ماہ ایک ہزار روپے بچت ہوتی ہے سال بھر گزرنے کے بعد رجب کے مہینے میں میرے پاس بارہ ہزار روپے جمع ہوئے اب زکوٰۃ کا کیا مسئلہ ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبدالرشید یو، اے، ای..... ۲۸/شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: آپ جس تاریخ سے غنی بن گئے ہیں تو اسی تاریخ پر آپ قمری سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ ادا کریں گے خواہ درمیان سال میں دیگر رقم حاصل ہوئی ہو یا نہیں ہوئی ہو ﴿۱﴾۔ وهو الموفق والد کے اموال میں بیٹوں کیلئے اباحت اور اجازت عامہ کی صورت میں زکوٰۃ وغیرہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے تین چار بیٹے ہیں اور اس کے مال میں عام طور پر تصرف کرتا ہے حتیٰ کہ اس سے سائیکل موٹر سائیکل وغیرہ بھی خریدتے ہیں اور والد کو پتہ نہیں ہوتا اور نہ والد کو مال کا حساب کتاب معلوم ہے اور والد ان کو یہ بھی کہتا ہے کہ یہ آپ کا مال ہے جس طرح چاہے تصرف کیا کریں کیا ان پر اس کی وجہ سے فریضہ حج، اضحیہ، زکوٰۃ وغیرہ احکام لاگو ہوتے ہیں یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: نخبۃ اللہ بلوچستان..... ۲۶/اگست ۱۹۷۵ء

(بقیہ حاشیہ) ویتراجعان بالحصص وبیانه فی الحاوی فان بلغ نصیب احدهما نصابا زکاة دون الآخر. قال الشامی: صورته ان يكون لهما مائة وثلاث وعشرون شاة لاحدهما الثلثان وللآخر الثلث فالواجب شاتان فیأخذ من کل منهما شاة فیرجع صاحب الثلثین بالثلثین من الشاة التي دفعها صاحب الثلث ویرجع صاحب الثلث بالثلث من شاة دفعها صاحب الثلثین الخ. (الدرالمختار مع ردالمختار ۲: ۳۸۸ قبیل مطلب فی وجوب الزکاة فی دین المرصد) ﴿۱﴾ وفي الهندية: ومنها حولان الحول على المال العبرة في الزکاة للحول القمري کذا فی القنية. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۷۵ کتاب الزکاة)

الجواب: محترم المقام دامت برکاتکم! السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ صورت مسئلہ میں والد کی طرف سے اباحت اور اجازت عامہ موجود ہے نہ کہ تملیک ﴿۱﴾ لعدم الهبة وغیرہا من اسباب الملک، لہذا ان اولاد کیلئے حج کرنا اور تصدق کرنا درست ہیں البتہ ان پر فریضہ عائد نہیں ہے، لعدم ملک الزاد ولعدم ملک النصاب. وهو الموفق

نصاب سے کم سونا اور کچھ رقم اور مہر مؤجل کی صورت میں شوہر پر زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں! (۱) زید کے پاس پانچ تولے سونے کے زیورات اور دو سو روپے سے زائد رقم ہے کیا وہ سال بھر گزرنے پر سونے اور رقم دونوں سے زکوٰۃ دیگا یا صرف رقم سے؟ اور سونا جو نصاب سے کم ہے اس کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ (۲) زید پر مہر کا حق باقی ہے سال گزر جانے پر شوہر زکوٰۃ ادا کرے گا یا عورت؟ اس صورت میں شوہر عورت کا مقروض ہے اور عورت کے قبضے میں مال نہیں ہے کیا اس صورت میں دونوں بری الذمہ ہیں؟ حالانکہ زید کے پاس جو مال ہے اس کی باقاعدگی سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حاجی محمد غفل آباد راولپنڈی صدر۔ ۲۰/۱۰/۱۹۶۹

الجواب: (۱) افضل یہ ہے کہ سونے کی قیمت اور نقد دونوں کے حاصل جمع سے زکوٰۃ ادا کرے ﴿۲﴾۔ (۲) چونکہ حق مہر دین ضعیفہ میں داخل ہے لہذا عورت پر حق مہر کی زکوٰۃ نہیں ہے یعنی وصول ﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم: وأطلق المملک فانصرف الی الکامل وهو المملوک رقبة ویداً. (بحر الرائق ۲: ۲۰۳ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ولو ضم أحد النصابين إلى الآخر حتى يؤدي كله من الذهب أو من الفضة لا بأس به لكن يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء قدرًا ورواجًا والافیودی من كل واحد ربع عشر كذا في محيط السرخسی.

(فتاویٰ عالمگیری ۱: ۱۷۹ الفصل الاول فی زکاة الذهب والفضة)

کرنے سے پہلے ﴿۱﴾ اور چونکہ شوہر پر مہر قرضہ ہوتا ہے لہذا وہ مقدار مہر کی زکوٰۃ نہیں دے گا مقدار مہر سے زائد اگر نصاب تک پہنچتا ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

والد کے ذمہ بیٹوں کا قرضہ ہو تو اس قرض کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ والد کے ذمہ بیٹوں کا قرضہ ہو لیکن والد کی استطاعت نہ ہو کہ وہ ادا کر کے فارغ ہو اور یہ باغ بیٹے بھی مطالبہ نہیں کر سکتے ہو یا مطالبہ کا خیال نہ ہو اب اس رقم کی زکوٰۃ بیٹوں پر واجب ہوگی یا والد پر؟ بینواتوجروا
المستفتی: حبیب اللہ (ر) کمانڈر ایف سی خیر آباد پشاور ۲۰/۹/۱۹۶۹

الجواب: اگر بیٹوں نے یہ قرضہ والد کو معاف کیا ہو اور مطالبہ کا خیال نہ ہو تو اس کی زکوٰۃ کسی پر نہیں ہے اور اگر معاف نہیں کیا گیا ہو تو بیٹوں کے ذمہ اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی ﴿۳﴾۔ وهو الموفق
گیارہ تو لے سونے میں شریک والد و بیٹوں پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے چار بیٹے ہیں اور سب شادی شدہ ہیں اور اکٹھے رہتے ہیں ان کے پاس گیارہ تو لے سوتا ہے مگر بیس ہزار روپے کے مقروض
﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: واما المرأة فلان مهرها على الزوج دين ضعيف وقد استحق الزوج نصفه قبل القبض فلا زكاة عليها مالم يمض حول جديد بعد القبض للباقي تأمل.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۴۱ قبیل باب العاشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: فلا زكاة على مكاتب ومديون للعبد بقدر دينه فيزكى الزائدان بلغ نصابا. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۸۷، كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: ولو كان الدين على مقرملی او فوصل الى ملكه لزم زكاة ماضی. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ۲: ۱۰، كتاب الزكاة)

بھی ہیں ان کے متعلق زکوٰۃ کا کیا حکم ہوگا؟ بینواتو جروا

المستفتی: حبیب الرحمن سیرگلہ مری..... ۱۶/۸/۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر والد اور بیٹے اس سونے کے مشترک طور پر مالک ہوں تو اس میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے، لعدم

السبب ﴿۱﴾ اور اگر اس کا واحد مالک والد ہو اور قرضہ پانچوں پر ہو تو والد پر زکوٰۃ فرض ہے ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

بیٹے کے صاحب نصاب ہونے سے والد غنی نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ باپ فقیر اور بیٹا غنی ہے بیٹے کے

غنی ہونے کی وجہ سے والد غنی ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا عبید اللہ ورائہ ضلع کرک..... ۱۴/صفر ۱۴۰۳ھ

الجواب: بیٹے کی غنا سے والد غنی نہیں ہوتا ﴿۳﴾ اس مسئلہ میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے

خواہ الگ رہتا ہو یا اکٹھا۔ وہو الموفق

زکوٰۃ کی رقم گم ہونے کی صورت میں دوبارہ ادائیگی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے سرمایہ میں

سے سال بھر گزرنے کے بعد زکوٰۃ کی رقم جدا کر لی، اور مستحقین کو پہنچانے کیلئے جیب میں رکھ دی اسی دوران

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: ولان سبب وجوب الزكاة ملك النصاب.

(بدائع الصنائع ۲: ۸۳ شرائط فرضية الزكاة كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن الهمام: الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملك نصابا

ملكا تاما وحال عليه الحال. (فتح القدير ۲: ۱۱۲ كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ وفي الهندية: ويجوز صرفها الى الاب المعسر وان كان ابنه موسرا كذا في شرح

الطحاوي. (فتاوى عالمگیری ۱: ۸۹ الباب السابع في المصارف)

جیب کترے نے یہ رقم چرائی اور اسے کوئی پتہ نہ چلا اب یہ شخص دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے گا یا وجوب زکوٰۃ سے فارغ ہو گیا؟ بینوا تو جبروا

المستفتی: فیض الوہاب اضانیل نوشہرہ..... ۱۹۸۸ء/۹/۲۷

الجواب: مالک سے ہلاکت کی صورت میں یہ زکوٰۃ بر حال خود عائد ہے ﴿۱﴾ البتہ جب عامل (زکوٰۃ کا چیرمین) سے گم ہو جائے یا ہلاک ہو جائے تو ملاک کے ذمے فارغ ہیں (ہندیہ) ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

وکیل زکوٰۃ سے چوری ہونے کی صورت میں مالک کیلئے دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کسی آدمی کو زکوٰۃ کا مال دیا کہ اسے فقراء میں تقسیم کرے، وہ مال زکوٰۃ اس آدمی سے چوری ہو گیا یا جیب کترے نے لے لیا کیا مالک پر یہ زکوٰۃ دوبارہ دینا لازمی ہے؟ بینوا تو جبروا

المستفتی: غلام احمد غنئی عنہ

الجواب: ہاں مالک پر اس زکوٰۃ کا دوبارہ ادا کرنا لازمی ہے کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں اگرچہ نیابت جائز ہے، لما فی الدر المختار: العبادۃ المالیۃ کزکوٰۃ وکفارة تقبل النيابة عن المکلف ﴿۱﴾ قال العلامة الطاهر بن عبد الرشید البخاری: رجل عزل زکوٰۃ ماله ووضعها فی ناحية بینه فسرقها سارق لا یقطع یدہ للشبهة وعليه ان یزکیها.

(خلاصہ الفتاویٰ ۱: ۲۳۸ قبل الفصل السادس کتاب الزکاة)

وقال ابن عابدین: فلو ضاعت لا تسقط عنه الزکاة ولو مات کان میراثا عنه بخلاف ما اذا ضاعت فی ید الساعی لان یدہ کید الفقراء. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۲ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ولو هلك المال فی ید العامل او ضاع سقط حقه واجزا عن الزکاة عن المؤبدین. (فتاویٰ عالمگیری ۱: ۱۸۸ الباب السابع فی المصارف)

مطلقاً عند القدرة والعجز (کتاب الحج) ﴿ ۱ ﴾ لیکن فراغت ذمہ نیت کے ساتھ ادا سے حاصل ہوتا ہے خواہ اصلۃً ہو یا وکالۃً ہو جو یہاں نہیں پائی گئی، بخلاف ما اذا هلك عند الساعي والعامل لانه وكيل الفقراء دون الملاك، في الدر المختار او مقارنته بعزل ما وجب كله او بعضه ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء الى الفقراء. قال الشامي: قوله لا يخرج عن العهدة بالعزل فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكوة ولومات كان ميراثاً عنه بخلاف ما اذا ضاعت في يد الساعي لان يده كيد الفقراء (رد المحتار ۲: ۱۵) ﴿ ۲ ﴾ قلت ويد الوكيل يد الموكل فافترقتا. وهو الموفق

زکوة کی ادائیگی میں موجودہ شہر کی قیمت معتبر ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک تاجر پشاور سے مبلغ دو سو روپے پر گڑ کی بوری خرید کر لاتا ہے اب یہاں کوہاٹ میں دو سو ستر روپے پر فروخت کرتا ہے اب رجب کا مہینہ آ گیا لیکن بوری تا حال فروخت نہیں ہوئی ہے اب زکوة دو سو روپے کے حساب سے دیں گے یا دو سو ستر روپے کے حساب سے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: شاہ جہان ملنگ کرک ضلع کوہاٹ ... ۱۶ / رجب ۱۳۹۷ھ

الجواب: زکوة کی بابت اس شہر کی قیمت معتبر ہوگی جس میں یہ مال موجود ہو، کما فی شرح التنویر ۲: ۳۰ ویقوم فی البلد الذی المال فیہ ﴿ ۳ ﴾. وهو الموفق

تکمیل نصاب کے وقت سے حوالان حول معتبر ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے پاس تقریباً سات

﴿ ۱ ﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۲۵۷ باب الحج عن الغير)

﴿ ۲ ﴾ (الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۱۲ کتاب الزکاة)

﴿ ۳ ﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۲۳ باب زکاة الغنم)

تو لہ سونا بوقت بیاہ زیورات موجود تھے ایک سال گزرنے کے تین چار مہینے بعد اس کو دو تولے کا ایک زیور اور مل گیا اب ادا زکوٰۃ کیلئے بیاہ کے وقت حولان حول معتبر ہوگا یا آخری زیور ملنے کے بعد معتبر ہوگا؟ بینوا تو جروا المستفتی: نا معلوم.....

الجواب: اگر اس عورت کے پاس اس سونے کے علاوہ چاندی اور روپے نہیں تھے تو حولان حول آخری زیور ملنے کے وقت سے معتبر ہوگا، لتحقق الغنا عندها لا قبلها ﴿۱﴾. وهو الموفق

حاجات اصلیه میں صرف نہ کی گئی رقم پر باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مہاجر کے پاس پاکستان میں دو لاکھ روپیہ موجود ہے اگر یہ شخص اس کی زمین خرید کر گھر بنائے تو یہ دو لاکھ اس پر خرچ ہوتے ہیں لیکن اس نے ابھی تک گھر نہیں بنایا ہے اگر ان روپوں پر سال بھر گزر جائے تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا المستفتی: عبد اللہ وزیر مارکیٹ میران شاہ..... ۱۸/ شعبان ۱۴۰۹ھ

الجواب: اکثر فقہاء کے نزدیک اس شخص پر زکوٰۃ واجب ہوگی ﴿۲﴾ ویؤیدہ ما قالوا زائد عن الحوائج الاصلية ولم يقولوا زائد عن قيمة الحوائج الاصلية. وهو الموفق

زکاة کی رقم مقروض کے قرضہ میں دینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کو قرضہ کی ضرورت تھی ﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: قوله لحو لانه عليه اى لان حولان الحول على النصاب شرط لكونه سببا وهذا علة للنسبة وسمى الحول حولا لان الاحوال تتحول فيه او لانه يتحول من فصل الى فصل من فصوله الاربع.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۵ مطلب الفرق بين السبب والشرط والعلة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: في المعراج في فصل زكاة..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

میں نے کسی دوسرے آدمی کے نام رقعہ دیکر اس سے قرضہ لے لیا بعد میں اس کا کاروبار بھی دیوالیہ ہو گیا، اب قرضہ ادا کرنے کیلئے اس کے پاس رقم نہیں رہی اب اگر میں زکوٰۃ کی رقم اس مقروض کے قرضہ میں ادا کروں تو کیا زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ بینواتو جروا

المستفتی: میاں سراج الدین نوشہرہ صدر..... ۱۳/ رجب ۱۳۹۳ھ

الجواب: آپ اس مقروض (دیوالیہ) کا قرض اس کے حکم کے بعد مال زکوٰۃ میں سے ادا کر سکتے ہیں یعنی آپ کی زکوٰۃ بھی ادا ہوگی اور قرضہ سے اس کا ذمہ بھی فارغ ہو جائے گا، کما فی رد المحتار ۱: ۲۰۲ ولو قضیٰ دین الفقیر بزکوٰۃ ماله ان کان بامرہ یجوز وان کان بغیر امرہ لا یجوز وسقط الدین ﴿۱﴾. وهو لموفق

مقروض پر قرضہ کی زکوٰۃ واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مثلاً زید نے مکان کی تعمیر کیلئے حکومت سے قرضہ حاصل کر لیا اور کسی وجہ سے تعمیر شروع نہیں کی اب اس قرضہ پر سال گزر گیا ہے کیا اس قرض کی رقم پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مشتاق احمد صوبائی اسمبلی صوبہ سرحد..... ۲/۵/۱۹۹۱ء

الجواب: آپ جس تاریخ کو باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تو اسی وقت اسی قرضہ اور دیگر قرضہ (بقیہ حاشیہ) العروض ان الزکاة تجب فی النقد کیفما امسکھ للنماء او للنفقة وکذا فی البدائع فی بحث النماء التقديری.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۷ مطلب فی زکاة ثمن المبیع کتاب الزکاة)

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۶۸ باب المصروف وهكذا فی فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۹۰ الباب السابع فی المصارف)

جات کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کیا کریں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

قرض کی زکوٰۃ مقروض پر نہیں قرض دہندہ پر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) اگر کوئی شخص کسی سے قرضہ لے لے اور یہ رقم سال بھر مقروض کے پاس رہے اگرچہ واپس کرنے کی طاقت رکھتا ہے لیکن وہ اس پر کاروبار کرتا ہے اب زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟ (۲) دو بھائی کاروبار میں شریک تھے تقسیم کے بعد بڑے بھائی کے ذمہ بیس ہزار روپے چھوٹے بھائی کو ادا کرنے پڑے لیکن سال بھر میں یہ رقم ادا نہیں کی اور اس پر کاروبار کرتا رہا اب زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی؟ بینوا تو جبروا

المستفتی: محمد انور صوابی..... ۱۰/ ذی القعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: (۱) مقدار قرض کی زکوٰۃ قرض لینے والے سے ساقط ہے ﴿۲﴾ اور قرض دینے والے پر فرض ہے (شامی، بحر، ہندیہ)۔ (۲) صورت مسئلہ میں اس رقم کی زکوٰۃ اس قارض (چھوٹے بھائی) پر فرض ہوگی نہ کہ بڑے بھائی پر (شامی، بحر، ہندیہ) ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

مقروض کو زکوٰۃ میں قرضہ چھوڑنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی کے ذمہ میرا قرضہ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: فلا زکاة علی مکاتب ومدیون للعبد بقدر دینہ فیزکی الزائد ان بلغ نصابا. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۷، ۸ کتاب الزکاة)
﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ومدیون للعبد بقدر دینہ فیزکی الزائد ان بلغ نصابا (قوله بقدر دینہ) متعلق بقوله فلا زکاة.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۸ مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء کتاب الزکاة)
﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: ولو کان الدین علی مقر ملئی..... فوصل الی ملکہ لزم زکاة ما مضی. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۱۰ مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء کتاب الزکاة)

ہو اور ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور شرم کے مارے یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے قرضہ زکوٰۃ میں چھوڑ دے لہذا اگر میں خود بخود قرضہ میں زکوٰۃ چھوڑ دوں کیا یہ زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: نظیر بادشاہ کوہاٹ..... ۲/ صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: قرضہ چھوڑنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے لہذا قارض کیلئے ضروری ہے کہ پہلے مقروض کو زکوٰۃ دیدے اور قبض کے بعد اس سے یہ رقم اپنے قرضہ میں وصول کرے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق
بینک کی زکوٰۃ فنڈ میں نفع نقصان کی بنیاد پر زیادتی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آزاد کشمیر میں بھی پاکستان کی طرح زکوٰۃ وصول اور تقسیم کی جاتی ہے جب یہ رقم بینکوں میں نفع نقصان کی بنیاد پر جمع کی جاتی ہے تو اس پر کچھ نفع آتا ہے اب یہ نفع زکوٰۃ ہی کا حصہ ہے یا مالکان کا ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: سردار محمد ابراہیم خان چیف ایڈمنسٹریٹر زکوٰۃ مظفر آباد کشمیر..... ۶/۱۹۷۶ء

الجواب: یہ حقیقت ہے کہ بینکوں میں ارباب الاموال کے اموال مخلوط رکھے جاتے ہیں مسلم، غیر مسلم، باسود، بلاسود، زکوٰۃ غیر زکوٰۃ وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا البتہ ان میں کاغذی اور اعتباری فرق ہوتا ہے پس کاغذات میں جب زکوٰۃ کے متعلق کارروائی ہو تو اس وقت سے یہ زکوٰۃ گویا حکومت نے کاٹی اور وصول کی، اس کے بعد اس میں جو زیادتی ہوگی وہ بیت المال اور فقرا کے حق میں ہوگی نہ کہ ارباب

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: واعلم ان اداء الدين عن الدين والعين عن العين وعن الدين يجوز واداء الدين عن العين وعن دين سيقبض لا يجوز وحيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكاته ثم يأخذها عن دينه قال في الشامية (قوله واعلم) الثانية اداء دين عن دين سيقبض كما تقدم عن البحر وهو مالو ابرأ الفقير عن بعض النصاب ناويا به الاداء عن الباقي.
(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۱۳ کتاب الزکاة)

الاموال کے حق میں، ونظيره ابل الزکوة والاضحية اذ ولدت ﴿۱﴾ فافهم. وهو الموفق
بینک کا طریقہ اخذ زکوة درست نہ ہونے کی صورت میں خود ادائیگی کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے بینک میں رقم جمع کرادی
 بینک والوں نے سود کی رقم اس میں شامل کر دی بینک نے اس رقم سے ایک سال بعد زکوة بھی کاٹ دی جبکہ
 زید کہتا ہے کہ میں زکوة خود دوبارہ ادا کروں گا کیونکہ حکومت زکوة کی رقم صحیح مصارف پر خرچ نہیں کرتی،
 اب اس دوبارہ زکوة کی ادائیگی کا کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟ بینو الوجروا
 المستفتی: محمد شفیع راولپنڈی..... ۱۶/ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

الجواب: بینک میں جمع شدہ رقم سے حکومت جبری طور سے زکوة کاٹ سکتی ہے البتہ ارباب
 حکومت اور ان کا عملہ بے علمی یا بے دینی کی وجہ سے اس زکوة کو باقاعدہ مصارف پر صرف کرنے سے قاصر
 ہے پس افضل یہ ہے کہ ملاک باقاعدہ زکوة ادا کرے ﴿۲﴾ اور کثوتی کو سودی رقم میں شمار کیا کرے، مثلاً اگر
 ﴿۱﴾ مطلب یہ ہے کہ جب حکومت نے بینک سے زکوة کی رقم زکوة کے کھانے میں درج کی تو اب اس پر جو
 اضافہ اور نفع آتا ہے وہ فقراء میں تقسیم ہوگی کیونکہ بینک میں علیحدگی کی صورت میں مالک کی ملکیت سے یہ رقم نکل
 چکی ہوتی ہے مثلاً عامل جب زکوة میں اونٹ وغیرہ وصول کر لے تو خزانہ شاہی کے مد زکوة میں جمع ہوتا ہے اس
 دوران وہ جو بچہ پیدا کر لے تو وہ صدقے ہی کا حساب ہوتا ہے، اسی طرح یہ ہے مثلاً قربانی کیلئے جانور خرید اور ذبح
 سے پہلے بچہ پیدا ہو جائے تو تعین قربانی کی وجہ سے اس کا بچہ بھی ذبح کیا جاتا ہے یا صدقہ کیا جاتا ہے۔

قال الحصکفی: ولدت الاضحية ولدا قبل الذبح یذبح الولد معها وعند بعضهم یتصدق به
 بلا ذبح. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۵: ۲۲۷ باب الاضحية)

﴿۲﴾ قال العلامة السکاسانی: واما سلاطین زماننا الذین اذا اخذوا الصدقات والعشور
 والخراج لا یضعونها مواضعها فہل تسقط هذه الحقوق عن اربابہا؟ اختلف المشائخ فیہ
 ذکر الفقیہ ابو جعفر الہندوانی: انه یسقط ذلک کلہ وان..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ملاک کو ساڑھے سات روپے فی صد سود ملتا ہے تو یہ سمجھے کہ ان کو پانچ روپے سود مل چکا ہے اور ڈھائی روپے حکومت نے کٹوتی کی ہے۔ وہو الموفق

تاحال حکومتی نظام زکوة درست اور باقاعدہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دینی مدارس کو حکومت کی جانب سے جو زکوة ملتی ہے اس کا لینا شرعاً کیسا ہے؟ جبکہ یہ نظام شرعی اصولوں کے مطابق نہیں ہے کیا یہ زکوة لینا اس غلط نظام کی تائید نہ ہوگی؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولانا ثار اللہ باچا اضاحیل بالانوشہرہ..... ۱۹/۱۱/۱۹۸۵ء

الجواب: تاحال یہ نظام زکوة حسب تحریر حکومت اور حسب عمل درست اور باقاعدہ ہے اس کو نظام زکوة کہنا غلط نہیں ہے مہجروں اور کارندوں کے معاملات کی وجہ سے اس کو غیر اسلامی قرار دینا بے قاعدہ کام ہے۔ وہو الموفق

بینکوں میں جمع شدہ رقوم سے سرکاری طور پر زکوة کی وصولی اور تقسیم کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گزشتہ سال سے مالک میں سرکاری طور پر زکوة کی وصولی کا قانون نافذ ہے جس کے مطابق حکومت سیونگ بینکوں میں جمع شدہ رقوم کی زکوة ایک خاص تاریخ کو کاٹ لیتی ہے بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس طریقہ سے زکوة ادا نہیں ہوتی وہ اس کی چند وجوہات بیان کرتے ہیں۔ (۱) جب تک حکومت غیر اسلامی امور کو ختم نہ کرادے اور غیر شرعی امور کی سرپرستی نہیں چھوڑ دے تب تک حکومت کو وصول زکوة کا حق حاصل نہیں پس ان حالات میں حکومت

(بقیہ حاشیہ) كانوا لا يضعونها في اهلها لان حق الاخذ لهم فيسقط عنا باخذهم ثم انهما ان لم يضعوها مواضعها فالوبال عليهم.

(بدائع الصنائع ۲: ۱۳۷ فصل واما شرط ولاية الاخذ كتاب الزكاة)

کا زکوٰۃ کا ثا درست نہیں۔ (۲) زکوٰۃ کا انتظامیہ جو تشکیل دیا گیا ہے اس میں مسلم و غیر مسلم سب شامل ہیں لہذا اس طرح کا انتظامیہ زکوٰۃ وصول کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ (۳) شرعاً بچوں اور مجانین پر زکوٰۃ نہیں ہے اس طرح جو مقروض ہوں اور قرض منہا کرانے کے بعد اس کے پاس نصاب کی بقدر رقم باقی نہ رہے اس پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں اور حکومت بلا امتیاز سب کے کھاتے سے زکوٰۃ کاٹتی ہے۔ (۴) اسلامی حکومت کو صرف اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ لینے کا حق ہے اموال باطنہ کی زکوٰۃ اگر حکومت زبردستی وصول کرے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

الغرض اس مسئلہ کے بارے میں آپ صاحبان کی رائے کیا ہے؟ ہینواتو جروا

المستفتی: مولانا سلیم اللہ خان صاحب ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ (کراچی) ۱۳/۶/۱۴۰۱ھ

الجواب: واضح رہے کہ ہمارے نزدیک یہ مخالفین حق پر ہیں کیونکہ یہ معہود رقم اموال ظاہرہ میں داخل ہو سکتی ہے ﴿۱﴾ اور مقروض کی طرف سے اذن و توکیل بھی حاصل ہو سکتی ہے لیکن اگر باب حکومت کی بے علمی بے دینی اور علماء پر بے اعتمادی کی وجہ سے ان سے یہ توقع نہیں کہ وہ باقاعدہ موافق شریعت اخذ و صرف زکوٰۃ کرے پس حکومت کو وصول زکوٰۃ کا فتویٰ دینا اضاعت زکوٰۃ میں ناجائز معاونت ہے۔ وہو الموفق

پاکستانی حکومت کے مروجہ نظام زکوٰۃ پر تنقید اور اسے شرک کے مترادف قرار دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ۱۳/ جولائی کو کراچی میں پاکستان چٹائی کانفرنس کے کنوینر مختار علی نے زکوٰۃ کے مروجہ نظام حکومت پر کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا ہے کہ (۱) مروجہ نظام کمیٹی برائے زکوٰۃ نہ تقسیم زکوٰۃ کا حقدار ہے اور نہ وصولی زکوٰۃ کا حقدار ہے، یہ حقوق اللہ کو حقوق العباد میں تبدیل کرنے کی مترادف ہے۔ (۲) اور یہ عمل شرک یا مترادف شرک ہے۔ (۳) اور موجودہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: والاموال الظاهرة هي التي ياخذ زكاتها الامام وهي السوائم وما فيه العشر والخراج وما يمر به على العاشر. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۶ مطلب فيما لو صدر السلطان رجلا فتوى بذلك اداء الزكاة كتاب الزكاة)

حکومت صحیح معنوں میں اسلامی ریاست نہیں ہے اس قسم کی باتوں کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: خلیل انور دینہ صوابی..... ۲۷/شوال ۱۴۰۲ھ

الجواب: (۱) اسلامی حکومت اموال ظاہرہ سے زکوٰۃ لینے کا مستحق ہے (بدائع وغیرہ) ﴿۱﴾ اور حقوق اللہ کی تبدیلی اس موجودہ نظام تقسیم میں نہیں ہے بلکہ اس معترض کے نظام مجوزہ میں مظنون ہے اور حقوق کی ذوات میں تبدیلی نہیں آسکتی البتہ احکام کے اجراء میں آسکتی ہے۔ (۲) یہ خود ساختہ شرک ہے۔ (۳) پاکستان میں مسلمانوں کی حکومت ہے تاہم اسلامی حکومت نہیں ہے اور نہ اس میں تاحال اسلامی نظام کا اجرا ہوا ہے۔ وہو الموفق

کاغذی نوٹ کے ذریعے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک فقیر کو سو روپے کا نوٹ زکوٰۃ میں دے دیا قبضہ کرنے کے بعد وہ نوٹ اس سے گم ہو گیا یا جل گیا چونکہ یہ مال نہیں بلکہ رسید اور سند ہے کیا اس سے میری زکوٰۃ ادا ہو چکی؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا فضل غنی ڈومیل بنوں..... ۱۰/۳/۱۹۸۷ھ

الجواب: نوٹ ثمن عرفی اور ثمن رائج ہے مثل فلوس کے تو جس طرح اس سے غنا حاصل ہوتی

﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: اما الظاهر فلامام ونوابه وهم المصدقون من السعادة والعشار ولاية الاخذ والساعي هو الذي يسعى في القبائل ليأخذ صدقة المواشي في اماكنها، والعاشر هو الذي يأخذ الصدقة من التاجر الذي يمر عليه والمصدق اسم جنس، والدليل على ان للامام ولاية الاخذ في المواشي والاموال الظاهرة الكتاب، والسنة، والاجماع واشارة الكتاب. (بدائع الصنائع ۲: ۱۳۵ فصل واما بيان من له المطالبة باداء الواجب في السوائم والاموال الظاهرة كتاب الزکوة)

ہے اسی طرح اس سے زکوٰۃ بھی ادا ہوتی ہے، جس پر تبادلے کی ضرورت نہیں ہے، لان الشخص الفقير كما يصير غنيا بالنوت لاستحقاقه الفضة في خزانة الحكومة (سٹیٹ بینک) فکذلک الفقير يكون مالکا لهذا القدر من الفضة في خزانة الحكومة بقبض النوت في الزکاة فافهم ﴿۱﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ یہ مسئلہ علماء کے مابین مختلف فیہ رہا ہے کہ کاغذی نوٹ کی حیثیت ثمن کی ہے یا محض وثیقہ اور سند ہیں حضرت تھانوی، مفتی محمد شفیع رحمہم اللہ اور بہت سے علماء کی رائے ہے کہ اس کی حیثیت محض وثیقہ اور قرض کی سند کی ہے اور یہ گویا اس بات کا ایک کاغذی ثبوت ہے کہ روپیہ والے کا اتنا مال حکومت کے ذمہ قرض ہے (کما فی امداد الفتاویٰ ۵: ۲ کتاب الزکوٰۃ والصدقات، وآلات جدیدہ کے شرعی احکام ۱۹۷) جبکہ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کے بعض فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کو قیمت اور مستقل مال کی حیثیت دیتے ہیں مثلاً کتاب البیع مسئلہ ۲۳ میں فرماتے ہیں: نوٹ ہر چند کہ خلقہ ثمن نہیں مگر عرفاً حکم ثمن میں ہے بلکہ عین ثمن سمجھا جاتا ہے اس وجہ سے کہ اگر سو روپیہ کا نوٹ کوئی ہلاک کر دے تو اصل مالک سو روپیہ کا تاوان لیتا ہے الخ۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ۲: ۱۳۶ کتاب البیوع)

چونکہ اس زمانے میں کاغذی نوٹوں کا استعمال ہی مروج ہے اس لئے اکثر علماء کے نزدیک مروجہ کرنسی نوٹ ثمن عرفی، فلوس نافقہ اور مستقل مال کے حکم میں ہیں، اور یہی رائج ہے، حضرت مفتی اعظم شیخ الحدیث دامت برکاتہم منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۳: ۱۲۷ باب ما جاء فی زکوٰۃ الذهب والورق میں فرماتے ہیں: اختلف الاکابر فی حقيقة النوت قال بعضهم انه قبالة الحوالة وليس بثمن فلا تتأدى به الزکوٰۃ مالم يستبدله الفقير بالجنس، وقال بعضهم هو ثمن رائج لانه يتوسل به الى حصول الاجناس مثل الدراهم المغلوبة الفضة والفلوس، وكذا لا يقصد به عند الاخذ والاعطاء الا ما يقصد عند اخذ الدراهم الرائجة والفلوس واعطائها ولا يخطر ببال احد ما يقصد من الحوالة والقبالة فافهم. واعلم انه لما كفى تملكه لوجوب الزکوٰۃ كفى تملكه لفراغ الذمة ايضا كما لا يخفى، قلت ويؤيد كونه اثمانا رائجة ان المتعارف ان من اقترض عدداً من النوت لا يؤدي المقرض الا هذا العدد وان تفاوتت الدراهم فی قدر الفضة. (از مرتب)

کاغذی کرنسی کی ادائیگی سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امداد المفتین ۲۵ میں ہے ”نوٹ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی کیونکہ نوٹ خود مال نہیں ہے بلکہ مال کی رسید ہے جس طرح بینک کا چیک ہوتا ہے الخ“ مگر بعض علماء کہتے ہیں کہ نوٹ بھی چاندی کی طرح ہے آپ صاحبان اپنی رائے لکھ کر ممنون فرمائیں۔ بینواتوجروا
المستفتی: ملا عبید اللہ تحصیل، کی بلوچستان..... ۳/ ذی قعدہ ۱۴۰۴ھ

الجواب: نوٹ فلوس کی طرح نمونہ عرفی ہے جس طرح ان کاغذی نوٹوں سے غنا اور وجوب زکوٰۃ متحقق ہوتا ہے اسی طرح ان کی ادائیگی سے ذمہ بھی فارغ ہو جاتا ہے ﴿۱﴾ وفی کونہا حوالۃ او قبالة اشکالات لا تنحل. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة عبد الرحمن الجزيري: جمهور الفقهاء يرون وجوب الزكاة في الاوراق المالية (البنكنوت) لانها حلت محل الذهب والفضة في التعامل ويمكن صرفها بالفضة بدون عسر، فليس من المعقول ان يكون لدى الناس ثروة من الاوراق المالية، ويمكنهم صرف نصاب الزكاة منها بالفضة، ولا يخرجون منها زكاة ولذا اجمع فقهاء ثلاثة من الانمة على وجوب الزكاة فيها. (الفقه على المذاهب الاربعة ۱: ۵۲۸ زكاة الاوراق المالية)

وقال الدكتور وهبة الزحيلي: (الاوراق النقدية والنقود المالية) ان هذا النظام ظهر حديثا بعد الحرب العالمية الاولى فلم يتكلم فيه فقهاءنا القدامى وقد بحث فقهاء العصر حكم زكاة هذه النقود الورقية فقرر واوجب الزكاة فيها عند جمهور الفقهاء (الحنفية، والمالكية، والشافعية) لان هذه النقود اما بمثابة دين قوى على خزانة الدولة او سندات دين او حوالۃ مصرفية بقيمتها دينا على المصرف..... والحق وجوب الزكاة فيها لانها اصبحت هي ائمان الاشياء، وامتنع التعامل بالذهب ولم تسمح اى دولة باخذ الرصيد المقابل لاي فئة من اوراق التعامل ولا يصح قياس هذه النقود على الدين، لان هذا الدين لا ينتفع به صاحبه وهو الدائن ولم يوجب الفقهاء زكاته الا بعد قبضه..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

مرجہ کرنسی ثمن عرفی ہے لہذا اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوٰۃ میں کاغذی نوٹ جو اصل

مال کا قائم مقام ہے یا اس کی رسید ہے دیا جاتا ہے کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہوگی؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولوی رحمان الدین شرینگل ضلع دیر..... ۱۹۷۷ء/۸/۳

الجواب: نوٹ کے متعلق اکابر مختلف رائے ہیں، بعض اس کو حوالہ یا رسید کہتے ہیں اور بعض

اس کو ثمن عرفی قرار دیتے ہیں، وهو الراجح لانه المتعارف والمتفاهم ولان فی عکسہ

اشکالات لا تنحل کما فی الصورة القرض والودیعة اذا غلا السعر ولانه کما حصل به

الغناء لکان الاداء به ایضا حاصلًا فافهم وتدبر ﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) لاحتمال عدم القبض، اما هذه النقود فینتفع بها حاملها فعلا کما ینتفع بالذهب

الذی اعتبر ثمنًا للاثیاء وهو یحوزها فعلا فلا یصح القول بوجود اختلاف فی زکاة هذه

النقود والقول بعدم الزکاة فیها لا شک بانه اجتہاد خطأ الخ.

(الفقه الاسلامی وادلته ۳: ۱۸۲۳ زکاة النقود)

وقال الشیخ المفتی الاعظم محمد فرید: اختلف الاکابر فی حقیقة النوت، قال

بعضهم انه قبالة الحوالة وليس بثمن فلا تادی به الزکاة مالم یتبدله الفقیر بالجنس وقال

بعضهم هو ثمن رائج لانه یتوسل به الی حصول الاجناس مثل الدراهم المغلوبة الفضة والفلوس

وکذا لا یقصد به عند الاخذ والاعطاء الا ما یقصد عند اخذ الدراهم الرائجة والفلوس واعطائها

ولا یخطر ببال احد ما یقصد من الحوالة والقبالة فافهم، واعلم انه کفی تملکة لوجوب

الزکاة کفی تملیکه لفراغ الذمة ایضا کما لا یخفی، قلت ویؤید کونه اثمانًا رائجة ان المتعارف

ان من اقترض عددًا من النوت لا یؤدی المقرض الا هذا العدد وان تفاوتت الدراهم فی قدر

الفضة. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۳: ۱۲۷ زکوة الذهب الورق)

﴿۱﴾ مر تفصیله قریباً فلیراجع.

شیعہ کو زکوۃ کا عامل بنانے یا زکوۃ دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں چند گھرانے اہل سنت کے ہیں اور عموماً یہاں شیعہ آباد ہیں اس علاقے میں برائے وصولی زکوۃ شیعہ چیز میں مقرر کئے گئے ہیں وہ ہم سے زکوۃ وصول کر کے حکومت کو دیتے ہیں اور پھر اس میں سے اہل تشیع کو بھی دیا جاتا ہے اگر ہم دینے سے انکار کر دیں تو وہ زبردستی لے جاتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں ہماری زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: ملک عبداللہ کا بگڑہ ڈی آئی خان ۱۵/۳/۱۹۸۷

الجواب: چونکہ شیعہ عموماً خارج از اسلام ہیں لہذا ان کو زکوۃ کا چیز میں مقرر کرنا اضاعت زکوۃ ہے ﴿۱﴾ کیونکہ عامل کو بھی زکوۃ ہی سے حصہ دیا جاتا ہے۔ ﴿۲﴾ وهو الموفق

زکوۃ سے بچنے کیلئے اپنے آپ کو شیعہ اور جعفری کہنا اور لکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان بغیر کسی جبر و اکراہ مع بقائے ہوش و حواس محض حکومتی سطح پر زکوۃ کی کٹوتی سے بچنے کیلئے بینک میں اپنے آپ کو شیعہ اور جعفری لکھ دے اور فارم پر شیعہ مجتہد کا دستخط بھی ہوتا ہے اور گواہوں کے دستخط بھی ہوں، ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: عطاء محمد شاہ کندیا شریف میانوالی ۲۲/۶/۱۹۸۸

﴿۱﴾ وفي الهندية: ويشترط في العامل ان يكون حراً مسلماً غير هاشمي كذا في البحر ناقلًا عن الغاية. (فتاوى عالمگیری ۱: ۱۸۳ الباب الرابع فيمن يمر على العاشر)

﴿۲﴾ وفي الهندية: واما اهل الذمة فلا يجوز صرف الزكاة اليهم بالاتفاق.

(فتاوى عالمگیری ۱: ۱۸۸ الباب السابع في المصارف)

الجواب: (۱) جو شخص باوجود دعویٰ اسلام کے ضروریات دین سے منکر ہو تو اس کو مرتد کہا جاتا ہے اور اسی بنا پر شیعہ کافر ہیں ﴿۱﴾۔ (۲) اور جو شخص شیعہ ہونے کا دعویٰ کرے خواہ اعتقاداً ہو یا ہزلاً ﴿۲﴾ وہ بھی کافر ہے۔ وہو الموفق

گاڑی تجارت کیلئے نہ ہو تو اس کی آمدنی میں زکوٰۃ واجب ہوگی قیمت میں نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس رقم پر سال نہیں گزرا ہے اور اس کی گاڑی کرایہ اور آمدنی کیلئے خریدی گئی اس گاڑی میں زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے گی؟ بینوا تو جو راہ المستفتی: رحمت اللہ ماڑی پور کراچی

الجواب: اس گاڑی کی قیمت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، البتہ حاصلات اور آمدنی سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کی جائے گی ﴿۳﴾۔ وہو الموفق

دکان کی عمارت اور فرنیچر پر زکوٰۃ واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے پچھلے سال ایک میڈیکل ﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: والكفر شرعاً تکذیبہ ﷺ فی شئی مما جاء به من الدین ضرورة. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۳: ۳۱۱ باب المرتد)

﴿۲﴾ قال القاری: وفي المحيط وفتاوی الصغری ایضاً: من لقن غیره کلمة الکفر لیتکلم بها کفر الملقن وان کان علی وجه اللعب والضحک.

(شرح فقہ الاکبر ۱۸۲ فصل فی الکفر صریحاً وکنایہ)

وفی الہندیۃ: الهازل او المستهزی اذا تکلم بکفر استخفافاً واستهزاء ومزاحاً یكون کفراً عند الكل وان کان اعتقاده خلاف ذلک. (فتاوی عالمگیری ۲: ۲۷۶ ما یعلق بتلقین الکفر الخ باب حکام المرتدین)

﴿۳﴾ وفی الہندیۃ: ولو اشترى قدوراً من صفر یمسکها ویؤاجرھا لا تجب فیھا الزکاة کما لا تجب فی بیوت الغلة. (فتاوی عالمگیری ۱: ۱۸۰ قبیل مسائل شتی کتاب الزکاة)

سنور بنایا زمین کسی اور کی ہے دکان میں نے بنالی فرنیچر وغیرہ بھی میں نے بنوالیا اب سوال یہ ہے کہ اس فرنیچر اور دکان کی عمارت پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ حالانکہ میں بیس ہزار روپے کا مقروض بھی ہوں؟ بینواتو جروا
المستفتی: احسان اللہ یونیورسٹی میڈیکل کالج یونیورسٹی پشاور..... ۲۳/۲/۱۹۸۶

الجواب: عمارت اور فرنیچر یعنی الماریاں وغیرہ کی قیمت میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے ﴿۱﴾ آپ نقد زیورات، دوائیوں کی قیمت، بینک میں جمع شدہ رقم اور قرضہ کو جمع کریں، اور حاصل جمع سے یہ بیس ہزار منفی کر کے باقی سے چالیسواں دیا کریں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

حولان حول کے بعد مزید رقم آنے کی صورت میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس اگست ۱۹۶۸ء سے تاحال قریباً مبلغ دو صد روپیہ حاجات سے بچ کر رہے ہیں اور ماہ اگست ۱۹۶۹ء میں قریباً ایک ہزار یا کچھ زیادہ رقم ہاتھ آئی جو کہ اب یہ شخص ماہ اگست کے بعد اس کا مالک ہوا کیا یہ شخص مبلغ دو صد سے زکوٰۃ ادا کرے گا یا ایک ہزار کا بھی؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد عجب خان کھنڈہ صوابی..... ۲۵/۹/۱۹۶۹

الجواب: اگر یہ دوسری رقم اس وقت ہاتھ میں آئی ہو کہ اول رقم پر حولان حول ہوا ہو یعنی سال بھر گزرا ہو تو یہ شخص صرف دو سو روپیہ کی زکوٰۃ دے گا ﴿۳﴾ اور اگر حولان حول سے پہلے یہ دوسری رقم حاصل ہوئی ہو تو اس کا بھی اہل زکوٰۃ کے ہاں جمع کرنا واجب ہے۔
﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ولا فی ثياب البدن واثاث المنزل ودور السكنی ونحوها... وكذلك آلات المحترفين. (الدرا المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۸ کتاب الزکاة)
﴿۲﴾ قال العلامة برهان الدین المرغینانی: ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه وان كان ماله اكثر من دينه زكى الفاضل اذا بلغ نصاباً.

(هدایة علی صدر فتح القدیر ۲: ۱۱۷، ۱۱۸ کتاب الزکاة)

﴿۳﴾ وفي الهندية: فان استفاد بعد حولان الحول فانه لا يضم... (بقیه حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہوگئی ہو تو دونوں رقموں کی زکوٰۃ دینی ضروری ہے ﴿۱﴾ والمسئلة مذکورہ فی جمیع کتب الفقہ. وهو الموفق

درمیان سال مال مستفاد حولان حول میں سابقہ نصاب کا تابع ہوتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نقد مال میں صاحب نصاب ہے حولان حول سے قبل اس نے ایک ٹرک بیچ دیا مشتری پر قسط واردین رہ گیا اب یہ دین (ٹرک کی قیمت) مال مستفاد کے قبیل سے ہو کر پہلے سے موجود نصاب کے ساتھ ملحق کیا جائے گا یا اس کیلئے علیحدہ حولان حول شرط ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: قاری عبدالجلال دارالعلوم حسینیہ رزمک ۱۹۰۰/ رجب ۱۳۹۳ھ

الجواب: یہ مال مستفاد دوسرے اموال کے ساتھ ضم کر کے زکوٰۃ دینا لازمی ہے اس رقم (ٹرک کی قیمت) پر مستقل حولان حول ضروری نہیں ہے، کما فی الدر المختار ۲: ۳۱ المستفاد ولو بهبة او ارث ادخل فیہ المفسد بشراء او میراث او وصیة وما کان حاصلًا من الاصل کالاولاد والربح کما فی النہر وسط الحول یضم الی نصابہ من جنسہ فیزکیہ بحول الاصل انتہی ﴿۲﴾ وبمعناہ فی الہندیۃ ۱: ۱۸۶ ﴿۳﴾ لیکن اس قرضہ کی زکوٰۃ قسطوار ادا (بقیہ حاشیہ) ویستأنف لہ حول آخر بالاتفاق. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۷۵ الباب الاول فی تفسیرھا وصفھا وشرائطھا کتاب الزکوٰۃ)

﴿۱﴾ وفی الہندیۃ: ومن کان لہ نصاب فاستفاد فی اثناء الحول مالا من جنسہ ضمه الی مالہ وزکاه. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۷۵ الباب الاول فی تفسیرھا وشرائطھا کتاب الزکاة) ﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۲۵ باب زکاة الغنم)

﴿۳﴾ وفی الہندیۃ: ومن کان لہ نصاب فاستفاد فی اثناء الحول مالا من جنسہ ضمه الی مالہ وزکاه سواء کان المستفاد من نمائہ او لاوبای وجہ استفاد (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کرے گا یعنی جتنی رقم وصول کرے اس کی زکوٰۃ دینی ہوگی ﴿۱﴾۔ وہوالموفق

حولان حول سے قبل خریدی ہوئی گاڑی پر زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے پاس نقد مال ہے اور کئی نصابوں کا مالک ہے اس نے حولان حول سے پہلے اس مال پر مزدوری کیلئے ایک لاری خریدی اس لاری کی قیمت سے زکوٰۃ ادا کرنا لازمی ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: حاجی دلبر گندھاب..... ۱۸/۸/۱۹۷۹

الجواب: صورت مسئلہ میں زید پر لاری کی قیمت سے زکوٰۃ ادا کرنا کسی امام کا مذہب نہیں ہے، اور نقد اموال وغیرہ اموال زکوٰۃ ہیں لیکن اس پر حولان حول شرط ہے اور لاری جو کہ مزدوری کیلئے ہو خرید و فروخت کیلئے نہ ہو یہ مال زکوٰۃ نہیں ہے، ونظیرہ ما فی مجموعة الفتاویٰ ۱: ۳۶۳ ولو اشتري قدورا من الصفر بمسکها ويوادع لا يجب فيها الزكاة كما لا يجب في بيوت الغلة كذا في قاضي خان ﴿۲﴾۔ وہوالموفق

باقاعدہ ہبہ و تملیک کی صورت میں زکاۃ موہوب لہ پر فرض ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنے تمام بالغ اولاد کی

(بقیہ حاشیہ) ضمه سواء كان بميراث او هبة او غير ذلك۔

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۷۵ کتاب الزکاۃ)

﴿۱﴾ قال الحصكفي: فتجب زكوتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لا فوراً بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوي كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض اربعين درهما يلزمه درهم. (الدرا المختار على هامش رد المحتار ۲: ۳۸ باب زكاة المال)

﴿۲﴾ مجموعة الفتاویٰ ۱: ۳۶۳ کتاب الزکاۃ

شادی کرادی ہے اب صرف ایک لڑکی باقی ہے جس کی شادی کیلئے میں نے سرمایہ مختص کیا ہے اور وہ سرمایہ فی الحال ۷۰۰ روپے کا روپا میں چل رہا ہے اب زکوٰۃ میں خود ادا کروں گا یا وہ بچی ادا کرے گی اور یہ زکوٰۃ اس کے اپنے من بھائیوں کو دینا جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد عارف نوشہرہ کینٹ..... ۱۹۹۰ء/۱۱/۱۹

الجواب: اگر آپ نے اس بیٹی کو اس سرمایہ کا باقاعدہ مالک بنایا ہو تو اس سرمایہ کی زکوٰۃ ادا کرنا اس بیٹی پر باقاعدہ فرض ہوگی ﴿۱﴾ اور یہ لڑکی اس زکوٰۃ کو غریب برادران و خواہران کو دے سکتی ہے ﴿۲﴾۔ وہوالموفق

مہتمم چندہ دہندہ گان کا وکیل ہوتا ہے طالبان کا نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہتمم جو زکوٰۃ لوگوں سے وصول کرتا ہے اور طلباء پر تقسیم کرتا ہے کیا یہ مہتمم طلباء کا وکیل ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ رقم مہتمم سے راستہ میں ضائع ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولانا عبد اللہ مدرسہ مفتاح العلوم ہنگو... ۲۳/ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ مہتمم زکوٰۃ دہندہ گان کا وکیل ہے نہ طلباء کا پس اس مہتمم سے اگر مال زکوٰۃ ضائع ہو جائے تو اس پر ضمان لازم نہ ہوگا اور دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے گا، کیونکہ زکوٰۃ دہندہ گان کے ذمے زکوٰۃ سے فارغ نہیں ہوئے ہیں ﴿۳﴾۔ وہوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة المرغینانی: الزكاة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملك نصابا ملكا تاما وحال عليه الحال. (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۱۲ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا الى من بينهما ولاد الخ. وقال ابن عابدين: وقيد بالولاد لجوازه لبقية الاقارب كالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولي لانه صلة وصدقة.

(الدرا المختار مع رد المختار ۲: ۶۹ باب المصروف)

﴿۳﴾ قال الحصكفي: او مقارنة بعزل ماوجب كله او بعضه ولا (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

مختلف مزکین کی زکاة کو جمع اور خلط کرنے کی صورت میں حیلہ تملیک کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماہ رجب میں دکانداروں سے زکوة جمع کر کے کسی مسکین مدرس یا طالب علم پر قبض کر کے حیلہ تملیک کرائی جاتی ہے لیکن ہر ایک شخص کی زکوة جدا جدا طریقے سے تملیک نہیں ہوتی بلکہ آپس میں مخلوط کر کے یکجا حیلہ تملیک کی جاتی ہے کیا یہ طریقہ تملیک خلط کی صورت میں جائز ہے؟ حالانکہ فتح المعین حاشیہ کنز: ۱: ۳۷۶ سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے۔ بینواتو جروا المستفتی: مولوی ولی دادسرائے نورنگ لکی مروت ... ۱۹۸۳ء/ ۸/ ۱۵

الجواب: یہ جز یہ درست ہے لیکن یہ حکم خلط بلا اذن کی صورت میں ہے اور اذن صریحاً یا عرفاً سے خلط مانع فراغت ذمہ نہیں ہے (شامی ۲: ۱۰۷) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

فقیر کو زکوة کی رقم دیکر واپسی کا تقاضا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں اسی گھروں پر مشتمل ہے اور ہم سب مہاجر ہیں اور سب غریب ہیں کوئی پندرہ سال پہلے ہم نے ایک مسجد تعمیر کی، اب اس کا حجرہ گرنے کے قریب ہے اور مسجد کی لپائی اور مرمت کی بھی سخت ضرورت ہے میرے پاس زکوة کی رقم تھی ایک عالم دین (بقیہ حاشیہ) یخرج عن العہدة بالعزل بل بالاداء للفقراء، قال ابن عابدین: قوله ولا یخرج عن العہدة بالعزل فلو ضاعت لا تسقط عنه الزکات ولو مات کانت میراثا عنه بخلاف ما اذا ضاعت فی ید الساعی لان یدہ کید الفقراء. (الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۱۲ کتاب الزکاة) ﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: ویصل بهذا العالم اذا سأل للفقراء شیاً و خلط یضمن، قلت ومقتضاه انه لو وجد العرف فلا ضمان لوجود الاذن حینئذ دلالة والظاهر انه لا بد من علم المالك بهذا العرف لیکون اذا نامنه دلالة.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۲ مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء کتاب الزکاة)

سے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ مستحق زکوۃ کی ملکیت میں دیدی جائے پھر وہ آدمی اس رقم کو مسجد پر خرچ کر سکتا ہے اس طرح شرعی جواز نکل آتا ہے بہر حال ہمارے گاؤں میں ترکھان ہے اسی سالہ وہ پنجوقتہ نماز ادا کرتا ہے اس کے دو بیٹے حافظ قرآن ہیں میں نے اس شخص سے ایک دفعہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کچھ دولت عطا فرماوے تو تم مسجد کی خدمت کرو گے؟ اس نے کہا کہ ضرور، دو تین دن یوں ہی تذکرہ ہوتا رہا پھر میں نے پانچ سو روپیہ اس کے لڑکے کے سامنے اس کو دے دیئے اس نے روپیہ جیب میں رکھ لئے چند روز بعد میں نے اس کو اس کا وعدہ یاد دلایا تو وہ فرمانے لگے اچھا تو فیق ہوئی تو دیں گے اور اب تک ایک پائی بھی مسجد کو نہیں دی۔

(۱) کیا اب اس سے اس رقم کا تقاضا کیا جاسکتا ہے میری طرف سے تو نہیں ہو سکتا البتہ گاؤں کی پنچایت کی طرف سے ایسا ہو سکتا ہے۔ (۲) کیا اس کی تشہیر کی جاسکتی ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مشتاق احمد چک نمبر ۵ کنڈیاں میانوالی ... ۱۹۷۰ء/۹/۱۸

الجواب: اس رقم کا تقاضا نہ آپ کر سکتے ہیں اور نہ پنچایت کی طرف سے یہ مطالبہ جائز ہے ﴿۱﴾ بلکہ آپ کی خاموشی بہتر ہے، قال اللہ تعالیٰ لا تبطلو صدقاتکم باليمن والاذی ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

کسی مدرسہ کو زکوۃ دینے کا وعدہ کیا اور اداء کسی اور مدرسہ میں کر دی.....؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے کہا کہ میں کیم جولائی

﴿۱﴾ قال الحصکفی: ان الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم اره والظاهر نعم. قال ابن عابدین: لانه مقتضى صحة التملیک قال الرحمتی والظاهر انه لا شبهة فيه لانه ملکہ اياه عن زكاة ماله وشرط عليه شرطا فاسداً والهبه والصدقة لا یفسد ان بالشرط الفاسد.

(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۶۹ باب المصروف)

﴿۲﴾ (سورة البقرة آیت: ۲۶۴ رکوع: ۴ پارہ: ۳)

کو ایک مدرسہ کیلئے سو روپیہ زکوٰۃ دوں گا لیکن یکم جولائی کو کہا کہ میں نے وہ زکوٰۃ کسی دوسری جگہ میں دی ہے کیا یہ عمل درست ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: الحاج غلام محمد صاحب ٹیکسلا

الجواب: جب نذر شرعی میں تعین مکان اور تعین فقیر کی رعایت لازمی نہیں ہے تو محض وعدہ میں بطریق اولیٰ لزوم نہ ہوگا، كما في رد المحتار ۳: ۶۷ والمراد انه يلزمه الوفاء باصل القربة التي التزامها لا بكل وصف التزامه لانه لو عين درهماً او فقيراً او مكاناً للتصدق او للصلاة فالتعين ليس بلازم ﴿۱﴾. وهو الموفق

جماعتی زکوٰۃ فنڈ میں جب تملیک کی رعایت نہ ہو زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جماعتی فنڈ میں زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کا خرچ بھی جماعتی سطح پر ہو؟ بینواتو جروا
المستفتی: امیر بادشاہ ناظم جماعت اسلامی ملا کٹہ ایجنسی

الجواب: چونکہ صحت زکوٰۃ کیلئے تملیک فقیر شرط ہے ﴿۲﴾ پس اگر اس فنڈ کے صرف کرتے وقت تملیک فقیر کی رعایت کی جاتی ہے تو ملاک کا ذمہ فارغ ہوگا ورنہ نہیں (ماخوذ از روح المعانی ﴿۳﴾)

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۳: ۷۳ مطلب فی احکام النذر کتاب الایمان)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: ويشترط ان يكون الصرف تملكاً لا اباحة.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۶۸)

﴿۳﴾ قال العلامة محمود الألوسی: (انما الصدقات للفقراء والمساكين) الخ. یعنی ان الذي

ينبغي ان يقسم مال الله عليه من اتصف باحدى هذه الصفات دون غيره الخ.

(روح المعانی ۶: ۱۷۴ سورة التوبة آیت: ۶۰)

وبدائع الصنائع ﴿۱﴾. وهو الموفق

زکوة کا فنڈ مضاربیت میں دے کر اس کا منافع کھانا حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوة فنڈ کی رقم کسی کو مضاربیت پر دے کر اس کا نفع خود کھانا اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: مولانا عجب نوروانا کیمپ وزیرستان..... ۱۳/ شوال ۱۴۰۵ھ

الجواب: ناجائز اور حرام ہے، هذه المسئلة من الواضحات ﴿۲﴾. وهو الموفق

ڈاک پر زکوة بھیجنے کا خرچ بھیجنے والے پر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص زکوة کی رقم اپنے قریبی رشتہ دار کو دینا چاہتا ہے جو کہ بہت غریب اور انڈیا میں مقیم ہے پاکستان سے سو روپیہ بھیج دینے پر تمیں روپیہ ڈاک خرچ آتا ہے یعنی اس کو انڈیا میں ستر روپیہ ملیں گے اس صورت میں یہ ڈاک خرچ زکوة سے منہا کیا جائے گا یا الگ سے دینا پڑے گا؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبد الحمید عباسی واہ کینٹ..... ۱۰/۲/۱۹۸۶ھ

الجواب: چونکہ قبل از وصولی اس زکوة کا یہ مرسل الیہ مالک نہیں ہے، لہذا اس صدر روپیہ

پہنچانے کا خرچ آپ پر ہے ہاں اگر پاکستان میں اس کو صدر روپیہ زکوة ملتی تو اس کے بعد صد سے ستر بننے
﴿۱﴾ قال العلامة الكاساني: جعل الله تعالى الصدقات للاصناف المذكورين بحرف اللام
وانه للاختصاص فيقتضى اختصاصهم باستحقاقها فلو جاز صرفها الى غيرهم لبطل
الاختصاص وهذا لا يجوز. (بدائع الصنائع ۲: ۱۵۰ فصل واما الذي يرجع الى المؤدى)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ويشترط ان يكون الصرف تملیكا لا اباحة.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۶۸ باب المصرف)

میں نقصان نہ ہوتا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

زکوٰۃ چیرمین کیلئے زکوٰۃ کی رقم سے تنخواہ مقرر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت جو زکوٰۃ کی کٹوتی کرتی ہے اور لوگوں پر تقسیم کر رہی ہے میں بھی اپنے حلقہ میں زکوٰۃ کا چیرمین ہوں اسلئے مجھے اس سے سو روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے کیا زکوٰۃ سے میرے لئے یہ رقم لینا جائز اور درست ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: مولانا سید احمد لال قلعہ ضلع دیر..... ۱۹۹۰ء/۱/۲۹

الجواب: بظاہر یہ مال زکوٰۃ ہے سو نہیں ہے اور چیرمین عاملین سے ہے اس کیلئے یہ تنخواہ لینا

جائز ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ ملاحظہ:..... جب دو مختلف ممالک کی کرنسی الگ الگ ہو اور بین الاقوامی مالیاتی نظام کے لحاظ سے اس کے درمیان کمی بیشی کا فرق ہو مثلاً اس سو روپیہ پاکستانی کی قیمت ستر روپیہ ہندوستانی ہو یا ایک سو تین روپیہ ہندوستانی ہو تو قیمت کی اس کمی بیشی کے لحاظ سے مزرکی کی زکوٰۃ پڑنا نہیں پڑتا جیسا کہ دراہم و دنانیر کی قیمت پاکستانی روپیہ کے لحاظ سے زیادہ ہے، مثلاً ایک مزرکی نے دس دراہم زکوٰۃ میں دیئے اور پاکستانی کو پندرہ روپے فی درہم کے لحاظ سے ایک سو پچاس روپیہ مل گئے تو اس میں کوئی حرج نہیں، واللہ اعلم بالصواب۔۔۔ (از مرتب)

﴿۲﴾ وفي الهندية: وهو من نصح الامام لاستيفاء الصدقات والعشور ويعطيه ما يكفيه واعوانه بالوسط مدة ذهابهم وايابهم مادام المال باقيا الا اذا استغرقت كفايته الزكاة فلا يزداد على النصف. (فتاوى عالمگیری ۱: ۱۸۸ الباب السابع في المصارف)

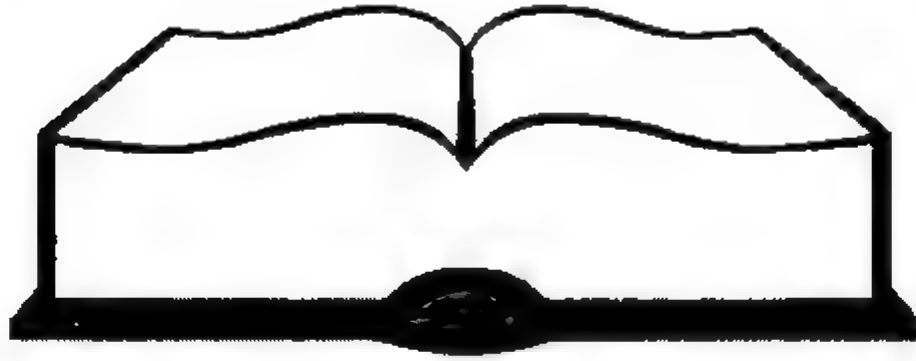
اللّٰهُ

اللّٰهُ

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ

باب زکوٰۃ الاموال





قال الله تعالى

خذ من اموالهم صدقة
تطهرهم وتزكيهم بها

.....(التوبة).....



باب الزکوة فی الأموال

دوسودراہم اور چاندی کا نصاب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سونے اور چاندی کا نصاب کیا ہے؟ نیز آج کل ساڑھے باون تولے چاندی کس طرح دوسودراہم کے برابر ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولانا عبدالغفور گام میلہ ضلع دیر..... ۲۸/صفر ۱۴۰۳ھ

الجواب: سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے ہے اور چاندی کا ساڑھے باون تولے ہے ﴿۱﴾ اور دوسودراہم اس طریقہ پر ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر ہوں گے کہ وزن سبعة کے اعتبار سے دس دراہم سات مثقال کے برابر ہوں گے ﴿۲﴾ تو دوسودراہم ایک سو چالیس مثقال کے برابر ہوں گے اور ایک مثقال ساڑھے چار ماسہ کا ہوتا ہے تو ایک سو چالیس کو ساڑھے چار میں ضرب دینے سے چھ سو تیس ماسہ ہو گئے اب اس سے تولے بناؤ، تو بارہ پر تقسیم کرنے سے یہی ساڑھے باون تولے بن جائیں گے۔ وهو الموفق
نصاب سے کم خالص سونا اور پچاس روپے کی صورت میں زکوة کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے پاس چھ تولے سونا ہے
﴿۱﴾ قال العلامة برهان الدين: ليس فيما دون مائتي درهم صدقة فاذا كانت مائتين وحال عليه الحال ففيها خمسة دراهم... ليس فيما دون عشرين مثقال من الذهب صدقة فاذا كانت عشرين مثقالا ففيها نصف مثقال. (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۵۸، ۱۶۲ باب زكاة المال)
﴿۲﴾ قال العلامة برهان الدين: والمعتبر في الدراهم وزن سبعة وهو ان تكون العشرة منها وزن سبعة مثاقيل. (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۶۰ باب زكاة المال)

اور چاندی بالکل نہیں ہے اور ضرورت کیلئے جیسے دوائی، صابن، سرمہ وغیرہ کیلئے پچاس روپیہ بھی پاس ہے اس صورت میں کہ سونا شرعی نصاب سے کم ہے اس رقم کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ اور قربانی واجب ہوگی یا سونے کے نصاب کو پہنچانا لازمی ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی افسر گل میر علی شمالی وزیرستان..... ۱۹/۲/۵۵

الجواب: چونکہ پاکستانی روپیہ نہ فضہ ہے اور نہ غالب الفضہ ہے بلکہ سامان اور عروض تجارت سے ہے لہذا صورت مسئلہ میں ضم کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زکوٰۃ اور قربانی واجب ہوں گی، نظیرہ ما فی رد المحتار ۲: ۳۵۵ وفی النہر قال الزاہدی ولہ ان یقوم احد النقدین ویضمہ الی قیمۃ العروض عند الامام وقال لا یقوم النقدین بل العروض ویضمہا، وفائدتہ تظہر فی من لہ حنطۃ للتجارۃ قیمتہا مائۃ درہم ولہ خمسۃ دنانیر قیمتہا مائۃ تجب الزکوۃ عنده خلافا لہما ﴿۱﴾. وهو الموفق

نصاب سے کم سونے مع نقد رقم میں زکوٰۃ کا مسئلہ اور عبارت بہشتی زیور کی توضیح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس چند تولہ سونا ہے جو مقدار نصاب سے کم ہے اور اس کے پاس دو سو روپے نقد بھی ہیں کیا یہ شخص دونوں کی زکوٰۃ ادا کرے گا جبکہ سونا مقدار واجبہ (نصاب) تک نہیں پہنچا ہے؟ یا صرف نقد مال کی زکوٰۃ ادا کرے گا، نیز بہشتی زیور صفحہ ۲۳۷ باب الزکوٰۃ مسئلہ ۹ کی عبارت میں بظاہر کچھ التباس معلوم ہوتا ہے اس کی وضاحت فرمادیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی شمس الحق ساکنہ سندھ

الجواب: جس شخص کے پاس دو صد روپیہ (شرعی) اور ایک یا دو تولہ سونا بھی ہو تو اس صورت

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۷۷ باب زکاة المال)

میں سونے کی قیمت پر بھی زکوٰۃ واجب ہے، وہی مسئلۃ الضم المذكورة فی سائر کتب الفقہ (۱) اور جس عبارت کے متعلق بہشتی زیور میں شبہ پڑ گیا ہے تو اس کا ازالہ یہ ہے کہ جب دو تولہ سونا کے ساتھ کچھ روپیہ بھی ہو اور سونے کا نرخ مثلاً پچیس روپیہ فی تولہ ہو اور ایک روپیہ کی ڈیڑھ تولہ چاندی ملتی ہو تو زکوٰۃ واجب ہے، لکونہ نصاباً بعد الضم فافہم (۲)۔ وهو الموفق

گندم اور سونے چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں: (۱) زید کے پاس پچیس من گندم سال بھر محفوظ رہا اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ (۲) سونے اور چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اس میں استعمال کی شرط لگاتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: حافظ نور الحق دارالعلوم اشاعت التوحید والنسۃ تورڈھیر..... ۱۹۷۵ء/۸/۲۴

الجواب: (۱) گندم جب تجارت کیلئے نہ ہو تو یہ مال نامی نہیں ہے لہذا اس میں زکوٰۃ نہیں

ہے (۲)۔ (۳) سونے یا چاندی کے زیورات خواہ استعمال کے ہوں یا دیگر مقاصد کیلئے اس میں زکوٰۃ

(۱) قال العلامة ابن عابدين: وفي النهر قال الزاهدی وله ان يقوم احد النقدين ويضمه الى قيمة العروض عند الامام، وقال لا يقوم النقدين بل العروض ويضمها وفائدته تظهر فيمن له حنطة للتجارة قيمتها مائة درهم وله خمسة دنائير قيمتها مائة تجب الزكاة عنده خلافا لهما.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۷۷ باب زكاة المال)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: فلو ضم حتى يؤدي كله من الذهب او الفضة فلا بأس به عندنا ولكن يجب ان يكون التقويم بما هو انفع للفقراء رواجاً.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۷۷ باب زكاة المال)

(۳) وفي الهندية: ويشترط ان يتمكن من الاستثناء بكون المال في يده او يد نائبه فان لم يتمكن من الاستثناء فلا زكاة عليه. (فتاوى عالمگیری ۱: ۱۷۴ الباب الاول كتاب الزكاة)

فرض ہے جبکہ مقدار نصاب سے کم نہ ہو ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

تعمیری کام کیلئے رکھی گئی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ متاثرین تربیلاؤم کو حکومت کی طرف سے جو رقم مل گئی ہے اگر وہ سال دو سال بینک میں پڑی ہو یا گھر میں، اس خیال سے کہ اس پر تعمیری کام کیا جائے گا، چونکہ مکان ضروریات سے ہے اور اس وقت تک دوسرا مکان تعمیر نہیں کیا گیا ہے کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ بینواتو جروا

المستفتی: حافظ محمد حنیف خانیور ہزارہ..... ۱۹۷۵ء/۸/۲۷

الجواب: اس پر زکوٰۃ فرض ہے، خلافاً لابن الملک ﴿۲﴾ فلیراجع الی البدائع

﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: ان الزكاة تجب في النقد كيفما امسكه للنماء او للنفقة وكذا في البدائع في بحث النماء التقديرى.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۷ مطلب في زكاة ثمن المبيع كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: نعم تظهر الفائدة في ذكر القيد على ما قرره ابن ملك من ان المراد بالاول النصاب من احد النقيدين المستحق الصرف اليها فيكون القيد بالنماء احترازاً عن اعيانها والتقييد بالحوارج الاصلية احترازاً عن اثمانها فاذا كان معه دراهم امسكها بنية صرفها الى حاجته الاصلية لا تجب الزكاة فيها اذا حال الحول وهي عنده لكن اعترضه في البحر بقوله ويخالفه ما في المعراج في فصل زكاة العروض ان الزكاة تجب في النقد كيفما امسكه للنماء او للنفقة وكذا في البدائع في بحث النماء التقديرى الخ.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۷ كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ قال العلامة الكاسانى: وتجب الزكاة في كل مال سواء كان نامياً فاضلاً عن الحاجة الاصلية

او لا كتياب البذلة والمهنة والعلوفة والحمولة والعمولة من..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

نصاب سے کم سونا اور چاندی ہو اور مجموعہ کی قیمت نصاب تک پہنچتی ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مثلاً میرے پاس ساڑھے سات تولے سونا نہیں بلکہ کم ہے اور چاندی کے تین یا چار تولے ہیں نقدی بھی نہیں ہے سوائے جی پی فنڈ کے جو کہ حکومتی قبضے میں ہے اور ماشاء اللہ زرعی اراضی بھی ہے اس صورت میں سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد اکبر کلرک محکمہ نقول مردان ... ۱۹/۶/۱۹۷۳ء

الجواب: جب سونا ساڑھے سات تولے سے کم ہو اور چاندی ساڑھے باون تولے سے کم ہو تو دونوں کو قیمت کے اعتبار سے ضم کیا جائے گا مثلاً آپ کے پاس چار تولے چاندی ہے اور دو تولے سونا ہے جس سے پچاس تولے چاندی خریدی جاسکتی ہے تو آپ چون تولے چاندی کا مالک بن کر آپ پر زکوٰۃ واجب ہوگی ﴿۱﴾۔ وہوالموفق

سونے چاندی کی قیمت لگا کر اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس کچھ سونا یا چاندی ہے اور نقد نوٹ بھی ہیں تو جس طرح سونے کو چاندی میں یا چاندی کو سونے میں تبدیل کی جاتی ہے تو اس طرح زکوٰۃ کی بابت سونے اور چاندی کو نوٹ میں تبدیل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی عبید اللہ تحصیل ضلع کرک ... ۱۲/صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

(بقیہ حاشیہ) المواشی و عبید الخدمۃ و المسکن و المراكب و کسوة الاهل و طعامهم.

(بدائع الصنائع ۲: ۹۱ کتاب الزکاة مراتب الديون)

﴿۱﴾ قال العلامة برهان الدین المرغینانی: و يضم الذهب الى الفضة للمجانسة من حيث الثمنية ومن هذا الوجه صار سببا ثم يضم بالقيمة عند ابي حنيفة رحمه الله.
(هدایة علی صدر فتح القدیر ۲: ۱۶۹ فصل فی العروض کتاب الزکاة)

الجواب: چونکہ زکوٰۃ میں قیمت دینا جائز ہے ﴿۱﴾ لہذا سونے یا چاندی کی نوٹوں سے قیمت

لگا کر اس کا چالیسواں حصہ دینا بلا شک و شبہ جائز ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

زکوٰۃ کی رقم اپنے پیسوں سے خلط ہو کر خرچ ہوا تو دیگر رقم دینے سے ذمہ فارغ ہو جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی مزرکی نے کسی شخص کو وکیل بنا کر

زکوٰۃ کی رقم دے دی، اس نے اپنی رقم سے ملا کر خرچ کیا، اب یہ وکیل اپنے پیسوں سے بمقدار اس زکوٰۃ کی

رقم لے کر مصارف کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو مالک کو یہی رقم واپس کر سکتا ہے یا نہیں اور یہ زکوٰۃ ہو سکتی

ہے یا دوبارہ ادا کرنی ہوگی؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حضرت مولانا اسید اللہ صاحب ہزاروی سابق مدرس جامعہ ہذا ۳۰ / ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ عرف میں ایسے وکیل کو اختلاط اور اپنی طرف سے ادا کرنے کی اجازت ہوتی

ہے لہذا اس مزرکی کا ذمہ فارغ ہے ﴿۳﴾ (ماخوذ از قواعد فقہ)۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وجاز دفع القيمة فی زکاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وکفارة

غير الاعتاق. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۲۴ باب زکاة الغنم)

﴿۲﴾ قال العبد الرحمن الجزیری: الحنفیة: قالوا! يعتبر فی المغشوش الغالب من الذهب او

الفضة او غیرهما فالذهب المخلوط بالفضة ان غلب فيه الذهب زکی زکاة ذهب واعتبر کله

ذهبا وان غلب فيه الفضة فحکمه کله حکم الفضة فی الزکاة فان بلغ نصاباً زکی والا فلا اما

ان کان الغالب النحاس فان راج فی الاستعمال رواج النقد وبلغت قيمته نصاباً زکی کالنقد

وکذلک یزکی زکاة النقد ان کان الخالص فيه تبلغ نصاباً، فان لم یرج ولم یبلغ خالصه

نصاباً، فان نوى به التجارة کان کعروض التجارة فیقوم وتزکی القيمة والا فلا تجب فيه

الزکاة. (کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعة ۱: ۵۳۳ زکاة الذهب والفضة المخلوطين)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: ولو تصدق (الوکیل) بدراهم نفسه اجزاً ان کان علی نية

الرجوع وکانت دراهم الموکل قائمة وفي رد المحتار (بقیه حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اصل زر اور سود کے مجموعہ سے زکوٰۃ ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل حکومت نے دیہات کی سطح پر زکوٰۃ کمیٹیاں بنائی ہیں چونکہ حکومت پاکستان یہ زکوٰۃ سیونگ اکاؤنٹس سے وصول کرتی ہے جس میں سود کی رقم بھی آ جاتی ہے یعنی اس سے بھی کٹوتی ہوتی ہے کیا یہ زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور کمیٹیاں جو زکوٰۃ تقسیم کرتی ہیں یہ کام باعث اجر ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبدالرؤف دیرہ مسجد قبا اٹک..... ۲۶/ شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: سود اور اصل زر کے مجموعہ سے زکوٰۃ دینے کی وجہ سے اصل زر کی زکوٰۃ پر کوئی اثر نہیں

پڑتا ہے ﴿البتہ کمیٹی پر ضروری ہے کہ علماء کی رہنمائی میں صرف زکوٰۃ کیا کرے۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) (قوله ولو تصدق) ای الوکیل بدفع الزکاة اذا امسک دراهم الموکل ودفع من ماله لیرجع بیدلها فی دراهم الموکل صح بخلاف ما اذا انفقها اولا علی نفسه مثلاً ثم دفع من ماله فهو متبرع۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۱۲ مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء کتاب الزکاة)

وقال العلامة خالد الأناسی: المعروف عرفاً كالمشروط شرطاً ای المعروف المعتاد بین الناس وان لم يذكر صریحاً..... المعروف بین التجار كالمشروط بینهم وفي ص ۱۲۷ اذا بطل الاصل یصار الی البدل یعنی ان الذی یجب اداءه هو الاصل فاذا تعذر ایفاءه بالفوات او التفویت یصار الی البدل۔ (شرح المجله ۱: ۱۰۰، ۱۲۷ ماده: ۴۳، ۴۴، ۵۳)

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: ان المراد ليس هو نفس الحرام لانه ملكه بالخلط وانما الحرام التصرف فيه قبل اداء بدله ففي البرازية قبيل كتاب الزکاة ما يأخذه من المال ظلماً ويخلطه بماله وبمال مظلوم آخر يصير ملكاً له وينقطع حق الاول فلا يكون اخذه عندنا حراماً محضاً نعم لا يباح الانتفاع به قبل اداء البدل فی الصحيح من المذهب۔

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۲۹ قبيل مطلب استحلال المعصية كفر)

وقال العلامة ابن نجيم: ولذا قالوا لو ان سلطاناً (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نصاب سے کم زیورات اور مہر مؤجل میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) سونے چاندی کے زیورات پر جو عورت کے استعمال میں ہوں اور ان کا وزن ساڑھے سات تولے سے کم ہو مگر اس کی قیمت دو سو روپے سے زیادہ ہو کیا اس میں زکوٰۃ واجب ہے؟ یا زیورات کا وزن ساڑھے سات تولہ سے زیادہ ہو مگر قیمت دو سو روپے سے کم ہو کیا اس میں پھر بھی زکوٰۃ واجب ہے؟ (۲) زید نے ایک عورت سے ایک ہزار روپیہ حق مہر پر نکاح کیا شادی ہو گئی لیکن حق مہر آج کل کے دستور کے مطابق ادا نہیں کیا اور زید کا پکا ارادہ ہے کہ حق مہر دے دوں لیکن ابھی تک دینے کے قابل نہیں ہوا ہے کیا اس عورت پر اس کی زکوٰۃ واجب ہے؟ بینواتو جروا المستفتی: نا معلوم۔

الجواب: (۱) سونے چاندی میں زکوٰۃ کا دار مدار نصاب پر ہے نہ کہ قیمت پر لہذا سات تولے سونے کے زیورات پر زکوٰۃ نہیں اگرچہ قیمت اس کا دو ہزار روپیہ ہو اور ساڑھے سات تولے سونے میں زکوٰۃ واجب ہے اگرچہ قیمت کوئی چیز نہ ہو ﴿۲﴾۔ (۲) حق مہر جب تک عورت نے قبض نہیں کیا ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے ﴿۲﴾ (رد المحتار)۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) غصب مالا و خلطه صار ملکاً له حتی وجبت علیه الزکاة و ورث عنه علی قول ابی حنیفہ لان خلط دراهمہ بدرہم غیرہ عنده استہلاک اما علی قولہما فلا۔

(البحر الرائق ۲: ۲۰۵ کتاب الزکاة)

﴿۱﴾ وفي الهندية: ومنها كون المال نصاب فلا تجب في اقل منه هكذا في العيني شرح الكنز. (فتاوى عالمگیری ۱: ۱۷۲ الباب الاول في تفسيرها وصفها وشرائطها کتاب الزکاة) ﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: واما المرأة فلان مهرها على الزوج دين ضعيف وقد استحق الزوج نصفه قبل القبض فلا زكاة عليها ما لم يمض حول جديد بعد القبض.

(رد المحتار ۲: ۴۱ قبیل باب العاشر)

بینکوں میں جمع شدہ رقوم اموال ظاہرہ کے حکم میں ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بینکوں میں جو رقوم جمع کی جاتی ہیں حکومت اس سے زکوٰۃ وصول کرتی ہے کیا یہ اموال ظاہرہ ہیں یا باطنہ؟ جیسا کہ شامیہ ۲: ۴۲۲ میں ہے، فان مال الزکاة نوعان ظاہر وهو الموالشی ویمر به التاجر علی العاشر وباطن وهو الذهب والفضة والاموال اللتی فی مواضعها وایضا فی الصفحة ۴۲۲ والاموال الباطنة بعد اخراجها من البلد لانها بالاخراج الحقت بالاموال الظاهرة فكان الاخذ فیها للامام الخ، کیا بینکوں میں جمع کرنے سے امام کی حمایت میں یہ داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بینواتوجروا المستفتی: مولانا محبوب اللہ حقانی فاضل جامعہ حقانیہ ۱۹۰۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

الجواب: بینکوں میں جمع شدہ مال اموال ظاہرہ سے شمار ہوگا ﴿ال﴾ کما فی الشامیہ ۲: ۴۲۲ ﴿ال﴾ بینکوں میں جو روپیہ اور نقد مالیت رکھی جاتی ہے اگرچہ یہ اموال باطنہ ہیں لیکن بینک سسٹم ایک قسم کا حکومتی نظام ہے جس کی حفاظت اور حمایت حکومتی انتظامیہ ہی کی مرہون منت ہے اسلئے ان بیوت الربا میں رقوم رکھنا اموال ظاہرہ بن جاتے ہیں، قال الشامی: ان مال الزکاة نوعان ظاہر وهو الموالشی وما یمر به التاجر علی العاشر وباطن وهو الذهب والفضة واموال التجارة فی مواضعها بحر ومراده هنا بالباطنة ما عند الموالشی بقربنة قوله المارین باموالهم والا فکل ما مر به علی العاشر فهو من نوع الظاهر وسماها باطنہ باعتبار ما کان قبل المرور، (رد المحتار ۲: ۴۲۲ قبیل مطلب ما ورد فی ذم العشار)۔ نیز جب ارباب حکومت کو یہ معلوم ہو جائے کہ عوام اموال باطنہ کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تو حکومت اس کا مطالبہ کر سکتے ہیں، قال الخوارزمی: وفي التفاریق ایضا ان وقف علی اهل بلدة لا یؤدون زکاة الاموال الباطنة طالهم بها وكذا من عرف بذلك وطول بالاداء، (کفایة فی ذیل فتح القدیر ۲: ۱۷۲ باب فیمن یمر علی العاشر) وقال الملا علی قاری: وهذا لا یسقط طلب الامام اصلا ولهذا لو علم ان اهل بلدة لا یؤدون زکاتهم طالهم بها (مرقات ۴: ۱۳۶) نیز حکومت وقت کو شرعاً یہ اختیار حاصل ہے کہ لوگوں کے اموال سے زکوٰۃ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

والاموال الظاهرة هي التي ياخذ زكاتها الامام وهي السوائم وما فيه العشر والخراج وما يمر به على العاشر ﴿ ۱ ﴾ . وهو الموفق

حج کیلئے رکھی گئی رقم میں زکوٰۃ واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بینک میں حج کیلئے روپیہ داخل کرادیئے سال بھر گزرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا
المستفتی: شہباز خان حقانی بڑھ بیرپشاوہ..... ۱۹۸۶ء/۶/۲۶

(بقیہ حاشیہ) وصول کر کے تحقیق تک پہنچادے، موطا امام محمد میں ہے، کان ابوبکر اذا اعطى الناس اعطياتهم يسأل الرجل هل عندك من مال قد وجبت فيه الزكاة فان قال نعم اخذ من عطاءه زكاة ذلك المال وان قال لا سلم اليه عطاءه قال محمد وبهذا نأخذ وهو قول ابي حنيفة.
(موطا امام محمد ۷۰ باب الرجل يكون له الدين هل عليه فيه زكاة)

اور دوسری روایت میں ہے: عن عائشة بنت قدامة عن ابيها انه قال كنت اذا جئت عثمان بن عفان اقبض عطائي سألتني هل عندك من مال وجبت فيه الزكاة؟ قال: فان قلت نعم اخذ من عطائي زكاة ذلك المال وان قلت لا دفع الى عطائي.
(موطا امام مالک ۲۷۲ الزكاة فی العین من الذهب والورق)

اسلئے ہمارے شیخ دامت برکاتہم منہاج السنن شرح جامع السنن للترمذی میں فرماتے ہیں: وحق الأخذ للامام في الاموال الظاهرة وهي السوائم وما فيه العشر والخراج وما يمر به على العاشر كما في ردالمحتار وغيره ولعل ما يوضع في البنك يدخل في ما يمر على العاشر في ردالمحتار عن مختصر الكرخي اذا اخذها الامام كرها فوضعها موضعها اجزاء لان له ولاية اخذ الصدقات فقام اخذه مقام دفع المال. (منهاج السنن شرح جامع السنن ۳: ۱۴۱ باب كراهية اخذ خيار المال في الصدقة)..... (از مرتب)

﴿ ۱ ﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۶ مطلب فيما لو صادر السلطان رجلا فنوى بذلك اداء الزكاة كتاب الزكاة)

الجواب: چونکہ یہ رقم تاحال اس شخص کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی ہے لہذا اس شخص پر اس رقم کی عہدہ زکوٰۃ فرض ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

موجودہ کاغذی نوٹ اور چاندی کا نصاب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس شخص کے پاس موجودہ حکومت کا مہر شدہ باؤں روپے کا نوٹ موجود ہو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ اگر موجودہ نوٹوں یا نقد روپیہ سے زکوٰۃ دی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ چار تولہ (چاندی) سے زکوٰۃ دی لہذا نصاب زکوٰۃ کیا ہوگا یہ نوٹ یا چاندی؟ بینواتوجروا

المستفتی: نامعلوم... ۹/۲/۱۹۷۴

الجواب: واضح رہے کہ موجودہ روپیہ نہ خالص الفضہ ہیں اور نہ غالب الفضہ، لہذا اس کو سلحہ کا حکم دیا جائے گا پس ساڑھے باون تولہ چاندی پر جتنے مہر شدہ نوٹ بنتے ہیں وہ مقدار نصاب شرعی ہوگا، اور چونکہ نوٹ قائم مقام دراہم ہیں لہذا ان کا بھی یہی حکم ہوگا، اور نوٹ عند التحقیق وثیقہ نہیں بلکہ ثمن عرفی ہے نیز اگر وثیقہ بھی تسلیم کیا جائے تو سرکاری نرخ اور حساب کے موافق قائم مقام بنایا جائے گا ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: في المعراج في فصل زكاة العروض ان الزكاة تجب في النقد كيفما امسكه للنماء او للنفقة وكذا في البدائع في بحث النماء التقديرى.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۷ مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العبد الرحمن الجزيري: جمهور الفقهاء يرون وجوب الزكاة في الاوراق المالية لانها حلت محل الذهب والفضة في التعامل الحنفية قالوا الاوراق المالية، البنكوت، من قبيل الدين القوى الا انها يمكن صرفها فضة فوراً فتجب فيها الزكاة فوراً.

(الفقه على المذاهب الاربعة ۱: ۵۲۷ زكاة الاوراق المالية البنكوت)

پاکستان کرنسی کے لحاظ سے نصاب زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستانی کرنسی (نقد نوٹوں) میں نصاب زکوٰۃ کس طرح بنتا ہے؟ کیا دو سو روپے میں زکوٰۃ ادا کی جائے گی؟ بینواتوجروا المستفتی: مولوی عیان الحق دانشکول چارسدہ..... ۱۴۰۱ھ/۷/۲

الجواب: چونکہ پاکستانی روپیہ نہ خالص الفضة ہے اور نہ غالب الفضة بلکہ عادم الفضة ہے، لہذا اس میں مال تجارت کی طرح قیمت معتبر ہوگی، کما فی البدائع ۲: ۱۷۰ وان كان الغالب هو الغش والفضة فيها مغلوبة فان كانت اثمانا رائجة او كان يمسكها للتجارة يعتبر قيمتها فان بلغت قيمتها مائتي درهم . تجب فيها الزکوٰۃ والا فلا ﴿۱﴾ پس اگر چاندی کا نرخ مثلاً ستر روپے فی تولہ ہو تو نصاب پاکستانی روپیہ سے (۲۰ × ۱۰۵ = ۲۱۰۰) اور اس کا چالیسواں حصہ دینا فرض ہوگا ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۱۰۳ فصل واما صفة النصاب فی الفضة كتاب الزكاة)
﴿۲﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلي: ويقدر نصاب (الاوراق النقدية) كما ائنت بسعر صرف نصاب الذهب المقرر شرعا وهو عشرون دينارا او مثقالا، ونختار ان يكون وزنها ذها ۸۵ غراما، ومن الفضة ۵۹۵ غراما عملاً بالدرهم العربي وهو (۲۰۹۷۵ غم) والا صح تقدير النصاب الورقي بالذهب لانه المعادل لنصاب الانعام ولا ارتفاع مستوى المعيشة وغلاء الحاجيات، وان كان يرى كثير من علماء العصر تقدير النصاب بالفضة لانه انفع للفقراء وللاحتياط في الدين ولان نصاب الفضة مجمع عليه وثابت بالسنة الصحيحة وكان يساوي في الماضي ستة وعشرين ريالاً مصرياً وتسعة قروش وثلاثي قرش، ونحو خمسين ريالاً في السعودية ودولة الامارات ونحو ۲۰ او ۵۵ روبية في باكستان والهند.

(الفقه الاسلامي وادلته ۳: ۱۸۳۴ زكاة الاوراق النقدية)

وقال الشيخ والمفتي الاعظم محمد فريد: (بقية حاشيه اگلے صفحہ پر)

صرف چاندی یا چاندی اور سونے دونوں میں زکوٰۃ کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس صرف چاندی ہے اور نصاب سے زیادہ ہے لیکن اس کے پاس روپیہ نہیں ہے تو اس چاندی میں زکوٰۃ قیمت کے اعتبار سے روپیہ میں دی جائے گی یا بعینہ چاندی دی جائے گی اور اگر چاندی دینا ہو تو نصاب چاندی میں سے کتنی چاندی دی جائے گی اور اگر اس کے پاس تھوڑا سونا بھی ہو تو پھر کس طرح زکوٰۃ دی جائے گی روپیہ میں یا چاندی میں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبدالرحمن بنوں..... ۳۰/۳/۱۹۷۵

الجواب: ساڑھے باون تولہ میں (۴/۳) تولہ چاندی یا اس کی قیمت ادا کی جائے گی اور جس کے پاس سونا چاندی دونوں ہوں تو قیمت کے حساب سے زکوٰۃ (چالیسواں حصہ) دیا جائے گا (ماخوذ از ردالمحتار) ﴿۱﴾. وهو الموفق

سونا چاندی میں حولان حول کے وقت کی قیمت معتبر ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سونا جو سو روپے فی تولہ خریدا گیا ہو (بقیہ حاشیہ) قولہ فاذا بلغت مائتین ففيها خمسة دراهم) ارید من الدراهم ما تكون كل عشرة منها وزن سبعة مثاقيل، والمائتان منها بالوزن المعروف في ديارنا اثنان وخمسون تولجة وست ما هجات، فالدراهم الخالصة الفضة وكذا الغالب الفضة من غير وزن سبعة مثاقيل اذا بلغ وزنها اثنین وخمسين تولجة وست ما هجات تكون نصاباً.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ۳: ۱۲۶ باب زکوٰۃ الذهب والورق)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: فلو ضم حتى يؤدى كله من الذهب او الفضة فلا بأس به عندنا ولكن يجب ان يكون التقويم بما هو انفع للفقراء رواجاً والا يؤدى من كل منهما ربع عشرة.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۷۷ باب زكاة المال)

اور اب آٹھ سو روپے فی تولہ ہے تو زکوٰۃ کس شرح پر ادا کی جائے گی؟ بینوا تو جو روا
المستفتی: بتیر احمد شیخ..... ۲۸/۱/۱۹۷۵

الجواب: حوالان حول کے وقت جو نرخ ہو وہ معتبر ہوگا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

بیوی کو مہر کے علاوہ دیئے گئے زیورات میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شادی بیاہ کے سلسلے میں غریب
سے غریب آدمی بھی حق مہر کے علاوہ دو تین ہزار روپے کے زیورات بناتے ہیں اور کچھ زیورات تو باقاعدہ
حق مہر میں دے دیتے ہیں اب جبکہ شوہر بدستور قرض دار ہے اور زیورات بیوی کے پاس بکس میں محفوظ ہیں
کیا مہر کے علاوہ ان دیگر زیورات میں بھی زکوٰۃ بیوی پر واجب ہے یا شوہر پر؟ بینوا تو جو روا
المستفتی: یار محمد عباس خیل ذاک اسماعیل خیل نوشہرہ..... ۱۸/ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر یہ زیورات بیوی کے پاس ملکیت کے طور پر ہوں تو بیوی پر باقاعدہ زکوٰۃ واجب
ہوگی ﴿۲﴾ اور اگر عاریت کے طور پر ہوں اور مالک درحقیقت شوہر ہو تو بیوی پر زکوٰۃ واجب نہ
ہوگی ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ونعتبر القيمة يوم الوجوب وقالوا يوم الاداء.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۲۴ باب زكاة الغنم)

وفي الهندية: وان ادى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب لان الواجب احدهما ولهذا يجبر
المصدق على قبوله وعندهما يوم الاداء الخ. (فتاوى عالمگیری ۱: ۱۸۰ الفصل الثاني في العروض)
﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وسببه اي سبب افتراضها ملك نصاب حولي نسبة للحول
لحولانه عليه. (الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۵، ۴ كتاب الزكاة)
﴿۳﴾ وفي الهندية: (ومنها الملك التام) وهو ما اجتمع فيه الملك واليد واما اذا وجد
الملك دون اليد كالصداق قبل القبض او وجد اليد. (بقيه حاشيه اگلے صفحہ پر)

استعمال کیلئے چالیس پچاس جوڑے کپڑوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے منگنی کی ہے اور لڑکی کیلئے چالیس پچاس جوڑے کپڑے خریدے ہیں اور یہ استعمال کے خیال سے رکھے ہیں تجارت کیلئے نہیں کیا ان کپڑوں پر زکوٰۃ واجب ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبدالرزاق کھنڈہ صوابی..... ۱۵/رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: ان کپڑوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، لعدم النماء ﴿۱﴾ البتہ ان کپڑوں میں قربانی اور صدقۃ الفطر واجب ہے اور اس کی وجہ سے کسی سے زکوٰۃ نہیں لی جاسکتی ہے ﴿۲﴾ (شامی، بحر، ہندیہ)۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) دون الملک کملک المكاتب والمدیون لا تجب فیہ الزکاة۔

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۷۲ الباب الاول فی تفسیرھا وصفھا وشرائطھا کتاب الزکاة)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ولا فی ثیاب البدن المحتاج الیھا لدفع الحر والبرد۔

(الدرالمختار علی هامش ردالمختار ۲: ۸ کتاب الزکاة)

وفی الہندیہ: ومنها کون النصاب نامیا حقیقة بالتوالد والتناسل والتجارة او تقدیراً بان یتممکن من الاستنماء بکون المال فی یدہ او فی ید نائبہ وینقسم کل واحد منهما الی قسمین خلقي وفعلی، فالخلقي الذهب والفضة۔ والفعلی ما سواهما ویكون الاستنماء فیہ بنية التجارة او الاسامة۔

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۷۳ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: لا بأس ان يعطى من الزکاة من له مسکن وما یتأث به فی منزله وخادم وفرس وسلاح وثیاب البدن وکتب العلم ان کان من اهلہ فان کان له فضل عن ذلك تبلغ قیمته مائتی درهم حرم علیہ اخذ الصدقة۔

(ردالمختار هامش الدرالمختار ۲: ۷۰ باب المصروف)

کان کی پیداوار میں زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کی کان ہے جو اجارہ پر ہے اس کی آمدنی سے درجہ ذیل ٹیکس ماہانہ ادا کئے جاتے ہیں۔

(۱) مالکان پہاڑ کو بحساب فی نم رقم ادا کی جاتی ہے۔ (۲) محکمہ معدنیات کو فی نم کے حساب سے رائٹ ٹیکس ادا کیا جاتا ہے۔ (۳) سال کی پوری آمدنی پر حکومت آمدنی ٹیکس لیتی ہے۔

اس ٹوٹل آمدنی سے مذکورہ بالا ٹیکسز ادا کرنے کے بعد بقیہ رقم پر کس حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی

پڑے گی؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولانا عبدالناصر مہتمم دارالعلوم عرفانیہ شیروان ایبٹ آباد..... ۲۹/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: اس شخص کے دیگر اموال پر جس وقت حوالان حول ہوتا ہے تو یہ شخص اس کان سے خارج شدہ جواہر پر اس تاریخ کو زکوٰۃ دے گا، بشرطیکہ یہ جواہر فروخت شدہ ہوں کوئی ٹیکس منہا نہ کرے گا اگر یہ جواہر فروخت شدہ نہ ہوں تو یہ معاف ہیں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، کما فی البدائع وغیرہ ۱۰۱۰۔ وهو الموفق

مکان بنانے کیلئے رکھی ہوئی رقم میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کرایہ کے مکان میں سکونت پذیر

۱۰۱۰ قال الکاسانی: واماما لا یدوب بالاذابة فلا خمس فيه ویكون كله للواجد لان الزرنیج والحصص والنورة ونحوها من اجزاء الارض فكان كالتراب، والیاقوت والفصوص من جنس الاحجار الا انها احجار مضية ولا خمس فی الحجر. (بدائع الصنائع ۲: ۹۴ زکاة المعادن)

وقال الحصکفی: لازکاة فی اللآلی والجواہر وان سارت الفا اتفاقا الا ان تكون

للتجارة. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۵۰ قبیل باب السائمة)

ہے اور گھربنانے کیلئے پچاس ہزار روپیہ جمع کر رکھے ہیں اب اگر یہ رقم خرچ نہ ہو جائے تو بعد از حوالان حول زکوٰۃ اس میں واجب ہوگی یا نہیں؟ بعض علماء وجوب کے قائل ہیں اور بعض عدم وجوب کے، کیونکہ درمختار میں ہے، فاذا كان له دراهم مستحقة يصرفها الى تلك الحوائج صارت كالمعدومة (۶: ۲) اور درمختار ۲: ۷ پر ہے، فاذا كان معه دراهم امسكها بنية صرفها الى حاجة الاصلية لا تجب الزکوٰۃ فيها اذا حال الحول وهي عنده، یہ عبارت ابن ملک کی ذکر کی گئی ہے اور اس کے بعد لکھتے ہیں، بما قاله ابن ملک موافقا لظاهر عبارات المتون، اس سے معلوم ہوا کہ عدم وجوب زکوٰۃ متون سے اور وجوب زکوٰۃ شروع سے ثابت ہے لہذا متون کو ترجیح ہوگی، اسی طرح طحاوی ۳۸۹ میں ہے، فاذا كان عنده دراهم اعدها لهذه الاشياء وحال عليها الحول لا تجب فيها الزکوٰۃ. مذکورہ عبارت سے عدم وجوب ثابت ہوتا ہے۔

بعض علماء وجوب زکوٰۃ کیلئے بحر الرائق ۲۰۶: ۱ کی عبارت پیش کرتے ہیں، ويخالفه ما في المعراج في فصل زکوٰۃ العروض ان الزکوٰۃ تجب في النقود كيفما امسكه للنماء او لنفقة وكذا في البدائع في بحث النماء التقديرى، بحر نے عدم وجوب کا قول نقل کرنے کے بعد آخر میں معراج و بدائع کا قول نقل کر کے وجوب زکوٰۃ کو ترجیح دی ہے جیسا کہ لفظ ”ويخالفه“ سے ظاہر ہے اسلئے شامی میں ”لكن اعترضه البحر“ لکھا ہے اسی طرح طحاوی نے بھی عدم وجوب زکوٰۃ نقل کر کے آخر میں ”وهو مخالف لما في المعراج والبدائع ان الزکوٰۃ تجب في النقد كيف امسكه للنفقة او للنماء، سے وجوب زکوٰۃ کے قول کی ترجیح معلوم ہوتی ہے اسی طرح شامی میں بھی وجوب زکوٰۃ کی ترجیح معلوم ہوتی ہے، فالولى التوفيق بحمل ما في البدائع وغيرها على ما اذا امسكه لينفق منه كل ما يحتاجه في الحول وقد بمعنى معه منه نصاب فانه يزكى ذلك الباقي وان كان قصده الانفاق منه ايضا في المستقبل لعدم استحقاق صرفه الى حوائجه

الاصلیۃ وقت حولان الحول بخلاف ما اذا حال الحول وهو مستحسن الصرف الیہا، شامی (۷: ۲) ای بالفعل وهو محمل ما قالہ ابن ملک تقریرات رافعی ۱۲۷، شامی کی توفیق سے وجوب زکوۃ بالاتفاق معلوم ہوتی ہے رقم مذکورہ مکان بنانے میں فی الحال صرف نہیں کی گئی تو اس صورت میں ابن ملک وبدائع وغیرہ کے نزدیک زکوۃ دینی واجب ہوگی، تو اس صورت میں متون وشرح موافق ہوئے تو ترجیح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا الخ، جواب اور قول رائج کا تعین کر کے بندہ کو ممنون فرمائیں۔ بینواتوجروا

المستفتی: مولوی محبوب اللہ حقانی بن مولانا غریب اللہ فاضل دیوبند صوابی..... ۹/۱۲/۱۹۸۷

الجواب: واضح رہے کہ شیخ الحدیث (مولانا نصیر الدین) غرغشتوی قدس سرہ وجوب زکوۃ کو ترجیح دیتے تھے کیونکہ ارباب متون نے ”فارغا عن الدین وعن الحوائج الاصلیۃ“ اور ”لیس فی دور السکنی وثیاب البدن“ فرمایا ہے ﴿۱﴾ اور یہ نہیں فرمایا ہے کہ ”فارغا عن قيمة الحوائج الاصلیۃ“ یا ”لیس فی قيمة دور السکنی“۔ پس بہر حال صورت مذکورہ میں زکوۃ دینی چاہئے۔ وهو الموفق

بیوی کے زیورات سے اطلاع دیئے بغیر زکوۃ و فطرانہ دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر شوہر صاحب نصاب بیوی کی طرف سے (جب کہ بیوی کے پاس نقدی نہ ہو صرف زیورات ہوں) بغیر اطلاع اور بغیر بیوی کے کہے زکوۃ یا فطرانہ ادا کرے کیا بیوی کی طرف سے یہ ادائیگی ہو جائے گی؟ بینواتوجروا

المستفتی: اکرام الحق نشر آباد راولپنڈی..... ۳/ جون ۱۹۷۱ء

الجواب: فطرانہ بغیر اذن صریحی کے صحیح ہے ﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۰۳)

﴿۱﴾ (ہدایۃ علی صدر فتح القدیر ۲: ۱۱۸، ۱۱۹ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله ولو ادى عنهما) ای عن... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور زکوٰۃ کے متعلق بنایہ اور نہایت شروح ہدایتہ باب صدقۃ الفطر میں لکھا ہے کہ بلا اذن زکوٰۃ دینا صحیح نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

رہن میں رکھے ہوئے زیور میں زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی کا زیور تقریباً بیس تولہ سونے کا ہے میں نے قرضہ چکانے کیلئے وہ زیور بیوی سے لے کر نیشنل بینک میں رہن لکھا ہوا ہے تقریباً دو سال کا عرصہ گزر چکا ہے کہ میں نے تین ہزار روپیہ قرضہ اس زیور کی کفالت پر لیا ہوا ہے کیا ایسا زیور جو کہ اپنے قبضہ میں بھی نہ ہو اور زیر بار بھی ہو اس زیور پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: سیف الرحمن آدم جی پیر ملزمان گڑھ نوشہرہ..... ۱۹۷۷ء/۹/۸

الجواب: آپ ہر سال اس زیور کی قیمت سے مقدار قرضہ خواہ بینک سے لیا ہو یا اور کسی سے لیا ہو تفریق کر کے باقی زیور سے زکوٰۃ فی الحال ادا کریں گے بشرطیکہ مقدار نصاب سے کم نہ ہو ﴿۲﴾۔ وهو الموفق
بینک وغیرہ سے لئے ہوئے قرضے بھی نصاب زکوٰۃ سے منہا کئے جائیں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سرکاری ملازمین حکومت سے (بقیہ حاشیہ) الزوجة والولد الكبير وقال في البحر وظاهر الظهيرية انه لو ادى عمن في عياله بغير امره جاز مطلقاً بغير تقييد بالزوجة والولد.
(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۸۲ باب صدقة الفطر)

﴿۱﴾ قال الامام اكمل الدين الباہرتی: (الزکوة) عبادة محضة لا تصح بدون الاذن صریحاً.
(شرح العناية علی هامش فتح القدیر ۲: ۲۲۱ باب صدقة الفطر)

﴿۲﴾ قال العلامة برهان الدین المرغینانی: ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه
وان كان ماله اكثر من دينه زكى الفاضل اذا بلغ نصاباً.

(هدایة علی صدر فتح القدیر ۲: ۱۱۷، ۱۱۸ کتاب الزکاة)

بینک سے یا کارپوریشن سے جو قرضے لیتے ہیں اور اس کی ادائیگی مقررہ قواعد کے تحت بالاقساط کرتے ہیں اس قسم کے قرضہ کو نصاب زکوة سے منہا کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مشتاق احمد سیکرٹری صوبائی اسمبلی صوبہ سرحد..... ۱۹/۷/۱۹۸۵

الجواب: یہ قرضہ بھی دیگر قرضوں کی طرح منہا کیا جائے گا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

زر ضمانت پر زکوة کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے بکر سے دکان کرایہ پر لی ہے بکر نے دکان دے دی مگر کرایہ کے علاوہ آٹھ ہزار روپے زر ضمانت بھی طلب کیا ہے اور دکان چھوڑنے

کی صورت میں یہ رقم قابل واپسی بھی ہوگی، اب اس آٹھ ہزار روپے کی زکوة کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبد المتین تیمر گرہ کالج ضلع دیر..... ۸/۶/۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ یہ آٹھ ہزار روپے زید کی ملک سے خارج نہیں ہوئے ہیں اور امانت یا قرض ہے زرا جارہ نہیں

ہے پس وصولی کے بعد زید اس رقم کی (تمام سالوں کی) زکوة ادا کرے گا (الدرا المختار ۲: ۴۸) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

دکان کے زر ضمانت اور پگڑی میں زکوة کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض دکاندار ایک دکان پر مالک کو

﴿۱﴾ وفي الهندية: ومنها الفراغ عن الدين قال اصحابنا كل دين له مطالب من جهة العباد يمنع

وجوب الزكاة. (فتاوى عالمگیری ۱: ۱۷۲ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين: (قوله ويعتبر ما مضى من الحول) اي في الدين المتوسط لان الخلاف

فيه واما القوي فلا خلاف فيه لما في المحيط من انه تجب الزكاة فيه بحول الاصل لكن لا

يلزمه الاداء حتى يقبض منه اربعين درهما واما المتوسط ففيه روايتان الخ.

(ردالمحتار هامش الدرا المختار ۲: ۳۹ مطلب وجوب الزكاة في دين المرصد)

زر ضمانت دیتا ہے جو مالک مکان کے پاس محفوظ ہوتا ہے جب بھی یہ دکاندار دکان چھوڑے گا مالک یہی رقم واپس ادا کرے گا، کیا اس زر ضمانت میں زکوٰۃ واجب ہے؟ اور ایک صورت پگڑی کی ہوتی ہے کیا سال گزرنے کے بعد دکاندار پگڑی کی رقم میں بھی زکوٰۃ ادا کرے گا؟ بینواتوجروا

المستفتی: حکیم قاری مشتاق احمد طبیب ہمدرد مردان ... ۱۹۸۴ء/۴/۲۱

الجواب: زر ضمانت چونکہ مالک دکان کے پاس امانت ہے لہذا اس کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے ﴿۱﴾ اور پگڑی مال ضمانت یا پیشگی اجرت ہے اس پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوتی ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

کاروبار کے پلاٹوں اور سرمایہ میں زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں: (۱) بندہ زمینوں کی خرید و فروخت اور کاروبار کرتا ہے کیا میرے اپنے سرمایہ اور منافع پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ (۲) سال ﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله فلو له بينة تجب لما مضى) ... والظاهر على القول بالوجوب ان حكمه حكم الدين القوي اى فتجب عند قبض اربعين درهما.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۰ مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن الهمام: واما زكاة الاجرة المعجلة عن سنين فى الاجارة الطويلة التى يفعلها بعض الناس عقود او يشترطون الخيار ثلاثة ايام فى رأس كل شهر فتجب على الأجر لانه ملكها بالقبض وعند الانفساخ لا يجب عليه رد عين المقبوض بل قدره فكان كدين لحقه بعد الحول ... وفى فتاوى قاضى خان استشكل قول السرخكتى بانه لو اعتبر دينا عند الناس وهو اعتبار معتبر شرعا ينبغى ان لا تجب على الأجر والبائع لانه مشغول بالدين ولا على المستاجر والمشتري ايضا لانه وان اعتبر دينا لهما فليس بمنفعة به لانه لا يمكنه المطالبة قبل الفسخ ولا يملكه حقيقة فكان بمنزلة الدين على الجاحد وثم لا يجب ما لم يحل الحول بعد القبض انتهى يعنى فيكون فى معنى الضمار.

(فتح القدير ۲: ۱۲۱ كتاب الزكاة)

گزر نے کے بعد جو پلاٹ میرے قبضے میں ہوتے ہیں کیا اس کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ بینواتو جروا
المستفتی: محمد نواز خان پشتہ خرہ بالا پشاور..... ۱۹۸۹ء/۴/۳۰

الجواب: (۱) زمین کی خرید و فروخت اور کاروبار میں ان پلاٹوں کی قیمت میں باقاعدہ زکوٰۃ فرض ہے ﴿۱﴾۔ (۲) آپ باقاعدہ حوالان حول کے بعد نقد اور پلاٹوں کی قیمت سے زکوٰۃ ادا کریں گے، کما فی شرح التنویر، او فی عرض تجارة قیمته نصاب ما لیس بنقد ﴿۲﴾۔ وهو الموفق
پلاٹ کی قیمت میں ہر سال زیادتی کی صورت میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مثلاً زید نے ساٹھ ہزار روپیہ کا ایک پلاٹ خریدا، نصف میں مکان کی تعمیر کی اور باقی نصف برائے فروخت رکھ دیا، ایک سال گزرنے پر اس حصہ کی قیمت چالیس ہزار ہو گئی دوسرے سال کے بعد ساٹھ ہزار اور تیسرے سال کے بعد اس کی قیمت نوے ہزار ہو گئی، پھر اس کو نوے ہزار پر فروخت کیا، کیا زید پہلے اور دوسرے سال کی قیمت کا بھی زکوٰۃ ادا کرے گا یا صرف تیسرے سال گزرنے کے بعد یعنی نوے ہزار کا زکوٰۃ دے گا؟ بینواتو جروا
المستفتی: محمد زمان غربی چوک فتح جنگ اتک..... ۸/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: اس قیمت یعنی نوے ہزار پر جب سال گزر جائے قصد آیا تبعاً تو اس میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی، اور فروخت کرنے سے پہلے اس کی پیداوار میں عشر یا خراج ہوتا ہے، کما فی رد المحتار ۲۶۸:۲ کما لو اشترى ارض خراج او عشر للتجارة لم یکن علیہ زکوٰۃ التجارة ﴿۳﴾۔
﴿۱﴾ وفي الهندية: واما الدلالة فهي ان يشتري عينا من الاعيان بعروض التجارة او يواجر داره التي للتجارة بعرض من العروض فتصير للتجارة وان لم ينو التجارة صريحا. (فتاوى عالمگیری ۱: ۱۷۴ الباب الاول فی تفسیرها وصفتها ومنها کون النصاب نامیا کتاب الزکاة)
﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۳ باب زکاة المال)
﴿۳﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۱ مطلب فی زکاة ثمن المبيع وفاء کتاب الزکاة)

ملاحظہ:..... اگر یہ پلاٹ تجارت کی نیت سے خریدا ہوا نہ ہو تو بطریق سابق زکوٰۃ دی جائے گی۔ وهو الموفق

غیر منقولہ جائیداد میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جائیداد غیر منقولہ میں غنا متصور ہوتا ہے

یا نہیں؟ جبکہ اس جائیداد سے اس کی ضروریات زندگی خوراک کپڑے وغیرہ پوری نہ ہوتی ہوں؟ بینواتو جروا

المستفتی: قاری عبدالرحمن مہتمم دارالعلوم تجوید القرآن واڑی ضلع دیر..... ۱۹۸۹ء/۶/۲۵

الجواب: جائیداد غیر منقولہ میں پیداوار منظور نظر ہوتی ہے نہ کہ قیمت (ہندیہ) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

رہائش یا تجارت کی نیت سے تعمیر کردہ مکان میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے رہائش گاہ بنانے کیلئے

کچھ زمین خرید کر اس پر تعمیر شروع کر دی نصف تعمیر کے بعد میں نے ارادہ تبدیل کیا کہ مکان تعمیر کر کے منافع

پر فروخت کر دیا جائے اب اس مذکورہ مکان میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: سید احمد تاج چیئر مین ٹاؤن کمیٹی ممبئی نوشہرہ ۵/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: اس مکان کی زمین اور وہ آبادی جو نیت فروخت سے قبل ہوئی ہے زکوٰۃ سے مستثنیٰ

ہے البتہ اس نیت فروخت کے بعد مزید آبادی کی قیمت کو دیگر اموال سے جمع کر کے زکوٰۃ دینی ہوگی اگرچہ

اس مزید آبادی پر وقت نیت سے پورا سال نہ گزرا ہو (ماخوذ از رد المحتار) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهندية: ولو اشترى قدورا من صفر يمسكها ويؤجرها لا تجب فيها الزكاة كما لا

تجب في بيوت الغلة ولو دخل من ارضه خنطة تبلغ قيمتها قيمة نصاب ونوى ان يمسكها او

يبيعها فامسكها حولا لا تجب فيه الزكاة (قاضی خان).

(فتاویٰ عالمگیری ۱: ۱۸۰ الفصل الثانی فی العروض)

﴿۲﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلي: نية التجارة حال الشراء: (بقيد حاشیه اگلے صفحہ پر)

رہائش کیلئے خریدی گئی زمین میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک قطعہ زمین اپنی رہائش کیلئے بعوض پچاس ہزار روپیہ کے خریدا، پندرہ ہزار روپیہ ادا کئے گئے ہیں باقی رقم کیلئے میں نے کہا کہ رواں ماہ کے اندر اندر ادا کروں گا لیکن بیوی کی ناپسندیدگی کی وجہ سے اب اس کو فروخت کرنا چاہتا ہوں لیکن ابھی تک اس کا رجسٹریشن نہیں ہوا ہے اور نہ مکمل قیمت ادا کی گئی ہے اور پہلے اس کی تجارت کا مسئلہ نہیں تھا، بلکہ ذاتی رہائش کیلئے خریدا تھا اب اس میں زکوٰۃ کی صورت کیا ہوگی؟ بینواتوجروا

المستفتی: غلام حسین میر محلہ نیاریاں راولپنڈی

الجواب: چونکہ آپ نے خریدنے کے بعد تجارت کی نیت کی ہے لہذا آپ پر زکوٰۃ عائد ہونے کی (بقیہ حاشیہ) ان ینوی المالك بالعروض التجارة حالة شرائها، اما اذا كانت النية بعد الملك فلا بد من اقتران عمل التجارة بنية، ويشترط ايضا عند الحنفية ان يكون الشيء المتجر فيه صالحا لنية التجارة فلو اشترى ارضا خراجية للتجارة ففيها الخراج لا الزكاة ولو اشترى ارضا عشرية وزرعها وجب في الزرع الناتج العشر دون الزكاة.

(الفقه الاسلامي وادلته ۳: ۱۸۶۸ شروط زكاة عروض التجارة)

وقال الحصكفي: وشروط مقارنة النية لعقد التجارة وهو كسب المال بالمال بعقد شراء او اجارة او استقراض ولو نوى التجارة بعد العقد او اشترى شيئا للقيمة ناويا انه ان وجد ربحا باعه لا زكاة عليه كما لو نوى التجارة فيما خرج من ارضه كما مر وكما لو شري ارضا خراجية ناويا التجارة او عشرية وزرعها او بذرا للتجارة وزرعه لا يكون للتجارة لقيام المانع. (الدر المختار ۲: ۱۶۰ قبل باب السائمة)

وقال: واما عدم صحة النية في نحو الارض الخراجية فلقيام المانع كما قدمنا لان الارض ليست من العرض فتنبه. (۲: ۳۳ باب زكاة المال)

کوئی وجہ نہیں ہے خصوصاً جبکہ یہ مبیعہ بھی غیر منقول ہو ﴿۱﴾ (شامی ۲: ۱۶ کتاب الزکاة)۔ وہوالموفق

کرایہ پر دیئے گئے مکانات و دکانات میں زکوة نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کرایہ پر دیئے گئے مکانات یا

دکانات میں زکوة واجب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد زمان ہائی سکول پشاور صدر..... ۲/ جمادی الثانی ۱۴۰۷ھ

الجواب: ان مکانات اور دکانات کی قیمت میں زکوة واجب نہیں ہے البتہ ان کے کرایہ سے

باقاعدہ زکوة دینا پڑے گا، کذا فی خزائن الروایات (ماخوذ از مجموعة الفتاویٰ

۱: ۳۶۳) ﴿۲﴾۔ وہوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ولو نوى التجارة بعد العقد او اشترى شیاً للقیة ناویا انه ان وجد ربحاً

باعه لا زکاة علیه. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۶ قبیل باب السائمة کتاب الزکاة)

وقال العلامة مرغینانی: من اشترى جارية للتجارة ونواها للخدمة بطلت عنها الزکاة

لاتصال النية بالعمل وهو ترک التجارة وان نواها للتجارة بعد ذلك لم تكن للتجارة حتى

بيعها فيكون في ثمنها زکوة لان النية لم تتصل بالعمل اذ هو لم يتجر فلم تعتبر.

(هدایہ اولین ص ۱۶۷ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ قال العلامة عبد الحی: وفي مجمع البرکات: رجل اشترى اعباناً منقولة يواجرها

مياومة ومشاهرة ومسانهة ويحصل له من المنقولات مال عظیم لا يجب الزکوة فيها لانها

ليست بمال التجارة فانها يمسكها وينتفع بها نوع انتفاع فصار كالاستعمال فلم يجب في

ذلك شیء کذا فی خزائن الروایات. اور اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے، لو اشترى الرجل داراً او

عبداً للتجارة ثم آجره يخرج من ان يكون للتجارة ولو اشترى قدوراً من الصفر يمسكها

ويواجرها لا يجب فيها الزکاة كما لا يجب في بيوت الغلة کذا فی فتاویٰ قاضی خان.

(مجموعة الفتاویٰ ۱: ۳۶۳ کتاب الزکاة)

تجارت کی نیت سے خریدی ہوئی زمین و مکان و دکان پر زکوٰۃ واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص تجارت کیلئے زمین، دکان اور مکان خریدتا ہے جو ابھی اس کی ملکیت میں ہے کیا ان چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہے؟ بینوا تو جروا المستفتی: منصف علی میاں چنوں ملتان..... ۲۲/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر یہ دکان مکان زمین وغیرہ تجارت کی نیت سے خریدے گئے ہوں تو ان پر دیگر اموال تجارت کی طرح زکوٰۃ واجب ہے ﴿۱﴾ اور اگر اپنے حوائج اور ضروریات پورے کرنے کی نیت سے خریدے ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے ﴿۲﴾ یہ دیگر اجناس خورد و نوش کی طرح اموال تجارت کی جنس سے خارج ہیں۔ وهو الموفق

ٹرک اور بس کی قیمت سے نہیں بلکہ آمدنی اور حاصلات سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس نقد رقم نہیں ہے ساری رقم سے میں نے ٹرک اور لاری خریدی ہے اب اس ٹرک اور بس کی مالیت پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا المستفتی: نامعلوم..... ۱۹/۸/۲۱

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: والاصل ان ما عدا الحجرين والسوائيم انما يزكى بنية التجارة بشرط عدم المانع المؤدى الى التثبيط وشرط مقارنتها لعقد التجارة وهو كسب المال بالمال بعقد شراء او اجارة (قوله ما عدا الحجرين) الخ وما عدا ما ذكر كالجواهر والعقارات والمواشي العلوفة والعبيد والثياب والامتعة ونحو ذلك من العروض.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۵ مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين: وليس (الزكاة) في دور السكنى وثياب البدن واثاث المنازل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة لانها مشغولة بحاجته الاصلية وليست بنامية ايضاً. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۷ كتاب الزكاة)

الجواب: ٹرک اور بس کی قیمت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے البتہ ان کے حاصلات اور آمدنی میں باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی، کما فی الہندیۃ ۱: ۱۹۱ ولو اشترى قدورا من صفر یمسکها ویؤاجرہا لا تجب فیہا الزکاة ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

قسطوں پر فروخت کئے گئے ٹرک کی اقساط پر زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ٹرک یا لاری کو جب قسطوں میں بیچا جائے تو ان اقساط کی زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں اور بائع پر ہے یا مشتری پر؟ بینواتوجروا المستفتی: وزیر محمد جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک..... ۲۹/ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: چونکہ غیر مقبوضہ اقساط دین قوی میں داخل ہیں، کما فی شرح التنویر مع الہامش ۲: ۴۷ لہذا بائع پر زکوٰۃ قبل القبض واجب ہوگی ﴿۲﴾ بشرطیکہ حوالان حول قصد یا جمعا ہوا ہو، کما فی رد المحتار ۲: ۴۷ قوله وحال الحول ای ولو قبل قبضہ فی القوی والمتوسط وبعده فی الضعیف ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

گاڑی اور تجارتی گیاروں میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں!

- ﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۰ الفصل الثانی فی العروض)
- ﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: واعلم ان الديون عند الامام ثلاثة قوی ومتوسط وضعیف فتجب زکاتها اذا تم نصابا وحال الحول لکن لا فوراً بل عند قبض اربعین درهما من الدين القوی كقرض وفي رد المحتار (قوله وحال الحول) ای ولو قبل قبضہ فی القوی . (الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۳۸ مطلب فی وجوب الزکاة فی دین المرصد کتاب الزکاة)
- ﴿۳﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۳۸ مطلب فی وجوب الزکاة فی دین المرصد کتاب الزکاة)

(۱) ایک آدمی گیہوں کی تجارت کر رہا ہے لیکن وہ پڑا رہے اور فروخت نہ ہو اس صورت میں زکوٰۃ رأس المال پر واجب ہوگی یا آمدنی پر؟ (۲) ایک گاڑی (ٹرک) ہے جس کی قیمت اتنی نوے ہزار روپیہ ہے اس سے زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: اسلام ظہور صالح خانہ چراٹ نوشہرہ

الجواب: (۱) اس رأس المال (تجارتی گیہوں) سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا ہوگا

(ہدایہ وغیرہا) ﴿۱﴾۔

(۲) ٹرک کی قیمت میں زکوٰۃ نہیں ہے آمدنی سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرنا ہے (شامی) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

تجارتی اور کرایہ کی گاڑیوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بس، ٹرک وغیرہ کے متعلق بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کی آمدنی میں زکوٰۃ ہے اور ذات میں نہیں اور بعض دونوں میں زکوٰۃ کی بات کرتے ہیں اب اگر گاڑی نئی ہو تو اس کی قیمت ایک لاکھ کے لگ بھگ ہوتی ہے اور سیکنڈ ہینڈ گاڑی کی قیمت کم ہوتی ہے تو اس صورت میں زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟ اور بعض تاجروں کا یہ طریقہ ہے کہ یہ گاڑیاں اقساط پر خریدتے ہیں کچھ نقد اور کچھ قسطوں پر اس صورت میں زکوٰۃ دینے کا کیا طریقہ ہوگا؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولوی احمد نور باجوڑ..... ۱۹۷۵ء/۷/۲۱

﴿۱﴾ قال العلامة مرغینانی: الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت اذا بلغت قيمتها نصابا من الورق او الذهب لقوله عليه السلام فيها يقومها فيؤدى من كل مائتي درهم خمسة دراهم ولانها معدة للاستعمال باعداد العبد فاشبه المعد باعداد الشرع وتشتري نية التجارة ليثبت الاعداد. (هداية على صدر فتح القدير ۲: ۱۶۵ فصل في العروض)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصفكي: ولا في ثياب البدن واثاث المنزل ودور السكنى ونحوها وكذلك آلات المحترفين. (الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۹ كتاب الزكاة)

الجواب: جو شخص گاڑیوں کا تاجر ہو اور اس کی خرید و فروخت کرتا ہو اس پر گاڑیوں کی قیمت سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، لکونہا من اموال التجارة و سلعها ﴿۱﴾ اور جو شخص لاری خرید کر کرایہ اور اجرت پر چلاتا ہو تو وہ منافع سے زکوٰۃ ادا کرے گا، اور قیمت لاری میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، لانہ استغلال کبیوت الکراء کما فی مجمع البرکات رجل اشترى اعیانا منقولة یؤجرها میاومة ومشاهرة ومسانهة ویحصل له من المنقولات مال عظیم لا یجب الزکاة فیها لانہا لیست بمال التجارة الخ ﴿۲﴾ (مجموعۃ الفتاویٰ ۱: ۳۶۳) اور اقساط پر خریدنے کی تقدیر پر غیر ادا شدہ اقساط دین ہوگا، اس مقدار کو نصاب سے کم کر کے زکوٰۃ ادا کی جائے گی ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

کرایہ کیلئے یا ذاتی استعمال کی موٹر میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موٹر وغیرہ جو ذاتی استعمال کیلئے یا کرایہ پر چلائی جاتی ہے اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: فدا محمد لونڈ خور... مردان

الجواب: جو موٹر وغیرہ استعمال کیلئے ہو اس کی قیمت میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، لعدم النماء، اور اگر استعمال کیلئے ہو تو اس کمائی ہوئی رقم میں باقاعدہ زکوٰۃ واجب ہوگی اور قیمت میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، ونظیرہ ما فی مجموعۃ الفتاویٰ ۱: ۳۶۳ رجل اشترى اعیانا منقولة یؤجرها ﴿۱﴾ وفی الہندیۃ: الزکاة واجبة فی عروض التجارة کانه ما کانت اذا بلغت قیمتها نصابا. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۷۹ الفصل الثانی فی العروض)

﴿۲﴾ مجموعۃ الفتاویٰ للعلامة عبد الحی اللکھنوی ۱: ۳۶۳ کتاب الزکاة
﴿۳﴾ قال المرغینانی: ومن کان علیہ دین یحیط بماله فلا زکاة علیہ وان کان ماله اکثر من دینہ زکی الفاضل اذا بلغ نصابا. (ہدایۃ علی صدر فتح القدیر ۲: ۱۱۷ کتاب الزکاة)

میاومة مشاهرة ومسانهة ويحصل له من المنقولات مال عظیم لا يجب الزکوة فيها لانها ليست بمال التجارة فانها يمسکها وينتفع بها نوع انتفاع فصار کالاستعمال فلم يجب فی ذلك شیء کذا فی خزانة الروایات ﴿۱﴾ وفي قاضی خان ولو اشترى قدورا من الصفر يمسکها او يواجرها لا تجب فيها الزکاة ﴿۲﴾. وهو الموفق

پکڑی کی رقم پر زکوة کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک دکان کرایہ پر لی ہے مالک دکان نے مجھ سے پچاس ہزار روپیہ پکڑی بھی لی ہے یہ رقم مجھے دوبارہ ملی گی اب اس رقم کی زکوة کا کیا حکم ہے؟ مالک مکان ادا کرے گا یا میں؟ بینواتو جروا

المستفتی: فضل زادہ روٹی پائے مرچنٹ تیرگرہ ضلع دیر... ۱۹۸۹ء/ ۸/ ۱۴

الجواب: اگر یہ مالک دکان آپ کی امانت کا اقراری ہو انکاری نہ ہو تو اس رقم کی زکوة آپ کے ذمہ واجب ہوگی ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

جی پی فنڈ اور سال میں دو دفعہ زکوة کی کٹائی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سائل مرکزی حکومت کا ملازم ہے جی پی فنڈ جمع ہو گئی تھی متعلقہ دفتر اے جی پی آر حکومت پاکستان اسلام آباد نے حساب مکمل کر کے میری جمع

﴿۱﴾ (مجموعۃ الفتاویٰ للکھنوی ۱: ۳۶۳ کتاب الزکوة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیہ ۱: ۲۵۱ فصل فی مال التجارة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن الہمام: (تحت قوله ولو کان الدین علی مقر) ففي القوی تجب الزکاة اذا حال الحول ویتراخی الاداء الی ان یقبض اربعین درهما ففیہا درهم.

(فتح القدیر ۲: ۱۲۳ کتاب الزکاة)

شدہ رقم میں سے زکوٰۃ وضع کر کے بقیہ رقم کو اسٹیٹ بینک آف پاکستان اسلام آباد کو ارسال کر دی تاکہ میرے کھاتہ نیشنل بینک اسلام آباد کو بھجوا دی جائے، دفتر اے جی پی آر نے سٹیٹ بینک اور نیشنل بینک اسلام آباد کو مطلع کیا تھا کہ مطلوبہ زکوٰۃ منہا کر لی گئی ہے اس کے علاوہ سائل نے بھی ذاتی طور پر بینک منیجر کو مطلع کیا تھا مگر بینک منیجر نے یکم رمضان کو دوبارہ زکوٰۃ کی رقم وصول کر لی اس سلسلہ میں ایڈمنسٹریٹر زکوٰۃ حکومت پاکستان سے بذریعہ مراسلہ رابطہ قائم کیا گیا جواب میں اس عمل کو درست قرار دیا گیا اور زکوٰۃ آرڈیننس کی دفعات کا حوالہ دیا گیا سائل نے دوبارہ رابطہ کیا کہ ایک سال میں چار مہینے کے قلیل عرصہ میں دوبارہ زکوٰۃ وصول کرنا قرآن و سنت کے منافی ہے لیکن انہوں نے دوبارہ آرڈیننس کا حوالہ دے کر رقم واپس نہ کرنے کا جواز پیدا کیا، شرع میں اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: بشیر احمد اسلام آباد پنجاب..... ۱۳/ شعبان ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ جی پی فنڈ قبل از قبض کاٹی جاتی ہے لہذا یہ رقم حکومت پر ملازم کا قرض ہے اور قرض فقہاء کرام کے نزدیک تین قسم کے ہیں، قوی، متوسط، ادنیٰ، اور بظاہر یہ فنڈ قسم سوم میں داخل ہے، لانہ عوض خدمة الحر، وفي الدر المختار دين ضعيف وهو بدل غير مال كمهر ودية وبدل كتابة وخلع (رد المحتار مصطفى البابي ۲: ۳۰۶) ﴿۱﴾۔ پس حکومت اس فنڈ سے زکوٰۃ لینے کا حق نہیں رکھتی اور حکومت کا یہ اقدام یعنی سال میں دو دفعہ زکوٰۃ کا ثنا زیادتی بالائے زیادتی اور خلاف شرع فعل ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

جی پی فنڈ ظاہر میں دین ضعیف کے حکم میں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جی پی فنڈ یر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ اور

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۹ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: لقوله عليه الصلاة والسلام لا زكاة في مال حتى يحول عليه

الحول. (البحر الرائق ۲: ۲۰۳ کتاب الزکاة)

واضح رہے کہ یہ رقم مرنے پر ملتی ہے یا ریٹائرڈ ہونے پر، جبکہ یہ رقم اس شخص کے پاس بھی نہیں ہے کیا اس کی زکوٰۃ ادا کرے گا؟ بینو اتوجروا

المستفتی: فضل رازق سار جنت مین پی اے ایف کوہاٹ

الجواب: پراویڈنٹ فنڈ میں وصولی سے پہلے زکوٰۃ دینا واجب نہیں ہے ﴿۱﴾ البتہ احتیاط

زکوٰۃ کے واجب ہونے میں ہے لانه دين ضعيف في الظاهر ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ چونکہ پراویڈنٹ فنڈ کسی مال تجارت کا معاوضہ نہیں ہے اسلئے دین قوی میں یہ داخل نہیں ہے اور دین متوسط بھی چونکہ مال کا بدلہ ہوتا ہے اسلئے یہ دین متوسط میں بھی داخل نہیں ہے، اور مال ضار میں بھی داخل نہیں ہے کیونکہ مال ضار میں حصول کی توقع ہی نہیں ہوتی، اور یہ فنڈ محض عوض خدمت و ملازمت ہے لہذا یہ دین ضعیف میں شمار ہوتا ہے اور دین ضعیف میں وصولی سے قبل زکوٰۃ واجب نہیں، اور یہ امام ابو حنیفہ کی رائے ہے اور مفتی بہ قول بھی ہے، اور باقی ائمہ کے نزدیک تمام قرضے برابر ہیں اس میں کوئی تقسیم نہیں ہے، قال ابن عابدین: (قوله عند الامام) وعندهم الديون كلها سواء تجب زكاتها ويؤدى متى قبض شيئا قليلا او كثيرا. (رد المحتار هامش الدر المختار ۳۸: ۲ قبیل مطلب فی دین المرصد) (وهكذا في المبسوط للسرخسي ۱۹۰: ۲) لیکن فتویٰ اس پر نہیں ہے البتہ اس پر عمل کرنے میں احتیاط ہے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس فنڈ کی رقم پر ایام ماضیہ کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ نیز حضرات صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک چونکہ دیون میں قوی، متوسط، ضعیف کی کوئی تفصیل نہیں ہے بلکہ ہر قسم کے دین پر زکوٰۃ ایام ماضیہ کی واجب ہے اسلئے کوئی احتیاط اور تقویٰ پر عمل کرے اور ایام ماضیہ کی زکوٰۃ بھی ادا کرے تو بہتر ہے۔

(امداد الفتاویٰ ۳۸: ۲ سوال: ۷۶) (از مرتب)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: واعلم ان الديون ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكاتها اذا تم نصابا وحال الحال لكن لا فوراً بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوي كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض اربعين درهما يلزمه درهم.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ۳۸: ۲ باب زكاة المال)

حکومت کی طرف سے جبراً کائی گئی رقم اور تنخواہ میں زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سرکاری ملازم ہے اس کی تنخواہ میں اضافہ ہوا لیکن اس کو پہلی جیسی تنخواہ ملتی ہے اور جو تنخواہ میں اضافہ ہوا ہے وہ رقم حکومت اپنے ہاں اس ملازم کیلئے جمع کر رہی ہے پھر چار پانچ سال بعد یہ اضافی رقم برآمد کی گئی کیا اس میں زکوٰۃ واجب ہے؟ نیز جو تنخواہ ماہوار ملتی ہے اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ ہم نے سنا ہے کہ شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس ماہوار تنخواہ میں زکوٰۃ ثابت کی ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا حفیظ الحق فاضل حقانیہ..... ۱۹۷۷ء/۷/۵

الجواب: (۱) چونکہ یہ زائد رقم دین ضعیف میں داخل ہے لہذا قبض سے پہلے اس میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی البتہ بعد القبض زکوٰۃ واجب ہوگی یعنی حولان حول قصد یا تبعاً کے بعد ﴿۱﴾۔ (۲) تنخواہ میں زکوٰۃ باقاعدہ واجب ہے یعنی جب حولان حول قصد یا تبعاً متحقق ہو۔ و هو الموفق

تجارتی اور نقد مال میں حولان حول کے بعد بہر حال زکوٰۃ واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے تجارت میں ایک لاکھ روپیہ لگا دیئے گھر لیو اخراجات کی وجہ سے سال بھر گزرنے کے بعد پچانوے ہزار رہ گئے یعنی نفع بھی نہیں ہوا اور کمی بھی واقع ہوئی یا سال بعد دس ہزار نفع بھی ہوا لیکن پندرہ ہزار خرچ ہوئے یعنی منافع بھی ہوا اور اصل زر میں کمی بھی آگئی، تو دونوں صورتوں میں زکوٰۃ دینے کا کیا طریقہ ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: حاجی عمر خان بلی ٹنگ کوہاٹ..... ۲۲/شعبان ۱۴۱۰ھ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: واعلم ان الديون عند الامام ثلاثة قوى ومتوسط وضعیف فتجب زکاتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لا فورا بل عند قبض اربعین درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال نجارة فكلما قبض اربعین درهما (بقیه حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: تاجر حولان حول کے وقت مال تجارت اور منافع دونوں سے زکوٰۃ ادا کرے گا، مثلاً یکم رمضان کو تاجر نے ایک لاکھ روپیہ کی ایک ہزار من گندم خرید لی دوسرے یکم رمضان کو اس کے پاس پانچ سو من گندم اور ساٹھ ہزار روپیہ موجود ہے اور دوران سال اس نے دس ہزار گھریلو اخراجات میں صرف کئے تو اس صورت میں تاجر پانچ سو من گندم اور ساٹھ ہزار روپیہ کی زکوٰۃ ادا کرے گا نہ کہ پانچ سو من گندم اور ستر ہزار کا اور نہ صرف ساٹھ یا ستر ہزار کا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

ذاتی کتب میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب کے پاس تقریباً سات سو روپیہ کی کتابیں ہوں گی جو کہ ذاتی طور پر مطالعہ کیلئے ہیں اس کتابوں میں یا اس کی قیمت سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی یا نہیں؟ بینوا بالبرهان توجروا عند الرحمن

المستفتی: مولانا غلام حبیب صاحب ہزاروی ویسہ اٹک..... ۱۱/ شعبان ۱۳۹۴ھ

الجواب: جو کتب تجارت کیلئے نہ ہوں تو ان میں اور ان کی قیمت میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے خصوصاً جبکہ مطالعہ اور استعمال کیلئے ہوں تو اس میں زکوٰۃ تو درکنار فطرانہ اور قربانی بھی واجب نہیں ہوتی، اما الاول فلعدم النماء لان المال هو الذهب والفضة والسائمة ومال التجارة، وفي الهندية ۲۰۱: ۱ وان كانت له كتب تساوي مائتي درهم الا انه يحتاج اليها للتدريس او التحفظ او التصحيح يجوز صرف الزکوٰۃ اليه كذا في فتاویٰ قاضیخان ﴿۲﴾ فافهم

(بقیہ حاشیہ) يلزمه درهم الخ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۳۸: ۲ باب زکاة المال) ﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وشرط افتراض ادائها حولان حول وهو فی ملکہ وثمانية المال كالدراهم والدنانير لتعنيهما للتجارة باصل الخلقة او نية التجارة في العروض اما صريحاً او دلالة. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۱ کتاب الزکوٰۃ) ﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیری ۱: ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف)

واما الثانی فلانہم وان صرحوا بعدم اشتراط النماء ولكن صرحوا بكونه فارغاً من الحاجة الاصلية ﴿۱﴾ والمسئلة من الواضحات فلا تحتاج الى نقل العبارات. وهو الموفق

صرف گائے یا بھینس کی صورت میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بیوہ عورت کے پاس ایک گائے یا بھینس یا دو بکریاں ہیں جس سے وہ اپنا گزراوقات کرتی ہے کیونکہ اس کے نفقہ کا کوئی اور سبب ظاہری نہیں ہے کیا یہ عورت زکوٰۃ ادا کرے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالحسیب مسجد فردوس ہوتی مردان..... ۱۹۷۲ء/ ۸/ ۱۳

الجواب: اس بیوہ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، لعدم تحقق النصاب الشرعی ﴿۲﴾ اور اگر ان حیوانات کی قیمت اتنی زائد ہو کہ سال بھر کا خرچہ اس سے پورا ہوتا ہو اور اس کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت باقی رہتی ہو تو اس کیلئے زکوٰۃ لینی جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے، ونظیرہ ما فی الہندیہ ۲۰۰: ۱ ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي الہندیة: ومنها فراغ المال عن حاجته الاصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن واثاث المنازل. وكذا كتب العلم ان كان من اهله وآلات المحترفين كذا في السراج الوهاج. (فتاوى عالمگیری ۱: ۲۷۰ كتاب الزكاة)

وقال الطاهر البخاري: رجل له كتب العلم ما يساوي مائتي درهم ان كانت مما يحتاج اليها في الحفظ والدراسة والتصحيح لا يكون نصاباً وحل له اخذ الصدقة فقها كان او حديثاً او ادباً. (خلاصة الفتاوى ۱: ۲۷۰ الفصل السابع في الكتب والعروض)

﴿۲﴾ وفي الہندیة: ومنها كون المال نصاباً فلا تجب في اقل منه.

(فتاوى عالمگیری ۱: ۲۷۰ الباب الاول كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ وفي الہندیة: وكذا لو كان عنده من المصاحف وهو... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

بشرط بقاء نصاب مال تجارت میں نقصان کی صورت میں بھی زکوٰۃ فرض ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کاروبار میں سال گزرنے پر معلوم ہوا کہ نقصان ہوا ہے اور یہ شخص صاحب نصاب بھی ہے تو کس طرح اور کس کس مال سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی؟ بینواتوجروا

المستفتی: بشیر احمد شیخ..... ۱۵/محرم ۱۳۹۵ھ

الجواب: صاحب نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے اگرچہ اس نے نقصان کیا ہو لہذا وہ سونا، چاندی، زیورات اور سامان تجارت وغیرہ سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرے گا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

قرضہ رہن میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے مثلاً چار ہزار روپیہ قرض لیا اور اپنی زمین عمرو کے پاس رہن کیا اب مبلغ مذکورہ سے سال بھر گزرنے پر زکوٰۃ وجوباً ادا کی جائے گی یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: گل شہزادہ بٹ خیلہ ملائذ انجمنی..... ۱۹۶۹ء/۱۰/۲۱

(بقیہ حاشیہ) يحتاج الیه وان کان لا یحتاج الیه وهو یساوی مائتی درہم لا یجوز صرف الزکوة ولا یجوز له اخذها، وكذا لو کان له حوانیت او دار غلة تساوی ثلاثة آلاف درہم وغلتها لا تکفی لقوته وقوت عیالہ یجوز صرف الزکاة الیه فی قول محمد رحمہ اللہ ولو کان له ضیعة تساوی ثلاثة آلاف ولا تخرج ما یکفی له ولعیالہ اختلفوا فیہ قال محمد بن مقاتل یجوز له اخذ الزکاة الخ. (فتاویٰ عالمگیری ۱: ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف) ﴿۱﴾ قال العلامة برهان الدین: الزکاة واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم اذا ملک نصاباً ملکاً تاماً وحال علیہ الحول.

(ہدایۃ علی صدر فتح القدیر ۲: ۱۱۲ کتاب الزکاة)

الجواب: چونکہ یہ چار ہزار روپیہ راہن کے ذمہ مرتھن کا قرضہ ہے لہذا اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی، فی الحال بھی دے سکتا ہے اور فک رہن (آزادی رہن) کے بعد بھی تمام مدت رہن کی دے سکتا ہے ﴿۱﴾ (صرح بہ فی رد المحتار والہندیۃ)۔ وهو الموفق

قرضہ کی رقم میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرضہ کی رقم میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو وصول ہونے سے پہلے یا وصول ہونے کے بعد؟ کیونکہ کبھی کبھی قرضہ گم بھی ہو جاتا ہے؟ بینواتوجروا المستفتی: غنی اللہ تورڈھیر صوابی..... ۱۹۶۹ء/۷/۳۰

الجواب: قرضہ کی رقم میں زکوٰۃ واجب ہے لیکن ادا اس وقت واجب ہوگی جس وقت کم از کم چالیس روپیہ شرعی نصاب کے پانچویں حصہ کو قبض کرے ﴿۲﴾ اور اگر تمام قرضہ کو یک مشت قبض اور وصول کیا تو تمام سالوں کی زکوٰۃ اسی وقت ادا کی جائے گی ﴿۳﴾ اور گم ہونے کی صورت میں اس پر زکوٰۃ ﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ولو کان الدین علی مقر ملنی... فوصل الی ملکہ لزوم زکاة ما مضی. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۰، ۱۱ کتاب الزکاة) وفی الہندیۃ: واما سائر الديون المقربھا... ووسط... اذا قبض مائین زکی لما مضی فی رواية الاصل وقوی..... اذا قبض اربعین زکی لما مضی. (فتاویٰ عالمگیری ۱: ۵۷ کتاب الزکاة باب الاول) ﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: واعلم ان الديون عند الامام ثلاثة قوی ومتوسط وضعیف فتجب زکاتها اذا تم نصابا وحال الحال لکن لا فورا بل عند قبض اربعین درهما من الدين القوی كقرض وبدل مال التجارة فکلما قبض اربعین درهما يلزمه.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۸ باب زکاة المال)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: واقتراضها عمری ای علی التراخی وصححه الباقانی وغيره وقيل فوری ای واجب علی الفور وعليه الفتوی.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۴ کتاب الزکاة)

نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وہوالموفق

مسجد فنڈ سے تجارت کرنا اور اس میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے پاس مسجد کا فنڈ ہے وہ بوقت ضرورت مسجد میں خرچ کرتا رہتا ہے اب اس رقم سے تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور حوالان حول کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: احسان طوروی / مولوی نور احمد نانک ۲۸/۲/۱۹۸۴ء

الجواب: چندہ دہندگان یا ان کے معتمد علیہ کی اجازت سے اس رقم سے تجارت کرنا جائز ہے اور اگر یہ رقم متولی کو نہ دی گئی ہو تو یہ رقم چندہ دہندگان کی ملکیت سے خارج نہیں ہوئی ہے اور چندہ دہندگان کی حیثیت کو دیکھا جائے گا اگر وہ اغنیاء ہوں تو اس مال کے موقوف نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ ان کے ذمہ واجب الادا ہوگی ورنہ نہیں ﴿۲﴾۔ وہوالموفق

﴿۱﴾ قال الحصکفی: لا زکاة فی مال الضمار وهو مالا يمكن الانتفاع به مع بقاء الملك. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۴: ۱۰ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ شاہ اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ نے امداد الفتاویٰ ۲: ۵۹۵ کتاب الوقف میں لکھا ہے: چندہ اہل چندہ کی ملک سے خارج نہیں ہوا ہے اس لئے ان لوگوں سے اجازت لینا ضروری ہے البتہ جو دینے والے مجہول یا مفقود ہوں ان کے حصہ کی نسبت کی موافق دوسری مسجد میں صرف کر دینا جائز ہے (سوال: ۷۲۲)

اسی طرح ۲: ۵۷۲ (سوال: ۶۹۵) میں چندہ کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ وقف نہیں معطیین کا مملوک ہے اگر اہل چندہ صراحۃً یا دلالۃً انعام دینے پر رضامند ہوں درست ہے ورنہ درست نہیں۔ انتہی

پس اس سے معلوم ہوا کہ مسجد فنڈ خرچ ہونے سے پہلے وقف عرفی ہوتا ہے شرعی نہیں ہوتا، ہدایہ میں ہے: قال ابو حنیفۃ لا یزول ملک الواقف عن الوقف الا ان یحکم به الحاکم او یعلقہ بموتہ فیقول اذ امت فقد وقفت داری علی کذا وقال ابو یوسف یزول ملکہ بمجرد القول وقال محمد لا یزول حتی یجعل للوقف متولیا ویسلمہ الیہ، قال ابن الہمام: بعد ذلک القول وبہ اخذ مشائخ بخاری. (ہدایہ مع فتح القدیر ۵: ۴۱۸ کتاب الوقف)

باب زکوٰۃ السوائم

بھیڑ بکریوں کا نصاب اور زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چار بھائی ہیں دو شادی شدہ اور دو غیر شادی شدہ جبکہ ہم سب کی مالیت ایک سو ستر بھینٹ بکریاں ہیں اب سوال یہ ہے کہ کیا ہم پر عید کی قربانی واجب ہے اور کیا ہم سارے مویشی کی زکوٰۃ ادا کریں گے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حسن خان متعلم بحر العلوم کوئٹہ..... ۱۳/ شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: چونکہ چالیس بکریاں نصاب شرعی ہے اور عارضی تقسیم کے وقت آپ میں سے ہر ایک برادر صاحب نصاب ہے لہذا آپ تمام برادران پر زکوٰۃ اور قربانی واجب ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

نصاب سے کم بھینٹ بکریوں میں زکوٰۃ نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس بیس بھینٹ بکریاں تھیں، دو سال بعد اس سے بیس حمال پیدا ہوئے اب جبکہ اس بیس عدد پر سال گزر چکا ہے تو اس میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: نامعلوم..... ۱۳/ ۷/ ۱۴۰۱ھ

الجواب: لا يجب على هذا الرجل الزکوٰۃ لعدم کمال النصاب فی الابتداء ﴿۱﴾ وفي الهندية: فاذا كانت اربعين سائمة وحال عليها الحول ففيها شاة الى مائة وعشرين.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۷۸ الفصل الرابع فی زکاة الغنم الباب الثاني فی صدقة السوائم)

نعم اذا كانت اربعين عند الابتداء وصارت مائة وثلثين عند حولان الحول فيجب فيه الشاتان ﴿١﴾. وهو الموفق

بھیڑ اور بکریوں کے مشترکہ نصاب کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے بیس ضان ہیں اور بیس حملان ہیں لیکن ضان پر سال گزر گیا ہے اور حملان پر صرف پانچ دن گزر گئے ہیں تو اس میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: باران خان طالب علم... ۱۹/ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: بھیر بکریوں کا نصاب چالیس ہیں کما صرحوا بہ، اور اس صورت میں نصاب پر حولان حول نہیں ہوا ہے نہ قصد اور نہ تبعاً پس اس میں زکوٰۃ نہیں ہے، بخلاف ما اذا ولدت الاربعون شاة تسعين حملا في وسط الحول فتجب فيها الشاتان لوجود حولان الحول على الحملان تبعاً ﴿٢﴾. وهو الموفق

گائے اور بھینسوں کی زکوٰۃ پر چراہ گاہ کے کرایہ کا کوئی اثر نہیں پڑتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیوانات گائے بھینس وغیرہ میں

﴿١﴾ وفي الهندية: ليس في اقل من اربعين من الغنم السائمة صدقة. فاذا كانت اربعين سائمة وحال عليها الحول ففيها شاة الى مائة وعشرين فاذا زادت واحدة ففيها شاتان الى مائتين.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۷۸ الفصل الرابع في زكاة الغنم الباب الثاني في الصدقة السوائم)

﴿٢﴾ قال العلامة برهان الدين المرغيناني: ليس في اقل من اربعين من الغنم السائمة صدقة فاذا كانت اربعين سائمة وحال عليها الحول ففيها شاة الى مائة وعشرين، فاذا زادت واحدة ففيها شاتان الى مائتين فاذا زادت واحدة ففيها ثلاث والضان والمعز سواء لان لفظة الغنم شاملة لكل. (هدايہ علی صدر فتح القدیر ۲: ۱۳۵ فصل فی الغنم)

مثلاً سو سے زیادہ گائے بھینس ہیں جو سال کے اکثر حصہ میں دریائے کابل کے کنارے اور درمیانی جنگلات اور میدانوں میں چرتے ہیں لیکن یہ جنگل اور زمین ٹھیکہ پر لئے ہوئے ہیں سالانہ گائے کے سو روپیہ اور بھینس کے دو سو روپیہ دیتے ہیں کیا اس ٹھیکہ شدہ زمین میں چرنے والے حیوانات پر بھی صدقہ و زکوٰۃ لازم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: حاجی زمان خان سرحد ٹیکسٹائل ملز نوشہرہ..... ۱۹۷۵ء/۱۰/۱۴

الجواب: یہ بھینس سائمنہ ہیں ان میں زکوٰۃ باقاعدہ واجب ہے اور ٹھیکہ دار کو اس مخصوص رقم دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کما فی الدر المختار، و شرعاً المكتفیه بالرعی المباح ذکرہ الشمنی فی اکثر العام لقصد الدر والنسل (۲: ۲۰) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

بھیڑ بکریوں کی زکوٰۃ میں معیت فی الرعی شرط نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس چالیس بھیر بکریاں ہیں جو کہ ایک نوکر چراتے ہیں اور ان بھیروں کے چالیس بچے ہیں جو دوسرا شخص چراتے ہیں اب اس پر سال گزر گیا ہے بعض علماء کا موقف ہے کہ ان بچوں میں جداگانہ زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ اس میں معیت فی الرعی شرط ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اعتبار ملکیت کو ہے لہذا دونوں میں زکوٰۃ فرض ہے ان میں کون سا مذہب مفتی بہ ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: ملنگ غزنوی..... ۲۰/ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ

الجواب: ہمارے ائمہ کے نزدیک جدا جدا چرانے والے ایک جگہ اکٹھے چرنا برابر ہیں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۶ باب السائمة)

﴿۲﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلي: ان يحول عليها حول كامل في ملك صاحبها بان يمضي على تملكها عام كامل من بدء الملكية، ويبقى الملك فيها جميع الحول، فلو لم يمض الحول في ملكه، لم تجب عليه الزكاة الخ. الفقه..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

اجارہ پردی گئی بھینڑ بکریوں میں زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علما و دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بھینڑ بکریاں ایک مزدور کو تین سال کیلئے دی ہیں اسی دوران یہ بھینڑ بکریاں زیادہ ہو گئیں پھر مالک نے مزدور کو کہا کہ چونکہ یہ بھینڑ بکریاں اب ہمارے درمیان نصف پر ہیں اسلئے تقسیم کے بعد ہم اپنے اپنے حصے سے زکوٰۃ ادا کریں گے لیکن مزدور نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا کہ زکوٰۃ آپ ہی ادا کریں اب یہ زکوٰۃ مزدور ادا کرے گا یا مالک؟ بینواتوجروا

المستفتی: حاجی سادہ گل باز و خیل ژوب بلوچستان ۹/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس سورت میں یہ اجارہ فاسد ہے یہ مزدور نہ کسی بھینڑ بکری کا مالک ہے اور نہ اس پر زکوٰۃ ہے البتہ مزدور کو اجر مثل دی جائے گی اور مصالحت اس طرح بھی ہو سکتی ہے (ماخوذ از ہدایہ) (۱) شامی (۲)۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الاسلامی وادلہ ۳: ۱۹۱۶ زکاة الحيوان او الانعام

قال العلامة ابن عابدين: (قوله بالرعى) ... لو اطلق الكلا على المنفصل ولقائل منعه بل ظاهر قول المغرب الكلا هو كل مارعته الدواب من الرطب واليابس يفيد اختصاصه بالقائم في معدنه ولم تكن به سائمة لانه ملكه بالحوز فتدبر قلت لكن في القاموس الكلا كجبل العشب رطبه ويابسه فلم يقيد بالمرعى. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۶ باب السائمة)

(۱) قال العلامة برهان الدين المرغيناني: ومن دفع الى حائك غزلا لينسجه بالنصف فله اجر مثله وكذا اذا استاجر حمرا يحمل طعاما بقفيز منه فالاجارة فاسدة.

(الهداية على صدر فتح القدير ۸: ۴۹ باب الاجارة الفاسدة)

(۲) قال العلامة الحصكفي: ولو دفع غزلا لآخر لينسجه له بنصفه اى بنصف الغزل او استاجر بغلا ليحمل طعامه ببعضه او ثور يطحن ... فسدت في الكل، قال ابن عابدين: (قوله فسدت في الكل) ويجب اجر المثل لا يجاوز به المسمى.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ۵: ۳۹: ۴۰ باب الاجارة الفاسدة)

زکوة میں جانور دینے کی بجائے قیمت دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے جانوروں کی زکوة میں ایک جانور کو متعین کیا بعد میں اس میں تاخیر ہوئی اور ابھی اس کی قیمت ساٹھ روپے مقرر ہوئی وہ کوئی چیز زکوة میں ادا کر دے گا؟ بینواتو جروا

المستفتی: فضل الدین محترم دارالعلوم حقانیہ..... ۸/۱۰/۳۱

الجواب: اس شخص پر شاقہ یا قیمت شاہ واجب ہے ﴿۱﴾ وہ قیمت جو بعد میں ہو اور اس حکم میں تغیر نہیں ہوتا ہے گویا کہ موجودہ قیمت ساٹھ روپے ادا کرے گا ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: ويجوز دفع القيمة في الزكاة والكفارة وصدقة الفطر والعشر والنذر. (البحر الرائق ۲: ۲۲۱ فصل في الغنم كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالوا يوم الاداء وفي السوائم يوم الاداء اجماعاً وهو الاصح، قال ابن عابدين: اى كون المعبر في السوائم يوم الاداء اجماعاً وهو الاصح فانه ذكر في البدائع انه قيل ان المعبر عنده فيها يوم الوجوب وقيل يوم الاداء وفي المحيط يعتبر يوم الاداء بالاجماع وهو الاصح.

(الدر المختار مع رد المختار ۲: ۲۴ باب زكاة الغنم)



قال الله تعالى

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا
كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ.

.....(البقرة).....



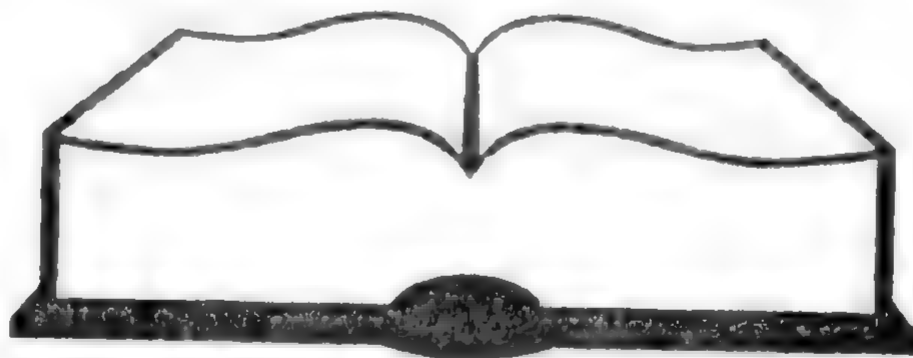
اللَّهُ

اللَّهُ

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروفہ

فتاویٰ فریدیہ جلد سوم

باب زکوٰۃ الزروع والثمار



باب زکوٰۃ الزروع والثمار (العشر)

عشر کے وجوب کیلئے غنا اور نصاب شرط نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) ہمارے علاقہ میں دریا بہتے ہیں جن سے لوگوں نے چھوٹے چھوٹے نہریں نکالی ہیں اور مفت میں زمینیں سیراب ہوتی ہیں اس میں عشر ہے یا نصف العشر؟ (۲) ایک آدمی انتہائی قرضدار ہے اور اس کا اتنا غلہ ہوتا ہے جو صرف روزمرہ خرچ کیلئے کافی ہوتا ہے کیا اس کی زمین کے حاصلات میں عشر واجب ہے؟ (۳) ہمارے علاقے میں دھقانی کارواج ہے اور دھقان پانچواں حصہ لیتا ہے جس سے سالانہ گزارہ مشکل سے ہوتا ہے کیا اس دھقان پر بھی عشر واجب ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: شیر بہادر برشور سوات..... ۲۲/۹/۱۹۷۵

الجواب: (۱) ایسی زمین کے حاصلات سے دسواں دینا واجب ہوتا ہے (درمختار) ﴿۱﴾۔
(۲) عشر کے وجوب کیلئے نہ غنا شرط ہے اور نہ کوئی نصاب لہذا اس شخص پر عشر واجب ہوگا (شامی) ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وتجب فی مسفی سماء ای مطر وسیح کنھر.

(ردالمحتار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۳، ۵۴ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله بلا شرط نصاب) وبقاء فیجب فیما دون النصاب بشرط ان یبلغ صاعا وقیل نصفه.

(ردالمحتار ۲: ۵۴ مطلب مهم فی حکم اراضی مصر والشام باب العشر)

ومثله فی الہندیۃ: ویجب العشر عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فی کل ما تخرجه

الارض. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۶ الباب السادس فی زکاة الزروع والثمار کتاب الزکاة)

(۳) مفتی بہ قول کی بنا پر یہ مزارع اپنے حصہ سے عشر ادا کرے گا (درمختار) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

مسلك حنفی کی رو سے زرعی پیداوار میں نصاب مقرر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشر کے وجوب کیلئے زرعی پیداوار میں کوئی نصاب مقرر ہے یا نہیں؟ اور کیا کوئی خاص مقدار یا قسم عشر سے مستثنیٰ ہے یا نہیں؟ نفی کی صورت میں حدیث بخاری عن ابی سعید الخدری کہ تمیں من سے کم غلہ یا کھجور میں عشر واجب نہیں اسی طرح روایت علی میں کہ ترکاریوں میں عشر واجب نہیں تو صریح طلب ہے؟ بینوا تو جروا
المستفتی: نا معلوم.....

الجواب: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عشر کیلئے کوئی نصاب مقرر نہیں ہے، لعموم قوله تعالى ولعموم الحديث ﴿۲﴾ واما حديث خمسة اوسق فمحمول على حالة التجارة او على ما يأخذه الامام، واما حديث ليس في الخضراوات صدقة فمعناه اي لا يأخذه العاشر ﴿۳﴾. وهو الموفق ﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وفي المزارعة ان كان البذر من رب الارض فعليه ولو من العامل فعليهما بالحصّة. (الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۶۱ باب العشر) ﴿۲﴾ قال العلامة الكاساني: ولا بى حنيفة عموم قوله تعالى: يا ايها الذين امنوا امنوا انفقوا من طيبات ما كسبتم ومما اخرجنا لكم من الارض (البقرة: ۲۶۷) وقوله عز وجل: وآتوا حقه يوم حصاده (البقرة: ۲۶۷) وقول النبي ﷺ: ما سقته السماء ففيه العشر وما سقى بغرب او دالية ففيه نصف العشر (اخرجه البخارى في صحيحه ۳: ۳۴۷ في الزكاة باب العشر فيما يسقى من ماء السماء عن عبد الله بن عمر مرفوعا بلفظ قريب منه) من غير فصل بين القليل والكثير ولان سبب الوجوب وهى الارض النامية بالخارج لا يوجب التفصيل بين القليل والكثير. (بدائع الصنائع ۲: ۱۸۰ باب العشر شرائط المحلية) ﴿۳﴾ قال المرغيناني: قال ابو حنيفة فى قليل ما اخرجته... (بقية حاشيه اگلے صفحہ پر)

عشر میوہ ہا میں ایک سال ذخیرہ ہونے کی شرط معتبر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ زمین کی پیداوار میں ایسی چیزیں جو ایک سال تک ذخیرہ نہیں ہوتیں مثلاً ٹماٹر، پالک سیب کے بعض اقسام اس میں عشر نہیں ہے بلکہ چالیسواں ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: فضل الرحمن راولپنڈی . ۲۵/۸/۱۹۷۵

(بقیہ حاشیہ) الارض وکثیرہ العشر ... ولابی حنیفة قوله عليه السلام ما اخرجت الارض
ففيه العشر من غير فصل وتاويل ما روياه زكاة التجارة لانهم كانوا يتبائعون بالاوساق وقيمة
الوسق اربعون درهما ... وله ما روينا ومرويهما محمول على صدقة يأخذها العاشر. وقال
ابن الهمام: ما اخرجت الارض ففيه العشر اخرج البخارى عنه عليه السلام فيما سقت
السماء والعيون او كان عثريا العشر وفيما سقى بالنضح نصف العشر وروى مسلم عنه عليه
السلام فيما سقت الانهار والغيم العشر وفيما سقى بالسانية نصف العشر وفيه من الآثار ايضا
ما اخرج عبد الرزاق اخبرنا معمر عن سماك بن الفضل عن عمر بن عبد العزيز قال فيما
انبتت من قليل وكثير العشر واخرج نحوه عن مجاهد وعن ابراهيم النخعي واخرجه ابن ابي
شيبه ايضا عن عمر بن العزيز ومجاهد وعن النخعي وزاد في حديث النخعي حتى في كل
عشر دستجات بقل دستجة والحاصل انه تعارض عام وخاص فمن يقدم الخاص مطلقا
كالشافعي قال بموجب حديث الاوساق ومن يقدم العام او يقول يتعارضان وبطلب الترجيح
ان لم يعرف التاريخ وان عرف فالمتاخر ناسخ وان كان العام كقولنا يجب ان يقول بموجب
هذا العام هنا لانه لما تعارض مع حديث الاوساق في الايجاب فيما دون الخمسة الاوسق
كان الايجاب اولي للاحتياط فمن تم له المطلوب في نفس الاصل الخلاف في تم له هنا ولو
لاخشية الخروج عن الغرض لاظهرنا صحته اى اظهار مستعينا بالله تعالى واذا كان كذلك
فهذا البحث يتم على الصاحبين لا التزامهما الاصل المذكور وما ذكره المصنف من حمل
مرويهما على زكاة التجارة طريقة الجمع بين الحديثين (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان تمام ہزیوں وغیرہ میں عشر یا نصف العشر واجب ہے، ان کے نزدیک ایک سال باقی رہنا شرط نہیں ہے، لعموم حدیث البخاری ای فیما سقته السماء الحدیث ﴿۱﴾ واما الحدیث لیس فی الخضر اوات صدقة فمحمول علی ما یاخذہ العامل ﴿۲﴾ وفی الدر المختار: وبلا شرط بقاء و حولان حول. (ہامش ردالمحتار ۲: ۶۷) ﴿۳﴾ وهو الموفق

پاکستانی زمینیں عشری ہیں خراجی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستانی اور بالخصوص پشاور و مردان کی آباد شدہ اراضی کا اطلاق عشری زمین پر ہوتا ہے یا خراجی زمین پر جواب سے مطمئن فرما کر (بقیہ حاشیہ) قیل و لفظ الصدقة يشعر به فان المعروف فی الواجب فیما اخرجت اسم العشر لا الصدقة بخلاف الزکاة.

(فتح القدير مع الهداية ۲: ۱۸۷، ۱۸۸ باب زکاة الزروع والثمار)

﴿۱﴾ (الصحيح البخاری ۱: ۲۰۱ باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری کتاب الزکاة) ﴿۲﴾ وفی المنهاج: قوله فقال لیس فیها شیء: قال ابو یوسف ومحمد لا عشر فی الخضر اوات ای فیما لا یبقی سنة من غیر معالجة، وقال ابو حنیفة یجب فیها العشر ونصف العشر وحجته عموم قوله تعالى انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض وعموم حدیث الباب الآتی، ویؤیدہ ما رواہ ابن ابی شیبہ عن عمر بن عبد العزیز قال فیما انتبت الارض من قلیل او کثیر العشر، والجواب عن حدیث الباب انه علی تقدیر ثبوته محمول علی ما یاخذہ العاشر کما فی الهدایة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۳: ۱۵۲ باب زکاة الخضر اوات)

﴿۳﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۳ باب العشر)

مشکور و ممنون فرمائیں "بیسواتو جروا"

المستفتی: مولوی عبدالرحمن لونڈ خوز مردان

الجواب: ان علاقوں کی بارانی زمینیں نیز وہ نہری زمینیں جن کی نہریں مسلمانوں نے بنائی ہوں یہ بلا شک وشبہ عشری ہیں اور وہ نہریں جو فرنگیوں نے بنائی ہوں تو اس میں بھی عشری ہونے کا حکم صحیح اور رائج ہے کیونکہ انگریز حکومت سے پہلے یہ زمینیں عشری تھیں، اور پھر فرنگیوں نے جو نہریں وغیرہ بنائی تھیں تو یہ انہار وغیرہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں علی طریق المن والفی داخل ہوئی ہیں نہ کہ مسلمانوں نے زور اور غلبہ سے لی ہیں لہذا یہ خراجی نہ ہوں گے، قال العلامة الشامی ۵۴: ۲ والحاصل ان ماء الخراج ما كان للكفرة يد عليه ثم حویناه قهراً وما سواه عشری لعدم ثبوت اليد عليه فلم یکن غنیمۃ ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

زمین وقف کے عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زمین موقوفہ کے حاصلات

میں عشر ہے یا نہیں؟ بیسواتو جروا

المستفتی: اعلیٰ محمد بلوچستان ۲۶/۲/محررم ۱۴۰۳ھ

الجواب: زمین موقوفہ کے حاصلات سے عشر دیا جائے گا ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار ہامش الدر المختار ۵۷: ۲ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ویجب مع الدین وفي ارض صغیر ومجنون ومکاتب وماذون ووقف، قال العلامة ابن عابدین: (قوله ووقف) افاد ان ملک الارض لیس بشرط لوجوب العشر وانما الشرط ملک الخارج لانه یحب فی الخارج لافی الارض فکان ملکہ لها وعدمه سواء (الدر المختار مع ہامش ردالمحتار ۵۴: ۲ باب العشر)

ائمہ مساجد کو دی گئی سیری میں عشر واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ائمہ مساجد کو قوم نے جو سیری

(زمین) دی ہے اس کی پیداوار میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ بیسوا تو حروا

المستفتی محمد ابراہیم کنڈوبالا تیرگرہ دیر ۱۹۸۹ء/۳/۲۷

الجواب: جو سیری (زمین) ائمہ مساجد کو دی گئی تھی تو ائمہ مساجد اس کے ملاک ہیں باقاعدہ اس کی

پیداوار سے عشر دینا ضروری ہے ﴿۱﴾ اور یہ زمین نہ وقف ہے اور نہ عاریت بلکہ عمری جیسا ہے۔ وہو الموفق

راہن شدہ زمین کا عشر اور زر رہن میں زکوۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں لوگ زمین رہن

کرتے ہیں اب اس مرہونہ زمین کی آمدنی کا عشر راہن ادا کرے گا یا مرہن اور کیا یہ نفع راہن مرہن کیلئے جائز ہے یا

نہیں؟ اور وہ روپیہ جو مرہونہ کے عوض لئے گئے ہیں اس کی زکوۃ راہن ادا کرے گا یا مرہن؟ بیسوا تو حروا

المستفتی غلام حسن شاہ ۱۹۷۷ء/۹/۲

الجواب: عشر مرہن پر ہے، لانہ مالک الغلة ﴿۲﴾ اور زر رہن کی زکوۃ بھی اس پر

واجب ہے، لانہ دین قوی ﴿۳﴾ اور مرہونہ سے انتفاع لینا مکروہ تحریمی ہے خواہ معروف ہو یا مشروط

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: وكذا ملك الارض ليس بشرط للوجوب لوجوبه في الارض

الموقوفة. (البحر الرائق ۲/۲۳۷ باب العشر)

﴿۲﴾ وفي الهدية. اذا كان الرهن ارضا فاذن له في زرعها او سحرا او كرما فباح له تمارها

او بهيمه فباح له سرب البانها فالحبله فيه ان يبيع له ذلك على انه متى بها عن ذلك فهو

مادون له في ذلك ادبا مسانعا كذا في حرايه المفتين.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۵/۳۶۷ تصرف الراہن والمرہن فی المرہون)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي واعلم ان الديون عند الامام (بفيه حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(شامی) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

باغات میں عشر کا مسئلہ اور امام ابو یوسف کے قول کی تشریح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے کی نشیبی زمینوں میں سیب، انار، انگور، خرمائی وغیرہ کے باغات ہیں اور بعض زمینوں پر آلو کاشت کیا جاتا ہے مذکورہ میوہ جات اور آلو وغیرہ متفع ہونے کے بعد اور پختہ ہونے سے قبل فروخت کئے جاتے ہیں اتنی عالی قیمت پر بیچے جاتے ہیں مثلاً ایک باغ دس ہزار پر خرید تو مشتری کو پانچ سو سے لیکر آٹھ سو تک منافع رہ جاتا ہے اب ایک عالم نے فتویٰ دیا ہے کہ عشر مشتری پر ہے جس کی وجہ سے اصل مالکان نے عشر دینا چھوڑ دیا ہے اور مشتری کہتے ہیں کہ واہ جناب: جیب تو بائع بھر دے اور میں راس المال اور نفع دونوں سے عشر ادا کروں؟ گزارش یہ ہے کہ آنجناب تعمق علمی سے تغیر زمان کو مد نظر رکھ کر رہنمائی فرمادیں، نیز امداد الفتاویٰ ۵۰:۲ میں امام ابو یوسف کے مذہب کو اعدل کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عشر دونوں پر ہے لیکن ابو یوسف کے مذہب کی تشریح ناقل نے غلط کی ہے لہذا مولانا موصوف کے فتویٰ کی وضاحت کی جائے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولانا نور محمد وانا جنوبی وزیرستان..... جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ

الجواب: صورت مسئلہ میں عشر بائع پر ہے، لما فی الدر المختار: ولو باع الزرع

ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتري ولو بعده فعلى البائع انتهى وفي رد المحتار ۲: ۷۴

(بقیہ حاشیہ) ثلاثة قوى ومتوسط وضعيف فتجب زكاتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لا

فورا بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۸ باب زکاة المال)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: والغالب من احوال الناس انهم انما يريدون عند الدفع

الانتفاع ولو لاه لما اعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف كالمشروط وهو مما

يعين المنع. (رد المحتار هامش الدر المختار ۵: ۳۲۳ کتاب الرهن)

وعند ابی یوسف عشر قيمة الفصل على البائع والباقي على المشتري ﴿١﴾ یعنی خریدتے وقت یہ معلوم کیا جائے گا کہ اس وقت کیا قیمت ہے اور حصاد (کٹائی) کے وقت کتنی قیمت ہے مثلاً خریدتے وقت ایک ہزار روپیہ ہے اور حصاد کے وقت تین ہزار ہے تو ایک ہزار کا عشر بائع ادا کرے گا اور دو ہزار کا مشتری ادا کرے گا۔ وہو الموفق

عشر کے بارے میں امام ابو یوسف کے قول پر دوبارہ استفسار

سوال: جناب مفتی صاحب جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! عشر کے بارے میں ارسال شدہ فتویٰ ملا، جزاکم اللہ ذیل کے چند جزئیات کے بارے میں رہنمائی فرما کر اجر دارین حاصل کریں۔

(۱) وقت الوجوب متى هو فعند ابی حنیفة عند ظهور الثمرة وعند ابی یوسف وقت الادراك وعند محمد وقت القضية وعنده يجب عشر ما اكل او اطعم . (فتح القدير ۲: ۴۳۷). (۲) وفي البحر ان استهلكه غير المالك اخذ الضمان منه وادی عشره . (بحر الرائق ۲: ۲۳۷). (۳) لو غصب ارضاً عشرية فزرعها ان نقصتها الزراعة كان العشر على صاحب الارض لانه يأخذ ضمان نقصانها فيكون بمنزلة نمائها عند ابی حنیفة . (فتح ۲: ۸). (۴) اما طريق ابی حنیفة فهو ان الواجب اداء جزء من النصاب من حيث المعنى وهو المالية واداء القيمة مثل اداء الجزء من النصاب من حيث الزمان (بدائع الصنائع ۲: ۲۶۷) یاد رہے کہ یہ بدائع کا جزئیہ زکوٰۃ کے ساتھ خاص نہیں عشر کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ ہدایہ کے دفع القیم میں اس پر تصریح ہے نیز بدائع ۲: ۶۳ پر تصریح ہے۔ (۵) قاعدہ فقہیہ: للبدل حکم مبدل منه.

بالا جزئیات سے واضح ہوا کہ سبب وجوب عشر بائع کے حق میں متحقق ہوا خواہ بیع قبل الادراک ہو یا

بعد الادراک، خاص کر جزئیہ ۴ جس میں قیمت کو معنی ما حرج کہا ہے، اب بائع کے بری الذمہ ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) اداء ما وجب کرے۔ (۲) محل وجوب عشر عند البائع فوت ہو جائے۔ یہی ثانی وجہ ہے کہ مسئلہ بیع القصیل قبل الادراک ثم نرکہ باذن البائع الی وقت الادراک میں بائع کو عشر سے بری کیا ہے کہ اس صورت میں محل وجوب عشر بدل گیا اور جب محل فوت ہوا تو ما وجب بھی ساقط ہوا۔

ففي العناية: فان قيل ينبغي ان يجب العشر في التبن لانه كان واجبا وقت كون الزرع قصيلا والتبن هو القصيل ذاتا الا انه زادت فيه اليوسة وبها لا يتغير الواجب، اجيب: بانه لا يجب العشر في التبن لان العشر كان واجبا قبل ادراك الزرع في الساق حتى لو فصله وجب العشر في القصيل فاذا ادرك تحول من الساق الى الحب كما تحول الخراج من المكنة عند التعطيل الى الخراج. (عناية على هامش فتح القدير ۵: ۲) عناية کے سوال و جواب سے مسئلہ قصیل کا اصل مذہب ابو حنیفہ سے خاص ہونے کی وجہ سے صاف ظاہر ہوا نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ تبدل ذات محل عشر سے عشر ساقط ہو جاتا ہے تبدل وصف سے نہیں اور مسئلہ شمار میں ذات محل عشر (جو کہ سبب ہے مثلاً) نہیں بدلا، بلکہ صفت بدل گئی جو کہ کچا ہونے سے پختہ ہونے کی طرف ہر سبب منتقل ہوا، نیز علامہ شامی نے مدار تحول عشر من ذمة الى ذمة کیلئے ضرور واضح اصل رکھا ہے، قوله: والعشر على الموجد عنده وقالوا على المستاجر الخ، آگے لکھتا ہے فان امکن اخذ الاجرة كاملة يفتى بقول الامام والا بقولهما لما يلزم عليه من الضرر الواضح الذي لا يقول به احد، (رد المحتار ۲: ۶۰) اسی مدار تحول کو مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے امداد الفتاویٰ جلد دوم پر زیادہ واضح کیا ہے اب مسئلہ مذکورہ میں التزام ضرر علی المستری کی وجہ سے اگر ابو یوسف کے مذہب پر فتویٰ دیا جائے تو کوئی حرج ہو گا یا نہیں "مینو" ترجمہ کروا

المستثنى مولانا نور محمد جامع مسجد امانہ جنوبی وزیرستان

الجواب: واضح رہے کہ یہاں دو الگ الگ مسائل ہیں اول یہ کہ عشر کا جو ب کس وقت ہوتا ہے؟ تو اس میں ہمارے ائمہ مختلف ہیں، فلیراجع الی رد المحتار ۲: ۷۲۰ ۱۰۱۰ والبدائع ۲: ۶۳۰ ۲۰۰ وفتح القدیر ۲: ۳۰۰ ۳۰۰، اور دوسرا یہ کہ عشر بائع پر ہے یا مشتری پر؟ تو یہ بھی مختلف فیہا ہے، قالہ فی البدائع ۲: ۵۷۰، ولو باع الارض العشریة وفيہا زرع قد ادرك مع زرعہا او باع الزرع خاصة فعشرہ علی البائع لانه باعہ بعد وجوب العشر وتقررہ بالادراک (هو وقت الوجوب عند ابی حنیفہ) ولو باعہا والزرع بقل فان قصله المشتري للحال فعشرہ علی البائع ايضا لتقرر الوجوب فی البقل بالفصل وان تركہ حتی ادرك فعشرہ علی المشتري فی قول ابی حنیفہ ومحمد لتحول الوجوب من الساق الی الحب، وروی عن ابی یوسف انه قال عتق قدر البقل علی البائع وعشر الزیادة ﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله ویؤخذ العشر) قال فی الجوہرۃ واختلفوا فی وقت العشر فی الثمار والزروع فقال ابو حنیفہ وزفر یجب عند ظهور الثمرۃ وقال ابو یوسف عند استحقاق الحصاد وقال محمد اذا حصدت وصارت فی الجریں

(رد المحتار ہامش الدر المختار ۵۸۰۲ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الکاسانی: واما وقت الوجوب فوقہ وقت خروج الزرع وظهور الثمر عند ابی حنیفہ وعند ابی یوسف وقت الادراک وعند محمد وقت التنقیۃ والجذاذ فانه قال اذا کان الثمر قد حصد فی الحظیرۃ وذری البر، وکان خمسۃ اوسق ثم ذهب بعضہ کان فی الذی بقی منہ العشر فهذا یدل علی ان وقت الوجوب عدہ هو وقت التصفیۃ فی الزرع ووقت الجذاذ فی الثمر. (بدائع الصانع ۲: ۱۸۶ فصل واما وقت الوجوب کتاب الرکاة) ﴿۳﴾ قال العلامة ابن الہمام فعند ابی حنیفہ عند ظهور الثمرۃ فلا یكون تعجیلا وعند ابی یوسف وقت الادراک وعند محمد عند تصفیۃ وحصولہ فی الحظیرۃ (فتح القدیر ۲: ۱۸۹ باب رکاة الزروع والثمار)

على المشتري وكذلك حكم الثمار على هذا التفصيل ﴿١﴾، لهذا صورت مسئلہ میں طرفین کے قول پر فتویٰ دینا اور یا شیخ ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دینا کسی بھی قول پر ہمارا اعتراض نہیں ہے باقی آپ کے حوالہ جات جو ہیں تو حوالہ اولیٰ کا صورت مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ الگ الگ مسائل ہیں، اور دوم وسوم و چہارم و پنجم کا جواب یہ ہے کہ باوجود صریح جزئیہ کے استنباط کرنا بے قاعدہ ہے۔ وهو الموفق

عشر میں زمانہ وجوب کی قیمت معتبر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس زکوٰۃ کا دس من چنا ہے عشر ادا کرنے سے پہلے بوجہ مہنگا ہونے تمام چنوں کا سودا کیا مثلاً جنوری ۱۹۷۵ء میں اسی روپیہ فی من کے حساب سے تمام چنے فروخت کئے اور عشر ادا نہیں کیا حتیٰ کہ منی کے مہینہ میں چنوں کی قیمت چالیس روپیہ فی من ہو گیا اب اگر صاحب نصاب اول قیمت کے وقت عشر دیتا تو فقیر کیلئے زیادہ فائدہ ہوتا اب اگر دوسری قیمت کے حساب سے عشر دیتا ہے تو پہلے جیسا فائدہ فقیر کو نہیں اب مسئلہ یہ ہے کہ از روئے شرع ان دونوں قیمتوں میں کوئی قیمت زکوٰۃ میں دینا معتبر ہے؟ بینوا تو جو روا

المستفتی: نا معلوم۔ ۸/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: اس شخص پر ضروری ہے کہ ایک من چنا دے دیں اور یا زمانہ وجوب کے نرخ کا اعتبار کرے، كما في الدر المختار وتعتبر القيمة يوم الوجوب (هامش رد المحتار ۳۰: ۲) ﴿۲﴾ وبمعناه في سائر الفتاوى ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۱۷۵ فصل في الخراج والعشر كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ (الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۲۳ باب زكاة الغنم)

﴿۳﴾ وفي الهندية: وان ادى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب.

(فتاوى عالمگیریہ ۱: ۱۸۰ الفصل الثاني في العروض)

عشر میں جنس کی قیمت دینے کی صورت میں مقامی نرخ معتبر ہے نہ کہ سرکاری

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملاکنڈ ڈویژن میں حکومت نے عشری نظام حال ہی میں ختم کیا ہے اب بعض لوگ جنس کی صورت میں ادائیگی کرتے ہیں اور بعض قیمت کی صورت میں لیکن قیمت کی صورت میں علماء مختلف ہو چکے ہیں بعض کہتے ہیں کہ سرکاری نرخ معتبر ہے کیونکہ یہ نرخ مستمر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہر بڑے گاؤں کی دوکانوں میں جو نرخ مقرر ہو اس کے حساب سے دیا کریں کیونکہ یہ عرفی نرخ ہے اب مطلوب یہ ہے کہ سرکاری اور عرفی نرخ میں کونسا معتبر ہے، نیز ادائیگی جنس اور قیمت میں کونسی چیز معتبر ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا عبید اللہ چترالی (شہید)..... ۱۲/۱۲/۱۹۷۲

الجواب: صورت مسئلہ میں بہتر یہ ہے کہ جنس دی جائے اور قیمت دینے کی صورت میں مقامی نرخ معتبر ہوگا، نہ کہ سرکاری، لان تسعیر الحاکم غیر معتبر ولذا قالوا ان الحاکم لا یسعر وانهم قالوا: ویقوم فی البلد الذی المال فیہ ولو فی مفازة ففی اقرب الامصار الیہ (ہامش الرد ۲: ۳۵) ﴿۱﴾. وهو الموفق

عشری زمین سے خراج لینے کی صورت میں ذمہ فارغ نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومت لوگوں سے خراج وصول کرتی ہے خواہ زمین خراجی ہو یا عشری، اور بعض لوگ اپنی زمینوں سے عشر اسلئے نہیں دیتے کہ حکومت خراج لیتی ہے حالانکہ ہماری زمینیں عشری ہیں، اور حکومت بھی مسلمانوں کی ہے تو کیا عشر ادا نہیں کرنا چاہئے؟ بینواتو جروا

المستفتی: اعلیٰ مرجان کوہاٹ ۹/۸/۱۹۷۳

الجواب: عشری زمین کے حاصلات سے عشر دینا ضروری ہے خراج دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے، کما فی رد المحتار ۳: ۳۶۵ و کذا لو كانت عشرية لا يؤخذ منها خراج ﴿۱﴾ قلب فالاجماع جهل وظلم وهو الموفق

بہن کے حصہ زمین پر غاصب بھائی اس بہن کو عشر دے سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس بہن کو والد کی جائیداد میں میراث کا حصہ نہیں دیا گیا ہو اور ہمارے ہاں زمانہ قدیم سے عورتوں کو میراث نہیں دی جاتی ساری کی ساری زمین بھائیوں کے پاس ہوتی ہے تو اس صورت میں یہ بھائی اس زمین کا عشر اس غریب بہن کو دے سکتا ہے یا نہیں "یسوانو حروا"

المستفتی عبد اللہ کیمپوری ۳/۷/۱۹۷۵

الجواب: چونکہ حاصلات بھائی (غاصب) کے مملوکہ ہیں ﴿۲﴾ لہذا یہ بھائی ہمشیرہ کو عشر دے سکتا ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۳: ۲۸۹ باب العشر والخراج والجزية كتاب الجهاد)
﴿۲﴾ قال الشيخ محمد امين (قوله والا فالخراج للراعي الخ) اي ان لم يكن عرف في دفعها مزارعة ولا في قسم حصة معلومة يكون الراعي غاصباً فيكون الخارج له وقوله وعليه اجر مثل الارض مشكل ولا تفيد النقول المارة لانها حينئذ ليست مما اعد للاستغلال حتى يجب عليه الاجر بل الواجب عليه بقصانها الخ

(رد المحتار هامش الدر المختار ۵: ۱۳۷ مطلب زرع في ارض الغير يعتبر عرف القرية)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين. (قوله ولا الى من بينهما ولاد) وقيد بالولاد لجوازه لبقية الاقارب كالاخوة والاعمام والاخوان الفقراء بل هم اولى لانه صلة وصدقة.

(رد المحتار ۲: ۶۹ باب المصروف)

افغان مجاہدین عشر لے سکتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ افغان مجاہدین اراضی افغانستان کا عشر بزور یا برضا لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: عبد اللہ مجاہد فاضل حقانیہ ۲۸/ جمادی الثانی ۱۴۰۴ھ

الجواب: جاز اخذ العشر للمجاهدين بشرط صرفها في المصارف الشرعية والوجه فيه انهم ليسوا بالادنى عن البغاة ﴿۱﴾. وهو الموفق

شراب، تمباکو، افیون اور بیج میں عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حرام اشیاء مثلاً شراب، تمباکو، افیون اور بیج میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو اس کے جنس سے عشر دیا جائے گا یا قیمت میں سے؟ بینواتوجروا
المستفتی: محمد غنی سنگو لئے دیر ۱۹/۷/۱۹۷۹

الجواب: شراب میں عشر واجب نہیں، تمباکو اور افیون میں واجب ہے ﴿۲﴾ خواہ جنس دے دیں یا ﴿۱﴾ قال الحصکفی: اخذ البغاة والاسلاطین الجائرة زکاة الاموال الظاهرة کالسوائم والعشر والخراج لا اعادة على اربابها ان صرف الماحود في محله الاثنی ذکره والایصرف فيه فعليهم فيما بينهم وبين الله.

(الدرا المختار علی هامش رد المحتار ۲/۲۶۱ قبیل مطلب فی مالو صادر السلطان رجلاً الخ)
﴿۲﴾ وفي الهندية ويجب العشر عند ابی حنیفة رحمه الله تعالى في كل ما تخرجه الارض من الحنطة والشعير والدحن والارر واصناف الحبوب والبقول والرياحين والاوراد والرطاب وقصب السكر والذريرة والبطيخ والقثاء والخيار والباذنجان والعصفر واشياء ذلك مما له ثمرة باقية او غير باقية قل او كثر. (فتاوی عالمگیریہ ۱: ۱۸۶ الباب السادس فی زکاة الزروع والثمار)

قیمت ﴿۱﴾ تمباکو کی کاشت مطلقاً جائز ہے ﴿۲﴾ اور افیون کی کاشت مذہبی کیلئے جائز ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

غیر مملوک جنگلات کی آمدنی اور عشر و زکوۃ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں جنگلات کی قیمت سے چار اخماس علاقہ کے لوگوں کو دی جاتی ہے اور ایک خمس حکومت وصول کرتی ہے کیا یہ ایک خمس قائم مقام زکوۃ و عشر ہے؟ یا اس کے علاوہ عشر ادا کیا جائے گا، نیز ٹھیکہ دار نور و پیہ فی فٹ ان علاقائی لوگوں کو دیتا ہے تو کیا عشر ٹھیکہ دار کے ذمہ واجب ہے یا علاقائی لوگوں پر؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عنایت الرحمن واشنگ آ لائی . . ۹ / رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: (۱) مباح اور غیر مملوک زمین کے خود رو درختوں میں عشر واجب نہیں ہے البتہ ان کی قیمت سے حوالان حول کے بعد باقاعدہ زکوۃ دی جائے گی، يدل على الحكم الاول ما في تنقيح الفتاوى ۱: ۱۰ وفي محيط السرخسي كل شيء يتبع الارض في البيع بغير شرط فلا عشر فيه لانه بمنزلة اجزاء الارض، وكل شيء لا يتبع الارض الا بشرط ففيه العشر كالحبوب والثمار ﴿۲﴾ وفي الخانية ولا يجب العشر في القنب والصنوبر والقصب

﴿۱﴾ قال الحصكفي: وجاز دفع القيمة في زكاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة.
(الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۲۴۴ باب زكاة الغنم)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: فانه لم يثبت اسكاره ولا تنقيده ولا اضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل في الاشياء الاباحية. (رد المحتار هامش الدر المختار ۵: ۳۲۶ كتاب الاشربة)
﴿۳﴾ وفي الشامية: (قوله ويحرم اكل البنج والحشيشة والافيون) وهو صريح في حرمة البنج والافيون لا للدواء وفي البزازية والتعليل ينادى بحرمة لا للدواء.

(فتاوى شاميه هامش الدر ۵: ۳۲۵ كتاب الاشربة)

﴿۳﴾ (تنقيح الفتاوى الحامديه ۱: ۱۰ باب الزكاة والعشر)

الفارسی و لو جعل ارضه مشجرة او مقصبة یقطعها ویبعتها فی کل سنة کان فیہ العشر (ہامش الہندیہ ۱: ۲۱۶) ﴿۱﴾. (۲) چونکہ یہ زمین مباح اور غیر مملوک ہے نیز یہ درخت خود رو ہیں لہذا ان کا مالک شرعی کٹائی کرنے والا یعنی مزدور ہے نہ کہ فروخت کنندگان اور ٹھیکہ دار یہ صرف قانونی امور ہیں ﴿۲﴾۔ وہو الموفق

مملوک اور غیر مملوک پہاڑ کے چلغوزوں میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں بڑے بڑے پہاڑ ہیں جن پر چلغوزی بھی ہیں یہ پہاڑ کسی کے مملوک ہو سکتے ہیں یا نہیں، اور یہ تقسیم پہاڑ قرعہ اندازی پر درست ہو سکتی ہے یا نہیں، نیز چلغوزہ کا یہ میوہ فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو زکوة و عشر کس کے ذمہ واجب ہوگا، بائع پر یا مشتری پر؟ بینواتوجروا
المستفتی: سید احمد جدرانی ۱۷/۱۲/۱۹۸۵

الجواب: پہاڑ دو قسم کے ہوتے ہیں مملوک اور غیر مملوک اور یہ تعین مقامی لوگ کر سکتے ہیں، پس مملوک پہاڑ کے درخت اور میوہ جات بھی مملوک ہوتے ہیں ان کی خرید و فروخت درست ہے اور قواعد کی رو سے ان درختوں میں عشر واجب نہیں ہے ہاں میوہ جات میں واجب ہوگا ﴿۳﴾ اور جب بیع و شراء میوہ جات

﴿۱﴾ (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ۱: ۲۷۶ فصل فی العشر کتاب الزکاة)
﴿۲﴾ قال العلامة ابن الہمام: ولا تجوز الشریکة فی الاحتطاب والاصطیاد وکذا الاحتشاس والتکدی وسؤال الناس وما اصطاده کل واحد منهما او احتطبه او اصابه من التکدی فهو له دون صاحبه وعلى هذا الاشتراک فی کل مباح کماخذ الحطب والثمار من الجبال کالجوز والتین والغسق وغيرها الخ. (فتح القدیر ۵: ۴۰۹ فصل فی الشریکة الفاسدة)
﴿۳﴾ قال العلامة برہان الدین: وما یوجد فی الجبال من العسل والثمار ففیہ العشر.
(ہدایہ علی صدر فتح القدیر ۲: ۱۹۳ باب زکاة الزروع والثمار)

کی پختگی سے قبل ہوا ہو تو عشر مشتری پر واجب ہوگا، ورنہ بائع پر واجب ہے ﴿۱﴾ اور غیر مملوک پہاڑ سے درخت اور میوہ جات اس شخص کے مملوک ہوں گے جس نے ان کو (کثائی وغیرہ) سے حاصل کئے ہوں، کما
هو الاصل فی المباحات ﴿۲﴾ اور عشر صرف میوہ جات میں صرف قابض پر واجب ہوتا ہے خواہ بائع
یا مشتری (ماخوذ از تنقیح الفتاویٰ ۱۰۱ و شرح السویر باب العشر) ﴿۳﴾ وهو الموفق

پہاڑی گھنگور میں عشر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پہاڑی علاقوں میں گھنگور
(پھل) پیدا ہوتا ہے یہ قدرتی پیداوار ہے اس کو لولی۔ پانی دیتا ہے اور حفاظت دیتا ہے لیکن لوگ اسے
پہاڑوں سے لا کر گندم یا روپیہ پر فروخت کرتے ہیں اس گھنگور میں عشر ہے یا نہیں اسو اسوجرو:

المستفتی: نامعلوم ۹/۶/۱۹۷۵

الجواب: چونکہ حکومت ان کی حمایت نہیں کرتی لہذا ان میں عشر واجب نہ ہوگا، کما فی
الدر المختار وبحب العشر فی تمرة جبل او مفارة ان حماہ الامام لانه مال مقصود لا ان
لم یحمہ لانه کالصيد (ہامش ردالمحتار ۲: ۶۶) ﴿۳﴾ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی ولو باع الرروع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتري ولو بعده
فعلى البائع. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۰ باب العشر)

﴿۲﴾ قال ابو البرکات عبد الله بن احمد النسفی: ولا تصح شركة فی احتطاب واصطیاد
واستقاء والكسب للعامل وعلیه اجر مثل مال للاحر الخ.

(کنز الدقائق علی هامش بحر الرائق ۵: ۱۸۴ فصل فی الشركة الفاسدة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدین: وفي محیط السرخسی کل شیء يتبع الارض فی البیع بعیر
شرط فلا عشر فيه لانه بمنزلة اجزاء الارض وکل شیء لا يتبع الارض الا بشرط ففیه العشر

کالجبوب والثمر. (تنقیح الفتاویٰ الحامدية ۱۰۱ باب الركاة والعشر)

﴿۴﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۳ باب العشر)

خشخاش، افیون اور پوست میں عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشر صرف تخم خشخاش میں واجب ہے یا صرف افیون میں یا پوست (ڈوڈے) میں، یا تینوں میں یا صرف دو میں وضاحت فرما کر مطلع فرمادیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: محمد نسیم قریشی ناوگنی، جملہ سوات ۲۲/۷/۱۹۷۴

الجواب: چونکہ خشخاش اور افیون دونوں مقصود ہوتے ہیں، لہذا ان میں عشر واجب ہوگا، بخلاف ڈوڈہ اور تناکے، بدل علیہ ما فی البدائع ۵۸:۲ ومنها ان يكون الخارج من الارض مما يقصد بزرعة نماء الارض وتستغل الارض به عادة فلا عشر في الحطب..... ويجب في قصب السكر وقصب الزريرة لانه يطلب بهما نماء الارض فوجد شرط الوجوب فيجب هذا ولم احده صريحاً ﴿۱﴾. وهو الموفق

افیون کا عشر پختہ ہونے کے بعد مالک زمین پر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ملک میں افیون کی فصل کاشت کی جاتی ہے جب یہ پختہ ہو جائے تو زمیندار اس کو کسی کے ہاتھ فروخت کرتا ہے اس صورت میں مالک زمین عشر دے گا یا مشتری؟ بینواتوجروا

المستفتی: سعید اکبر گدون صوابی ۱۷/رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر یہ بیع و شراء پختگی کے بعد منعقد ہوئے ہوں تو عشر مالک زمین پر واجب ہے، کما فی شرح التنویر علی هامش رد المحتار ۳۳۳:۲ باب العشر ولو باع الزرع ان قبل ادراكه فالعشر على المشتري ولو بعده فعلى البائع ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (بدائع الصائع ۲: ۱۷۸ فصل واما شرائط المحلية فانواع كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۶۰ باب العشر)

پہاڑی درختوں کے میوہ جات میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پہاڑی درختوں میں کسی کو شریک کرے کہ جتنا میوہ آپ ان درختوں سے جمع کرے تو آدھا آپ کا اور آدھا میرا، اب اس کا عشر مالک پر واجب ہے یا مزدور پر؟ بینوا تو جو روا

المستفتی: مولوی ہستی خان بریل شمالی وزیرستان ... ۱۴۰۰ / رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: اگر یہ درخت اس آمر کی ملکیت ہو تو یہ اجارہ از قبیل قفیز الطحان ہے اور ناجائز ہے البتہ علماء بلخ بعض صورتوں میں جواز کا فتویٰ دیتے ہیں ﴿۱﴾ پس اس صورت میں تمام میوہ جات کا عشر مالک درخت پر ہے اور اگر یہ درخت مباح ہوں تو عشر اس حاصل کنندہ پر ہے کیونکہ یہ اس کا مالک ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهنديه: وهذا بخلاف ما لو اشترى كافي الاحتطاب فاحتطب احدهما وجمعه الآخر فانه يجب الاجر بالغاً ما بلغ عند محمد رحمه الله تعالى كذا في الكافي . دفع غزلاً الى حائك لينسجه بالنصف فالثوب لصاحب الغزل ومشائخ بلخ جوزوا هذه الاجارة لمكان الضرورة والتعامل والصحيح جواب الكتاب لانه في معنى قفيز الطحان وللحائك اجر مثله لا يجاوز به قيمة المسمى. (فتاوى عالمگیریہ ۴: ۴۴۵ الفصل الثالث في قفیز الطحان)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: (قوله ولا تصح شركة في احتطاب واصطياد واستقاء) لان الشركة متضمنة معنى الوكالة والتوكيل في اخذ المباح باطل لان امر الموكل به غير صحيح والوكيل يملكه بدون امره فلا يصلح نائباً عنه اشارة بالثلاثة الى ان اخذ كل شيء مباح كالاحتشاش واجتناء الثمار من الجبال والتكدي وسؤال الناس ونقل الطين وبيعه من ارض مباحة او الجص او الملح او الثلج او الكحل او المعدن او الكنوز الجاهلية الخ.

(البحر الرائق ۵: ۱۸۳ فصل في الشركة الفاسدة)

مالٹا کے باغ اور درختوں کے درمیان غلہ وغیرہ میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے کھیت میں مالٹے کا باغ لگایا ہے درمیانی زمین میں غلہ بھی پیدا ہوتا ہے پودے اب ان شاء اللہ کامیاب ہو رہے ہیں، کیا ان مالٹوں اور فصل دونوں سے عشر دینا لازمی ہے یا ایک چیز سے اور ہماری زمین نہری ہے جس پر آبپاشی وصول ہوا جاتا ہے تو کیا عشر لازم ہوگا یا نصف العشر؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبدالکریم راہ پندی ۱۹۶۹ء، ۱۰/۹

الجواب: آپ میوہ اور غلہ دونوں سے میسواں یا اس کی قیمت دیا کریں۔ بشرطیکہ زمین آب باران سے کفایت نہ ہوتی ہو ورنہ مساوی دینا ضروری ہے، قال رسول اللہ ﷺ فیما سقت السماء والعیون او کان عنریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر، رواہ البخاری ﴿۱﴾، وفی الدر المختار وتجب فی مسقی سماء ای مطر وسیح کنھر۔ ویجب نصفه فی سقی غرب ای دلو کبیر او دالیه ای دولاب انتھی مختصراً ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

اشجار میوہ دار اور غیر میوہ دار میں عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں درخت اور اشجار ہیں اور یہ اشجار قوموں اور خاص گھرانوں کی ملکیت ہیں بہ ایک کا اپنا حصہ معلوم ہے اور یہ درخت دو قسم کے ہیں میوہ دار جو چلغوزہ رکھتے ہیں ان میں ہم عشر دیتے ہیں اب اگر ہم یہ اشجار درخت کرتے ہیں یا اپنے حصہ میں لائیں تو اس قسم اشجار میں عشر واجب ہوگا یا نہیں اور غیر میوہ دار درختوں میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حاجی جہانگیر خان شین مینار مسجد ذی آفی خان ۱۳۰۱/۶/۲۶ھ

﴿۱﴾ (الصحيح البخاری ۲۰۱: ۱ باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری کتاب الزکاة)
﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۵۳، ۵۵ باب العشر)

الجواب: اشجار کے میوہ جات اور خاص قسم کی شاخوں میں (جو کہ نیزوں اور چار پائیوں کے استعمال میں لائی جاتی ہیں) عشر واجب ہے ﴿۱﴾ البتہ اشجار کے اصول اور تنوں میں عشر واجب نہیں ہے، كما في تنقيح الفتاوى ۱: ۱۰ وفي محيط السرخسي كل شيء يتبع الارض في البيع بغير شرط فلا عشر فيه لانه بمنزلة الارض ﴿۲﴾. وهو الموفق

سبب کے باغات میں عشر نکالنے کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ زیارت میں سبب کے باغات ہیں جس کی فروخت دو طریقوں پر ہوتی ہے اول یہ کہ زمیندار اور ٹھیکیدار کا سودا بن کر زمیندار اپنی رقم لے کر اس سے عشر دیتا ہے مگر جو زمیندار باغ کو فروخت نہیں کرتے تو ان کیلئے یہ مسئلہ بن گیا ہے وہ یہ کہ پہلے ہمارے لوگ جب تمام سبب فروخت کرتے تھے اور حساب لگاتے تھے کہ اب اتنی رقم بن گئی ہے پھر کرایہ ٹرک، دلالی، محصول، کریٹ، کیل وغیرہ کا خرچہ منہا کر کے بقیہ سے عشر دیتے تھے اس بارے میں سوال یہ ہے کہ ان صورتوں میں عشر کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا تو جو روا

المستفتی: عبد المجید قذافی مارکیٹ کوئٹہ..... ۲۹/رجب ۱۴۰۳ھ

الجواب: مالکان باغات میوہ جات کا نئے وقت دسواں حصہ معلوم کرنے کی مشقت برداشت کریں اور اس دسویں حصہ کی قیمت (مقامی قیمت) معلوم کر کے اس قیمت کو حالاً یا بعد البیع ادا کیا کریں ﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (تحت قوله وقصب) هو كل نبات يكون ساقه انا بيب وكعوبا والكعوب العقد والانبوب ما بين الكعبين واحترز بالفارسی عن قصب السكر وقصب الذريرة وهو قصب السنبل ففيهما العشر. فلو استمى ارضه بقوائم الخلاف وما اشبهه او بالقصب او الحشيش و كان يقطع ذلك ويبيعه كان فيه العشر. (رد المحتار هامش الدر المختار ۵۵: ۲ باب العشر) ﴿۲﴾ (تنقيح الفتاوى الحامدية ۱: ۱۰ باب الزكاة والعشر)

(ماخوذ از ہندیہ و شامی) ﴿۱﴾ اور یا پنجاب کراچی وغیرہ میں فروخت کرنے کے بعد تمام قیمت سے (بغیر کرایہ خرچ وغیرہ کے وضع کرنے کے) دسواں دیا کریں، کما فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۰ و یقوم فی البلد الذی المال فیہ وفی ردالمحتار فلو بعث عبداً للتجارة فی بلد آخر یقوم فی البلد الذی فیہ العبد بحر ﴿۲﴾ وفیہ ایضاً ص ۶۹ قوله بلا رفع مؤن ای یجب العشر فی الاول ونصفه فی الثانی بلا رفع اجرة العمال ونفقة البقر..... بل یجب العشر فی الكل ﴿۳﴾. وهو الموفق

چارے کیلئے پوائے گئے سرسوں میں عشر واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جو یا گندم میں سرسوں بوجا جاتا ہے جو مویشیوں کے چارے کیلئے استعمال ہوتے ہیں اور مقصود گندم یا جو کی فصل ہوتی ہے تو کیا اس سرسوں میں عشر واجب ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: فضل عظیم دفتر پولیٹکل ایجنٹ خار باجوڑ ایجنسی..... ۶/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: چونکہ یہ سرسوں مقصود بالاستغلال ہے خود رو چارہ نہیں ہے اسلئے اس میں عشر واجب

ہے (ماخوذ از ہندیہ) ﴿۴﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی الہندیۃ: ولو باع العنب اخذ العشر من ثمنہ وكذلك لو اتخذہ عصیراً ثم باعہ فعلیہ عشر ثمن العصیر کذا فی محیط السرخسی ولا تحسب اجرة العمال ونفقة البقر وکری الانہار واجرة الحافظ وغیر ذلک فیجب اخراج الواجب من جمیع ما اخرجتہ الارض عشراً او نصفاً. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۸۷ قبل باب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۲۴ باب زکاة الغنم)

﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۵۶ باب العشر)

﴿۴﴾ وفی الہندیۃ: وان یکون الخراج منها مما یقصد بزراعته... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حکومتی حمایت سے خارج پہاڑوں کے میوہ جات میں عشر کا مسئلہ

سوال: مايقول العلماء في هذه المسئلة الفقهية هل يجب العشر في الجبل الذي لم يحرم الامام؟ وقال صاحب الدر المختار يجب العشر في العسل وان لم يكن في الارض العشرى كالجبال والمفازا ان لم يكن خراجية، ويجب العشر في ثمرة الجبل ان حماه الامام، فالمطلوب ان في وطننا جبال لا يتصرف الامام فيها ولا حمايته للامام ولكن الحماية لاهل القرية، وقد عين نصيب كل من اهل القرية واهلها يبايعون حصصهم فيما بينهم فهل يصح التسليك والبيع لهم؟ وان صح البيع فالعشر على البائع او المشتري وان لم يصح البيع فعلى اى منهما العشر؟ وايضا قال الشامي في عشر الثمار ان باع قبل الادراك فعلى المشتري وان كان بعد الادراك فعلى البائع؟ اطلب منكم تشریح المسائل مفصلا لعموم البلوى وان اجبتم بالاردية فلكم الشكر. بينوا توجروا المستفتي: م. معلوم، معلم، دارالعلوم حقانيہ ... ۱۹۸۳ء/۵/۱۷

الجواب: صورت مسئلہ میں ان میوہ جات (چلغوزی وغیرہ) میں عشر واجب ہے، البتہ اگر کوئی مالک اپنے حصہ کو قبل از ادراک فروخت کرے تو یہ عشر مشتری کے ذمہ واجب ہوگا، نہ کہ اصل مالک پر، بدلہ علیہ ما فی شرح التویر کما ذکرہ المستفتی رحمہ اللہ واضح رہے کہ جن بلاد میں تمام پہاڑ اور (بقیہ حاشیہ) نماء الارض ... حتی لو استتمی بقوائم الخلاف والحشیش والقصب وعصون النخل او فیہا دلب او صنوبر ونحوہا وکان یقطعه ویبیعه يجب فیہ العشر۔ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱/۱۸۶ الباب السادس فی ركة الزروع والثمار)

۱۰۔ قال العلامة الحصکفی: ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر على المشتري ولو بعده فعلى البائع والعشر على الموحح كخراج موظف وقالوا على المستاجر۔ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲/۲۰۰ باب العشر)

جنگلات ملکیت مشترکہ قرار دیئے جاتے ہیں نہ کہ موات یا غیر مملوک، تو ایسے بلاد کے میوہ جات میں وجوب عشر امر واضح ہے اس میں امام کی حفاظت کی شرط کسی کے نزدیک معتبر نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

پہاڑی درختوں اور لکڑیوں میں عشر کا مسئلہ

سوال: ایک رسالہ ارسال خدمت ہے جس میں درختوں کی لکڑیوں میں عشر کے وجوب کی نفی کی گئی ہے حالانکہ یہ درخت ان پہاڑوں میں مقصودی ہوتے ہیں اور اقوام باقاعدہ ان کی تقسیم کرتے ہیں اور حفاظت کرتے ہیں اور یہ لکڑیاں بہت قیمتی ہوتی ہیں اس کے متعلق آپ صاحبان اپنی رائے سے ہمیں مطلع فرمائیں کہ ان میں عشر ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا محمد سردار صاحب مفتی و مدرس دارالعلوم ٹل ۱۹۸۶ء/۱۱/۲۹

الجواب: ان درختوں میں عشر واجب نہیں ہے، کما فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱: ۱۰ وفي محیط السرخسی کل شیء یتبع الارض فی البیع بغير شرط فلا عشر فیہ ﴿۲﴾ البتہ ان پہاڑی درختوں کے میوہ جات میں بعض اوقات عشر واجب ہوتا ہے (ہدایہ) ﴿۳﴾ نیز جس درخت کی شاخ نیزہ وغیرہ کیلئے درکار ہو تو اس کے تنا میں عشر نہیں ہے لیکن ان شاخوں میں ﴿۱﴾ قال ابن عابدین: (ان حماہ الامام) الضمیر عائد الی المذكور وهو العسل والثمرة والظاهر ان المراد الحماية من اهل الحرب والبغاة وقطاع الطريق لا عن کل احد فان ثمر الجبال مباح لا يجوز منع المسلمین عنه وقال ابو یوسف لا شیء فیما یوجد فی الجبال لان الارض لیست مملوكة ولهما ان المقصود من ملکها النماء وقد حصل.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۵۳ باب العشر)

﴿۲﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱: ۱۰ باب الزکاة والعشر)

﴿۳﴾ قال العلامة برهان الدین: وما یوجد فی الجبال من العسل والثمار ففیہ العشر.

(ہدایہ علی صدر فتح القدیر ۲: ۱۹۳ باب زکاة الزروع والثمار)

عشر واجب ہے، لان قوانمها كالثمرات (بدائع) ﴿۱﴾. وهو الموفق

فصل اور میوہ جات میں عشر کے مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل کے بارے میں کہ: (۱) ثمرات میں ادراک کا مصداق کونسی حالت ہے؟ (۲) ثمرات پر عشر کب واجب ہوتا ہے؟ (۳) یہ عشر مشتری پر واجب ہوتا ہے یا بائع پر؟ (۴) کچھ میوہ جات فروخت کرنا ہلاک ہے یا استہلاک؟ (۵) ثمرات یعنی میوہ جات اور زرع یعنی فصل کے عشر میں فرق ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو روا

المستفتی: محمد علی مدرسہ کریمہ لورالائی بلوچستان..... ۱۹۸۷ء/۷/۲۹

الجواب: (۱) جس وقت یہ میوہ جات امراض اور فساد سے محفوظ ہوں تو اس کو وقت ادراک کہا جاتا ہے، کما فی رد المحتار ۳۸:۴ لکن بدو الصلاح عندنا ان تو من العاهة والفساد ﴿۲﴾. (۲) یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے البتہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ادراک اور ظہور صلاح کے وقت عشر واجب ہو جاتا ہے، کما فی رد المحتار ۷۲:۲ قال فی الجوہرۃ واختلفوا فی وقت العشر فی الثمار والزروع فقال ابو حنیفۃ وزفر یجب عند ظهور الثمرۃ والا من ﴿۱﴾ قال العلامة الکاسانی: ومنها ان یكون الخارج من الارض مما یقصد بزراعته نماء الارض وتستغل الارض به عادة فلا عشر فی الحطب، والحشیش والقصب الفارسی لان هذه الاشياء لا تستمی بها الارض ولا تستغل به عادة لان الارض لا تنمو بها بل تفسد فلم تكن نماء الارض حتی قالوا فی الارض اذا اتخذها مقصبۃ وفی شجرة الخلاف التي یقطع فی کل ثلاث سنین او اربع سنین انه یجب فیها العشر لان ذلک غلة وافرة.

(بدائع الصنائع ۲: ۱۷۸ فصل واما شرائط المحلية فانواع كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۴: ۴۲ مطلب فی بیع الثمر والزروع والشجر مقصوداً کتاب البیوع)

عليها من الفساد ﴿١﴾ (۳) چونکہ یہ مروجہ بیع، بیع فاسد ہے اور بیع فاسد قبل القبض مفید ملک نہیں ہوتا ہے لہذا عشر بائع پر واجب ہوگا، البتہ اگر بائع نے مشتری کو قبضہ دیا ہو تو مشتری پر واجب ہوگا، کما فی شرح التنویر علی هامش رد المحتار ۲: ۷۴ ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتري ولو بعده فعلى البائع ﴿٢﴾ فافهم (۴) نہیں ﴿٣﴾۔ (۵) ان کے احکام میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہو الموفق

نشہ آور اشیاء کی کاشت پر عشر واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک زمیندار نے اپنی اراضی پر ایسی چیز کاشت کی ہے جس سے نشہ آور اشیاء مثلاً چرس، بھنگ، افیون، اور ہیروئن وغیرہ بنتی ہیں کیا اس حرام مال سے بھی عشر ادا کیا جائے گا؟ بینوا تو جروا

المستفتی: خیال اکبر افریدی پی اے ایف پشاور..... ۱۹۸۶ء/۱/۱۹

الجواب: چونکہ یہ اشیاء دوائی کیلئے بھی استعمال ہوتی ہیں لہذا ان سے عشر یا نصف عشر دینا چاہئے ﴿٣﴾ عشر یا نصف عشر سے مال پاک ہو جائے گا، حلال نہیں ہوتا جیسا کہ چوری کا لباس یا ریشمی لباس صابون سے پاک ہو جاتا ہے حلال نہیں ہوتا۔ وہو الموفق

﴿١﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۵۸ باب العشر)

﴿٢﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۶۰ باب العشر)

﴿٣﴾ وفي الهندية: واستبدال مال التجارة بمال التجارة ليس استهلاكاً بلا خلاف سواء استبدلها بجنسها او بخلاف جنسها. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۰ مسائل شتی کتاب الزکاة) ﴿٤﴾ قال العلامة برهان الدين: قال ابو حنيفة في قليل ما اخرجته الارض وكثيره العشر. (هداية علی صدر فتح القدير ۲: ۱۸۶ باب زکاة الزروع والثمار)

تمباکو کا استعمال اور عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم درجینا تمباکو کی کاشت کرتے ہیں اور کاشت کے وقت سے سنبھالنے تک اس پر کافی خرچ آتا ہے مثلاً مزدور کی مزدوری، کیسیاوی کھاد پھر بھٹی میں پکاتے وقت سوختی لکڑی کا خرچ وغیرہ، اب سوال یہ ہے کہ ہم جب فصل لے لیں اور اس کو مکمل طور پر فروخت کر کے اس کی نقدی وصول کر لیں تو پھر اس میں عشر پہلے ادا کریں گے اور بعد میں اخراجات کے قرضے وغیرہ دیں گے یا پہلے اخراجات منہا کر کے باقی سے عشر ادا کریں؟ نیز تمباکو کا استعمال چونکہ ناجائز ہے تو کیا یہ تجارت اور زراعت جائز ہے؟ اور ہماری زمینیں نہری ہیں جن کا ہم حکومت کو باقاعدہ آبیانہ دیتے ہیں تو اس میں عشر ہے یا نصف عشر؟ بینوا تو جروا

المستفتی: ریدی گل تخت بھائی..... ۱۹۷۵ء/۶/۷

الجواب: واضح رہے کہ تمباکو کا استعمال مباح ہے، کما فی رد المحتار ۵: ۲۰۶ فانہ لم یثبت اسکارہ ولا تفتیرہ ولا اضرارہ بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل فی الاشیاء الاباحۃ ﴿۱﴾ لہذا ان میں وجوب عشر کوئی امر مستبعد نہیں ہے نیز اس کے اوراق شجر الخلاف کی شاخوں کی طرح ثمرات کے حکم میں ہوں گے فتا مل۔ مافی رد المحتار ۲: ۶۸ فلو استتمی ارضہ بقوائم الخلاف وما اشبهہ او بالقصب او الحشیش وکان یقطع ذلک ویبعہ کان فیہ العشر (غایۃ البیان) ﴿۲﴾ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ادراک کے وقت عشر واجب ہوتا ہے پس جب یہ اوراق کٹائی کے قابل ہو جاتے ہیں تو ان اوراق سے یا ان کی قیمت سے عشر دینا ہوگا، پس جب ایک کنال خام تمباکو کی قیمت پانچ سو روپیہ ہو اور بھٹی میں پختہ ہونے کے بعد اس کی قیمت دو ہزار روپیہ ہو تو

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۵: ۳۲۶ کتاب الاشربة)

﴿۲﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۵۵۰۲ باب العشر)

قاعدہ کی بنا پر پانچ سو روپیہ سے عشر دینا ہوگا، بدل علیہ ما فی الدر المختار ویؤخذ العشر عند الامام عند ظهور الثمرة وبدو صلاحها ﴿۱﴾ فافہم۔ نیز مزدوری اور کھاد وغیرہ کو وضع نہیں کیا جائے گا صرح بہ فی الہندیۃ، ورد المختار وغیرہ ﴿۲﴾ اور کثرت مؤنت کی وجہ سے نہری زمین کے حاصلات سے بیسواں دینا ہوگا جبکہ اس نہری زمین سے میراب کیا گیا ہو ﴿۳﴾۔ وہو الموفق

گڑ میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی زمین سے گنا حاصل کیا اور پھر اس سے گڑ بنایا، اور پھر اس گڑ کو فروخت کیا تو اس رقم سے یہ شخص عشر ادا کرے گا یا زکوٰۃ اور زکوٰۃ کی صورت میں حولان حول شرط ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: جنگلی ملاشریک دورہ حدیث... ۱۹۷۳ء/۲/۱۳

الجواب: اس شخص پر اس گڑ سے عشر یا نصف عشر دینا ہوگا، کما یشیر الیہ ما فی

الہندیۃ ۱: ۱۹۹ ولوباع العنب اخذ العشر من ثمنه وكذلك لو اتخذه عصيراً ثم باعه

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش رد المختار ۲: ۵۸ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: بلارفع مؤن ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصريحهم

بالعشر فی کل الخارج. (الدر المختار علی هامش رد المختار ۲: ۵۶ باب العشر)

وفی الہندیۃ: ولا تحسب اجرة العمال ونفقة البقر وکری الانهار واجرة الحافظ وغير ذلك

فیجب اخراج الواجب من جمیع ما اخرجته الارض عشراً او نصفاً.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۷ قبیل باب المصارف)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: ويجب نصفه فی مسقی غرب ای دلو کبیر ودالية ای دولاب

لکثرة المؤنة (قوله لکثرة المؤنة) علة لوجوب نصف العشر.

(الدر المختار علی هامش رد المختار ۲: ۵۵ باب العشر)

فعليه عشر ثمن العصير كذا في محيط السرخسی ﴿۱﴾. اور واضح رہے کہ عشر یا نصف عشر دینے کے بعد باقی رقم میں حولان حول قصد آیا تبعاً گزرنے کے بعد زکوۃ (ربع العشر) دینا ہوگا۔ وہو الموفق

گنے اور گڑ میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ گنے اور گڑ میں کتنی زکوۃ واجب ہے میں نے کتاب موطا امام محمد میں دیکھا ہے کہ زیتون میں عشر ہے نہ کہ زکوۃ اس مسئلہ کو واضح فرماوے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد زئی

الجواب: گنا اور گڑ دونوں سے عشر یا نصف عشر دینا درست ہے، ونظيره ما في الهندية ۱: ۱۹۹ ولو باع العنب اخذ العشر من ثمنه وكذلك لو اتخذه عصيراً ثم باعه فعليه عشر ثمن العصير كذا في محيط السرخسی ﴿۲﴾ فافهم. وہو الموفق

تمباکو میں عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تمباکو کا عشر سبز پتوں سے دینا ہوگا یا اس کی قیمت سے جبکہ تمباکو کے پکنے پر بھٹی، لکڑی وغیرہ کے اخراجات بھی آتے ہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: غاوری خان اوگی مانسہرہ..... ۱۹۷۵ء/۱۰/۱۲

الجواب: تمباکو کے ان پتوں میں عشر یا نصف عشر دینے سے یا اس کی قیمت دینے سے (بھٹی میں خشک کرنے سے قبل) آپ کا ذمہ فارغ ہوگا کیونکہ حاصلات زمین یہی ہیں ﴿۳﴾۔ وہو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۷ الباب السادس في زكاة الزروع والثمار)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۷ الباب السادس في زكاة الزروع والثمار)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: ويؤخذ العشر عند الامام عند ظهور الثمرة وبدو صلاحها.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۵۸ باب العشر)

لکھیوں کے شہد میں عشر واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے شہد کی مکھیاں قیمتاً لیکر پال رکھی ہیں سال میں ایک بکس سے دو بکس بن جاتے ہیں اس کیلئے بکس، چھتہ اور موم کے تختے قیمتاً حاصل کرتا ہوں سال میں دو سے چار پانچ مرتبہ شہد حاصل کرتا ہوں سال میں موسم کے لحاظ سے پھولوں کیلئے مختلف مقامات پر لے جاتے ہیں جس پر کافی کرایہ خرچ ہوتا ہے بعض مقامات میں جگہ بھی کرایہ پر لینا پڑتی ہے اس شہد میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر عشر میں قیمت دی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: غلام نبی..... ۱۹۹۰ء/۸/۶

الجواب: اگر آپ نے یہ بکس غیر خراجی زمین میں رکھے ہوں تو آپ پر عشر واجب ہے ورنہ نہیں ﴿۱﴾ اور عشر میں قیمت اور شہد دونوں دینا جائز ہے ﴿۲﴾ ماخوذ از شرح التنویر علی هامش رد المحتار ۲: ۶۶ باب لعشر. وهو الموفق

فصل کے بیج میں عشر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں لوگ شغل بطور چارہ کاشت کرتے ہیں آخر میں میں نے کچھ حصہ شغل بیج کیلئے چھوڑا، کیا اب اس بیج سے بھی عشر نکالا جائے گا؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد منیر..... ۱۹۷۶ء/۶/۲

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: يجب العشر فی عسل وان قل ارض غیر الخراج ولو غیر عشريۃ کجبل ومفازة بخلاف الخراجیۃ لئلا یجتمع العشر والخراج.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۵۳ باب العشر)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: وجاز دفع القيمة فی زکاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وکفارة. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۲۴ باب زکاة الغنم)

الجواب: جو چیزیں صرف بیج اور دوائی کے طور سے استعمال ہوتی ہیں تو اس میں عشر نہیں

ہوگا (ہندیہ) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

بھوسہ میں عشر احوط ہے واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گندم یا جو کے بھوسہ

میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: گل حنان کوہاٹ

الجواب: بھوسہ میں عشر احوط ہے علماء علی المروی عن محمد البتہ واجب نہیں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

خود روگھاس میں عشر واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گھاس میں عشر کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: جمعہ خان کنڈیا کوہستان .. ۱۳/۶/۱۴۰۱ھ

الجواب: خود روگھاس نہ مملوک ہیں اور نہ اس میں عشر واجب ہے، لانہ لا يقصد به

استغلال الارض ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهنديه: ولا يجب في البزور التي لا تصلح الا للزراعة والتداوي كبزر البطيخ

والنانخواه والشونيز. (فتاوى عالمگیریہ ۱: ۸۶ الباب السادس في زكاة الزرع والثمار)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: الا فيما لا يقصد به استغلال الارض نحو حطب وقصب

فارسی وحشیش وتبن وسعف حتی لو اشغل ارضه بها يجب العشر. قال ابن عابدين:

قوله وتبن: قال في الفتح غير انه لو فصله قبل انعقاد الحب وجب العشر فيه لانه صار هو

المقصود وعن محمد في التبن اذا يبس العشر.

(الدرالمختار مع هامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

درخت کے پتوں میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اشجار کے اوراق میں عشر واجب ہے یا نہیں جبکہ یہ اوراق فروخت کئے جاتے ہوں ہمارے علاقوں میں شہوت کے پتے فروخت کئے جاتے ہیں اور علماء کے مابین اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: سید اسید اللہ بکا خیل بنوں... ۱۲/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: درختوں کے اوراق میں بہر کیف عشر واجب نہیں ہے خواہ بازار میں فروخت ہوتے ہوں یا فروخت نہیں ہوتے ہوں کیونکہ عشر کے وجوب کا دار مدار قصد استیسا، پر ہے، کما فی البحر ۲: ۲۳۷ واما شرائط المحلية فان تكون عشرية وان يكون الخارج منها مما يقصد بزراعتہ نماء الارض ﴿۱﴾ البتہ اگر قوت کے درخت لگانے سے یہ اوراق ہی مقصود ہوں تو اس میں عشر واجب ہوگا، کما فی تنقیح الفتاویٰ ۱: ۱۱۱ ﴿۲﴾ فلیراجع. وهو الموفق

توت کے پتوں، درخت اور ٹہنیوں میں عشر واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ توت کے پتوں، درختوں اور شاخوں میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبدالخالق دتہ خیل شمالی وزیرستان ۲/۵/۱۹۹۱

﴿۱﴾ (البحر الرائق ۲: ۲۳۷ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: قال في صور المسائل بفلا عن الزاهدی ما صورته قلت يمكن ان يلحق به اغصان التوت عندنا واوراقها لانه يقصد بها الاستغلال بخوارزم وخراسان وقد نص عليه في درر الفقه فقال يجب العشر في اوراق التوت واغصان الخلاف التي تقطع في وان تعنيم الكروم وغير ذلك (تنقیح الفتاویٰ الحامیدی ۱: ۱۱۱ باب الزكاة والعشر)

الجواب: درختوں کے تائیں عشر واجب نہیں ہے، کما فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱۰: ۱ وفی محیط السرخسی کل شیء یتبع الارض فی البیع بغیر شرط فلا عشر فیہ لانہ بمنزلة اجزاء الارض ﴿۱﴾ انتہیٰ وبمعناہ فی عشر فتح القدیر شرح الہدایة ﴿۲﴾، البتہ جب کھیت میں درخت بوئے جائیں اور زمین کی پیداوار بنائے جائیں تو اس میں عشر واجب ہے، کما فی قاضیخان، ولو جعل ارضہ مشجرة او مقصبة یقطعہا ویبیعہا فی کل سنة کان فیہ العشر، هامش الہندیة ۱: ۲۷۶ ﴿۳﴾ اور قوت کے پتوں میں عشر واجب نہیں ہے کھجور کی شاخوں کی طرح لعدم قصد الاستغلال ﴿۴﴾ یدل علیہ ما فی الخانیة فی الحوالۃ السابقة وكذا صرح به الفقهاء باسرههم ﴿۵﴾۔ وهو الموفق

نہر کے کناروں پر بوئے گئے درختوں میں عشر واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں نہری نظام ہے ان

- ﴿۱﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱۰: ۱ باب الزکاة والعشر)
 ﴿۲﴾ قال العلامة ابن الہمام: ولا یجب فیما یرج من الاشجار كالصمغ والقطران ولا فیما ہو تابع للارض كالنخل والاشجار لانہا كالارض ولذا تستبعہا الارض فی البیع ولا فی کل بزر لا یطلب بالزراعة كبزر البطیخ والقثاء لكونہا غیر مقصود فی نفسہا.
 (فتح القدیر ۲: ۱۸۷ باب زکاة الزروع والثمار)
 ﴿۳﴾ (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیة ۱: ۲۷۶ فصل فی العشر)
 ﴿۴﴾ قال العلامة فخر الدین الازجندی: ولا یجب العشر فی التبن ولا فی الحطب والحشیش والقنب والصنوبر والقصب الفارسی ولا فی سعف النخل ولا فی الطرفاء.
 (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الہندیة ۱: ۲۷۶ فصل فی العشر)
 ﴿۵﴾ قال العلامة الحصکفی: الا فیما لا یقصد بہ استغلال..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ندیوں کے کناروں پر درخت بوئے گئے ہیں ان درختوں میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: محمد رفیق پیر سنگ پشاور..... ۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: ان درختوں میں عشر واجب نہیں ہے، کما فی تنقیح الفتاویٰ ۱: ۱۰ کل
شیء یتبع الارض فی البیع بغیر شرط فلا عشر فیہ لانہ بمنزلۃ اجزاء الارض ﴿۱﴾ البتہ
ان زمینوں کے حاصلات سے عشر یا نصف العشر دینا ہوگا۔ وهو الموفق

تھریشر سے کمائے گئے گندم میں عشر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تھریشر سے کمائے گئے گندم میں
عشر واجب ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ تو مزدوری ہوتی ہے۔ بینوا تو جروا
المستفتی: عبدالودود و وسیرہ پشاور

الجواب: جو گندم اجرت میں دی جائے تو اس کا عشر مؤجر پر واجب ہے نہ کہ مالک تھریشر
پر (شامی) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

پہاڑی خود رو درختوں میں عشر واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں پہاڑوں پر
خود رو درخت اگتے ہیں اور لوگ یہ درخت تقسیم کرتے ہیں اس میں عشر کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا
المستفتی: نامعلوم معلم دارالعلوم حقانیہ..... ۷/ ۹/ ۱۴۰۱ھ

(بقیہ حاشیہ) الارض نحو حطب وقصب وحشیش وتبن وصمغ وقطران وخطمی واشنان
وشجر قطن الخ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۵۵: ۲ باب العشر)

﴿۱﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ۱: ۱۰ باب الزکاة والعشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: بلا رفع مؤن ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحهم
بالعشر فی کل الخارج. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۵۶: ۲ باب العشر)

الجواب: ان درختوں میں عشر واجب نہیں ہے (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة

۱۰: ۱) وهو الموفق

گھر کے پھلدار درختوں اور سبزی وغیرہ میں عشر واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گھر کے اندر جو پھلدار درخت

ہیں یا سبزی وغیرہ ہے کیا اس میں عشر واجب ہے؟ بینوا اتوجروا

المستفتی: غلام نبی..... ۱۴/ محرم ۱۴۱۱ھ

الجواب: گھر کے اندر پھلدار درختوں اور سبزی وغیرہ میں عشر واجب نہیں کیونکہ یہ گھر کے

تابع شمار ہوں گے، وفي الشامية ۲: ۶۶ وخرج ثمر شجر في دار رجل ولو بستانا في داره

لانه تبع للدار كذا في الخانية ۲) وهو الموفق

کٹائی، خرمن والے، لوہار اور ترکھان کو دینے والے گندم میں عشر زمیندار پر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب گندم تیار ہو جاتا ہے تو

تھریشر والا کٹائی کا حصہ لیتا ہے لوہار اور ترکھان کو سالانہ اس کا حصہ دیا جاتا ہے امام مسجد اور استاد کا حصہ بھی

۱) قال العلامة ابن عابدين: وفي محيط السرخسي كل شئ يتبع الارض في البيع بغير

شرط فلا عشر فيه. (تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ۱: ۱۰ باب الزكاة والعشر)

وقال ابن نجيم: وكذا لا عشر فيما هو تابع للارض كالنخل والاشجار لانه بمنزلة

جزء الارض لانه يتبعها في البيع الخ. (البحر الرائق ۲: ۲۳۸ باب العشر)

وفي الهمدية: ولا عشر فيما هو تابع للارض كالنخل والاشجار.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۶ الباب السادس في زكاة الزروع والثمار)

۲) رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۵۳ باب العشر

دیا جاتا ہے کیا ان تمام کو دینے والے گندم میں عشر ہم پر واجب ہے یا ان پر؟ بینوا تو جروا

المستفتی: شاد محمد اخروالی کوہاٹ..... ۲۳/رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: جو گندم کٹائی کرنے والے یا خرمن لے جانے والے، لوہار اور ترکھان وغیرہ کو بطور

اجرت دیا جاتا ہے ان تمام میں عشر اس زمیندار پر ہے نہ کہ دیگران پر (ہندیہ، شامی، ہدایہ، وغیرہ) ﴿۱﴾۔

زمین کے حاصلات زمین ہی پر خرچ کرنا اور قرض مانع عشر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کی جائیداد بنجر زمین

ہے اس بنجر زمین سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے دوبارہ اس بنجر زمین پر لگا دیتا ہے آیا اس پر عشر واجب ہے یا

نہیں؟ دیگر اگر ایک شخص کسی سے قرض رقم لیکر زمین خریدے اس زمین سے حاصل شدہ آمدن پر قبل از

ادائیگی قرض عشر لازم ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی محمد جان حسین کوٹ چارسدہ ۱۹۶۹ء/۷/۲

الجواب: زمین کے حاصلات میں عشر یا نصف عشر بہر حال واجب ہے، خواہ یہ مالک ان حاصلات

﴿۱﴾ وفي الهندية: ولا تحسب اجرة العمال ونفقة البقر وكرى الانهار واجرة الحافظ وغير

ذلك فيجب اخراج الواجب من جميع ما اخرجته الارض عشرا.

(فتاوی عالمگیریہ ۱: ۱۸۷ الباب السادس فی زکاة الزروع والثمار)

وفي الشامية: بلا رفع مؤن ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحهم بالعشر فی کل

خارج. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۵۶۲: ۲ باب العشر)

وقال المرغینانی: وکل شیء اخرجته الارض مما فیہ العشر لا یحتسب فیہ اجر العمال ونفقة

البقر. قال ابن الهمام: وكرى الانهار واجرة الحارس وغير ذلك نعی لا یقال بعدم وجوب

العشر فی قدر الخارج الذی بمقابلة المؤنة بل یجب العشر فی الكل.

(هدایہ مع فتح القدیر ۲: ۱۹۴ باب زکاة الزروع والثمار)

کو اس زمین کے احیاء پر خرچ کرے یا دیگر ضروریات پر خرچ کرے، اور خواہ یہ مالک مقروض ہو یا غیر مقروض ہو، کیونکہ عشر کا تعلق خارج اور حاصلات سے ہوتا ہے نہ کہ مالک سے، وفي الدر المختار (يجب) بلا شرط نصاب وبلا شرط بقاء وحولان حول لان فيه معنى المؤنة ولذا كان للامام اخذه جبراً ويؤخذ من التركة ويجب مع الدين ﴿١﴾. وهو الموفق

پیداوار سے اجارہ کی رقم منہا نہیں کی جائے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ نے تقریباً چھ کنال زمین مبلغ چھ سو روپیہ اجارہ پر لی ہے اس میں تقریباً پینتالیس سو روپیہ گنے کی فصل ہوتی ہے اب میں مذکورہ رقم سے عشر ادا کروں گا یا اس سے چھ سو روپیہ منہا کر کے باقی سے عشر ادا کروں گا؟ بینواتو جروا
المستفتی: شمشاد نوشہرہ..... ۲۳/ جمادی الاول ۱۴۰۳ھ

الجواب: اس میں زکوۃ الارض (عشر) لازم ہوگا، جو کہ کل پیداوار پر بلا وضع مصارف لازم ہوگا، كما في شرح التنوير بلا رفع مؤن اى كلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصريحهم بالعشر فى كل الخارج ﴿٢﴾. وهو الموفق

زمینی پیداوار میں ہل وغیرہ کا خرچہ منہا نہیں کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے زمین میں کاشت کر کے بیس من فصل حاصل کی لیکن اس میں ہل وغیرہ پر پانچ سو روپے کا خرچہ بھی آیا اب عشر پورے بیس من کا دینا چاہئے یا پانچ سو روپیہ منہا کر کے باقی کا عشر ادا کرے؟ بینواتو جروا
المستفتی: امیر نوشاد بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی..... ۲۳/۶/۱۹۸۶ء

﴿١﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۵۴: ۲ باب العشر)

﴿٢﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۵۶: ۲ باب العشر)

الجواب: عشر یا نصف العشر تمام پیداوار سے دیا جائے گا، بل کاشت وغیرہ پر جو خرچہ ہوا ہو ان کو وضع نہیں کئے جائیں گے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

باغات کا عشر بائع پر ہے یا مشتری پر؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میوہ جات پکنے سے قبل فروخت کئے جاتے ہیں اور پکنے کے بعد انہیں کاٹا جاتا ہے اس صورت میں عشر بائع پر واجب ہے یا مشتری پر؟ بینو اتوجروا

المستفتی: عبدالرحمن کوئٹہ..... ۵/۸/۱۹۷۵

الجواب: واضح رہے کہ موجودہ وقت میں باغات کے بیوع باطل ہیں یا فاسد ہیں میوہ جات ظاہر ہونے سے قبل باطل ہے اور میوہ جات پختہ ہونے (ادراک) سے قبل فاسد ہوتے ہیں کیونکہ درختوں پر باقی رہنا معروف عامہ ہے جو کہ مفسد عقد ہے، صرح به الشامی ﴿۲﴾، اور عقد فاسد میں ملک قبض سے حاصل و ثابت ہوتا ہے ﴿۳﴾ پس صورت مسئلہ میں اگر مشتری نے پختگی سے قبل قبض کیا ہو تو مشتری پر عشر

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: بلا رفع مؤن ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصرفهم بالعشر فی کل الخارج. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۵۶: ۲ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: قوله ظهر صلاحها او لا: قال فی الفتح لا خلاف فی عدم جواز بیع الثمار قبل ان تظهر ولا فی عدم جوازه بعد الظهور قبل بدو الصلاح بشرط الترك ولا فی جوازه قبل بدو الصلاح بشرط القطع فیما ینتفع به ولا فی الجواز بعد بدو الصلاح لکن بدو الصلاح عندنا ان تؤمن العاهة والفساد. قال فی الفتح ولو اشتراها مطلقا ای بلا شرط قطع او ترک فثمرت ثمراً آخر قبل القبض فسد البیع الخ.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۴: ۴۲ مطلب فی بیع الثمر والزرع والشجر مقصوداً)

﴿۳﴾ وفي الهندية: واما الفاسد. فانه ینعقد البیع بقيمة المبیع ویملک عند القبض کذا فی محیط السرحسی، فتاوی عالمگیریہ ۳: ۱۴۷ الباب الحادی عشر فی احکام البیع الغیر الجائز

واجب ہے ورنہ بائع پر واجب ہوگا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

اجارہ کی صورت میں عشر کس پر واجب ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مالک نے اپنی زمین دس من اجارہ پر بائیس شرط دے دی کہ سال گزرنے کے بعد دس من مجھے دیا کریں گے، اب ایک سال بعد اس دس من گندم کا عشر کون ادا کرے گا مالک زمین یا اجارہ دار؟ بینوا تو جروا
المستفتی ملت خان معلم حقانیہ اکوڑہ ... ۱۹۹۰ء ۱/۱/۲۹

الجواب: چونکہ غالباً مستاجر کو بچت زیادہ ہوتی ہے، لہذا تمام پیداوار کا عشر یا نصف عشر مستاجر پر واجب ہے، پس اگر یہ دس من اس اجارہ شدہ کھیت کی پیداوار ہو تو اس کا عشر یا نصف عشر اس مستاجر کے ذمہ واجب الادا ہوگا ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

مختلف مسائل دربارہ عشر و اجارہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب مستاجر موجر کو تقریباً پانچ سو روپیہ پیشگی دے کر یہ مصالحت کریں کہ ایک سال کے برابر پچاس روپیہ سوختہ ہو جائیں گے۔ (۱) اول جواب طلب یہ ہے کہ پانچ سو روپیہ کی زکوٰۃ اور قربانی مستاجر پر واجب ہوتی ہے؟ حالانکہ رقم ان کے قبضہ سے نکل گئی ہے یا موجر پر واجب ہوتی ہے؟ اسلئے کہ پیشگی رقم اس کے قبضے میں ہے۔ (۲) جب مستاجر کو

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتري ولو بعده فعلى البائع. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۶۰ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: والعشر علی الموجر کخراج موظف وقال علی المستاجر کمستعیر مسلم وفي الحاوی وبقولہما ناخذ.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۶۰ باب العشر)

سال میں پچاس روپیہ سوختہ کے علاوہ پچاس روپیہ نفع ملے جبکہ مجموعہ کا حاصل سو روپیہ ہوتا ہے تو عشر سو روپیہ مجموعہ میں واجب ہے یا سوختہ رقم کے بغیر پچاس روپیہ نفع میں؟ (۳) یہ عشر مؤجر پر واجب ہے یا مستأجر پر؟ (۴) مطلق مزارعت جب نصف نصف پر ہو تو عشر صرف مزارع پر واجب الاداء ہے اپنے نصف میں اور مالک پر اپنے نصف میں یا کل حاصل مزارعت میں صرف مزارع پر یا صرف مالک زمین پر؟ (۵) حکومت وقت کو مالیہ دینے سے عشر میں کوئی تخفیف آتی ہے یا نہیں؟ (۶) رہن اور کاشت رہن میں ممانعت یکساں ہے یا کوئی فرق ہے حالانکہ عرفاً دونوں میں فرق یہ ہے کہ رہن میں مرتہن نقصان کا ذمہ دار نہیں ہوتا ہے بلکہ نفع کیلئے یہ معاملہ کرتا ہے اور کاشت رہن کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مالک زمین مزارع سے کچھ رقم پیشگی لے کر زمین مزارع کو برائے کاشت سپرد کرے اور حاصل زمین میں مزارع سے نصف لینے پر یہ معاملہ کرے اور جب مالک زمین چاہے کہ اس سے زمین لے کر دوسرے مزارع کو دیتا ہے تو مالک مزارع کو وہ پیشگی رقم پوری واپس کرتا ہے۔ (۷) جب ایک گوالادو کا نڈار سے تقریباً دو سو روپیہ پیشگی لے کر یہ مصالحت کرے کہ میں آپ کو روزانہ دو سیر دودھ دیا کروں گا کیا یہ معاملہ صحیح ہے؟ بینوا تو جو و

المستفتی: مولانا عبد السمیع حقانی ۱۷/۱/۱۹۷۲

الجواب: (۱) چونکہ یہ پیشگی رقم حقیقت میں قرض ہے لہذا سوختہ شدہ مقدار کے علاوہ رقم کی زکوة مستأجر پر واجب ہوگی ﴿۱﴾۔ (۲) عشر مجموعہ حاصلات سے ادا کرنا ضروری ہے اس میں مقدار اجرت (پچاس روپیہ مثلاً) مستثنیٰ نہیں ہے ﴿۲﴾ صرح بہ فی جمیع الكتب. (۳) چونکہ مفتی بہ صاحبین کا ﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: واعلم ان الديون عند الامام ثلاثة قوی ومتوسط وضعیف فتجب زکاتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لا فوراً بل عند قبض اربعین درهما من الدين القوی كقرض وبدل مال تجارة فكلما قبض اربعین درهما يلزمه درهم.

(الدرا المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۳۸ باب زکاة المال)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: بلا رفع مؤن ای کلف (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قول ہے (صرح به فی الدر المختار) نیز غالباً مستاجر کو بچت، در نفع زیادہ ہوتا ہے لہذا عشر مستاجر پر واجب ہوگا ﴿۱﴾۔ (۴) چونکہ مفتی بہ صاحبین کا قول ہے لہذا ہر ایک پر اپنے اپنے نصف سے عشر ادا کرنا ہوگا (در مختار) ﴿۲﴾۔ (۵) کوئی تخفیف نہیں ہوتی کیونکہ نہ عشر کی نیت ہوتی ہے اور نہ مصرف کی رعایت کی جاتی ہے۔ (۶) اگر یہ رقم عقد مزارعت میں مشروط نہ ہو تو اس جدید معاملہ میں کوئی نقصان نہیں ہے (صرح به فی البحر ۶: ۱۸۵) ﴿۳﴾۔ (۷) یہ رقم قرض ہے ودیعت نہیں ہے اور یہ معاملہ جائز ہے ہر روز بیع تعاطی منعقد ہوتا جائے گا ﴿۴﴾ و نظیرہ ما فی رد المختار ۴: ۱۳۔

ملاحظہ:..... اگر تفصیل کی ضرورت ہو تو صرف ایک سوال روانہ کریں نہ کہ سات سوالات۔ وہو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الزرع وبلا اخراج البذر لتصريحهم بالعشر في كل الخارج.

(الدر المختار علی هامش رد المختار ۲: ۵۶ باب العشر)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: والعشر على المؤجر كخراج موظف وقالوا على المستأجر كمستعير مسلم وفي الحاوي وبقولهما ناخذ.

(الدر المختار علی هامش رد المختار ۲: ۶۰ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وفي المزارعة ان كان البذر من رب الارض فعليه ولو من العامل فعليهما بالحصصة. (الدر المختار علی هامش رد المختار ۲: ۶۱ باب العشر)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم: بان قال زارعتك ارضي على ان تقرضني كذا او ان قدم فلان لانها اجارة فلا يصح تعليقها بالشرط كالاجارة. ثم قال بعد تفريعات كثيرة هذا كله في الشرط النافع لاحدهما وان شرطاً لا ينفع كما لو شرط ان لا يسقى احدهما حصته لا تفسد المزارعة وفيما اذا كان شرطاً مفسداً لو ابطلاه ان الشرط في صلب العقد لا ينقلب جائزاً والاعاد جائز الى آخر ما فيها. (البحر الرائق ۶: ۱۸۵ باب المتفرقات)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن عابدين: ومن بيع التعاطي تسليم المشتري ما اشتراه الى من يطلبه بالشفعة في موضع لا شفعة فيه. (رد المختار هامش الدر المختار ۴: ۱۳ مطلب البيع بالتعاطي كتاب البيوع)

اجارہ اور مزارعت کی مختلف صورتوں میں عشر کے وجوب کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریاست سوات میں عشر والی سوات جہانزیب عبدالحق صاحب وصول کیا کرتا تھا اب سٹیٹ کے ختم ہونے سے عشر کا نظام بھی ختم ہوا ہے، اب ہمارے لئے ذیل کے مسائل اجنبی ہیں وضاحت کی ضرورت ہے۔

(۱) بعض لوگ اپنی زمین سال بھر کیلئے معلوم روپیہ پر دیتے ہے اب عشر مالک ادا کرے گا یا کسان؟
 (۲) بعض لوگوں نے زمین کو فصل پر سال کیلئے دی ہے مثلاً چار من مکئی اور دو من گندم مالک کو دے گا، اس صورت میں عشر کون ادا کرے گا؟ (۳) بعض لوگوں نے زمین کو آدھے فصل پر دی ہے یعنی جو فصل ہو جائے آدھی میری اور آدھی تمہاری، اب عشر کون ادا کرے گا؟ (۴) بعض لوگ زمین کو پانچویں حصہ پر دیتے ہیں ہے مالک بھی کام کرتا ہے اور کسان بھی اب وزن کرانے والا کسان اور مالک پر مجموعی طور سے عشر ہے یا علیحدہ علیحدہ یا صرف مالک پر ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: حافظ محمد ارشاد دیوٹی سوات..... ۱۹۷۴ء/۶/۲۹

الجواب: (۲، ۱) یہ دونوں اجارہ کی صورتیں ہیں اور چونکہ مستأجر کو غالباً بچت زیادہ ہوتی ہے

لہذا عشر اس پر واجب ہوگا مالک پر نہیں (در مختار مع رد المحتار) ﴿۱﴾ (۳) یہ مزارعت کی صورت ﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: والعشر علی المؤجر کخراج موظف وقالا علی المستأجر، قال العلامة ابن عابدین قلت: لکن فی زماننا عامة الاوقاف من القرى والمزارع لرضا المستأجر بتحمل غراماتها ومونها يستأجرها بدون اجرا المثل بحيث لا تفي الاجرة ولا تضعافها بالعشر او خراج المقاسمة فلا ينبغي العدول عن الافتاء بقولهما فی ذلك لانهم فی زماننا یقدرون اجرة المثل بناء علی ان الاجرة سالمة لجهة الوقف ولا شیء علیہ من عشر وغیره اما لو اعتبر دفع العشر من جهة الوقف وان المستأجر لیس علیہ سوى الاجرة فان اجرة المثل تزيد اضعافا کثیرة کما لا یخفی فان امکن اخذ الاجرة كاملة... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے اس میں عشر مالک اور مزارع دونوں پر اپنے اپنے حصص سے دینا واجب ہوگا (درمختار) ﴿۱﴾۔
 (۴) صورت مذکورہ نہ اجارہ ہے نہ مزارعت بلکہ یہ کسان اجیر اور مزدور ہے لہذا یہ تمام حاصلات مالک کے ہوں گے اور تمام کا عشر اس کے ذمہ واجب الاداء ہوگا، اور عقد فاسد کی وجہ سے تمام گنہگار ہوں گے (ہدایہ، درمختار، شامی) اور اس مزدور اور وزان کو اجر مثل دیا جائے گا ﴿۲﴾ لكون الاجارة فاسدة لجهالة الاجرة، اور اگر اجر مثل کے عوض اس خاص غلہ پر طرفین راضی ہو جائیں تو یہ بھی جائز ہوگا۔ وهو الموفق

مستاجر پر عشر کا اشتراط مفسد عقد نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں زمین اجارہ پر دی جاتی ہے اس کا عشر مالک زمین پر ہے یا مستاجر پر؟ اگر مالک زمین پر ہے تو پھر مالک زمین مستاجر پر یہ شرط لگائے کہ آپ اس زمین کا عشر ادا کریں گے یا بالعکس شرط لگائی جائے تو اس قسم کی شرط لگانے سے مالک زمین کا ذمہ ماخوذ ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: سميع الله كالام ضلع سوات ... ۱۹۷۱ء/۱۲/۲۰

الجواب: چونکہ غالباً مستاجر کو بچت زیادہ ہوتی ہے اسلئے مفتی بہ قول کی بنا پر عشر کا وجوب مستاجر

(بقیہ حاشیہ) یفتی بقول الامام والا فبقولهما لما يلزم عليه من الضرر الواضح الذي لا يقول به احد. (الدر المختار مع هامش رد المحتار ۲: ۶۰ باب العشر)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وفي المزارعة ان كان البذر من رب الارض فعليه ولو من العامل فعليهما بالحصصة. (الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۶۱ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: وفي شرح درر البحار عشر جميع الخارج على رب الارض عنده لان المزارعة فاسدة عنده فالخارج له اما تحقيقا او تقديرا لان البذر ان كان من قبله فجميع الخارج له وللمزارع اجر مثل عمله. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۶۱ مطلب هل يجب العشر على المزارعين في الاراضي السلطانية باب العشر)

پر ہوتا ہے ﴿۱﴾ لہذا مستاجر پر اس کا اشتراط مفید عقد نہ ہوگا۔ وهو الموفق

مزارعت کی صورت میں عشر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مزارعت کی صورت میں عشر کس پر

واجب ہے مزارع پر یا مالک زمین پر؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبدالرحیم باجوڑ ایجنسی..... ۱۹۷۹ء/۷/۲۱

الجواب: مزارعت کی صورت میں مالک زمین اور مزارع ہر ایک اپنے اپنے حصہ سے عشر ادا

کرے گا، لان الفتویٰ علی قول ابی یوسف و محمد فی باب المزارعة ﴿۲﴾ اور اجارہ کی صورت میں عشر مستاجر پر واجب ہے نہ کہ موجر پر خصوصاً جبکہ مستاجر کو بچت زیادہ ہوتی ہے، وتمام الکلام

فی شرح التنویر مع ردالمحتار باب العشر ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: والعشر علی الموجر کنخراج موظف وقال علی المستاجر کمستعیر

مسلم وفی الحاوی وبقولہما ناخذ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۰ باب العشر)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: والحاصل ان العشر عند الامام علی رب الارض مطلقاً وعندہما كذلك لو البذر منه ولو من العامل فعليہما وبہ ظہر ان ما ذکرہ الشارح هو قولہما اقتصر

علیہ لما علمت من ان الفتویٰ علی قولہما بصحة المزارعة فافہم ان العشر علی رب

الارض عنده عليهما عندهما من غير ذكر هذا التفصيل وهو الظاهر لما في البدائع من ان

المزارعة جائزة عندهما والعشر يجب في الخارج والخارج بينهما فيجب العشر عليهما.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۶۱ باب العشر)

﴿۳﴾ قال ابن عابدین: (والعشر علی الموجر وقال علی المستاجر) ای لو اجر الارض

العشرية فالعشر عليه من الاجرة كما في التارخانية وعنہما علی المستاجر قال فی فتح

القدير لهما ان العشر منوط بالخارج وهو للمستاجر (قوله وفي الحاوی وبقولہما

ناخذ) قلت لكن في زماننا عامة الاوقاف من القرى (بقية حاشيه اگلے صفحہ پر)

مشین کے ذریعے سیراب شدہ فصل میں نصف العشر واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو زمین بذریعہ ٹیل وغیرہ سیراب ہوتی ہے اس میں نصف العشر واجب ہے اب اگر اس کنویں پر مشین لگائی جائے کیا اس میں بھی نصف العشر واجب ہوگا؟ بینواتوجروا

المستفتی: دوست محمد میاں منڈی پشاور..... ۲۵/رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ مشین میں بھی مؤنت اور مشقت موجود ہے لہذا اس سے سیراب شدہ زمین میں بھی نصف العشر واجب ہوگا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

کاریز سے سیراب ہونے والی زمین میں عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں کاریز ہیں جن

(بقیہ حاشیہ) والمزارع لرضا المستأجر بتحمل غراماتها ومؤونتها يستأجرها بدون اجر المثل بحيث لا تنفي الاجرة ولا اضعافها بالعشر او خراج المقاسمة فلا ينبغي العدول عن الافتاء بقولهما في ذلك لانهم في زماننا يقدر ان اجرة المثل بناء على ان الاجرة سالمة لجهة الوقف ولا شيء عليه من عشر وغيره اما لو اعتبر دفع العشر من جهة الوقف وان المستأجر ليس عليه سوى الاجرة فان اجرة المثل تزيد اضعافا كثيرة كما لا يخفى فان امكن اخذ الاجرة كاملة يفتى بقول الامام والا فبقولهما لما يلزم عليه من الضرر الواضح الذي لا يقول به احد. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۶۰ مطلب هل يجب العشر على المزارعين في الاراضي السلطانية)

﴿۱﴾ وفي الهدية: وما سقى بالدولاب والدالية ففيه نصف العشر وان سقى سيحا وبدالية يعتبر اكثر السنة فان استويا يجب نصف العشر.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۸۶! الباب السادس في زكاة الزرع والثمار)

پر لاکھوں روپیہ لاگت آتی ہے اور سالانہ صفائی پر بھی ہزاروں روپیہ لاگت آتی ہے اس پانی سے حاصل شدہ حاصلات میں عشر لازم ہوتا ہے یا نصف عشر؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حافظ حبیب الرحمن وانا کیمپ..... ۱۹۷۴ء/۱۲/۹

الجواب: بظاہر کاریز سے سیراب شدہ زمین کے حاصلات میں عشر واجب ہوتا ہے، لحديث البخاری او كان عشريا ﴿۱﴾ وقالوا العاثر شبه نهر يحفر في الارض يسقى به البقول والنخل والزرع، ولانه لم يشق بآلة كما اشار اليه كلام البحر ۲: ۲۳۸ فليراجع ﴿۲﴾ ويمكن ان يقال ان المدار على كثرة المؤنة كما اشار اليه صاحب الدر المختار انتهى ﴿۳﴾. وهو الموفق

مالیہ کی نہری زمینوں میں عشر و نصف عشر کے مسئلہ میں مناظرہ اور فیصلہ

سوال: بعد از تسلیمات و آداب مسنونہ کے عارض ہوں کہ بمقام دوپیز علاقہ لونڈخوڑ میں ایک

﴿۱﴾ عن عبد الله بن عمر عن النبي ﷺ قال فيما سقت السماء والعيون او كان عشريا العشر وما سقى بالنضح نصف العشر، رواه البخاری، وعلى هامش المشكوة في حاشية الفرغشتوية: قوله او كان عشريا: العثري ما سقتها السماء وكذا ذكره التور پشتی وبعض الشراح ولا يخفى انه يلزم منه التكرار وعطف الشيء على نفسه فالحق ما ذكره بعض آخرون من ان العثري ما سقى بالعاثر والعاثر شبه نهر يحفر في الارض يسقى به البقول والنخل والزرع والعثري يجي بمعنى الفارغ من الدنيا والآخرة، لمعات.

(هامش مشكوة المصابيح حاشية فرغشتوية ۱: ۱۷۴ كتاب الزكاة فيما تجب فيه)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: اي ويجب نصف العشر فيما سقى بآلة للحديث.

(البحر الرائق ۲: ۲۳۸ باب العشر)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي: نصفه في مسقى غرب اي دلو كبير ودالية اي دولا ب لكثرة

المؤنة. (الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

اجتماع بغرض مسئلہ شرعیہ منعقد ہوا تھا جس میں دو بڑے علماء کے درمیان موجودہ نہری زمینوں جس پر حکومت مالیہ وصول کرتی ہے، کے بارے میں مناظرہ ہوا کہ اس میں عشر ہے یا نصف عشر؟ ایک مولانا صاحب نے جامع الرموز وغیرہ کتب سے معتبر عبارات اور بالخصوص علامہ شامی جلد دوم کی یہ عبارت ”لان المعتمد عندنا ان شراء الشرب لا يصح“ سے عشر کا ثبوت اور وجوب ثابت کر رہا تھا، اور فریق ثانی کے مولوی صاحب نے اس عبارت کی بنا پر کہ ”وقيل ان تعارفوه صح“ نصف عشر کا وجوب ثابت کر رہا تھا اجتماع مذکورہ میں ثالث اور حکم مولانا شفیع اللہ فاضل حقانیہ مقرر ہوا تھا تو بعد از بحث کے مولانا شفیع اللہ صاحب نے فیصلے کا اعلان کیا کہ ”لان المعتمد عندنا“ سے افضلیت عشر ثابت ہوتی ہے اور ”وقيل ان تعارفوه“ سے نصف عشر، بہر حال مسئلہ مجمل رہا آپ صاحبان دفع اختلاف اور دفع شکوک و ابہام فرما کر اس مسئلہ کے متعلق اپنی رائے واضح فرمائے۔ بینوا تو جروا

المستفتی: مولانا عبدالرحمن لونڈ خور مردان

الجواب: یہ مسئلہ چونکہ کتب الفروع میں بالتصریح مذکور نہیں ہے اسی وجہ سے اس میں علماء باہمی اختلاف رکھتے ہیں ہماری قاصر رائے میں نصف عشر کا وجوب راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ آبیانہ شمن نہیں ہے، لعدم صحة بيع الماء الغير المحرز فليراجع الى باب الشرب ﴿۱﴾ بلکہ یہ آبیانہ مؤنت میں داخل ہے کیونکہ حکومت اس سے نہر کا باقاعدہ انتظام کرتا ہے اور اس کو سیراب کنندگان سے ایک ضابطہ کے طور پر وصول کرتا ہے اور کثرت مؤنت کی علت کی وجہ سے نصف عشر کا وجوب ظاہر ہے یدل علیہ تعلیل الفقهاء قال فی الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۶۹ نصفه فی مسقی غرب

ای دلو کبیر ودالية ای دولاب لکثرة المؤنة انتهى ﴿۲﴾ قلت ولا فرق بین الاصالۃ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله ولا يصلح الماء) ای ماء الشرب الغير المحرز.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۵: ۳۱ فصل الشرب)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

كما في البير وبين الوكالة كما في النهر فافهم ﴿١﴾. وهو الموفق

بارانی اور مالیہ والی نہری زمینوں کے عشر میں فرق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشر کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے، ماخرج من الارض ففيه العشر، لیکن گنایا تمباکو کی فصل پر بہت زیادہ لاگت آتی ہے مثلاً مالیہ، مصنوعی کھاد وغیرہ، کیا اس خرچہ کی وجہ سے عشر کے حکم میں تغیر آتا ہے حالانکہ یہ زمینیں نہری ہیں اور فقہاء کہتے ہیں کہ نہری زمینوں میں عشر ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: سید گل بادشا کوٹک ترناب چارسدہ ۳۰۰/ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر یہ زمین کنویں کے پانی سے سیراب ہوتی ہو تو اس میں نصف العشر یعنی بیسواں واجب ہے یعنی تمام خارج من الارض سے، لما رواه البخاری مرفوعاً فيما سقت السماء والعيون او كان عثريا العشر وما سقى بالنضح نصف العشر (مشکوٰۃ ۱۷۳) ﴿٢﴾ اور تمام فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے اور اگر یہ زمین نہری ہو تو اس میں دسواں حصہ دینا بہتر ہے اور آیہ کی ﴿١﴾ وفي المنهاج: اعلم ان ما سقته الانهار التي يأخذ الحكومة بالسقى منها الخراج ما يقال له بالفارسية "آبیانہ" قيل يجب فيه العشر لانه سقى بالانهار والعاثور دون النضح وقيل الوجه في وجوب العشر انه سقاه بماء اشتراه وفيه الماء الغير المحرز لا يصح بيعه وشراءه، وقال شيخنا (الغرغشتوی) يكفى فيه أداء نصف العشر لان منشأ وجوب نصف العشر كما في شرح التنوير كثرة المؤنة وهي ههنا متحققة بلاريب، وبالجمله ان الماخوذ منهم هي المؤنة دون الثمن لان ارباب الحكومة انما يأخذونها لبقاء هذا النظام لا يخطر ببالهم معنى البيع والشراء فافهم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ۳: ۱۵۳ باب الصدقة فيما يسقى بالانهار)

﴿٢﴾ (مشکوٰۃ المصابيح ۱: ۱۵۹ باب ما يجب فيه الزکوة الفصل الاول کتاب الزکاة)

صورت میں بیسواں دینا بھی کافی ہے، لہذا فی الدر المختار: وفي كتب الشافعية او سقاء بماء اشتراه وقواعدنا لاتاباه ﴿۱﴾ اور واضح رہے کہ نہری زمین میں آبیانہ اگر شرب کا ثمن ہو اور بیع کی شروط موجود ہو تو نصف العشر کے وجوب میں کوئی اشتباہ نہیں ہے اور اگر یہ آبیانہ اصلاح نہر اور حفاظت نہر کی مؤنت ہو تو پھر بھی نصف العشر کا حکم صحیح ہے کیونکہ جس طرح زر خرید پانی سے سیراب شدہ خارج میں نصف العشر کا وجوب منصوص نہیں ہے بلکہ کثرت مؤنت کی وجہ سے ہے تو اس طرح اس میں بھی کثرت مؤنت موجود ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

عشر کو مالیہ میں نہیں دیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس عشر کا گندم ہے اور حکومت ان سے کل جائیداد کا مالیہ (ٹیکس) بھی وصول کرتی ہے کیا یہ شخص اس عشر کو حکومتی مالیہ میں دے سکتا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: نا معلوم.....

الجواب: عشر کو مالیہ میں دینا خلاف احتیاط ہے اور عبادات میں احتیاط پر عمل کرنا ضروری ہے (وفی الهدایة ۱: ۱۷۲) وقیل اذا نوى بالدفع التصديق عليهم سقط عنه وكذا الدفع الى كل جائر لانهم بما عليهم من التبعات فقراء والاول احوط انتهى ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۵۵: ۲ باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ويجب نصفه في مسقى غرب اى دلو كبير ودالية اى دولاب لكثرة المؤنة. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۵۵: ۲ باب العشر)

﴿۳﴾ (هداية على صدر فتح القدير ۵۰: ۲ فصل وليس في الفصلاں والحملان والعاجيل صدقة كتاب الزكاة)

اجارہ کے عشر میں ائمہ کا اختلاف اور نہری زمینوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مالک زمین اور کاشتکار میں سے کس پر عشر واجب ہے؟ امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عشر مالک زمین پر ہے اور صاحبین کہتے ہیں کہ کاشتکار پر ہے دیگر یہ کہ امام صاحب نے اس امر میں صاحبین کے قول کو رجوع کیا ہے یعنی مذہب احناف میں غالباً متفق علیہ مسئلہ یہ ہوا کہ عشر مزارع پر ہے اور لوگوں نے یہ مسئلہ بنایا ہے کہ مالک زمین پر عشر دینا واجب کرتے ہیں دیگر یہ کہ یہ لوگ بیسواں حصہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا خرچہ زیادہ ہے مالیہ اور آبیانہ دیتے ہیں حالانکہ ان اخراجات کا کوئی اعتبار نہیں اسلئے کہ یہ اراضی دراصل دولابی نہیں ہے بلکہ ابتداء بارانی ہے اور اگر نہر آئی ہے تو اس کیلئے وما کراہ العجم فهو کالسبح کے حکم میں ہونا چاہئے دیگر یہ کہ ان نہری زمینوں میں اگرچہ خرچ زیادہ ہے لیکن آمدن بھی حد سے زیادہ ہے اور رہٹ میں خرچ زیادہ ہے اور آمدن کم تو نہری زمینیں رہٹی زمینوں پر قیاس کرنا بعید از حق ہوگا؟ بینوا تو جروا جزاکم اللہ خیر الجزا

المستفتی: سید غلام جان قیس خطیب مرہٹی طور و مردان..... ۲۵/۶/۱۳۹۳ھ

الجواب: واضح رہے کہ اجارہ کی صورت میں عشر مستاجر پر واجب ہوگا کیونکہ غالباً اس کو بچت زیادہ ہوتی ہے اور اگر مستاجر کو کم بچت ہوئی تو امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا، کما فی الدر المختار ورد المحتار ۲: ۸۵ والعشر علی المجر و قال علی المستاجر وفی الحاوی و بقولہما نأخذ، قلت ولكن افتی بقول الامام جماعة من المتأخرين قلت لكن فی زماننا عامة الاوقاف من القرى والمزارع لرضا المستاجر يتحمل غراماتها ومؤونها يستأجرها بدون اجر المثل فلا ينبغي العدول عن الافتاء بقولهما فی ذلک (الی ان قال)

فان امکن اخذ الاجرة كاملة یفتی بقول الامام والا فبقولهما (بحذف) ﴿۱﴾ اور جو انہار کفار نے کھدوائی ہیں اور بطریق من مسلمانوں کو ملی ہیں تو ان کا پانی عشری ہے، کما یدل علیہ ما فی ردالمحتار ۳: ۵۹ باب العشر والخراج ﴿۲﴾ پس آیات کی صورت میں اس کے حاصلات سے نصف العشر دینا کافی ہے، کما یدل علیہ تعلیل درالمختار ونصفه فی مسقی غرب ودالية لكثرة المؤنة ﴿۳﴾ لان ما يأخذه الحكومة ليس بضمن لعدم ارادتهم بيع الماء ولعدم صحة بيع الماء الغير المحرز بل هو مؤنة وسبب لبقاء هذا الماء وهذا النظام نظام الانهار. وهو الموفق

مشترکہ نہر پر ظالمانہ قبضہ اور آبیانہ کی صورت میں عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک نہر زمانہ قدیم سے مشترک چلی آرہی ہے لیکن ایک قوم نے قومیت، تعصب اور بالادستی کی بنا پر اس نہر پر قبضہ کر رکھا ہے اور دوسری اقوام سے فی جریب دو من یا کم و زیادہ وصول کرتی ہے یعنی پانی کی باقاعدہ قیمت مقرر کر رکھا ہے اب علماء میں اختلاف ہے بعض عشر اور بعض مؤنت کی وجہ سے نصف عشر کا کہتے ہیں اور زمانہ قدیم سے یہ اہل علاقہ عشر دیتے ہیں کیا ہم عشر دیں گے یا نصف عشر؟ (۲) نیز یہ پانی قدرت الہی سے چشموں اور پہاڑوں سے آتا ہے اس نہر کو نہ کسی نے بنائی ہے اور نہ حقیقتاً کسی کی ملکیت ہے کیا اس قوم خاص کیلئے اس نہر پر قبضہ ﴿۱﴾ (الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۶۰ مطلب هل يجب العشر علی المزارعین فی الاراضی باب العشر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین (قوله بماء العشر) والحاصل انه ما كان علیہ يد الكفرة ثم حوساه قهراً وما سواه عشری. (رد المحتار ۳: ۲۸۴ مطلب فی خراج المقاسمة باب العشر والخراج والجزية كتاب الجهاد)

﴿۳﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

اور غریبوں پر یہ پانی فروخت کرنا جائز ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا محمد باشم پغریزی ۱۲/۵/۱۹۷۵

الجواب: اگرچہ کثرت مؤنت کی وجہ سے نصف عشر موافق قواعد کتب ہے لیکن صورت مسئلہ میں یہ رقم مؤنت نہیں ہے، لانہ لیس سیال بقاء هذا النظام بل هو ظلم او بيع الماء الغير المحرز ﴿۱﴾ والمظلوم لا يظلم بخلاف انهار ديارنا (ای انهار الحكومية) لان لها حافرين وقاسمين وحاكمين لا يبقى هذا النظام الابهام والرقم الماخوذ من اهل المزارع يصرف عليهم. وهو الموفق

سرکاری نہر کے آبیانہ کی صورت میں نصف عشر کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا علاقہ ورسک نہر سے میرا آب ہوتا ہے اس کا آبیانہ نسبت دیگر انہار کے ذرا زیادہ ہے اس آبیانہ کے پیش نظر ہمارے ہاں ایک عالم نے فتویٰ دیا ہے کہ ان زمینوں میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: سیف الرحمن ٹیلہ بند پشاور ۱۶/۱/۱۹۷۰

الجواب: بعض علماء کے نزدیک اس میں نصف العشر (بیسواں) واجب ہے کیونکہ یہ پانی زر خرید ہے، والدلیل علیہ ما فی الدر المختار وفي كتب الشافعية او سقاہ بماء اشتراه ﴿۱﴾ قال ابن عابدین: ان العلة فی العدول عن العشر الى نصفه فی مسقی غرب ودالية هي زيادة الكلفة كما علمت وهي موجودة فی شراء الماء ولعلهم لم يذكروا ذلك لان المعتمد عندنا ان شراء الشرب لا يصح وقيل ان تعارفه صح وهل يقال عدم شرائه يوجب عدم اعتباره ام لا تأمل نعم لو كان محرز اباناء فانه يملك الخ.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۵۵: ۲ باب العشر)

وقواعدنا لا تباہ (ہامش ردالمحتار ۲: ۶۹) ﴿۱﴾ لیکن خرید و فروخت "ماء محرز" میں صحیح ہوتا ہے، اور صورت مسئلہ میں "احراز بالحوض" حاصل ہے اگرچہ یہ بیع و شراء فاسد ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ آبیانہ در حقیقت ثمن نہیں ہے بلکہ یہ مؤنت ہے سرکار اس کو تجارت کیلئے نہیں لیتی ہے بلکہ نہر کی بقاء اور انتظام کیلئے لیتی ہے اور یہ مؤنت کنویں کی مؤنت سے کم نہیں ہے، لہذا اس میں نصف العشر واجب ہوگا، لوجود علة وجوب نصف العشر وهي كثرة المؤنة وزيادة الكلفة يدل عليه ما في الدر المختار نصفه في مسقى غرب ودالية لكثرة المؤنة، وفي ردالمحتار ۲: ۶۹ لان العلة في العدول عن العشر الى نصفه في مسقى غرب ودالية هي زيادة الكلفة ﴿۲﴾ انتهى فافهم ولا تعجل والاخير هو المختار عندى وهذا ما عندى لعل عند غيرى احسن من هذا ﴿۳﴾ وهو الموفق

﴿۲، ۱﴾ (الدر المختار مع هامش ردالمحتار ۲: ۵۵ باب العشر)

﴿۳﴾ وفي المنهاج : اعلم ان ما سقته الانهار التي يأخذ الحكومة بالسقى منها الخراج ما يقال له بالفارسية "آبیانہ" قيل يجب فيه العشر لانه سقى بالانهار والعاثور دون النضح وقيل الوجه في وجوب العشر انه سقاه بماء اشتراه وفيه ان الماء الغير المحرز لا يصح بيعه وشراءه وقال شيخنا (الفرغشتوى رحمه الله) يكفي فيه اداء نصف العشر، لان منشأ وجوب نصف العشر كما في شرح التنوير كثرة المؤنة وهي ههنا متحققة بلا ريب وبالجمله ان المأخوذ منهم هي المؤنة دون الثمن لان ارباب الحكومة انما يأخذونها لبقاء هذا النظام لا يخطر ببالهم معنى البيع والشراء فافهم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ۳: ۱۵۳ باب الصدقة فيما يسقى بالانهار)

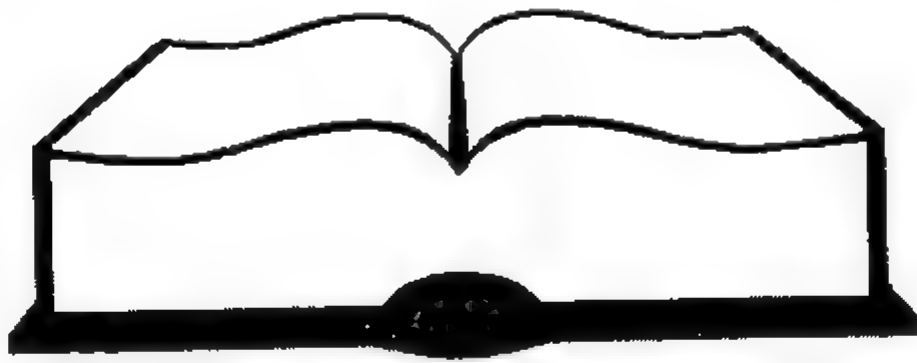
اللَّهُ

اللَّهُ

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ

باب صدقۃ الفطر





قال رسول الله ﷺ

ادوا عن كل حر وعبد صغير وكبير
نصف صاع من برا او صاعاً من شعير

.....(ابوداؤد).....



باب صدقة الفطر

صدقۃ الفطر کی مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ناپ تول کے حساب سے صدقہ

فطر کی مقدار کیا ہے؟ بینو اتوجروا

المستفتی: سید احمد خان چارسدہ ۱۰۰/ ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ

الجواب: صدقہ فطر کی مقدار تقریباً دو سیر انگریزی اور پختہ سیر کے حساب سے ایک سیر اور

ایک تہائی مقدار ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ علماء احناف کے نزدیک گندم میں نصف صاع واجب ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک صاع سے مراد آٹھ رطل کا صاع عراقی ہے، قال الدكتور و حبة الزحیلی: الصاع عند ابی حنیفہ ومحمد ثمانية ارطال بالعراقی والرطل العراقی منة وثلاثون درهما ويساوی ۳۸۰۰ غراماً، لانه عليه السلام كان يتوضأ بالمدرطلين ويغتسل بالصاع ثمانية ارطال وهكذا كان صاع عمر وهو اصغر من الهاشمی وكانوا يستعملون الهاشمی (الفقه الاسلامی وادلته ۳: ۲۰۴۲) اب ایک رطل کی مقدار نوے مثقال ہے تو ضرب دینے سے سات سو بیس مثقال صاع کا وزن ہو گیا اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہے تو پورا صاع تین ہزار دو سو چالیس ماشہ کا ہو گیا، اور بارہ ماشہ کا ایک تولہ ہوتا ہے تو بارہ پر تقسیم کرنے سے حاصل قسمت دو سو ستر تولہ آگیا تو نصف صاع ایک سو پینتیس تولہ کا ہو گیا اب چونکہ دنیا میں اعشاری نظام جاری ہے تو اسی لحاظ سے اب تولہ سے گراموں میں وزن منتقل کیا جاتا ہے اوزان شرعیہ (مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ) کے آخر میں مولانا محمد اشرف قریشی نے ۱۳۶.۵ تولہ کے حساب سے نصف صاع کا وزن ۵۹۴۱۳.۶ اکلو گرام لکھا ہے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے پونے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صدقہ فطر میں مقامی نرخ معتبر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صدقہ فطر حکومتی نرخ کے مطابق

دیا جائے گا یا عوامی نرخ کے مطابق؟ بینوا تو جروا

المستفتی: سرفراز خان میانوالی..... ۱۳/۱۰/۱۹۷۵

الجواب: چونکہ حکومت کا نرخ حاوی نہیں ہے لہذا مقامی نرخ معتبر ہوگا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

صرف تین تولہ سونے پر صدقۃ الفطر اور قربانی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں ایک عورت کے پاس صرف تین تولہ سونا

(بقیہ حاشیہ) دوسیر کے لحاظ سے ۶۶۶، اکلو گرام کا حساب لگایا ہے، مولانا مفتی عبدالرحیم لاچپوری رحمہ اللہ نے نصف صاع کو ایک کلو پانچ سو پچھتر گرام لکھا ہے۔

بندہ بھی ایک سنار کے دکان گیا اور ہر پہلو سے یعنی رتی ماشہ تولہ کا حساب اور ہندوستان میں مختلف رائج الوقت اوزان کے بارے میں اطمینان حاصل کیا، اور یہ معلوم ہوا کہ ہمارے سرحدی علاقے کا تولہ ۱۲،۱۵ گرام کا ہوتا ہے، اور دوسرا تولہ جو پنجابی تولہ سے ہمارے دیار میں مشہور ہے وہ ۱۱،۶۲۳ گرام کا ہوتا ہے تو ۱۳۵ تولہ سرحدی کے اعتبار سے ایک کلو ۲۵،۶۳۰ گرام بنتا ہے اور پنجابی تولہ سے ایک کلو ۶۴،۵۷۴ گرام بنتا ہے اور غالباً یہی حساب مولانا لاچپوری صاحب نے لیا ہے کہ پورے پانچ سو پچھتر گرام لئے ہیں۔ بہر حال ایک وطن کے ناپ تول کو جب دوسرے علاقہ کے ناپ و تول میں ڈھالا جاتا ہے تو دونوں کی بنیاد مختلف ہونے کی وجہ سے انطباق مکمل اور صحیح نہیں ہوتا اسلئے برقی مشینوں کے ذریعے خصوصی اوزان کو لازم قرار دینا اور اسی پر صحت ادا کو معلق کرنا صحیح نہیں ہے اسلئے بہو جب حدیث، نحن امة امیة لا نكتب ولا نحسب، احکام شرع پر آسانی کے ساتھ جس طرح بھی ادا کرے صحیح ہے، اسلئے باوجود ان حسابی تدقیقات کے ادائیگی واجب سب کی صحیح و معتبر مانی جائے گی۔..... (از مرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ويقوم فی البلد الذی المال فیہ.

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ۲: ۲۴ باب زکاة الغنم)..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے اس کے علاوہ کوئی اور مال موجود نہیں ہے کیا اس عورت پر صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہوگی؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولانا نجم الدین صاحب..... ۱۳/۳/۱۹۸۸

الجواب: چونکہ اتنی مقدار سونا سے ساڑھے باؤن تولہ چاندی حاصل ہو سکتی ہے لہذا اس عورت پر قربانی اور صدقۃ الفطر علامہ مرغینانی اور وہابیہ کی روایت کی بنا پر واجب ہے، فلیراجع الی رد المحتار
۸۹:۲ ﴿۱﴾ و اضحیۃ الہندیۃ ﴿۲﴾. و هو الموفق

(بقیہ حاشیہ) و فی الہندیۃ: ویقومہا المالك فی البلد الذی فیہ المال حتی لو بعث عبدا
للتجارة الی بلد آخر فحال الحال تعتبر قیمته فی ذلک البلد ولو کان فی مفازة تعتبر قیمته فی
اقرب الامصار الی ذلک الموضع. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۰ الفصل الثانی فی العروض)
﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله لكن اعتمد فی الشربلالية الخ).... قال فی العنایة ولا
يجوز دفع الزكاة الی من ملک نصابا سواء کان من النقود او السوائم او العروض..... تقدير
النصاب بالقيمة سواء کان من العروض او السوائم لما ان العروض لیس نصابها الا ما یبلغ قیمته
مائتی درهم وقد صرح بان المعتبر مقدار النصاب فی التبین وغیره واستدل له فی الکافی
بقوله عليه السلام من سأل وله ما یغنیه فقد سأل الناس الحافا قیل وما الذی یغنیه قال مائتا درهم او
عدلها فقد شمل الحدیث اعتبار السائمة بالقيمة لا طلاقه وقد نص علی اعتبار قيمة السوائم فی
عدة کتب من غیر خلاف فی الاشباه والسراج والہبانیة وشرحیہا والذخائر الاشرافیة و فی
الجواهرۃ قال المرغینانی اذا کان له خمس من الابل قیمتہا اقل من مائتی درهم تحل له الزکاة
وتجب علیہ وبهذا ظهر ان المعتبر نصاب النقد من ای مال کان بلغ نصابا من جنسہ اولم یبلغ
الخ. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۷۷ بعید مطلب فی جهاز المرأة هل تصیر به غنیة)
﴿۲﴾ و فی الہندیۃ: والموسر فی ظاهر الروایة من له مائتا درهم او عشرون دیناراً او شیئ
یبلغ ذلک سوى مسکنه و متاع مسکنه و مرکوبه و خادمه فی حاجته التی لا یتغنی عنها فاما
ما عدا ذلک من سائمة او رقیق او خیل او متاع لتجارة او غیرها فانه یعتد به من یساره الخ.
(فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۲۹۲ کتاب الاضحیۃ)

مجنون اور پاگل کی طرف سے باقاعدہ فطرانہ ادا کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک تندرست آدمی تھا جو عمر بھر روزہ رکھتا تھا اچانک پاگل ہو گیا اب نہ نماز جانتا ہے نہ روزہ، اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کیا جائے گا یا نہیں؟ بینواتو جروا
المستفتی: ماسٹر سرفراز کردکالا باغ..... ۸/ شوال ۱۳۹۵ھ

الجواب: مجنون اور پاگل کی طرف سے باقاعدہ فطرانہ ادا کیا جائے گا (ہندیہ: ۲۰۴: ۱) ﴿۱﴾
یعنی دوسیر انگریزی سے گندم یا اس کی قیمت، اور روزہ وغیرہ کا فدیہ ادا نہیں کرے گا۔ وهو الموفق

قیدی کے جرمانہ میں فطرانہ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ الحرج میں بڑی جیل ہے جس میں کافی پاکستانی قید ہیں، یہاں ایک پاکستانی قیدی سے حادثہ ہوا تھا جس سے ایک سعودی باشندہ فوت ہو چکا تھا قاضی نے ایک لاکھ ریال جرمانہ ادا کرنے کا فیصلہ سنایا، اس فیصلہ کی نقل ہماری کمپنی کو ارسال کی کہ فطرانہ کی رقم مذکورہ شخص کے جرمانہ میں ادا کی جائے کیا ہم فطرانہ اس مد میں دے سکتے ہیں جبکہ کافی ساتھیوں نے فطرانے جمع کر رکھے ہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: فضل رحمٰن سعودی عرب..... ۲۶/۶/۱۹۸۶ء

الجواب: اگر یہ قیدی نادار ہو تو اس کو یا اس کے امر سے حکومت کو یہ فطرانہ دینا جائز

ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهندية: والمعتوه والمجنون بمنزلة الصغير سواء كان الجنون اصليا او عارضا وهو الظاهر من المذهب كذا في المحيط.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۹۲ الباب الثامن فی صدقة الفطر)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وصدقۃ الفطر (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صدقہ فطر متعدد مسکینوں کو دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صدقہ فطر ایک سے زیادہ مساکین پر بائنا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد آریاز حسین مردان ۳۰ / جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ

الجواب: ایک صدقہ الفطر متعدد افراد کو دینا جائز ہے (شرح التنویر هامش رد المحتار

۲: ۱۰۷) ﴿۱﴾. وهو الموفق

اجرت میں فطرانہ دینا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب جائیداد غنی امام ہے کیا اس کو فطرانہ دینا جائز ہے جیسا کہ عام رواج ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد ارشاد گڑھی افغانان راولپنڈی ۱۲ / ۱۰ / ۱۹۷۵

الجواب: امام کو بطور اجرت فطرانہ دینا جائز نہیں ہے تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کا مصرف

(بقیہ حاشیہ) کالزکاة فی المصارف وفی کل حال . (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۸۶ قبل کتاب الصوم) . وفی الہندیۃ: ولو قضی دین الفقیر بزکاة مالہ ان کان بامرہ یجوز وان کان بغير امرہ لا یجوز وسقط الدین .

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۹۰ باب المصارف)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وجاز دفع کل شخص فطرته الی مسکین او مسکین علی ما علیہ الاکثر وبہ جزم فی اللوالجیۃ هو المذهب کتفریق الزکاة والامر فی حدیث اغنواہم للندب فیفید الاولیۃ .

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۸۵ باب صدقة الفطر)

مساکین اور فقراء ہیں ﴿۱﴾ البتہ بطور تصدق یا بطور صلہ فقیر امام کو دینا جائز ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

صدقہ فطر کی مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صدقہ فطر کی صحیح مقدار

کیا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبدالرقيب تا جک لال قلعہ میدان دیر..... ۷/ شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: گندم میں صدقہ الفطر کی مقدار دو سیر انگریزی ہے احتیاطاً ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

تنخواہ دار امام کا فطرانہ وصول کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پیش امام اسی روپے ماہوار

انجمن سے تنخواہ پاتا ہے یہ تنخواہ ان کو امامت میں ملتی ہے کیا اس امام کیلئے لوگوں سے فطرانہ وصول کرنا اور

اپنے آپ پر خرچ کرنا جائز ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: حکیم سید اختر حسین کیمپور

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وصدقۃ الفطر کالزکاة فی المصارف وفی کل حال الا فی

جواز الدفع الی الذمی. (الدرا لمختار علی هامش رد المحتار ۲: ۸۶ باب صدقة الفطر)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: ولو نوى الزکاة بما يدفع المعلم الی الخلیفة ولم یستأجره ان کان

الخلیفة بحال لو لم یدفعه یعلم الصبیان ایضا اجزاه والا فلا وکذا ما یدفعه الی الخدم من

الرجال والنساء فی الاعیاد وغیرها بنیة الزکاة.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۹۰ باب المصارف)

﴿۳﴾ حنفیہ کے نزدیک صاع سے مراد عراقی صاع ہے جو آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور ایک رطل نوے مثقال کا ہوتا ہے

تو ضرب دینے سے سات سو بیس مثقال صاع کا وزن ہو گیا، اور ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہے تو پورا صاع

تین ہزار دو سو چالیس ماشہ یعنی دو سو ستر تولہ کا، تو نصف صاع ایک سو پینتیس (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: اگر یہ امام مفلس ہو تو اس کو فطرانہ لینا جائز ہے لانہ مصرف من

المصارف ﴿۱﴾ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) تولہ کا ہو گیا، اب سیر کی مقدار میں فرق ہے انگریزی سیر اسی تولہ کا ہوتا ہے اور ہمارے سرحدی علاقوں کا سیر ایک سو آٹھ تولہ ہوتا ہے تو اسی تولہ کے انگریزی سیر کے حساب سے تین سیر چھ چھٹانگ کا پورا صاع اور ڈیڑھ سیر تین چھٹانگ کا نصف صاع ہوا، پس مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے بڑی تحقیق و جستجو کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ نصف صاع پونے دو سیر کے برابر ہے اور حضرت تھانوی کی تحقیق ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانگ ہے (امداد الفتاویٰ ۸۵:۲)۔ بہر حال برطانوی نظام کے تحت نصف صاع تقریباً ۳۶ تولہ کا ہوتا ہے اور اعشاری نظام کے تحت تقریباً ایک کلو ۶۶۶ گرام یا ایک کلو ۵۹۲۱۳۶ گرام یا ایک کلو ۵۷۵ گرام بنتا ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ احتیاط کیلئے پورے دو سیر یا کچھ اور زیادہ دیدینا چاہئے کیونکہ زیادہ ہونے میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے (بہشتی زیور ۲۴۰ صدقہ فطر کا بیان)

اور بعض حسابات میں مذکورہ مقدار سے زیادہ کا حساب بھی لگایا گیا ہے اسلئے ہمارے شیخ دامت برکاتہم عام طور پر سواد و کلو بھی بتاتے ہیں اور فرمایا کہ اس میں ثواب ہے اسراف نہیں ہے۔ (از مرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وصدقہ الفطر کالزکاة فی المصارف وفی کل حال.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۸۶:۲ قبیل کتاب الصوم)

باب صدقة التطوع

نابالغ کے مال سے تصدق اور تبرع کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت نے وصیت بھی نہیں کی ہو اور بالغ اولاد اس کے مال سے خیرات وغیرہ کرتے ہیں جبکہ ورثاء میں نابالغ بھی موجود ہیں اس قسم تصدق کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: وزیر ملا وزیرستان

الجواب: نابالغ کے مال سے تبرع اور تصدق حرام ہے ﴿۱﴾ پس اگر ان بالغین نے یہ تبرع اور تصدق (خیرات و اسقاط) مشترکہ مال سے کیا ہو تو اس کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں، قال اللہ تعالیٰ: ان الذين يأكلون اموال اليتامى ظلماً (بغير حق) انما يأكلون في بطونهم نارا وسيصلون سعيراً. الآية ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهندية: وان اتخذ طعاماً للفقراء كان حسناً اذا كانت الورثة بالغين فان كان في الورثة صغير لم يتخذوا ذلك من التركة كذا في التارخانية.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۵: ۳۴۴ باب فی الهدایا والضيافات کتاب الحظر)

﴿۲﴾ قال الجلال: (ان الذين يأكلون اموال اليتامى ظلماً) بغير حق (انما يأكلون في بطونهم) ای ملاءھا (ناراً) لانه يؤول اليها (وسیصلون سعيراً) ناراً شديدة يحترقون فيها. (تفسير جلالين ۱: ۷۸ النساء آیت: ۱۰ پارہ: ۴)

وقال العلامة ابن كثير: (ان الذين يأكلون الخ الآية) ای اذا اكلوا اموال اليتامى بلا سبب فانما يأكلون ناراً تأجج في بطونهم يوم القيامة. (تفسير ابن كثير ۲: ۹۹)

مال حرام کا تصدق کی نیت سے دینا اور معطیٰ لہ کا معطیٰ کیلئے دعاء کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بیت تصدق مال حرام دے دیں اور لینے والا یہ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خیرات قبول کرے اور دینے والا آمین کہہ دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبدالوہاب محلم حقانیہ

الجواب: مال حرام (جس کا مستحق معلوم نہ ہو) واجب التصدق ہے لیکن بلا قصد ثواب ﴿۱﴾ اور دیدہ دانستہ قصد ثواب یا دعائے قبول کرنا مکلف ہیں البتہ فقیر کیلئے اس کا لینا جائز ہے، کما فی رد المحتار عن الظہیریۃ رجل دفع الی فقیر من المال الحرام شیاً یرجو بہ الثواب یرکفر ولو علم الفقیر بذلک فدعاه وامن المعطى کفراً جمیعاً ﴿۲﴾ (رد المحتار ۲: ۳۵) وفی الحموی شرح الاشباہ ۱۱۶ وینبغی ان یرتقی الاخذ بالربا للمحتاج فانه لا یحرم کما صرح بہ المصنف فی البحر ویحرم علی الدافع الاعطاء بالرباء ﴿۳﴾. وهو الموفق صدقہ سے خود کھانا اور رد بلا و آفات کیلئے ذبح کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صدقہ کا جانور ذبح کر کے اس کا گوشت مساکین میں تقسیم کرے کیا اس سے خود بھی کھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور رد بلا کی نیت سے خون بہانے

﴿۱﴾ قال الشیخ محمد کامل: من یملک نصاباً من حرام لا تجب علیہ فیہ الزکاة بل یلزمہ التصدق بجمیعہ علی الفقراء لا بنية الثواب ان لم یکن صاحب المال موجوداً. (فتاویٰ کامیلہ ص ۱۵ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۶۸ مطلب فی التصدق من المال الحرام کتاب الزکاة) ﴿۳﴾ (غمر عیون البصائر شرح الاشباہ ۱: ۴۴۹ القاعدة الرابعة عشرة)

میں ذبح کرنا درست ہے یا دیگر صدقات مثلاً نقد و جنس بھی جائز ہے؟ بینوا تو جو رو

المستفتی: حضرت کلیم اللہ شاہ صاحب مسکین پور شریف مظفر گڑھ..... ۱۵/۳/۷۳

الجواب: صدقات غیر واجبہ سے خود بھی کھا سکتا ہے البتہ یہ مقدار تصدق نہ ہوگا اور رد بلا کیلئے

ذبح کرنا ممنوع نہیں ہے البتہ بطور فد یہ ذبح کرنا بے اصل کام ہے، لان الافتداء لا یدرک بالعقل

والقیاس، وقال اللہ تعالیٰ ولقدیناہ بذبح عظیم ﴿۱﴾. وهو الموفق

مشترکہ مال سے صدقات ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چھ سکے بھائی ہیں اور دو چچا زاد

بھائی، ہمارے والدین وفات پا گئے ہیں ہم میں سے دو بھائی مزدوری کر رہے ہیں جائیداد تمام مشترک ہے

چچا زاد بھائی بھی گھر پر نہیں ہے اور ان بھائیوں نے ایک بھائی کو سربراہ مقرر کیا ہے اور اجازت دی ہے کہ

مشترکہ جائیداد سے آپ صدقہ کر سکتے ہیں یہاں پر بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مشترکہ جائیداد سے صدقہ جائز

نہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا تو جو رو

المستفتی: گل صاحب شاہ صورتی کلے ضلع کرک..... ۱۴۰۱/۶/۳۰ھ

الجواب: چونکہ یہ مروجہ صدقات غالباً اباحت میں داخل ہوتے ہیں لہذا شیوع ان کو

ضرر رسان نہیں ہے اور اگر یہ صدقات تملیک میں داخل ہوں تو جامع صغیر کی روایت کی رو سے شیوع ان کو

ضرر رسان نہیں ہے، فلیراجع الی ہبة الهدایة ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (سورة الصفّت پارہ: ۲۳ رکوع: ۷ آیت: ۱۰۷)

﴿۲﴾ قال المرغینانی: وفي الجامع الصغير اذا تصدق علی محتاجین بعشرة دراهم او وهبها

لہما جاز ولو تصدق بها علی غنیین او وهبها لہما لم یجز وقال یجوز للغنیین ایضا جعل کل

واحد منهما مجازا عن الآخر والصلاحیة ثابتة لان کل واحد منهما تملیک بغیر بدل.

(هدایة علی صدر فتح القدیر ۷: ۴۹۷ باب الہبة)

دینی طلباء کیلئے گھروں سے روٹی سالن جمع کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں بعض مدارس کے طلباء کیلئے چھوٹے بچے (چتریاں) اہل محلہ سے روٹی اور سالن وغیرہ جمع کرتے ہیں اور دینی طلباء اسے کھاتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ کیا یہ سوال اور ذلت نہیں ہے؟ جینواتو جروا

المستفتی: عبد اللہ چارسدہ..... ۱۹۸۲ء

الجواب: طلباء کیلئے یہ وظیفہ جمع کرنا جائز ہے اور لوگ بھی طیب خاطر سے دیتے ہیں دینی طلباء کی

کفالت عوام پر لازمی ہے اور یہ سوال اور ذلت بھی نہیں سمجھا جاتا، کما هو المعروف ﴿۱﴾. وهو الموفق ﴿۱﴾ قال العلی بن سلطان المعروف بملا علی قاری: واما سوال صدقة التطوع فمن لا يقدر علی کسب لکونه زماً او ذاعلة اخرى جاز له السؤال بقدر قوت يومه ولا يدخر وان كان قادراً علیه فترکه لا اشتغال العلم جازت له الزکاة وصدقة التطوع فان ترکه لا اشتغال صلاة التطوع وصيامه لا تجوز له الزکاة ويکره له صدقة التطوع فان جلس واحد او جماعة فی بقعة واشتغلوا بالطاعة ورياضة الانفس وتصفية القلوب يستحب لو احد منهم ان يسأل صدقة التطوع وکسرات الخبز لهم واللباس لا جلهم.

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ۳: ۱۷۲ باب من لا تحل له المسئلة ومن تحل له)

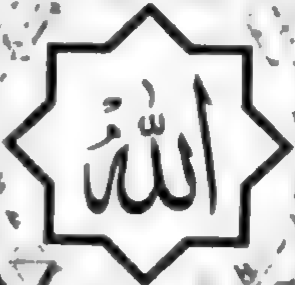
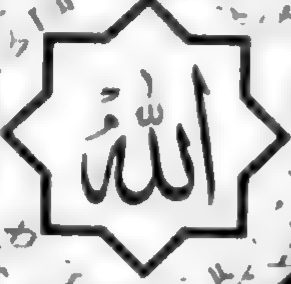


قال الله تعالى

انما الصدقات للفقراء والمساكين
والعمالين عليها والمؤلفة قلوبهم
وفي الرقاب والغرمين وفي سبيل
الله وابن السبيل، فريضة من الله،
والله عليم حكيم.

.....(التوبة).....

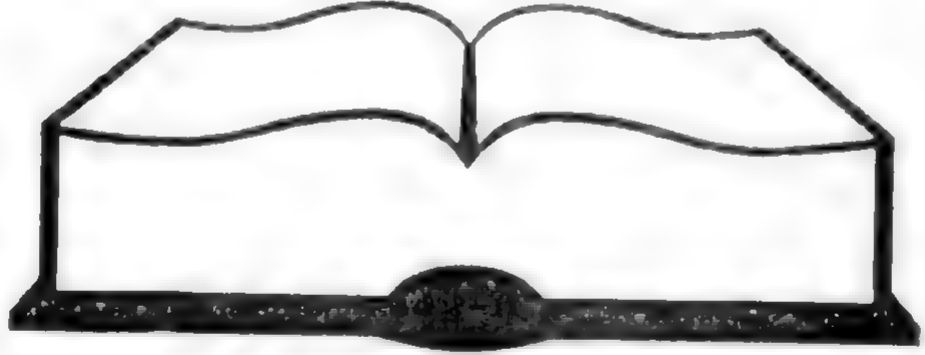




فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ

باب المصارف



باب مصارف الزکوة

پرند و چرند مصرف عشر و زکوة نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں زید پرند و چرند وغیرہ کو گندم و جوار وغیرہ ڈالتا ہے کیا اسے عشر میں محسوب کیا جاسکتا ہے؟ کیا عشر کے گندم وغیرہ پرندوں کو ڈال کر عشر سے سبکدوش ہو سکتا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبد الودود کوہاٹ..... ۱۹۷۶ء/۳/۲۳

الجواب: چونکہ پرندے عشر و زکوة کا مصرف نہیں ہیں ﴿اللہ اس طریق سے ثواب حاصل ہوتا ہے لیکن فریضہ سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے جیسا کہ کوئی شخص نفل نماز پڑھتا ہے اور فرض نماز ادا نہیں کرتا۔ وهو الموفق

مال و متاع میں شریک فقیر کو زکوة دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنے ساتھ بعض مال و متاع میں شریک فقیر کو زکوة دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: فضل الدین متعلم دارالعلوم حقانیہ..... ۱۹۷۸ء/۱۰/۳۱

﴿۱﴾ قال العلامة ابن رشد: فاما عددهم فهم الثمانية الذين نص الله عليهم في قوله تعالى انما الصدقات للفقراء والمساكين الخ، الآية.

(بداية المجتهد ۱: ۲۰۰ الفصل الاول في عدد الاصناف) وقال الامام علي بن عثمان سراج الدين الاوشى: لا يجوز صرف الزکوة الى اهل الذمة ولا الى الكلاب والطيور.

(فتاویٰ سراجیہ ۲۸ باب مواضع الصدقات)

الجواب: اس شریک فقیر کو استقلال کے طریقہ پر زکوٰۃ دینا جائز ہے ﴿۱﴾ اور اشتراک کی صورت میں ناجائز ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

میت کے قرضہ میں زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید بکر کا بھتیجا تھا اور اس کے ذمے بکر کے تین ہزار روپے تھے اب زید انتہائی مفلسی کی حالت میں فوت ہوا، بکر نے اس کو اپنا قرضہ معاف کیا اور زید پر ایک ہزار روپیہ کسی اور کا بھی قرضہ تھا بکر نے زکوٰۃ کی رقم سے ادا کیا، کیا اس سے بکر کی زکوٰۃ ادا ہوئی؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبدالرحمن مشین محلہ شہر جہلم ۲۵/۱۰/۱۹۷۲ء

الجواب: صورت مسئلہ میں زید کا ذمہ قرضہ سے فارغ ہوا ہے لیکن آپ کا ذمہ زکوٰۃ سے فارغ نہیں ہوا ہے کیونکہ زید نے آپ کو اس کی اجازت نہیں دی تھی، بدل علیہ مافی الہندیۃ ۲۰۲: ۱ ولو قضی دین الفقیر بزکوٰۃ مالہ ان کان بامرہ یجوز وان کان بغير امرہ لا یجوز وسقط الدین انتہی ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

کیا زکوٰۃ کنویں کے بنانے اور اس پر مشین لگانے میں صرف کی جاسکتی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کنویں کے بنانے اور اس پر ﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ویشرط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ. (الدر المختار علی هامش رد المختار ۲: ۶۸ باب المصروف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: ای بینہ و بین المدفوع الیہ لان منافع الاملاک بینہم متصلۃ فلا یتحقق التملیک علی الکمال ہدایۃ.

(رد المختار هامش الدر المختار ۲: ۶۹ قیل مطلب فی الحوائج الاصلیۃ)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۹۰ الباب السابع فی المصارف)

مشین لگانے کیلئے اگر زکوٰۃ کا مال استعمال کیا جائے کیا یہ صرف صحیح ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: میاں بہادر شاہ زیارت کا صاحب نوشہرہ..... یکم ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: اس میں زکوٰۃ صرف نہیں ہو سکتی کیونکہ زکوٰۃ کیلئے تملیک شرط ہے جو کہ صورت
مسئولہ میں موجود نہیں ہے ﴿۱﴾ ہاں اس میں شکرانے صرف ہو سکتے ہیں لہذا زیارت کا صاحب کے
شکرانوں سے کچھ رقم باقاعدگی سے مقرر کی جائے کیونکہ مزارات کے معطل ہونے سے دین کو کوئی نقصان
نہیں پہنچتا ہے بخلاف المدارس العربیہ۔ وهو الموفق

زکوٰۃ اور مصارف کے بعض مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) کیا زکوٰۃ رشتہ دار فقیر کو دینا
جائز ہے؟ اور دینے والے کو زکوٰۃ کا کہنا ضروری ہے؟ (۲) کیا زکوٰۃ کی رقم سے سلائی مشین وغیرہ خرید کر
دینا جائز ہے؟ (۳) کیا کسی مقروض کا قرض چکانے کیلئے اس کے قرض خواہ کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز
ہے؟ (۴) کیا زکوٰۃ ایک ہی وقت میں ادا کرنا چاہئے یا سال کے مختلف حصوں میں بھی دینا جائز ہے؟
(۵) زکوٰۃ کا بہتر مصرف کونسا ہے رشتہ دار یا فقرا؟ بینواتو جروا

المستفتی: کشمیر خان مردان..... ۱۲/ رمضان ۱۴۰۸ھ

الجواب: (۱) اصول و فروع اور زوجہ کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے
بشرطیکہ مساکین ہوں ﴿۲﴾۔ (۲) زکوٰۃ میں یہ ضروری نہیں کہ زکوٰۃ کا نام لیا جائے دل میں ارادہ کافی
﴿۱﴾ وفي الهندية: ولا يجوز ان يبنى بالزكاة المسجد وكذا القناطر والسقايات واصلاح
الطرقات وكري الانهار والحج والجهاد وكل مالا تملك فيه.
(فتاوى عالمگیریہ ۱: ۸۸ الباب السابع في المصارف)
﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا الى من بينهما ولاد..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہے ﴿۱﴾۔ (۳) مقروض کی اجازت سے اس قرض خواہ کو مال زکوة سے دے سکتے ہیں (عالمگیری) ﴿۲﴾۔ (۴) آپ درمیان سال میں پیشگی زکوة دیا کریں اور حولان حول کے وقت زکوة کی مقدار سے پیشگی ادا شدہ زکوة منفی کریں ﴿۳﴾۔ (۵) مصارف میں بہترین مصرف وہ عیال دار عالم دین ہے جس نے اپنی عمر کو خدمت دین کیلئے وقف کیا ہو (عالمگیری) ﴿۴﴾۔ وهو الموفق

وہ زمین موجب غنا نہیں جس سے سال بھر کی قوت یا اس سے کم حاصل ہو رہی ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی اتنی زمین ہے کہ اس کی پیداوار سال بھر تک نہیں پہنچتی زمین کی قیمت پچاس ساٹھ ہزار روپیہ ہے کیا مذکورہ شخص کو زکوة دینا جائز ہے یا نہیں اور اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: محمد جنید شافعی سوات..... ۹/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: یہ شخص زکوة لے سکتا ہے اور اس پر حج فرض نہیں ہے اور نہ حج کیلئے زمین فروخت

کرنا فرض ہے، کما فی رد المحتار ۲: ۸۸ سنل محمد عمن له الارض یزرعها او حانوت

(بقیہ حاشیہ) قال ابن عابدین: وقید بالولاد لجوازه لبقیة الاقارب کالاخوة والاعمام والاحوال الفقراء بل هم اولی لانه صلة وصدقة. (الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۶۹ باب المصرف)

﴿۱﴾ وفي الهندية: ومن اعطى مسکینا دراهم وسمها هبة او قرضا ونوی الزکاة فانها تجزیه وهو الاصح. (فتاوی عالمگیریہ ۱: ۱۷۱ کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ وفي الهندية: ولو امر فقیرا بقبض دین له علی آخر ونواه عن زکاة عين عنده جاز. (فتاوی عالمگیریہ ۱: ۱۷۱ کتاب الزکاة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن الهمام: وان قدم الزکاة علی الحول وهو مالک للنصاب جاز. (هدایة علی صدر فتح القدير ۲: ۱۵۴ فصل وليس فی الفصلان والحملان والعاجیل صدقة کتاب الزکاة)

﴿۴﴾ وفي الهندية: التصدق علی الفقیر العالم افضل من التصدق علی الجاهل.

(فتاوی عالمگیریہ ۱: ۱۸۷ الباب السابع فی المصارف)

يستغلها او دار غلتها ثلاثة آلاف ولا تكفى لنفقته ونفقة عياله سنة يحل له اخذ الزکوۃ وان كانت قيمتها تبلغ الوفا وعليه الفتوى وعندهما لا يحل ﴿١﴾ وفي الهندية ۲۳۱: ۱ وان كان صاحب ضيعة ان كان له من الضياع ما لو باع مقدار ما يكفى الزاد والراحلة ذاهبا وجائيا ونفقة عياله واولاده ويبقى له من الضيعة قدر ما يعيش بغلته الباقي يفترض عليه الحج والا فلا ﴿٢﴾. وهو الموفق

فقير مطلقہ عورت کو زکوۃ دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اس عورت کے پاس اس کا بچہ بھی ہے جو زیر تعلیم ہے کیا اس مطلقہ عورت کو زکوۃ دینا جائز ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: طاہر جواد حضرت وائیک..... ۲/ رمضان ۱۴۰۸ھ

الجواب: اگر یہ مطلقہ عورت مصرف زکوۃ ہو اور محتاج ہو تو آپ اس کو زکوۃ دے سکتے ہیں

﴿۳﴾۔ وهو الموفق

مالدار مجاہدین پر مصرف زکوۃ نہیں ہو سکتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ غنی مجاہدین کو زکوۃ دینا جواز رکھتا

﴿١﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱ مطلب فی الحوائج الاصلية كتاب الزكاة)

﴿٢﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۱۸ کتاب المناسک)

﴿٣﴾ قال العلامة عبد الله بن احمد النسفی: المصروف هو الفقير والمسكين وهو اسوء حالا من الفقير والعامل والمکاتب والمدیون ومنقطع الغزاه وابن السبیل فیدفع الی کلهم او الی صنف. (کنز الدقائق ۱: ۶۴ باب المصروف)

ہے یا نہیں؟ اگر جواز ہے تو تحریری طور پر ارسال فرما کر مجھے مطمئن کیا جائے، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

المستفتی: ح، رخ ٹریڈنگ ہاؤس فردوس منزل پشاور شہر..... ۱۹۸۸ء/۱/۲۵

الجواب: فقہاء کے نزدیک اغنیاء پر صرف زکوۃ جائز نہیں ہے ﴿۱﴾ علاوہ عالمین کے البتہ وہ شخص جو اپنے گھر میں غنی تھا، لیکن جہاد کے بعد اس کا مال آئندہ حوائج کیلئے ناکافی ہے تو زکوۃ لے سکتا ہے (ماخوذ از بدائع) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

زکوۃ کی رقم سے کچھ پکا کر کھلانے سے فراغت ذمہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس زکوۃ کی رقم ہے کیا اس پر خیرات کر کے یعنی کچھ کھانا پکا کر کھلانا جائز ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: شادولی خان کیمڑی کراچی..... ۱۹۹۰ء/۳/۹

الجواب: چونکہ اس عرفی خیراتوں میں تملیک نہیں ہوتی صرف اباحت ہوتی ہے ﴿۳﴾ لہذا

﴿۱﴾ قال العلامة برهان الدین: ولا تدفع الى غنى لقوله مَنْ بَلَغَ لا تحل الصدقة لغنى.

(الهداية على صدر فتح القدير ۲: ۲۰۸ باب ما يجوز دفع الزكاة وما لا يجوز)

﴿۲﴾ قال العلامة الكاساني: واما استثناء الغازي فمحمول على حال الحدوث الحاجة وسماه غنيا على اعتبار ما كان قبل حدوث الحاجة وهو ان يكون غنيا ثم تحدث له الحاجة بان كان له دار يسكنها ومتاع بمتنه وثياب يلبسها وله مع ذلك فضل مائتي درهم حتى لا تحل له الصدقة ثم يعزم على الخروج في سفر غزو فيحتاج الى آلات سفره وسلاح يستعمله في غزوه ومركب يغزو عليه وخادم يستعين بخدمته على ما لم يكن محتاجاً اليه في حال اقامته فيجوز ان يعطى من الصدقات ما يستعين به في حاجته التي تحدث له في سفره.

(بدائع الصنائع ۲: ۱۵۵ فصل المؤلفه قلوبهم كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ قال الحصكفي: وهي شرعا تمليك خرج الاباحة... (بقيه حاشيه اگلے صفحہ پر)

اس طریقہ سے زکوٰۃ سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے دوبارہ ادا کرنا ضروری ہے۔ وہوالموفق
مقروض اور مکان بنانے والے فقیر کو نصاب سے زائد زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) فقیر کو زیادہ سے زیادہ کتنی
رقم دینا جائز ہے؟ (۲) اگر ایک فقیر ہزار روپے کا مقروض ہے کیا اسے ہزار روپے یکمشت دینا جائز ہے؟
(۳) ایک شخص کی آمدنی اتنی ہے کہ بمشکل بال بچوں کا پیٹ پالتا ہے اس کے پاس رہائشی مکان نہیں ہے کیا
اس کو اتنی رقم زکوٰۃ کی دے دینا جس سے وہ مکان تعمیر کرا سکے، دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: محمد خورشید دتہ روڈ راولپنڈی

الجواب: (۱) اتنی مقدار زکوٰۃ دینا جس سے وہ غنی شرعی بن جائے مکروہ ہے ﴿۱﴾۔
(۲) جائز ہے بلکہ اس سے زائد دینا بھی جائز ہے جبکہ یہ زائد مقدار نصاب سے کم ہو۔ (۳) اس شخص کو
مکان کیلئے رقم دینا جائز ہے۔ والدلیل علی هذه المسائل ما فی الدر المختار، وکرہ اعطاء
فقیر نصابا او اکثر الا اذا كان المدفوع اليه مديونا او كان صاحب عيال بحيث لو فرقه
عليهم لا يخص كلا او لا يفضل بعد دينه نصاب انتهى، فيه لف ونشر غير مرتب
(ردالمحتار ۲: ۹۳) ﴿۲﴾ وجه الدلالة على السؤال الثالث عدم الفرق بين النفقة والسكنى
(بقیہ حاشیہ) فلو اطعم یتیمان او یا الزکاة لا یجزیه الا اذا دفع اليه المطعوم، قال ابن عابدین: لانه
بالدفع اليه بنية الزکاة یملکه فیصیر اکلا من ملکه بخلاف ما اذا اطعمه معه الخ.
(الدر المختار مع ردالمحتار ۳: ۲ کتاب الزکاة) وقال العلی بن عثمان الاوشی: ویشرط
التملیک ولا یجوز التغذیة والتعشیة. (فتاویٰ سراجیة ۲۸ باب مواضع الصدقات)
﴿۱﴾ وفي الهندیة: ویکره ان یدفع الی رجل مائتی درهم فصاعدا وان دفعه جاز.
(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۸ الباب السابع فی المصارف)
﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۷۴ باب المصارف)

فی الوجوب والحاجة نعم الاحتیاط فی الاعطاء بعد البناء ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

فقیر کو زکوٰۃ سے غنی بنانا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوٰۃ کا صحیح مصرف کونسا ہے؟ نیز قریبی رشتہ داروں میں جو فقیر ہوں ان کو کتنی رقم دی جاسکتی ہے بعض علماء سے سنا ہے کہ زیادہ رقم زکوٰۃ میں نہیں دینی چاہئے؟ بینوا تو جو روا

المستفتی: عبدالغفار چیف کمیٹی منگورہ سوات..... ۳/ شعبان ۱۳۹۶ھ

الجواب: زکوٰۃ کا صحیح مصرف فقیر اور محتاج ہے خصوصاً جبکہ عالم یا محترم یا مجاہد ہو ﴿۲﴾ البتہ کسی محتاج کو غنی بنانا مکروہ ہے مثلاً جس فقیر پر پانچ افراد کا نفقہ واجب ہو اور مقروض نہ ہو تو اس کو ساڑھے باؤن تو لے چاندی کے حساب سے چھ نفر کا یعنی تین سو پندرہ تو لے چاندے $(2/105 \times 6 = 315)$ دینا مکروہ ہے ورنہ اس سے کم جائز ہے ﴿۳﴾ (ماخوذ از ہندیہ)۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وجه الدلالة فيه ان السكنى من الحوائج الاصلية كما يدل عليه ما في الهندية ۱: ۱۸۹ والشرط ان يكون فاضلا عن حاجته الاصلية وهي مسكنه واثاث مسكنه الخ، وقال بعد اسطر، رجل له دار يسكنها يحل له الصدقة وان لم يسكن الكل هو الصحيح كذا في الزاھدی وقال ابن عابدين: فارغ عن حاجته قال في البدائع قدر الحاجة هو ما ذكره الكرخي في مختصره فقال لا بأس ان يعطى من الزكاة من له مسكن وما يتأث به في منزله وخادم وفرس وسلاح وثياب البدن وكتب العلم ان كان من اهله فان كان له فضل عن ذلك تبلغ قيمته مائتي درهم حرم عليه اخذ الصدقة.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۷۰ مطلب في الحوائج الاصلية)..... (از مرتب)

﴿۲﴾ وفي الهندية: التصديق على الفقير العالم افضل من التصديق على الجاهل.

(فتاوى عالمگیریہ ۱: ۱۸۷ الباب السابع في المصارف)

﴿۳﴾ وفي الهندية: ويكره ان يدفع الى رجل مائتي درهم..... (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

زکوۃ سے کتاب کی طباعت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک دینی کتاب کی طباعت کا ارادہ کیا ہے مگر وہ مفلس ہے لوگوں سے زکوۃ وصول کرتا ہے اسی بنا پر اس کتاب کو چھپوانا کیسا ہے؟ بینوا تو جروا
المستفتی: صاحب زادہ باجوڑ عنایت کلے..... ۱۶/۳/۱۹۸۵

الجواب: اگر یہ شخص مصرف زکوۃ ہو اور یا زکوۃ دہندہ گان کی اجازت سے طباعت کے بعد مصارف میں ان کتب کو بطور تملیک دیتا ہو تو اس میں حرج نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق
پچیس گائیوں یا پینتیس بکریوں کا مالک زکوۃ لے سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس پچیس گائیں ہیں یا پینتیس بکریاں ہیں کیا یہ شخص دیگر لوگوں سے زکوۃ لے سکتا ہے؟ بینوا تو جروا
المستفتی: نا معلوم..... ۱۰/۳/۱۹۷۵

الجواب: جب دیگر اجناس اس کے پاس نہ ہوں تو یہ شخص زکوۃ لے سکتا ہے (ردالمحتار ۲: ۸۹) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فصاعداً وان دفعه جاز. کذا فی الہدایۃ: هذا اذا لم یکن الفقیر مدیوناً فان کان مدیوناً فدفع الیہ مقدار ما لو قضی بہ دینہ لا یبقی لہ شیء او یبقی دون المائتین لا بأس بہ وکذا لو کان معیلاً جاز ان یعطى لہ مقدار مالو وزع علی عیالہ یصیب کل واحد منهم دون المائتین کذا فی فتاویٰ قاضی خان.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۸ الباب السابع فی المصارف)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: یشرط ان یكون الصرف تملیکاً لا اباحۃ لا یصرف الی بناء مسجد ولا الی کفن میت وقضاء دینہ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۸ باب المصارف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله جزم به فی البحر)..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حاجت اصلیہ کی اشیاء نہ رکھنے والے صاحب نصاب کیلئے زکوٰۃ لینا حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسافر کسی مسجد میں مقیم ہو اور ان کا اپنا سکونت مکان نہ ہو اور شادی وغیرہ گھر کے دوسری ضروریات بھی نہ ہوں اور نقد کے لحاظ سے صاحب نصاب ہو اور پھر یہ مذکور شخص اس نیت سے کہ حج بیت اللہ کیلئے رقم جمع کرتا ہو تو اس کیلئے زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ نصابی نقد کچھ مزدوری کر کے کما چکا ہو اور کچھ لوگوں نے صدقات و خیرات میں دی ہو؟ بینوا تو جو روا المستفتی: مغل شیر جمر و خیبر ایجنسی

الجواب: اس شخص کیلئے زکوٰۃ لینا حرام ہے ﴿۱﴾، البتہ اگر یہ شخص حوالان حول سے پہلے ایسا جنس خریدے جو کہ حوائج اصلیہ سے ہو مثلاً مکان، اسلحہ، غلہ تو اس شخص پر غنی کے احکام جاری نہیں ہوں گے، یدل علیہ ما فی رد المحتار ۸: ۲ ان الزکاة تجب فی النقد کیفما امسکہ للنماء او للنفقة و کذا فی البدائع فی بحث النماء التقديری ﴿۲﴾ قلت و صرح العلامة العینی: وهو فاضل عن حوائجه الاصلية كالدين فی النقود ﴿۳﴾ فقط، فافهم وهو الصواب (بقیہ حاشیہ) حیث قال و دخل تحت النصاب النامي الخمس من الابل فان ملکها او نصابا من السوائم من ای مال کان لا يجوز دفع الزکاة له سواء کان یساوی مائتی درهم او لا وقد صرح به شراح الهدایة عند قوله من ای مال کان.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۱۷ مطلب فی الحوائج الاصلية)

﴿۱﴾ وفي الهندية: ولا يجوز دفع الزکاة الى من يملك نصابا ای مال کان دنانیر او دراهم او سوائم او عروضاً للتجارة او لغير التجارة فاضلاً عن حاجته فی جميع السنة. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۹ باب فی المصارف)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۱۱ کتاب الزکاة)

﴿۳﴾ (العناية علی هامش فتح القدير ۲: ۲۱۵ باب من يجوز دفع الصدقة اليه ومن لا يجوز)

حج کیلئے رقم جمع کرنے والے غنی کو زکوۃ دینا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے دو ماموں زاد بہنیں ہیں میں ان کو زکوۃ دیا کرتا تھا مگر اب وہ کہتی ہے کہ ہم غنی ہیں اب ان میں سے ایک نے کہا کہ مجھے زکوۃ دیا کریں تاکہ میں اسے حج کیلئے جمع کروں یہ جائز ہے یا نہیں؟ بیسواتو جروا
المستفتی: بیگم علی حسن پشاور روڈ پنڈی..... ۱۹۸۱ء/۳/۲۲

الجواب: جب یہ بہنیں حسب اقرار غنی ہیں تو ان کو زکوۃ دینا خواہ حج کیلئے ہو یا دوسرے مقصد کیلئے ہو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

عیالدار اور مقروض فقیر کو مقدار نصاب زکوۃ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوۃ کی رقم مبلغ ایک ہزار روپیہ ایک ہی مستحق کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ بیسواتو جروا
المستفتی: گل افضل بن مرسلین ڈاک اسماعیل خیل نوشہرہ

الجواب: عیالدار اور مقروض کو (وہ عیالدار جبکہ وہ اپنے نفس اور اپنے عیال پر یہ ایک ہزار روپیہ مثلاً تقسیم کرے تو ہر ایک کا حصہ مقدار نصاب سے کم ہوتا ہے اور وہ مقروض جب وہ مقدار قرض کو دور کرے تو باقی مقدار نصاب سے کم رہتا ہے) دینا بلا کراہت جائز ہے، اور غیر مقروض اور غیر عیالدار کو جائز مع الکراہت ہے، وفي الهدية: ويكره ان يدفع الى رجل مائتي درهم فصاعداً وان دفعه جاز كذا في الهدية هذا اذا لم يكن الفقير مديوناً فان كان مديوناً فدفعت اليه مقدار ماله ﴿۱﴾ وفي الهدية: ولا يجوز دفع الزكاة الى من يملك نصاباً اي مال كان دنائير او دراهم او سوائم او عروضاً للتجارة فاصلاً عن حاجته في جميع السنة.
(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۸۹ الباب السابع في المصارف)

قضى به دينه لا يبقى له شيء او يبقى دون المائتين لا بأس به وكذا لو كان معيلاً جاز ان يعطى له مقدار ما لو وزع على عياله يصيب كل واحد منهم دون المائتين كذا في فتاوى قاضى خان (هنديہ ۱: ۲۰۰) ﴿۱﴾. وهو الموفق

سودی کاروبار کرنے والے کی زکوٰۃ نادار طلباء پر صرف کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ان ایام میں اکثر مدارس کے سفیر یا ان کے خطوط برائے حصول زکوٰۃ آتے ہیں فرض کریں کہ ایک آدمی سود کا کاروبار کرتا ہے اور وہ زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہے اس کا کیا مسئلہ ہے کیونکہ میرے ہاں جو خطوط آئے ہوئے ہیں ان میں اس قسم کی کوئی وضاحت نہیں ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: اقبال منیر فیصل آباد

الجواب: سودی مال نادار طلباء پر صرف ہو سکتا ہے ﴿۲﴾ اکثر اہل مدارس عطیات کے لفظ سے اس کو بھی اشارہ کرتے ہیں۔ وهو الموفق

سودی کاروبار کرنے والے سے زکوٰۃ کی رقم لینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سودی کاروبار کرنے والا شخص ہو اور ان کی کمائی کے حرام حلال کا پتہ نہیں لگتا ہو تو ایسے شخص سے زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: حامد انور اکوڑہ خٹک..... ۳۱/۱۲/۱۹۸۵

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۸ الباب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ قال ابن البزاز الكردي: ولو بلغ المال الخيث نصاباً لا يجب فيه الزكاة لان الكل واجب التصديق والعبرة لنية الدافع لا لعلم المدفوع اليه.

(فتاویٰ بزازیة علی هامش الہندیة ۴: ۸۶ الثانی فی المصارف)

الجواب: مصرف زکوة شخص سودخور سے زکوة و خیرات لے سکتا ہے (حموی) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

تابالغ کوزکوة دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) تابالغ جس کے والدین غریب ہوں کوزکوة دینا جائز ہے؟ (۲) اگر باپ مالدار ہو اور بیٹا یا بیٹی بالغ ہو اور والد کے زیر کفالت ہو تو کیا ان کوزکوة دینا جائز ہے؟ جبکہ یہ بالغ بیٹا بیٹی خود غنی نہ ہو؟ (۳) اگر زیر کفالت تابالغ بچے کا والد غریب ہو اور والدہ مالدار ہو اس کوزکوة دینا جائز ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: فضل عظیم نو شہرہ..... ۱۹۷۸ء/۷/۲۷

الجواب: (۱)..... جس تابالغ کے والدین غریب ہوں اور یہ تابالغ خود بھی غریب ہو تو اس کو

زکوة دینا جائز ہے (ہندیہ)۔

(۲)..... بالغ جب مالدار نہ ہوں تو ان کوزکوة دینا درست ہے اگرچہ ان کے والدین میں صرف

والد یا صرف والدہ اغنیاء میں سے ہو ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: وفي حاشية الحموی عن الذخيرة سنل الفقيه ابو جعفر عمن اكتسب ماله من امراء السلطان وجمع المال من اخذ لغرامات المحرمات وغير ذلك هل يحل لمن عرف ذلك ان ياكل من طعامه قال احب الى ان لا ياكل منه ويسعه حكما ان ياكله ان كان ذلك الطعام لم يكن في يد المطعم غصبا او رشوة الخ. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۲۸ مطلب التصديق من السال الحرام) وقال ابن البراز الكردي: وقوله ارفق بالناس لان مالا مالا يخلو عن مغصوب لكنه قبل اداء البدل خبيث واجب التصديق فلا يأخذه لا من يجوز له اخذ الصدقة والاخذ والاعطاء اولی اذا كان لا يشوبه العجب.

(فتاویٰ بزازية علی هامش الہندیہ ۲: ۸۸ الباب الثانی فی المصارف کتاب الزکاة)

﴿۲﴾ وفي الہندیہ: ولا يجوز دفعها الى ولد الغنی الصغير (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۳)..... ہاں جائز ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

عائل و مراہق نابالغ کو زکوۃ دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغ بچے کو زکوۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبدالرحمن لکی مروت..... ۱۹۷۷ء/۷/۳۰

الجواب: صبی جب مراہق یا عاقل ہو تو اس کو زکوۃ دینا کافی ہے، كما في الهندية

۲۰۲: ۱ ولو قبض الصغير وهو مراہق جاز لو كان يعقل القبض بان كان لا يرى ولا يخذع عنه ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

مالدار آدمی کا نادار بالغ بیٹا مصرف زکوۃ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایف اے سی کا طالب علم

ہوں ایک زمیندار باپ کا بیٹا ہوں آمدنی کا واحد ذریعہ صرف زمین ہے میرے نام پر کوئی جائیداد نہیں ہے اسلئے والد صاحب زمین فروخت کر کے تعلیمی اخراجات کو پورا کرتا ہے اس زمین میں میرے دوسرے بھائی بہنوں کا بھی حصہ ہے جو میں خرچ کرتا ہوں، اس صورت میں اگر میں زکوۃ فنڈ سے وظیفہ لینے

(بقیہ حاشیہ) ولو كان كبيراً فقيراً جاز ويدفع الى امرأة غني اذا كانت فقيرة وكذا الى البنت الكبيرة اذا كان ابوها غنيا لان قدر النفقة لا يغنيها وبغنى الاب والزوج لا تعد غنية كذا في الكافي ويجوز صرفها الى الاب المعسر وان كان ابنه موسراً.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۹ باب المصارف)

﴿۱﴾ قال الحصكفي: ولا الى طفله بخلاف ولده الكبير وابيه وامراته الفقراء وطفل الغنية

فيجوز لانتفاء المانع. (الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۷۲ باب المصارف)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۹۰ باب المصارف)

کیلئے درخواست دے دوں، تو کیا میرے لئے یہ زکوٰۃ لینا جائز ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: میرا کبرخان اسلامیہ کالج پشاور..... ۱۵/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: آپ، مصرف زکوٰۃ ہیں زکوٰۃ فنڈ سے وظیفہ حاصل کر سکتا ہے مالدار آدمی کا نادار بالغ بیٹا غنی نہیں ہوتا ہے ﴿۱﴾ البتہ یہ وظیفہ خلاف شرع امور (نشہ تماشہ) میں صرف کرنا قابل اعتراض ہے۔ وهو الموفق

باپ بیٹے کی مشترکہ زکوٰۃ نہ ہو تو بہو کو دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بہو کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟
حالانکہ وہ عورت اس شخص کے ساتھ رہتی ہے البتہ کپڑے اور چائے کا انتظام خود کرتی ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: عبید اللہ خان زنگی خیل بنوں..... ۱۹/۷/۱۹۷۳

الجواب: بہو کو شرعاً زکوٰۃ دینا جائز ہے جبکہ غنیۃ نہ ہو اور باپ بیٹے (زوج) کی مشترکہ زکوٰۃ نہ ہو ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

وکیل کا اپنی بیوی کو زکوٰۃ دینے اور داماد کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص صاحب نصاب ہے مگر
﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: ان الطفل يعد غنيا بغنى ابيه بخلاف الكبير فانه لا يعد غنيا
بغنى ابيه ولا الاب بغنى ابنه ولا الزوجة بغنى زوجها ولا الطفل بغنى امه.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۷۲ باب المصروف)
﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا الى من بينهما ولاد، قال ابن عابدین: وقيد بالولاد
لجوازہ لبقية الاقارب كالاخوة والاعمام والاخوان الفقراء بل هم اولی لانه صلة وصدقة
وفی الظهيرية ويبدأ فی الصدقات بالاقارب ثم المولى ثم الجيران ... ويجوز دفعها لزوجة
ابيه وابنه وزوج ابنته تاتر خانية. (الدر المختار مع ردالمحتار ۲: ۶۹ باب المصروف)

اس کی بیوی فقیر ہے پس اگر شوہر کسی مؤکل کی زکوٰۃ اس بیوی کو دے دیں کیا یہ جائز ہے؟ نیز داماد کو زکوٰۃ دینے کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی ۲۳/۳/۱۹۷۶

الجواب: دونوں صورتوں میں زکوٰۃ کا لینا دینا جائز ہے، لعدم التهمة في الاولى ﴿۱﴾

ولعدم المانع في الثانية ﴿۲﴾. وهو الموفق

فقیر ماں باپ بہن بھائی کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ماں باپ بہن بھائی جو مسکین اور

فقیر ہوں ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: نامعلوم ۲/شعبان ۱۳۹۲ھ

الجواب: بھائیوں اور بہنوں پر زکوٰۃ صرف ہو سکتی ہے جبکہ مساکین ہوں ﴿۳﴾ البتہ والدین پر

﴿۱﴾ وقال ابن البزاز الكردي: الوكيل باداء الزكاة اذا صرفه الى ولده الكبير او الصغير او امراته وهم محاييج جاز ولا يمسك لنفسه شيئا.

(البزازية على هامش الهندية ۸۶: ۳ الثاني في المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: قيد باصله وفرعه لان من سواهم من القرابة يجوز الدفع لهم وهو اولى لما فيه من الصلة مع الصدقة كالاخوة والاخوات والاعمام والعمات والاخوال والخالات الفقراء ولهذا قال في الفتاوى الظهيرية ويبدأ في الصدقات بالاقارب.

(البحر الرائق ۲: ۲۳۳ باب المصرف)

وقال العلامة ابن عابدين: ويجوز دفعها لزوج ابية وابنه وزوج ابنته تاتر خانية.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۶۹ باب المصرف)

﴿۳﴾ وفي الهندية: والافضل في الزكاة والفطر والنذر (بقية حاشية اگلے صفحہ پر)

صرف زکوۃ نہیں ہو سکتا ﴿۱﴾ والمسئلة من الواضحات فلا حاجة الى نقل العبارات. وهو الموفق

بہوؤں کو زکوۃ دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں ایک شخص نے اپنے بہوؤں پر زکوۃ تقسیم کی ہے ان عورتوں میں ان کی بیٹیاں بھی شامل ہیں کیا یہ زکوۃ درست طریقہ پر دی گئی ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: توکل خان پاڑہ چنار کرم ایجنسی کو باٹ..... ۱۹۷۳ء/ ۸/ ۲۷

الجواب: اگر یہ بہوئیں غنیات نہ ہوں اور یہ زکوۃ خالص اپنے مال کی ہو بیٹوں کی شرکت سے خالی ہو تو اس زکوۃ کی صحت میں کوئی خدشہ نہیں ہے، بخلاف الاصول والفروع، کما لا یخفی علی من راجع الی باب المصارف فی کتب الفتاویٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

عزیز یا رشتہ دار کو کتنی رقم تک زکوۃ دی جاسکتی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عزیز یا رشتہ دار کو زکوۃ دینے کی کتنی (بقیہ حاشیہ) الصرف اولاً الی الاخوة والاختوات ثم الی اولادهم ثم الی الاعمام والعمات ثم الی اولادهم ثم الی الاخوال والخالات ثم الی اولادهم ثم الی ذوی الارحام ثم الی الجيران ثم الی حریفته ثم الی اهل مصره او قرینته کذا فی السراج الوہاج.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۹۰ الباب السابع فی المصارف)

﴿۱﴾ وفي الهندية: ولا يدفع الی اصله وان علا وفرعه وان سفل کذا فی الکافی.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۸ الباب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: ويجوز دفعها لزوج ابیه وابنه وزوج ابنته تاتر خانیه.

(رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۶۹ باب المصارف)

رقم تک اجازت ہے جبکہ اس کا اپنا مکان بھی نہ ہو اور شادی بھی نہیں کی ہو؟ بینو اتوجروا

المستفتی: حاجی نظیر بادشاہ کوہاٹ..... ۲/ صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: بالفرض اگر آپ کا یہ عزیز تین ہزار روپے کا مکان بنائے اور تین ہزار شادی پر خرچ کرے اور یہ تمام اس نے قرض لیا ہو تو آپ اس کو چھ ہزار روپیہ بلکہ اس سے بھی زائد زکوۃ دے سکتے ہیں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

اگر باپ مالک نہیں صرف تصرف کرتا ہے تو بیٹے بہن کو زکوۃ دے سکتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا بیٹا سعودی عرب گیا اور مزدوری کر کے مال کمایا، بیٹے اور باپ سب مال میں شریک ہیں اور تصرف بیٹوں کا ہے ایک بیٹے نے کچھ زکوۃ اپنی بہن کو دی کیا یہ صحیح ہے؟ بینو اتوجروا

المستفتی: محمد شفیق دادصہ بازار کرم ایجنسی..... ۲۴/ رمضان ۱۴۰۸ھ

الجواب: اگر ان بیٹوں نے اپنے والد کو اس مال کا مالک بنایا ہو تو یہ زکوۃ درست نہیں ہوئی (شامی، بحر) ﴿۲﴾، اور اگر بیٹے خود کو مال کا مالک کہتے ہیں اور والد کو صرف تصرف کا اختیار ہے تو اس صورت میں بہن کو زکوۃ دینا درست ہے ﴿۳﴾ کیونکہ بھائیوں کے مال کا یہ والد مالک عرفی ہے نہ کہ مالک شرعی۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وکره اعطاء فقير نصابا او اکثر الا اذا كان المدفوع اليه مديونا او كان صاحب عيال بحيث لو فرقه عليهم لا يخصص كلا او لا يفضل بعد دينه نصاب فلا يكره. (الدر المختار على هامش رد المحتار ۴: ۷۴ باب المصروف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: لا يجوز الدفع الى ابيه وجده وان علا ولا الى ولده وولد ولده وان سفل. (البحر الرائق ۲: ۲۴۳ باب المصروف)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی: ولا الى من بينهما ولاد الخ وقال ابن عابدين: وقيد بالولاد لجوازه لبقية الاقارب كالاخوة والاعمام والاخوان الفقراء..... (بقية حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بٹی اور پوتے پوتیاں مصرف زکوٰۃ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری ایک لڑکی شادی شدہ ہے جس کی چار اولاد ہیں اور شوہر وفات پا چکا ہے اور میرے پاس مقیم ہیں ان کا ذریعہ آمدنی کوئی نہیں ہے کیا میں ان کو زکوٰۃ دے سکتا ہوں؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد امین غلہ ڈھیر مردان ۱۳۹۶/۶/۲۱ھ

الجواب: اپنی بیٹی اور نواسوں پر عشر زکوٰۃ صرف نہیں ہو سکتے ہیں ﴿۱﴾ والمسئلة من

الواضحات فلا حاجة الى نقل العبارات. وهو الموفق

عاقل نابالغ بچے کا اپنے لئے اور نابالغ بھائیوں کیلئے زکوٰۃ لینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک یتیم لڑکے کو جس کی عمر بارہ تیرہ سال ہے اور اس کے تین چار چھوٹے چھوٹے بھائی بھی ہیں ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: میر آدم خان وانا کمپ ساوتھ وزیرستان ۱۹۷۷ء/۹/۳۰

الجواب: جو نابالغ مال کو جانتا اور پہچانتا ہو نہ اس کو پھینکتا ہو اور نہ اس کو کوئی دھوکہ دے سکتا ہو (کہ یہ عیث چیز ہے اس کو پھینکو) تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اپنے لئے بھی لے سکتا ہے اور غیر عاقل بھائیوں کیلئے بھی قبض کر سکتا ہے، کما فی رد المحتار ۲: ۳ قوله بشرط ان يعقل القبض قيد في (بقیه حاشیہ) بل هم اولى لانه صلة وصدقة.

(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۱۹ باب المصروف)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا الى من بينهما ولاد، قال ابن عابدين: اي اصله وان علا كابويه واجداده وجداته من قبلهما وفرعه وان سفل .

(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۱۹ باب المصروف)

الدفع الكسوة كليهما وفسره في الفتح وغيره بالذى لا يرمى به ولا يخذع عنه فان لم يكن عاقلاً فقبض عنه ابوه او وصيه او من يعوله قريباً او اجنبياً او ملتقطه صح ﴿١﴾ وفي الهنديه ۲۰۲: ۱ ولو قبض الصغير وهو مراهق جاز ﴿٢﴾. وهو الموفق

والده اور غير شرعی نکاح میں ازدواجی زندگی گزارنے والوں کو زکوٰۃ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ صاحبہ سخت بیمار ہے اور مالی امداد کی سخت حاجت رکھتی ہے جبکہ میرے پڑوس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو انتہائی مفلسی کی حالت میں ہیں وہ ایک عورت شرعی شوہر کو چھوڑ کر غیر شرعی شوہر کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کر رہی ہے اور اس شوہر سے ناجائز بچے بھی پیدا ہو چکے ہیں کیا میں ان کو زکوٰۃ کی رقم دیکر بری الذمہ ہو سکتا ہوں؟ بینواتوجروا المستفتی: ماسٹر ہمت علی شاہ جمال گڑھی مردان

الجواب: والدہ کو زکوٰۃ دینا صحیح نہیں ہے ﴿٣﴾ باقی ان مذکورین کو زکوٰۃ وغیرہ دینا صحیح ہے کیونکہ یہ فقراء اور مسلمان ہیں کفر میں داخل نہیں ہوئے ہیں ﴿٤﴾۔ وهو الموفق

﴿١﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۳ کتاب الزکاة)

﴿٢﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۹۰ الباب السابع فی المصارف)

﴿٣﴾ قال العلامة الحصکفی: ولا الی من بینہما ولاد، قال ابن عابدین: والولاد بالکسر مصدر ولدت المرأة ولادة ولاد مغرب ای اصله وان علا کا بویہ واجدادہ وجداته من قبلہما وفرعه وان سفل. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۶۹ باب المصارف)

﴿٤﴾ قال الملا علی قاری: ولا نکفر مسلماً بذنب من الذنوب ای بارتکاب معصیة وان کانت کبیرة ای کما یکفر الخوارج مرتکب کبیرة اذا لم يستحلها ای لکن اذا لم یکن یعتقد حلها..... ولا نزیل عنه اسم الایمان.

(شرح فقہ الاکبر للقاری ۱: ۷ کبیرة لا تخرج المؤمن عن الایمان)

سوتیلی ماں کو زکوة دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اپنی سوتیلی ماں کو مال زکوة دے سکتا ہے یا نہیں؟ خواہ والد زندہ ہو یا نہ ہو؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد مسکین موزہ ساز ٹھٹھہ شہرہ پنڈی گیپ

الجواب: سوتیلی ماں کو زکوة دینا بہر حال جائز ہے، فی رد المحتار ۲: ۶۵ و بجوز دفعها لزوجة ابیه وابنه وزوج ابنته (تاتر خانیة) ﴿۱﴾. وهو الموفق

صاحب نصاب شوہر کی فقیر بیوی کیلئے زکوة لینے اور مہر غیر معجل سے غنی نہ بننے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) جس عورت کا شوہر صاحب نصاب ہو اور غنی ہو لیکن اس کی بیوی فقیر و مسکین ہو کیا وہ کسی سے زکوة لے سکتی ہے؟ (۲) مہر مؤجل ابھی تک بیوی کو ادا نہیں کیا گیا ہے اور شوہر کے پاس ہے کیا اس مہر سے یہ بیوی غنیہ اور صاحب نصاب بن سکتی ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا فخر الدین ابن شیخ الحدیث و استاذ العلماء مولانا غور غشتوی رحمہ اللہ

الجواب: (۱) غنی کی بیوی (غیر غنیہ) زکوة لے سکتی ہے، کما فی شرح التنویر ولا الی طفلہ بخلاف ولده الکبیر وابیه وامراته الفقراء و طفل الغنیة (۲: ۹۰) ﴿۲﴾. (۲) بیوی مہر غیر معجل سے غنیہ نہیں بن سکتی ہے البتہ مہر معجل سے غنیہ ہوگی اگر شوہر غنی ہو، کما فی رد المحتار ۵: ۲۷۲ والمرأة مؤسرة بالمعجل لو الزوج ملیا وبالمؤجل لا ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۶۹ باب المصرف)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۷۲ باب المصرف)

﴿۳﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۵: ۲۱۹ کتاب الاضحیة)

عیالدار عالم اور معلم اقارب پر مقدم کئے جائیں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدارس میں علماء اور فقیر طلباء کو زکوۃ دینے میں زیادہ ثواب ہے یا اقارب اور رشتہ داروں میں تقسیم کرنے سے زیادہ ثواب ملتا ہے؟ نیز بعض مدارس میں طلباء کی جانب سے قبضہ متحقق نہیں ہوتا بلکہ طلباء کے مصارف پر مہتمم یا ارباب مدارس خرچ کرتے ہیں کیا اس سے زکوۃ ادا ہوگی؟ نیز ادا نہ ہونے کی صورت میں صاحب نصاب کو دوبارہ زکوۃ دینی پڑے گی یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: حاجی عبدالغفار چیف کمیٹی مین بازار منگورہ سوات۔ ۴/ شعبان ۱۳۹۶ھ

الجواب: عیالدار عالم اور معلمین اقارب پر مقدم کئے جائیں گے (ہندیہ) ﴿۱﴾ جن مدارس میں طلباء کوروٹی، صابن وغیرہ دیئے جاتے ہوں تو ان کے مہتممین کو بطور توکیل کے (استبدال اور تملیک میں) دینا جائز اور کافی ہے اس کے علاوہ واجب الاعادہ ہے (جميع الفتاوی) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

مدرس کیلئے بطور صلہ عشر و زکوۃ لینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری دن رات کی گھڑیاں بچوں کو قرآن پاک ناظرہ پڑھانے میں گزرتی ہیں میرے اپنی معاشی ضروریات کی کفالت کیلئے کوئی اور وقت نہیں لوگوں نے میرے لئے کل عشر کا نصف حصہ اور تمام فطرانہ دینے کا بندوبست کیا ہے کیا میرے لئے یہ

﴿۱﴾ وفي الهندية: التصدق على الفقير العالم افضل من التصدق على الجاهل.

(فتاوی عالمگیریہ ۱: ۱۸۷ الباب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: يصرف المزكى الى كلهم او الى بعضهم ويشترط ان يكون الصرف تملیكا لا اباحة كما مر.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۶۸ باب المصارف)

چیزیں لینا حلال ہیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: حبیب الرحمن مانسہرہ..... ۱۵/۱۱/۱۹۷۹

الجواب: اگر آپ مسکین ہیں تو آپ زکوٰۃ و عشر وغیرہ بطور صلہ لے سکتے ہیں، قال اللہ تعالیٰ: هل جزاء الاحسان الا الاحسان (الآیۃ) ﴿۱﴾ اور بطور اجرت و معاوضہ کے نہیں لے سکتے ہیں، لفوات الشرط وهو كونها لله تعالى ﴿۲﴾ والمعتبر نية الدافع دون الآخذ كما صرح به في التكملة ۱: ۳۵۹ ﴿۳﴾. وهو الموفق

فقیر امام مسجد کو زکوٰۃ بطور ترحم اور صلہ جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص امام ہو اور فقیر بھی ہو اس کو زکوٰۃ کی رقم دینا کیسا ہے؟ اور اگر وہ شخص امامت نہ کرے تو پھر یہ لوگ اسے کوئی چیز نہیں دیتے اور کیا اس صورت میں یہ قضیہ ثابت نہیں ہوتا کہ المعروف بالعرف کالمشروط بالشرط الخ؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولوی گل منان امداد العلوم درویش مسجد پشاور..... ۳۰/۱۰/۱۹۸۵

﴿۱﴾ (سورة الرحمن پارہ: ۲۷ رکوع: ۱۳ آیت: ۶۰)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: هي تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير غير هاشمي ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى قال ابن عابدين: متعلق بتمليك اي لاجل امثال امره تعالى. (الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۳، ۴ كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ قال العلامة علاء الدين افندي: القول للدافع لانه اعلم بجهة الدفع.

(تكملة رد المحتار ۱: ۳۹۱ مطلب واقعة الفتوى)..... وفي رد المحتار: وفي التعبير ثم اشارة الى انه لو امره اولا لا يجزى لانه يكون وكيلا عنه في ذلك وفيه نظر لان الاعتبار نية الدافع الخ. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۶۹ باب المصروف) وقال ابن البزاز الكردي: والعبرة لنية الدافع لا لعلم المدفوع اليه. (فتاوى بزازية على هامش الهندية ۲: ۸۶ باب المصروف)

الجواب: امام مسجد جب فقیر ہو اس کو زکوۃ دینا جائز ہے ﴿۱﴾ ہاں اجرت اور معاوضہ کی صورت میں نہیں ہے ﴿۲﴾ وھذا نادر جداً. والمتعارف هو الاعطاء له علی وجه الترحم او الصلة ولذا ينوی المعطون الثواب والتقرب الى الله والاجير لا يكون كذلك وبالجملة ان منع الاعطاء مطلقا خراب نظام اكثر المساجد. وهو الموفق

ائمہ مساجد کو زکوۃ و صدقات دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ملک میں قدیم الایام سے یہ رواج چلا آ رہا ہے کہ ائمہ مساجد کو زکوۃ، عشر، فطرانہ اور صدقات وہ جملہ یا اس کا کچھ حصہ مقرر طور پر دیا جاتا ہے ائمہ مساجد اس کو اجرت امامت یا بلا اجرت تصور کر کے لوگوں کے احکام دینیہ مثلاً جماعت کرانا، جنازہ پڑھانا، درس و تدریس کرنا وغیرہ امور انجام دیتے ہیں، ابھی تک کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن اب اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر صدقات واجبہ اجرت امامت کیلئے دیئے جائیں تو امام مسجد کا لینا صحیح نہیں اور ادا کنندگان کا ذمہ بھی فارغ نہیں اور بعض علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ جب ائمہ مساجد وظائف بیت المال سے بھی محروم ہیں اور خود دینی امور میں مصروف ہیں تو ان کیلئے صدقات واجبہ لینا حلال طیب ہیں خواہ اجرت تصور کریں یا بغیر اجرت کے، چونکہ دیہاتوں میں نہ تو ذرائع آمد و رفت ہیں اور نہ ہی تجارتی کاروبار ہے سب دار مدارغلہ پر ہے امام کو قریہ والے ایک روپیہ نقدی تک دینے سے بھی قاصر ہیں اور بعض علماء کرام یہ سب کچھ حرام قرار دیتے ہیں کتاب

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وفي المعراج التصديق على العالم الفقير افضل قال ابن عابدين: قوله افضل ای من الجاهل الفقير. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۷۵ باب المصروف) ﴿۲﴾ وفي الهندية: ولو نوى الزكاة بما يدفع المعلم الى الخليفة ولم يستأجره وان كان الخليفة بحال لو لم يدفعه يعلم الصبيان ايضا اجزاه والا فلا.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱۹۰۰۱ الباب السابع فی المصارف)

وسنت سے جوابات بھی صحیح ہو ہمیں لکھ کر ارسال فرمائیں تاکہ اظہار حق ہو جائے؟ بینواتو جروا
المستفتی: مولوی فضل الرحمن امام مسجد غل ایبٹ آباد ہزارہ..... ۲/۲/۱۹۶۹

الجواب: جو ائمہ مساجد اغنیاء ہوں تو ان کو صدقات واجبہ لینا اور دینا حرام ہے، اور جو اغنیاء نہیں ہوں تو ان کو یہ صدقات واجبہ اگر امامت کے عوض دیئے جائیں تو دینے والوں کا ذمہ فارغ نہیں ہوا ہے، اور اگر امامت کی وجہ سے اور امامت کے صلہ میں دیئے جائیں تو بلا شک و شبہ جائز ہے، قال اللہ تعالیٰ: انما الصدقات للفقراء (الآیة) ﴿۱﴾ وقال رسول اللہ ﷺ تؤخذ من اغنیائهم فتد علی فقراء ہم ﴿۲﴾ وفي الهندية ۱: ۱۸۱ اما تفسیرھا فھي تمليک المال من فقير مسلم غير هاشمی ولا مولاہ بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ ﴿۳﴾ وعن انس رضي الله عنه ان رجلاً من کلاب سأل النبی ﷺ عن عسب الفحل فنہاہ فقال یا رسول الله انا نظرق الفحل فنکرم فرخص له فی الکرامة ﴿۴﴾. وهو الموفق

زکوة و عشر کے مصارف فقراء و مساکین ہیں خواہ ائمۃ المساجد ہوں یا علماء

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستان کے دیہی علاقوں میں عشر و زکوة ائمہ مساجد کو دی جاتی ہے اس کے علاوہ یہ عام طور پر علماء کرام کو دی جاتی ہے جو بقول ان کے دین اسلام کی خدمت کرنے والوں کا حق ہے کیا یہ حکم لگاتا صحیح ہے؟ بینواتو جروا
المستفتی: ممتاز حسین شاہ ایبٹ آباد مانسہرہ..... ۳۰/۹/۱۹۶۹

الجواب: عشر اور زکوة کے مصارف فقراء اور مساکین وغیرہ ہیں خواہ ائمۃ المساجد اور علماء

﴿۱﴾ (سورة التوبة بارہ: ۱۰ رکوع: ۱۳ آیت: ۲۰)

﴿۲﴾ متفق علیہ. (مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۵۵ الفصل الاول کتاب الزکاة)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۷۰ الباب الاول کتاب الزکاة)

﴿۴﴾ (جامع الترمذی ۱: ۵۳ باب ماجاء فی کراہیۃ عسب الفحل)

ہوں یا اور کوئی ہو بے شک فقہاء کرام نے یہ لکھا ہے کہ عیالدار علماء جب صاحب نصاب نہ ہوں خدمت دین کو فارغ کرنے کے ارادہ سے ان کو دینا موجب کثرت اجر ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

روافض کے علاقے میں اہل سنت کی اقلیت کی بنا پر زکوۃ وعشر سے دینی مدرسہ کا قیام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک ایسا علاقہ ہے جہاں روافض اسماعلیہ اور اثنا عشریہ کے مقابلے میں اہل سنت والجماعت پانچ فیصد ہیں، اور وہ بھی دینی شعور کی معدومیت اور دینی علوم سے ناواقفیت کی وجہ سے اور ان کے ساتھ میل جول رکھ کر زندگی بسر کرنے کی وجہ سے ان کی دینی حالت انتہائی کمزور اور مردہ ہو چکی ہے اور تمام سرکاری تعلیمی اداروں میں روافض معلمین کا عملاً قبضہ ہے جہاں تعلیم دین کا کوئی انتظام نہیں ہے اور نہ ان سکولوں میں اہل سنت علماء کا بحیثیت معلم دینیات تقرری ہو سکتی ہو۔ اگر ایسے علاقے میں چند اصحاب علم تنظیم اہل سنت کی بنیاد رکھ کر تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کریں اور ہر گاؤں میں باقاعدہ امیر مقرر کریں اور کل علاقے کیلئے ایک مرکزی امیر مقرر کیا جائے اور تمام نزاعات فیصلے اس تنظیم کے تحت ہوتے ہوں۔ اس حیثیت سے اگر یہ تنظیم علم دین کی اشاعت اور نو نہالان قوم کو احکام الہی سے آگاہ کرنے اور رافض و شیعیت سے حفاظت کیلئے ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھنے کی کوشش کرے اور اس کیلئے عشر کے غلہ جات جمع کرنے کا انتظام کرے اس طریقہ سے کہ ہر گاؤں میں تنظیم اپنی طرف سے دو تین افراد کو عامل مقرر کر لے اور وہ عشر و زکوۃ جمع کر کے بیت المال مدرسہ لایا کرے تو یہ طریقہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ جمع شدہ غلہ یا اس کی قیمت مدرسہ میں کن کن مصارف پر خرچ کی جاسکتی ہے اور اس سے مدرسہ کیلئے کتابیں خریدنا اور تعمیر میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور نیز اسلامی

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وفي المعراج التصديق على العالم الفقير افضل، قال ابن عابدين: (قوله افضل) اي من الجاهل الفقير.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۷۵ باب المصروف)

حکومت نہ ہونے کی وجہ سے اسی طرح ایک علاقے میں مسلمان منظم ہو کر بیت المال قائم کر کے زکوٰۃ و عشر کی تقسیم و جمع کرنے کا اختیار رکھتے ہیں یا نہیں؟ بیوقوف تو جروا

المستفتی: سید عبدالجلیل پھکورو گلگت بلتستان

الجواب: واضح رہے کہ عشر اور زکوٰۃ خواہ ملاک بذات خود ادا کرتے ہوں یا بوساطت مسلمان حاکم، ان کے مصارف وہ ہیں جو قرآن مجید میں منصوص ہیں انما الصدقات للفقراء (الآیۃ) ﴿۱﴾ اور ان تمام کے تمام میں تملیک حقیقی شرط ہے کما صرح بہ صاحب البدائع ۲: ۳۹ ﴿۲﴾ و سائر الفقہاء فلیراجع، نیز واضح رہے کہ عامل ہر محصل زکوٰۃ کو نہیں کہا جاتا بلکہ عامل اس محصل زکوٰۃ کو کہا جاتا ہے جس کو باقاعدہ حکومت نے مقرر کیا ہو، کما فی الہندیۃ ۱: ۱۹۹ ﴿۳﴾ و ہکذا فی غیر واحد من الکتب، پس اس تفصیل کی بنا پر آپ مد زکوٰۃ و عشر سے نہ تعمیر کر سکتے ہیں اور نہ اس پر کتب خرید سکتے ہیں اور نہ اس مد سے تنخواہ دے سکتے ہیں اور نہ آپ کا سفیر عامل شرعی ہو سکتا ہے ﴿۴﴾ نعم جاز اعطاء الرزق للمدرس الفقیر قدر ما یکفی لہ ولعیالہ اکلاً و شرباً و لبساً من غیر تعین الاجرة و جاز ان یعطى ذلك العشر والزكاة للطلبة المساکین الذین وضع علیہم الاجرة

﴿۱﴾ (سورۃ التوبۃ پارہ: ۱۰ رکوع: ۱۳ آیت: ۶۰)

﴿۲﴾ قال العلامة الکاسانی: و تسلم ذلك الیہ یقطع المالك یدہ عنه بتملیکہ من الفقیر و تسلمہ الیہ. (بدائع الصنائع ۲: ۱۳۲ فصل و اما رکن الزکاة کتاب الزکاة)

﴿۳﴾ و فی الہندیۃ: و منها العامل و هو من نصبہ الامام لا استیفاء الصدقات و العشر کذا فی الکافی. (فتاوی عالمگیریہ ۱: ۱۸۸ الباب السابع فی المصارف)

﴿۴﴾ قال العلامة الحصکفی: یصرف المزکی الی کلہم او الی بعضہم تملیکاً لا اباحۃ لا یصرف الی بناء نحو مسجد و فی هامشہ کبناء القناطر و السقايات و اصلاح الطرقات ... و کل مالا تملیک فیہ. (الدر المختار مع هامش رد المحتار ۲: ۶۸ باب المصارف)

المخصوصة للمعلم ثم يعطونها على وجه الاجرة وايضا جازت الحيلة عند الضرورة الشرعية ولا بد من التملك جداً دون الهزل مثلاً اذا اعطى القيم الى الطالب المسكين مائة على وجه القرض اى من ملك القيم فيعطيه الطالب الى القيم على وجه العطية يشتري بها الكتب ثم يعطيه القيم مائة من الزكاة والعشر فيعطيه الطالب الى القيم لاداء القرض فافهم ولا تعجل فى العمل ﴿ ۱ ﴾ . وهو الموفق

دینی مدارس کو زکوٰۃ وغیرہ دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دینی مدارس کی ضروریات پوری کرنے کیلئے عوام الناس سے زکوٰۃ نذر، فطرانہ اور قربانی کی کھالیں وصول کی جاتی ہیں پھر یہ رقومات طلبہ یا اساتذہ کو تملیک کا دے کر دوبارہ ان رقومات کو اپنی مرضی سے مہتمم یا ناظم کو ادارہ چلانے کیلئے دیتے ہیں بعد میں ان رقومات کو مدرسین کی تنخواہوں، تعمیر اور کتب وغیرہ پر خرچ کی جاتی ہیں کیا یہ طریقہ جائز ہے اور کیا اس طریقہ سے لوگوں کی زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی اللہ داد..... ۱۹۷۸ء/۹/۱

الجواب: اگر ملاک کا غریب طلباء کو بطور ذاتی ملکیت دینا مسلم اور محقق ہو تو اس طریقہ سے ملاک کے ذمے زکوٰۃ وغیرہا سے فارغ ہوں گے ﴿ ۲ ﴾ لیکن عرف پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ طلب اور ادا دونوں مدرسہ کے نام پر ہوتے ہیں۔ وهو الموفق

﴿ ۱ ﴾ قال العلامة الحصكفي: ان الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم اره والظاهر نعم ، قال ابن عابدين: قوله ثم يأمره ويكون له ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذه القرب. (الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۶۹ باب المصرف) ﴿ ۲ ﴾ قال العلامة الحصكفي: ويشترط ان يكون الصرف تملكاً لا اباحة.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۶۸ باب المصرف)

کسی فقیر مسکین کو مال زکوۃ ملا تو معلمین کو اجرت میں دے سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک فقیر مسکین کو مال زکوۃ مل گیا اس نے مدرسہ کے معلمین کی تنخواہوں کا چندہ اس مال زکوۃ سے دیا کیا یہ جائز ہے؟ بینوا تو جو روا
المستفتی: محمد عتیق الرحمن سیالکوٹ..... ۶/ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر یہ فقیر اور مسکین طیب خاطر سے اس تمام یا بعض مال زکوۃ کو معلمین وغیرہم کی اجرت میں دے دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، وهذا هو المراد من التملیک حقيقة عند الحيلة لتبدل الملك ﴿۱﴾ يدل عليه حديث بريرة رضى الله عنها هو لها صدقة ولنا هدية ﴿۲﴾ وكذا وقعت الاشارة اليه في حديث رواه مالك وابوداؤد، لا تحل الصدقة لغنى الا لخمسة لغاز في سبيل الله او العامل عليها او الغارم او لرجل اشتراها بما له او لرجل كان له جار مسكين فتصدق على المسكين فاهدى المسكين للغنى ﴿۳﴾. وهو الموفق

تملیک بالذات یا بواسطت مہتمم مدارس کو زکوۃ دینا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدارس کو عشر و زکوۃ دینا جائز ہے یا ﴿۱﴾ قال ابن عابدين: ويجب الاحتراز من ان يلاحظ الوصى عند دفع الصرة للفقير الهزل او الحيلة بل يجب ان يدفعها عاز ما على تملیکها منه حقيقة لا تحيلا ملاحظا ان الفقير اذا ابى عن هبتها الى الوصى كان له ذلك ولا يجبر على الهبة.

(رسائل ابن عابدين ۱: ۲۲۵ منة الجليل لبيان اسقاط ما على الذمة الخ)

﴿۲﴾ (سنن ابی داؤد ۱: ۲۳۱ باب الفقير يهدى للغنى من الصدقة كتاب الزکوۃ)

﴿۳﴾ رواه ابوداؤد ۱: ۲۳۸ باب من يجوز له اخذ الصدقة وهو غنى، واحمد ۳: ۵۶ وابن ماجه ۱۸۳۹ والحاكم ۱: ۳۰۷، ۳۰۸ وقال هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه لارسال مالك بن انس اياه عن زيد بن اسلم.

نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کا طریقہ کیا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: عبد اللہ مقام نادان شہید پشاور..... ۱۹۷۴ء/ ۷/ ۷

الجواب: مدارس دیدیہ کو عشر و زکوة اس طور پر جائز ہے کہ بالذات یا بواسطت مہتمم اس رقم کی

بعینہ یا اجناس کی صورت میں تملیک کی جائے ﴿۱﴾ مختصر یہ کہ مہتمم پر اعتماد کر کے دیا جائے۔ وہوالموفق

حکومتی زکوة کمیٹی سے دینی مدارس کیلئے زکوة لینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حکومتی زکوة کمیٹی کی جانب سے جو

امداد دینی مدارس کیلئے دی جاتی ہے یہ امداد لینا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ ایک سو پچاس روپیہ فی کس رہائش

پذیر طالب علموں کو دی جاتی ہے اور کچھ تر روپیہ غیر رہائش پذیر طالب علموں کو دی جاتی ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: قاری محمد عمر مدرسہ تعلیم القرآن بیرون گنج گیٹ پشاور

الجواب: طالب علموں کیلئے اس امداد کا لینا تو جائز ہے البتہ مہتمم کیلئے لینے کے بعد مصرف کو نہ

پہنچانا جائز نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وہوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: (قوله هي تملك المال من فقير مسلم بشرط

قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى) لقوله تعالى واتوا الزكاة والاياء

هو التملك ومراده تملك جزء من ماله وهو ربع العشر او ما يقوم مقامه..... لان

الزكاة يجب فيها تملك المال.

(بحر الرائق ۲: ۲۰۱ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ وفي الهندية: والواجب على الائمة ان يوصلوا الحقوق الى اربابها ولا يحبسونها

عنهم ولا يحل للامام واعوانه من هذه الاموال الا ما يكفيهم وعائلتهم ولا يجعلونها

كنوزا..... فان قصر الائمة في ذلك فوباله عليهم.

(فتاوى عالمگیریہ ۱: ۱۹۱ فصل ما يوضع في بيت المال اربعة انواع)

مدرسہ کیلئے زکوٰۃ کی مد میں باقاعدہ حیلہ کی صورت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسہ کے فنڈ میں زکوٰۃ، فطرانہ، جلودالاضحیہ وغیرہ کی رقم ہوتی ہے تنخواہوں میں یہ رقم زکوٰۃ ادا کرنا شرعاً درست نہیں لیکن دوسری مدات سے یہ خرچ پورا نہیں ہوتا تو اس کیلئے کونسا طریقہ اختیار کیا جائے؟ بینواتوجروا

المستفتی: حاجی عبدالرشید مسجد بازار ایبٹ آباد..... ۱۹۹۰ء/۱۰/۲۳

الجواب: عند الضرورت باقاعدہ حیلہ کرنا جائز ہے یعنی اولاً کسی عاقل، بالغ اور علم دین کے خیر خواہ مسکین کو سمجھایا جائے کہ ہماری طرف سے جو رقم زکوٰۃ آپ کو دی جائے تو آپ اس کا بلا خوف و خطر مالک ہوں گے آپ اپنی ذات پر خرچ کرنے اور مدرسہ کو واپس کرنے کے مجاز ہوں گے اگر تم یہ رقم مدرسہ کو واپس کر دے تو یہ تمام ثواب آپ کا ہوگا ﴿۱﴾ اس کے بعد اس کو قلیل رقم دی جائے اور واپسی کی صورت میں دوبارہ تھوڑا تھوڑا کر کے رقم دی جائے۔ وهو الموفق

حیلہ زکوٰۃ میں تملیک حقیقی ضروری ہے ہزل سے نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علماء جو یہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ میں باقاعدہ حیلہ برائے معلمین و اساتذہ جائز ہے اور بعض لوگ یہ نہیں مانتے تو شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: محمد عتیق الرحمن کچہری روڈ سیالکوٹ..... ۱۹۶۹ء/۵/۲۰

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم اره، قال ابن عابدين: (قوله ثم يأمره) ويكون له ثواب الزكاة والفقير ثواب هذه القرب.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۶۹ باب المصروف)

الجواب: جب یہ حیلہ باقاعدہ ہو یعنی تملیک حقیقی کے طریقہ پر شخص متوسط کو دی گئی ہو اور ہزل کے طریقہ پر نہ ہو تو بلا شک و شبہ جائز ہے، صرح بہ الفقہاء مثل العلامة الشامی فی رد المحتار ۸۶: ۲ ﴿۱﴾ وصاحب البحر فی ۲۴۳: ۳ ﴿۲﴾ و ذکر ت فی الہندیہ ۳۹۶: ۲ ﴿۳﴾ وغیرہم و اما عدم صحة الهزل فصرح به العلامة التهانوی فی امداد الفتاویٰ ﴿۲﴾ والعلامة الشامی فی رسائل ابن عابدین فی مسئلة حيلة الاسقاط ﴿۵﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم اره والظاهر نعم، قال ابن عابدین: (قوله ثم يأمره) ويكون له ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذه القرب. (الدر المختار علی هامش ردالمآثر ۶۹: ۲ باب المصرف) ﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم: ان يتصدق بمقدار زكاته على فقير ثم يأمره بعد ذلك بالصرف الى هذه الوجوه فيكون لصاحب المال ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذه القرب. (البحر الرائق ۲۴۳: ۲ باب المصرف)

﴿۳﴾ وفي الہندیة: والحيلة له ان يتصدق بمقدار زكاته على فقير ثم يأمره بعد ذلك بالصرف الى هذه الوجوه فيكون للمتصدق ثواب الصدقة ولذلك الفقير ثواب بناء المسجد والقنطرة. (فتاویٰ عالمگیریہ ۳۹۲: ۶ کتاب الحیل الفصل الثالث)

﴿۴﴾ قال الشاہ اشرف علی التہانوی: قطع نظر ورع سے میرے نزدیک قاعدہ فقہیہ کی رو سے بھی یہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی کیونکہ تملیک رکن زکوٰۃ ہے اور تملیک میں جب عاقدین ہازل ہوں تملیک نہیں ہوتی اور صورت متعارفہ میں دونوں بشہادت قرائن قویہ معترف ہیں کہ تملیک مقصود نہیں الخ۔

(امداد الفتاویٰ ۱۳: ۲ کتاب الزکاة والصدقات مسئلہ: ۲۷)

﴿۵﴾ قال العلامة ابن عابدین: ويجب الاحتراز من ان يلاحظ الوصى عند دفع الصرة للفقير الهزل او الحيلة بل يجب ان يدفعها عازما على تملكها منه حقيقة لا تحيلا.

(رسائل ابن عابدین ۱: ۲۲۵ منہ الجلیل لبيان اسقاط ما على الذمة من كثير وقليل)

حکومت سے مدارس کیلئے حیلہ پر رقم لینا درست ہے

سوال: حکومت پاکستان کی زکوٰۃ کمیٹی مدارس اسلامیہ کے طلباء کیلئے جو رقم بھیجتی ہے وہ رہائش پذیر طلباء کیلئے ہوتی ہے اور خرچ کا ششماہی گوشوارہ بھی مانگتا ہے بعض مدارس میں بیرونی طلباء رہائش پذیر نہیں ہوتے مقامی طلباء کثیر تعداد میں آکر اور پڑھ کر واپس جاتے ہیں مدرسہ کے مصارف زیادہ ہوتے ہیں تنخواہیں، تعمیرات وغیرہ پس اگر زکوٰۃ کمیٹی کو سچ بات لکھی جاتی ہے تو وہ رقم نہیں بھیجتی اور اگر غیر رہائش پذیر طلباء کالسٹ بنا کر رہائش پذیر فرض کیا جائے حالانکہ یہ جھوٹ ہے اب مدرسہ کی آمدنی کا کوئی اور ذریعہ نہیں جس سے اخراجات پورے ہوں، اب اگر اس مقصود محمود کی تحصیل کیلئے جھوٹ کا سہارا لیا جائے تو شاید اس پر مواخذہ نہ ہوگا جیسا کہ تفسیر روح البیان میں سورۃ الصافات کی آیت: فنظر نظرة فی النجوم فقال انی سقیم، کے ذیل میں عزالدین بن سلام کا قول منقول ہے: قال عز الدین بن سلام الکلام وسیلة الی المقاصد فکل مقصود محمود یمکن التوصل الیه بالصدق والکذب جمیعاً فالکذب فیہ حرام فان امکن التوصل الیه بالکذب دون الصدق فالکذب فیہ مباح ان کان تحصیل ذلک المقصود مباحاً وواجب ان کان ذلک المقصود واجباً فهذا ضابطۃ انتھی: آپ صاحبان کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبد الجلیل ہندوہ ضلع کرک ۱۹۷۰ء/۷/۲۸

الجواب: حکومت پر دنیوی اور دینی علوم دونوں کا انتظام واجب ہے پس حکومت جس طرح دنیاوی علوم کیلئے تعمیر اور متعلقہ اساتذہ کیلئے مشاہرات کا انتظام اپنا فرض منصبی سمجھتی ہے تو اسی طرح دینی علوم کیلئے بھی تعمیر اور مشاہرات کا انتظام اس کا فرض منصبی ہے پس اگر ان حقوق کے حصول کیلئے حیلہ کیا جائے تو ناجائز نہ ہوگا۔ وهو الموفق

زکوۃ میں باقاعدہ حیلہ کے بغیر فراغت ذمہ نہیں ہوتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کو کسی نے دس ہزار روپے دیئے کہ اس کو فقراء پر تقسیم کرے اب وہ خود غنی ہے لیکن فقیر کو کہتا ہے کہ میں تجھے پچاس روپیہ زکوۃ کا دوں گا آپ اسے قبول کر کے مجھے واپس کر دے کیا یہ حیلہ درست ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: حافظ محمد نکلین مدرسہ نصیر یہ غور غشتی ۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

الجواب: چونکہ یہ حیلہ باقاعدہ حیلہ نہیں ہے لہذا اس سے فراغت ذمہ حاصل نہیں ہو سکتی،
يجب ان يدفعها الى الفقير عازما على تملكها منه حقيقة لا تحيلا كما في رسائل ابن
عابدین ﴿۱﴾. وهو الموفق

مدرسہ کے مطبخ میں زکوۃ خرچ کرنے اور تنخواہ میں زکوۃ کیلئے عجیب حیلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حاجی صاحب نے مدرسہ بنایا اور طالب علموں میں ایک کو وکیل بنایا اور جب آٹا وغیرہ آتا ہے تو وکیل کو قبض کرنے کیلئے کہا جاتا ہے اور کبھی کبھی حاجی کی پانڈی لا کر مطبخ میں ڈال دیتا ہے اس میں صرف اخذ تعاطی ہوتا ہے باقاعدہ ایجاب و قبول نہیں ہوتا، اور کبھی نقد رقم میرے ہاتھوں کو پہنچا دیتا ہے میں وکیل کو بلاتا ہوں تو وہ وکیل اس کو لے لیتا ہے اب اس میں حاجی صاحب کی جانب سے حالاً و قالاً تقاضی ہے کہ یہ رقم و آٹا مہینہ بھر تک ختم نہ ہو جائے اگر مہینہ سے پہلے ختم ہو جائے تو شکایت کرتا ہے پس حاجی صاحب کا یہ رویہ عدم تملیک حقیقی کی علامت ہے، کیا اس طریقہ سے ذمہ فارغ ہو جاتا ہے؟ (۲) میں اس مدرسہ میں مدرس ہوں زکوۃ کیلئے یہ حیلہ بنایا کہ میں تنخواہ و وظیفہ نہیں لیتا بس فی سبیل اللہ درس دیتا ہوں اس نفی سے چونکہ اجارہ منشی ہوا، تو کیا اس صورت میں حاجی

﴿۱﴾ (رسائل ابن عابدین ۱: ۲۲۵ منة الجلیل لبيان اسقاط ما على الذمة من كثير وقليل)

صاحب کی زکوٰۃ کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولوی عبید اللہ..... ۱۹۷۵ء/۷/۲۶

الجواب: واضح رہے کہ جو طلباء مصرف زکوٰۃ ہوں تو وہ کسی ایک کو وکیل مقرر کریں اور آپ حاجی صاحب کی جانب سے وکیل ہو کر تملیک کیا کریں اس تقدیر پر زکوٰۃ کے ضائع ہونے کا کوئی خطرہ نہیں اور حاجی صاحب کی شکایت انتظام پر محمول ہوگی نہ کہ عدم تملیک پر اور آپ کی تصریح کے باوجود آپ کا معاملہ اجارہ ہوگا، لان الدلالة لا تعارض بالعبرة والاشارة، والمعروف من قبيل الدلالة صرح به في كتب الاصول. وهو الموفق

بیت المال اور حیلہ زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں (۱) ہمارے گاؤں میں بیت المال کے نام پر زکوٰۃ و صدقہ فطر و عشر وغیرہ اس غرض سے جمع کیا جاتا ہے کہ اس رقم سے امام مسجد کی تنخواہ کی کمی پوری کی جائے اس بیت المال کا شرعی حکم کیا ہے؟ (۲) اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ حقداروں کو ان کا حق بروقت اس سے ملنا مشکل ہے اور اس طرح امام مسجد کی تنخواہ اس مال سے دینا جائز نہیں ہے تو کیا حیلہ کے بعد بھی یہ حکم ہے؟ (۳) اگر حیلہ کرتے وقت بار بار ایک ہی شخص کو یہ رقم دی جائے کیا ایک ہی شخص سے حیلہ کرنا جائز ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد تاج بازار گے ادگی مانسہرہ

الجواب: (۱) یہ بیت المال بذات خود نہ مطلوب شرعی ہے اور نہ ممنوع شرعی، لیکن عوام نہ

مصارف جانتے ہیں اور نہ طریقہ صرف، لہذا یہ بیت المال خطرات سے خالی نہیں ہے ﴿۱﴾۔ (۲) اگرچہ

﴿۱﴾ قال الدكتور وهبة الزحيلي: العاملون وهم السعاة لجباية الصدقة ويشترط فيهم

العدالة والمعرفة بقفه الزكوة. (الفقه الاسلامي وادلته ۳: ۱۹۵۳ مبحث مصارف الزكاة)

حیلہ عند الضرورت جائز ہے لیکن حیلہ کرنا ہر آدمی کا کام نہیں، حیلہ میں یہ ضروری ہے کہ متوسط شخص کو مالک حقیقی بنایا جائے، ہزل اور زبانی تملیک کافی نہیں ہے۔ (۳) باقاعدہ حیلہ کرنے کے بعد ایک ہی شخص کو رقم دینا اور حیلہ بار بار ایک ہی شخص سے کرانا جائز ہے البتہ تملیک حقیقی کے بغیر یہ حیلہ حیلہ نہیں ہے دھوکہ دہی ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

غنی عالم اور متعلم کیلئے زکوٰۃ لینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دینی مدارس میں بعض طلباء صاحب نصاب اور اغنیاء ہوتے ہیں اور لوگ ان کو زکوٰۃ کی رقم بھی دیتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ عالم اور متعلم خواہ فقیر ہو یا امیر، ان کیلئے زکوٰۃ لینا جائز ہے اس کے متعلق واضح فرمائیں کہ کیا یہ مسئلہ درست ہے؟ بینوا تو جو وَا
المستفتی: محمد شریف اشرف خیل وانا ذی آئی خان... ۱۹۸۸ء/۶/۷

الجواب: بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ جو عالم اور متعلم اپنی عمر کو تعلیم اور تعلم کیلئے وقف کر دے تو وہ زیادتی حاجات کی وجہ سے اور عالمین کے عدم تعاون کی وجہ سے مصرف زکوٰۃ ہے لیکن فقہاء نے اس پر اعتماد ظاہر نہیں کیا ہے، فلیراجع الی رد المحتار ۲: ۸۱ باب المصروف ﴿۲﴾۔ وهو الموفق
﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: ويجب الاحتراز من ان يلاحظ الوصى عند دفع الصرة للفقير الهزل او الحيلة بل يجب ان يدفعها عازما على تملكها منه حقيقة لا تحيلا ملاحظا ان الفقير اذا ابى عن هبتها الى الوصى كان له ذلك ولا يجبر على الهبة.

(رسائل ابن عابدین ۱: ۲۲۵ منة الجلیل لبيان اسقاط ما على النعمة من كثير وقليل)
﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی: ان طالب العلم يجوز له اخذ الزكاة ولو غنيا اذا فرغ نفسه لافادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب والحاجة داعية الى ما لا بد منه، قال ابن عابدین: وهذا لفرع مخالف لاطلاقهم الحرمة في الغنى ولم يعتمد احد.
(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۶۵ باب المصروف)

مدارس کے اساتذہ وغیرہ ”والعاملین علیہا“ میں داخل نہیں ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوٰۃ کے مصارف اللہ تعالیٰ نے اُنھ بتائے ہیں کیا مدارس کے اساتذہ و العاملین علیہا میں داخل ہیں؟ ایک عالم دین نے فرمایا کہ عربی طالب علموں کے اساتذہ اس میں داخل ہیں اور انہیں مد زکوٰۃ سے تنخواہ دی جاسکتی ہے اب میرے لئے باعث اشکال تعلیم الاسلام جلد چہارم مؤلفہ مولانا کفایت اللہ صاحب مرحوم دہلوی ہوئی آپ فرماتے ہیں: جس قدر زکوٰۃ واجب..... کسی خدمت یا کسی کام کی اجرت میں زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے مگر عامل زکوٰۃ کو اس کی تنخواہ مال زکوٰۃ میں سے دینا جائز ہے، اور طالب علموں کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے اور مہتممین کو اسلئے کہ وہ طالب علموں پر خرچ کریں تو جائز ہے اس میں چھ مضائقہ نہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر مہتمم طالب علموں پر خرچ کریں تو جائز ہے لیکن اگر یہ اساتذہ کرام پر خرچ کریں جو ان طلباء کے اساتذہ ہیں تو جائز ہوگا یا نہیں، ہماری مسجد میں ایک قاری کیلئے چندہ ناکافی ہو جاتا ہے تو پھر مد زکوٰۃ سے تنخواہ پوری کی جاتی ہے بعض حضرات نے کہا کہ زکوٰۃ تنخواہ میں دینا جائز نہیں بہر حال ہمیں تفصیلی مسئلہ لکھ کر مشکور فرمائیں؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد ابوالخیر امام مسجد مدنی نظام آباد گوجرانوالہ۔ ۲۸/۳/۱۹۶۹

الجواب: (الف) علماء کرام و العاملین علیہا میں داخل نہیں ہیں ان میں صرف عامل اور ان کے معین داخل ہیں، صرح بہ فی الہدایۃ ﴿۱﴾ پس چونکہ علماء نہ ساعی ہیں اور نہ عاشر ہیں اور نہ حاشر ہیں اور نہ کاتب ہیں لہذا ان کو عمل کی حیثیت سے دینا قابل اعتماد نہیں ہے۔ (ب) اجرت میں زکوٰۃ

﴿۱﴾ قال العلامة برهان الدین: والعامل يدفع الامام اليه ان عمل بقدر عمله فيعطيه ما يسعه واعوانه غير مقدر بالثمن.

(ہدایۃ ۱: ۱۸۷ باب من يجوز دفع الصدقات اليه ومن لا يجوز كتاب الزکوٰۃ)

دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے کیونکہ اس میں للہیت موجود نہیں ہے ﴿۱﴾۔ (ج) پس اساتذہ کو اجرت اور تنخواہ میں مال زکوة دینا غیر صحیح اور ناکافی ہے ﴿۲﴾۔ (د) ضرورت کے وقت حیلہ کرنے سے اجرت اور تنخواہ میں زکوة دینے کو محتاط علماء نے جائز کہا ہے جبکہ باقاعدہ ہو پس اگر ماسوائے زکوة کے چندہ کافی نہیں ہو تو حیلہ کیا جائے ﴿۳﴾۔ وہو الموفق

زکوة کی رقم مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء پر خرچ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسہ کی بنیاد ڈالی گئی اب حاصل شدہ زکوة کی رقم استادوں اور طلباء پر خرچ کرنا کیسا ہے؟ نیز مدرسہ میں فقیر اور امیر طالب علموں پر زکوة کی رقم کس طرح خرچ کی جائے؟ نیز مثلاً استاذ کی تنخواہ فنڈ سے دی جاتی ہے، کیا یہ استاد طلباء کے ساتھ زکوة فنڈ سے کھانا کھا سکتا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: مولانا عجب نورو انالیمپ وزیرستان..... ۱۰/۷/۱۹۸۵

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم: (قوله: بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى) بيان لشرط آخر وهو النية وهي شرط بالاجماع في العبادات كلها المقاصد. (بحر الرائق ۲: ۲۰۲ كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ قال العلامة سيد احمد الطحطاوى: (قوله لشخص مخصوص) هو ان يكون فقيراً، ونحوه من بقية المصارف غير هاشمی ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى. (الطحطاوى على مراقى الفلاح ۱۳: ۷۱ كتاب الزكاة)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفی: الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم آره والظاهر نعم، قال ابن عابدين: (قوله ثم يأمره) ويكون له ثواب الزكاة وللفقير ثواب هذه القرب.

(الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۶۹ باب المصروف)

الجواب: زکوٰۃ کے فنڈ سے بغیر باقاعدہ حیلہ کے ان حوائج کا پورا کرنا مشکل ہے ﴿۱﴾ باقاعدہ حیلہ سے یہ مراد ہے کہ ایک فقیر طالب علم کو اولاً سمجھایا جائے کہ میں تجھے پانچ سو روپے زکوٰۃ دوں گا اور تم اس کے مالک ہوں گے اور مختار ہوں گے اپنے لئے لیتے ہو یا دارالعلوم کو واپس کرتے ہو اور یہ دینے والا یہ ارادہ کرے کہ اگر یہ طالب علم یہ رقم اپنے لئے لے لیں تو میں اس سے کوئی اثر نہیں لوں گا البتہ دوسری قسط نہیں دوں گا ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

صاحب نصاب طالب علم بسا اوقات مصرف زکوٰۃ بن سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک طالب علم صاحب نصاب ہے لیکن ان کی ضروریات بھی کثیر ہیں اس نے اپنے اخراجات کیلئے یہ نصاب محفوظ کر لیا ہے ورنہ ان کیلئے کتب لینے کی بھی ضرورت ہے کیا یہ شخص مال زکوٰۃ لے سکتا ہے؟ بینوا تو جروا
المستفتی: ریاض احمد وزیر ستانی..... ۹/۵/۱۹۹۰ء

﴿۱﴾ وفي الهنديه: مذهب علمائنا رحمهم الله تعالى ان كل حيلة يحتال بها الرجل لا بطل حق الغير او لادخال شبهة فيه او لتتمويه باطل فهي مكروهة وكل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن جرام او ليتوصل بها الى حلال فهي حسنة والاصل في جواز هذا النوع من الحيل قول الله تعالى وخذ بيدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث، وهذا تعليم المخرج لا يوب عليه وعلى نبينا الصلاة والسلام عن يمينه التي حلف ليضربن امراته مائة عود وعامة المشائخ على ان حكمها ليس بمنسوخ وهو الصحيح من المذهب كذا في الذخيرة.

(فتاوى عالمگیریہ ۶: ۳۹۰ کتاب الحیل الفصل الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ان الحيلة ان يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الاشياء وهل له ان يخالف امره لم اره، قال ابن عابدين: (قوله ان الخيلة) اي في الدفع الى هذه الاشياء مع صحة الزكاة (قوله ثم يأمره) ويكون له ثواب الزكاة والفقير ثواب هذه القرب.
(الدر المختار مع هامش رد المحتار ۲: ۶۹ باب المصروف)

الجواب: جب غنی شخص طلب علم یا جہاد کا ارادہ کرے تو اس کی ضروریات زیادہ ہو جاتی ہیں اور بسا اوقات غنی مصرف زکوة بن جاتا ہے اشار الیہ الکاسانی ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

طالب علم اور احوج کیلئے دوسرے شہر کو زکوة بھیجنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوسرے شہر میں کسی مستحق یا ادارہ کو زکوة بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ حدیث میں ہے، الحق للقرب ثم للبعید۔ بینوا توجروا المستفتی: عبدالودود قصہ خوانی پشاور..... ۱۹۷۳ء/۸/۲۷

الجواب: طالب علم اور احوج کیلئے دوسرے شہر کو زکوة کا بھیجنا جائز ہے ﴿۲﴾ اور الحق

﴿۱﴾ قال العلامة الکاسانی: واما استثناء الغازی فمحمول علی حال حدوث الحاجة وسماء غنیا علی اعتبار ما کان قبل حدوث الحاجة، وهو ان يكون غنيا ثم تحدث له الحاجة بان كان له دار يسكنها ومتاع يمتنه وثياب يلبسها وله مع ذلك فضل مائتي درهم حتى لا تحل له الصدقة ثم يعزم على الخروج في سفر غزو فيحتاج الى آلات سفره وسلاح يستعمله في غزوه ومركب يغزو عليه وخادم يستعين بخدمته على ما لم يكن محتاجا اليه في حال اقامته فيجوز ان يعطى من الصدقات ما يستعين به في حاجته التي تحدث له في سفره.

(بدائع الصنائع ۲: ۱۵۵ فصل المؤلفه قلوبهم كتاب الزكاة) قال الدكتور وهبة الزحيلي: الصنف السابع في سبيل الله وهم الغزاة المجاهدون الذين لاحق لهم في ديوان الجند لان السبيل عند الاطلاق هو الغزو..... فيدفع اليهم لانجاز مهمتهم وعونهم ولو كانوا عند الجمهور اغنياء لانه مصلحة عامة، واما من له شيء مقدر في الديوان فلا يعطى لان من له رزق راتب يكفيه فهو مستغن به. (الفقه الاسلامي وادلته ۳: ۱۹۵ مبحث مصارف الزكاة) ﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: وكره نقلها الا الى قرابة بل في الظهيرية لا تقبل صدقة الرجل وقرابته محاويج حتى يبدأ بهم فيسد حاجتهم او احوج او اصلح او اورع او انفع للمسلمين. (الدر المختار على هامش رد المحتار ۲: ۷۵ باب المصروف)

للقريب الخ حدیث نہیں ہے البتہ معنی درست ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

غنی معلم اور متعلم کو زکوٰۃ دینا اور علامہ شامی کا قول

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک معلم غنی ہے تو علامہ شامی کے جزیہ کے حوالے سے کہ معلم، مدرس اگر غنی بھی ہو اس کو زکوٰۃ لینا جائز ہے یا اس کو کتابوں کی ضرورت ہو تو لوگ اس کو کتابیں بہ نیت زکوٰۃ خرید کر دیتے ہیں اب یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس کیلئے زکوٰۃ لینا اور اس کو دینا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: گل فراز..... یکم فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: غنی معلم اور متعلم کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے، کما صرح حوا بہ واما مانسب

الی الواقعات فروی الشامی عن الطحطاوی انه لم يعتمد عليه احد وما قيل انهم من العاملين فممنوع لان الامام لم ينصبهم ﴿۲﴾ ولان المصرف هو العامل عليها لا مطلق العامل ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهندية: والافضل في الزكاة والفطر والنذور الصرف اولا الى الاخوة والاخوات ثم الى اولادهم ثم الى الاعمام والعمات ثم الى اولادهم ثم الى الاخوال والخالات ثم الى اولادهم ثم الى ذوی الارحام ثم الى الجيران ثم الى اهل حرفته ثم الى اهل مصره او قريته، كذا في السراج الوهاج. (فتاوی عالمگیریہ ۱: ۱۹۰ باب المصارف)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: العاشر هو حر مسلم غير هاشمي قادر على الحماية نصبه الامام على الطريق. (الدر المختار ۲: ۴۲ باب العاشر)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: وهذا الفرع مخالف لا طلاقهم الحرمة في الغنى ولم يعتمد عليه احد، قلت وهو كذلك والوجه تقيده بالفقير... ثم قال الاتفاق على ان الاصناف كلهم سوى العامل يعطون بشرط الفقر. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۶۵ باب المصارف)

زکوة کی رقم سے طلباء کی ضروریات پوری کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے حفظ و ناظرہ کا ایک دینی مدرسہ بنایا ہے مدرسہ کے چندہ میں دو فنڈ قائم کئے ہیں (۱) عطیات (۲) زکوة۔ عطیات میں سے ہم قاری کو تنخواہ دیتے ہیں اور صدقات واجبات اور زکوة سے طلبہ کے اخراجات پوری کرتے ہیں مثلاً کپڑے جوتے وغیرہ کیونکہ بعض طلباء کے والدین کافی غریب ہوتے ہیں اگر ہم غریب طلباء کو کپڑے وغیرہ زکوة سے فراہم کرتے ہیں تو کیا غنی لوگوں کی اولاد کو دے سکتے ہیں تاکہ مساوات قائم ہو؟ بینواتو جروا المستفتی: محمد اسلم پی او ایف واہ کینٹ..... ۷/۱ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

الجواب: عطیات کا مصرف وسیع ہے البتہ نقد یا کپڑوں وغیرہ کی شکل میں زکوة ہر نادار طالب علم کو دے سکتے ہیں ﴿۱﴾ جو کہ مسکین اور بالغ ہو یا مسکین کا بیٹا اور نابالغ ہو ﴿۲﴾۔ وهو الموفق کالج کا مسکین طالب علم زکوة سے وظیفہ لے سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک کالج سٹوڈنٹ ہوں حکومت کی جانب سے طلباء کیلئے جو سکالرشپ مقرر ہوتا ہے وہ عشرہ زکوة وغیرہ سے دیا جاتا ہے میں صاحب نصاب نہیں ہوں صرف ایک کنال زمین کا مالک ہوں میرے لئے اس وظیفہ کا لینا کیسا ہے اگر میں یہ وظیفہ نہ لوں تو دفتر کلرک وغیرہ خود یہ نکال کر لیتا ہے اب اگر میں یہ کسی غریب کو دے دوں یا اس سے اپنی فیس ادا کیا ﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: قال فی التاتر خانبة عن المحيط اذا کان یعول یتیمًا ویجعل ما یکسوه ویطعمه من زکاة ماله ففی الکسوة لاشک فی الجواز لوجود الرکن وهو التملیک. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۳ کتاب الزکوة)

﴿۲﴾ ولا یجوز دفعها الی ولد الغنی الصغیر ولو کان کبیراً فقیراً جاز الخ. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف)

کروں تو یہ کرنا کیسا ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: حافظ محمد عمران ڈیرہ اسماعیل خان..... ۱۹۷۴ء/۶/۷

الجواب: آپ بظاہر مسکین ہیں آپ مدزکوة سے وظیفہ لے سکتے ہیں اور اپنے حوائج میں

صرف کر سکتے ہیں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

سادات کوزکوة دینے کا حکم

سوال: سادات کوزکوة دینے کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا رحیم اللہ باچا اضاحیل نوشہرہ..... ۲۳/ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ

الجواب: سادات کو ہدایا دیئے جائیں نہ کہ زکوة اور عشر، البتہ موجودہ دور میں اگر زکوة و عشر

دیئے جائیں تو لینا اور دینا قابل اعتراض نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهندية: ويجوز دفعها الى من يملك اقل من النصاب.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ ظاہر الروایت کے مطابق بنو ہاشم اور سادات کوزکوة یا دیگر صدقات واجبہ دینا جائز نہیں، البتہ بعض غیر

ظاہر الروایت میں جواز کا قول بھی منقول ہے پیغمبر علیہ السلام اور خلفاء راشدین کے بعد جب خمس

الخمس جو بنو ہاشم کوزکوة اور دیگر صدقات واجبہ کے عوض ملتا تھا منقطع ہوا اور ہدایا وغیرہ میں بھی لوگوں نے ان

سے صرف نظر کیا تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جواز کا قول فرمایا جو: نادر الروایت ہے، والفتویٰ

بنادر الروایۃ عند الضرورة لم یکن بعيداً عن الاصول لان اخذ الزكاة اھون من ذل السؤال،

اور اس ضرورت و حاجت کو مد نظر رکھتے ہوئے امام طحاوی اور دوسرے فقہائے احناف نے اس نادر الروایت کو ترجیح

دی اور بعض فقہاء شافعی، حنبلیہ اور مالکیہ نے بھی حالات اور ضرورت کے تحت جواز کا فتویٰ دے دیا، ہمارے شیخ

دامت برکاتہم منها ج السنن شرح جامع السنن للترمذی (۳: ۱۶۹) میں فرماتے ہیں: اعلم ان ما مر

من حرمة الصدقة الواجبة علی بن ہاشم هذا ظاہر الروایۃ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سادات اور بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینے کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب جو ہاشمی خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور مسجد میں اسی روپے ماہوار تنخواہ پر امامت کے فرائض سرانجام دے رہا ہے صاحب جائیداد بھی ہے کیا مذکورہ سید ہاشمی امام کو زکوٰۃ، فطرانہ دینا جائز ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: راجہ سلطان محمد اینڈ کمپنی گندم راو پلنڈی..... ۱۹۶۹ء/۱۰/۲۲

(بقیہ حاشیہ) وروی ابو عصمة عن ابی حنیفة انه يجوز لی هذا الزمان وان كان ممتنعا فی ذلك الزمان لان عوضها وهو خمس الخمس لم یصل الیهم لاهمال الناس امر الغنائم وایصالها مستحقیها، واذا لم یصل الیهم العوض عادوا الی المعوض كما فی البحر، قالوا والمعمول به هو ظاهر الروایة ورد ابن الهمام علی روایة ابی عصمة بما ملخصه ان حدیث عوضکم منها خمس الخمس لم یثبت وان سلمنا علی التنزل حمل الکلام علی ان ذلك حکمة لا علة فان العلة هی کون الزکوٰۃ من اوساخ الناس، وان سلمنا علی التنزل کونه علة ایضا لا یثبت المطلوب فانها علة لاصل التشريع لالبقاء ه كما فی الرمل، فزوال العوض لا یستلزم عود المعوض انتهى قلت لو اضطرروا الی السؤال لکان ذل اخذ الزکوٰۃ اھون من ذل السؤال علی ان الاوساخ لیست بانجاس فلو افتی المفتی بنادر الروایة عند الضرورة لم یکن بعيداً عن الاصول.

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فیض الباری شرح صحیح البخاری ۵۲:۳ میں فرماتے ہیں: ونقل الطحاوی عن امالی ابی یوسف انه جاز دفع الزکوٰۃ الی آل النبی ﷺ عند فقد ان الخمس فان فی الخمس حقهم فاذا لم یوجد صح صرفها الیهم وفی البحر عن محمد بن شجاع الثلجی عن ابی حنیفة ایضا جوازہ وفی عقد الجید ان الرازی ایضا افتی بجوازہ قلت واخذ الزکوٰۃ عندی اسهل من السؤال لافتی به ایضا.

علامہ وہبہ الزحیلی الفقہ الاسلامی وادلہ ۱۹۶۸:۳ میں فرماتے ہیں: هذا وقد نقل عن ابی حنیفة وعن المالکیہ وبعض الشافعیہ جواز اعطاء الهاشمین من الزکوٰۃ..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: اگر باوجود اس تنخواہ و جائیداد کے یہ صاحب، صاحب نصاب نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ لینا اور دینا جائز نہیں ہے یہی ظاہر الروایت ہے، اور بعض غیر ظاہر الروایت میں جواز کا فتویٰ بھی منقول ہے لہذا احتیاط نہ دینے اور نہ لینے میں ہے، لما فی الدر المختار: ولا الی بنی ہاشم ثم ظاہر المذہب اطلاق المنع، وفي رد المحتار ۲: ۹۱ وروی ابو عصمة عن الامام انه يجوز الدفع الى بنی ہاشم فی زمانه لان عوضها وهو خمس الخمس لم يصل اليهم لاهمال الناس امر الغنائم وايصالها الى مستحقيها واذ لم يصل اليهم العوض عادوا الى المعوض كذا في البحر ﴿۱﴾ انتهى ما في رد المحتار، قلت والحرمة معللة بوجهين الاول ما مر والثاني كونها اوساخ الناس ومزيلها كما في الحديث الصحيح ﴿۲﴾ وهو باق كما كان فالراجع هو المنع والضرورة تبيح المحظورات ﴿۳﴾ فافهم. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) لانہم حرموا من بیت المال سهم ذوی القربی منعاً لتضييعهم ولحاجتهم... واعطاء هم كما قال الدسوقي المالکی حینئذ افضل من اعطاء غیرہم.

امام طحاوی فرماتے ہیں: وقد اختلف عن ابی حنیفۃ فی ذلک فروی عنه انه قال لا بأس بالصدقات کلها علی بنی ہاشم. (طحاوی ۱: ۳۵۲ کتاب الزکاة) لیکن اسی صفحے کے آخر میں آپ یہ بھی فرماتے ہیں، قال ابو جعفر فہذہ الآثار کلها قد جاءت بتحريم الصدقة علی بنی ہاشم ولا نعلم شیئاً نسخها ولا عارضها. اور علامہ سید احمد الحکوی فرماتے ہیں: وفي شرح الآثار عن ابی حنیفۃ: ان الصدقات کلها جائزة علی بنی ہاشم والحرمة كانت فی عهد رسول اللہ ﷺ لوصول خمس الخمس اليهم فلما سقط ذلک بموته ﷺ حلت لهم الصدقة قال الطحاوی رحمہ اللہ وبالجواز ناخذ. (حموی علی الاشباہ والنظائر ۲: ۵۳ کتاب الزکاة)

﴿۱﴾ (الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۷۲ مطلب فی جهاز المرأة هل تصیر به غنیۃ باب المصروف)
﴿۲﴾ عن عبد المطلب بن ربیعۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ان هذه الصدقات انما هی اوساخ الناس وانها لا تحل لمحمد ولا لآل محمد ورواه مسلم.

(مشکوٰۃ المصابیح ۱: ۷۷ باب من لا تحل له الصدقة الفصل الاول)

﴿۳﴾ قال العلامة الآتاسی: الضرورات تبيح المحظورات... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سادات کوزکوة دینے اور لینے کا حکم

سوال: (۱) سادات کوزکوة دینا کیسا ہے؟ (۲) سادات کی زکوة سادات کیلئے لینا کیسا ہے؟

(۳) سادات کیلئے فدیہ اسقاط، صدقۃ الفطر اور جلودالاضحیہ کا روپیہ لینا کیسا ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: فیض اللہ بندر وڈ کوئٹہ..... ۱۳/ شوال ۱۳۹۷ھ

الجواب: محترم مولوی فیض اللہ صاحب! اتاہ اللہ فی الدارين حسنة السلام علیکم

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اما بعد: واضح رہے کہ ظاہر الروایت کی بنا پر سادات کوزکوة دینا ممنوع ہے البتہ اس زمانہ میں جبکہ نہ ان کو ہدایا دیئے جاتے ہیں اور نہ ان کو خمس الخمس دیا جاتا ہے تو بجائے اس کے کہ ان کو ذلت سوال میں مبتلا کیا جائے یہ اہوں ہے کہ ابو عصمہ کی روایت پر عمل کیا جائے، کما فی رد المحتار

۱: ۹۱ وروی ابو عصمة عن الامام انه يجوز الدفع الى بنی ہاشم فی زمانہ الخ ﴿۱﴾

قلت وكونها من (مزيل) اوساخ الناس يقتضي الخبائث كالماء المستعمل دون الحرمة فافهم، پس جب زکوة کا صرف ان پر جائز ہو تو دیگر واجبات کا صرف بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ وهو الموفق

سوائے بنی ہاشم کے دیگر قریشیوں پر صرف زکوة میں اختلاف نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قریشی قوم پر صرف زکوة جائز ہے

یا نہیں؟ اور جواز کیلئے بعض لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں جو نبی علیہ السلام

سے بہت پہلے تھے لہذا یہ عام ہے اور زکوة صرف بنی ہاشم کی اولاد پر ممنوع ہے جو بعد میں بنے ہیں لہذا ہر سید

(بقیہ حاشیہ) هذه قاعدة اصولية مأخوذة من النص وهو قوله تعالى: الا ما اضطررتم اليه،

والاضطرار الحاجة الشديدة والمحذور المنهى عن فعله يعنى ان الممنوع شرعا يباح عند

الضرورة. (شرح المجلة ۱: ۵۵ المادة: ۲۱)

﴿۱﴾ (رد المحتار ۲: ۷۲ مطلب فی جهاز المرأة هل تصير به غنية باب المصروف)

(بنی ہاشم) قریشی ہے لیکن ہر قریشی بنی ہاشم نہیں ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: امین الحق محترم حقانیہ..... ۲۹/۳/۱۹۷۵

الجواب: سوائے بنی ہاشم کے باقی تمام قوم قریش پر زکوة کا صرف ہو سکتا ہے اس میں کسی کا

اختلاف نہیں ہے ﴿۱﴾ والمسئلة من الواضحات فلا حاجة الى نقل العبارات. وهو الموفق

ساوات کے مسئلہ میں حضرت تھانوی اور مفتی شفیع رحمہما اللہ کی رائے بالکل درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امداد الفتاویٰ میں حکیم الامت

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بنی ہاشم کو زکوة دینا جائز نہیں ہے اور مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے

بھی اسی طرح قول نقل کیا ہے اور فرمایا ہے: ثم ظاهر المذهب اطلاق المنع قال الشامي سواء

في ذلك كل الزمان، آپ حضرات سے اس کی تصدیق مطلوب ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: احقر العباد عبد العلی مدرسہ تعلیم القرآن زیارت بلوچستان..... ۱۳/۱۰/۱۹۸۳

الجواب: یہ مسائل درست ہیں ظاہر الروایت بلا شک و شبہ حرمت ہے لیکن ضرورت (حالت

اضطرار) کے وقت تاہر الروایت وغیرہ پر فتویٰ دینا ان مسائل سے متصادم نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي الهندية: ولا يدفع الى بنى هاشم وهم آل علي وعباس وجعفر وعقيل وحارث بن

عبد المطلب ويجوز الدفع الى من عداهم من بنى هاشم كذرية ابي لهب.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۹ الباب السابع فی المصارف)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: وقد ذكر صاحب البحر في الحيض في بحث الوان الدماء

اقوالا ضعيفة ثم قال وفي المعراج عن فخر الانمة لو افتى مفت بشي من هذه الاقوال في

مواضع الضرورة طلبا للتيسير كان حسناً وبه علم ان المضطر له العمل بذلك لنفسه كما

قلنا وان المفتي له الافتاء به للمضطر فما مر من انه ليس له العمل بالضعيف ولا الافتاء به

محمول على غير موضع الضرورة كما علمته من مجموع ما قررناه والله اعلم.

(شرح عقود رسم المفتي من رسائل ابن عابدين ۱: ۵۰ شعر آخر)

عیسائی اور تمام غیر مسلموں کو زکوٰۃ دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عیسائی عورت کو زکوٰۃ کی رقم ادا کرنے سے ذمہ فارغ ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو روا
المستفتی: چوہدری عبدالستار لاکل پور ۱۹/۹/۱۹۷۲ء

الجواب: عیسائی اور غیر عیسائی تمام کافروں کو زکوٰۃ دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا (فتاویٰ ہندیہ ۱: ۲۰۰ ورد المحتار ۲: ۹۲) ﴿۱﴾۔ وهو الموفق
شیعہ کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے فریضہ ادا نہیں ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں پاکستانی ڈاکٹر ہوں اور ایران میں اس جگہ کام کر رہا ہوں جہاں تمام تر شیعہ لوگ ہیں کیا شیعہ مسلمانوں پر ہماری زکوٰۃ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر میں مستحق شیعوں پر بانٹ لوں یا ان کے امام امام خمینی کو دوں پھر میرا فریضہ ادا ہوگا یا نہیں؟ اور ان کو یہ بتا دوں کہ میں اہل تسنن ہوں؟ بینوا تو جو روا
المستفتی: ڈاکٹر جوہر شاہ ادارہ بہداری شہر کرد ایران ۱۹/۷/۱۹۷۹ء

الجواب: زکوٰۃ اور عشر کا مصرف مسلمان ہیں ﴿۲﴾ کافر پر اس کا صرف کرنا کافی نہیں ہے البتہ ﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: واما الحربی ولو مستأمناً فجميع الصدقات لا تجوز له اتفاقاً. (الدرا المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۷۳ باب المصرف) وفي الهندية: واما الحربی المستأمن فلا يجوز دفع الزكاة والصدقة الواجبة اليه بالاجماع. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۸ الباب السابع فی المصارف) ﴿۲﴾ وفي الهندية: فهي تملیک المال من فقیر مسلم. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۷۰ کتاب الزکاة الباب الاول فی تفسیرها وصفتها وشرائطها)

صدقہ فطر، نذر خیرات وغیرہ کفار پر بھی صرف ہو سکتے ہیں (ہدایہ ﴿۱﴾ شرح التنویر ﴿۲﴾) ایرانی شیعہ اکثری طور سے ضروریات دین سے منکر ہیں اس بنا پر وہ اسلام سے خارج ہیں ﴿۳﴾ پس ان قواعد کی بنا پر آپ مال زکوٰۃ شیعہ اور ان کے امام کو نہیں دے سکتے۔ وہوالموفق

سلطان جائز کو زکوٰۃ دینے سے ذمہ کافراغ اور یہ اموال ٹھیکا پر لینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس ریاست میں سلطان جائز لوگوں سے زکوٰۃ سوائم اور حاصلات کا عشر لیتے ہیں اور مصارف شرعیہ میں خرچ نہیں کرتے اور اسی طرح بعض سرمایہ دار یہ زکوٰۃ اور عشر سلطان جائز سے ٹھیکا پر لیتے ہیں اور اپنے لئے جمع کر لیتے ہیں اور سلطان کو مخصوص رقم جو طے ہوتی ہے دیتے ہیں ان صورتوں میں مالک کا ذمہ فارغ ہوتا ہے یا نہیں؟ افتونا بالتفصیل مع حوالہ الکتب

المستفتی مولانا (شیخ الحدیث) رحیم اللہ محکمہ قضا ریاست سوات..... ۱۰/۱۲/۱۹۶۹

﴿۱﴾ قال المرغینانی: ولا يجوز ان يدفع الزكاة الى ذمی لقوله عليه الصلاة والسلام لمعاذ رضى الله عنه خذها من اغنيائهم وردّها في فقرائهم قال ويدفع ماسوى ذلك من الصدقة. (ہدایہ علی صدر فتح القدیر ۲: ۲۰۷ باب من يجوز دفع الصدقة اليه ومن لا يجوز)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی: ولا تدفع الى ذمی لحديث معاذ و جاز دفع غيرها وغير العشر والخراج اليه ای الذمی ولو واجبا كنذر وكفارة وفطرة خلافاً للثانی.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۷۳ باب المصروف)

﴿۳﴾ قال ابن عابدين: نعم لا شك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضى الله عنها او انكر صحبة الصديق او اعتقد الألوهية في علي او ان جبريل غلط في الوحي او نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۳: ۳۲۱ مطلب في حكم سب الشيخين)

الجواب: (۱) روز روشن کی طرح یہ امر معلوم ہے کہ ریاستوں میں عشر اور زکوۃ مصارف کو نہیں پہنچائی جاتی بلکہ ریاست کے ملازمین کی تنخواہوں وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے، لہذا مالک کا ذمہ حتماً فارغ نہیں ہوتا الا فی صورة واحدة وہی ما اذا نوى الصدقة عليهم عند الدفع، (فی الدر المختار علی هامش رد المختار ۲: ۲۵) اخذ البغاة والاسلاطین الجائرة زکوۃ الاموال الظاهرة كالسوائم والعشر والخراج لا اعادة علی اربابها ان صرف الماخوذ فی محله الآتی ذکرہ والا یصرف فیہ فعلیہم فیما بینہم و بین اللہ اعادة غیر الخراج انتہی ﴿۱﴾ اور بعض فقہاء کے نزدیک جب ان پر تصدق کی نیت کرے تو ذمہ فارغ ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک مطلقاً فارغ ہو جاتا ہے۔ فی رد المختار ۲: ۲۵ قال فی التجنیس والولوالجبة السلطان الجائر اذا اخذ الصدقات قبل ان نوى بادائها اليه الصدقة عليه لا يومر بالاداء ثانياً لانه فقير حقيقة..... واذا لم ينو منهم من قال يومر بالاداء ثانياً وقال ابو جعفر لا يكون له سلطان له ولاية الاخذ فيسقط عن ارباب الصدقة فان لم يضعها موضعها لا يبطل اخذه وبه يفتی وهذا فی صدقات الاموال الظاهرة ﴿۲﴾.

(۲) یہ ٹھیکہ حرام ہے کیونکہ یہ درحقیقت شراء الصدقات اور مبادلة المال بالصدقات ہے اور غالباً ٹھیکہ اربعہ میں زر ٹھیکہ حکومت کو دیتا ہے پس اس میں عدم وصول الی المصارف کے علاوہ بیع الکالی بالکالی موجود ہے جو ناجائز ہے۔ وہو الموفق

عشر وزکوۃ میں ٹھیکہ اربعہ اور مشاہرات ملازمین میں دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں!

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش رد المختار ۲: ۲۶ باب زکاة الغنم)

﴿۲﴾ (رد المختار هامش الدر المختار ۲: ۲۶ باب زکاة الغنم)

(۱) ریاست سوات میں ارباب اقتدار عشر زکوٰۃ وصول کر کے فوج اور پولیس کی تنخواہوں میں صرف کرتے ہیں کیا ریاست کو یہ ولایت حاصل ہے یا یہ ظلم ہے؟

(۲) طریقہ وصولی عشر زکوٰۃ یہ ہے کہ ایک آدمی حکومت کا ٹھیکدار ہوتا ہے نفع اور نقصان اس کے ذمے ہوتا ہے حکومت صرف مقرر کردہ رقم ٹھیکدار سے وصول کرتی ہے آیا اس سے ذمہ زکوٰۃ فارغ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ رد المحتار ۲: ۴۲ کو اس مسئلہ میں ملاحظہ فرمادیں۔

(۳) اس بارے میں حکومت نے علماء سے فتویٰ مانگا ہے کہ آیا حکومت شرعاً اس کا حق رکھتی ہے یا نہیں؟ اور فتویٰ صحیح ہونے کے بعد حکومت قوم پر جبر کر سکتی ہے یا نہیں؟ اگر جبر ثابت نہ ہو تو حکومت کو قوم کے ذمہ فراغت پر فتویٰ دینا جائز ہے یا نہیں؟ مینواتو جروا

المستفتی: مولانا عبدالحلیم صاحب موضع چٹن کوہستان سوات۔۔۔ ۲۰/۱۲/۱۹۶۹ء

الجواب: (۱) حقیقت یہ ہے کہ ریاستوں میں عشر اور زکوٰۃ مصارف شرعیہ کو نہیں پہنچائی جاتی بلکہ مشاہرات وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے لہذا ملاک پر باب احتیاط میں ضروری ہے کہ عشر اور زکوٰۃ کو دو بارہ ادا کرے اور حکومت کیلئے ضروری ہے کہ یا عشر اور زکوٰۃ وصول نہ کرے اور یا مصارف شرعیہ میں صرف کرے ﴿۱﴾ واضح رہے کہ عشر اور زکوٰۃ میں مالک کا فعل اور ادا ضروری ہے لہذا بغیر ملاک کی رضا اور اجازت سے اخذ کا حق حکومت کو حاصل نہیں ہے۔

(۲) ٹھیکدار درحقیقت اجارہ دار نہیں ہے بلکہ مشتری ہے یعنی اس عشر اور زکوٰۃ کو حکومت سے خریدتا ہے اور غالباً وصولی کے بعد حکومت کو زکوٰۃ ٹھیکدار پہنچاتا ہے لہذا ٹھیکدار عاشر نہیں ہے بلکہ مشتری ہے پس اس کو زکوٰۃ

﴿۱﴾ وفي الهندية: زكاة السوائم والعشور وما اخذه العاشر من تجار المسلمين الذين يمرون عليه ومحلّه ما ذكرنا من المصارف . . . والواجب على الائمة ان يوصلوا الحقوق الى اربابها ولا يحبسونها عنهم . فان قصر الائمة في ذلك فوباله عليهم . (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۹۰، ۱۹۱ فصل ما يوضع في بيت المال)

وغیرہ دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے اور یہ بیع بھی فاسد ہے کیونکہ جہالت کے علاوہ بیع اور ثمن دونوں موجد ہیں، صرح بہذہ المسائل رد المحتار والہدایہ۔ وهو الموفق

سیلاب زدگان کیلئے چندہ میں زکوٰۃ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موجودہ حکومت کے آفیسر سیلاب زدگان کیلئے چندہ اکٹھا کر رہے ہیں کیا اس میں ہم لوگ زکوٰۃ کی رقم دے سکتے ہیں؟ بینواتوجروا
المستفتی: حاجی نظیر بادشاہ..... ۱۹/۹/۱۹۷۷

الجواب: چونکہ صحت زکوٰۃ کیلئے تملیک شرط ہے ﴿لَبَّذَا﴾ اگر آپ کو ظن غالب یا جزوی طور سے معلوم ہو کہ مصلین چندہ اس رقم کو باقاعدہ مصارف تک تملیک پہنچاتے ہیں تو آپ اس چندہ میں زکوٰۃ کی رقم دے سکتے ہیں اور اگر یہ امید نہ ہو تو ماسوائے زکوٰۃ و صدقات واجبہ کے دیگر اموال سے اعانت کیا کریں۔ وهو الموفق

مال زکوٰۃ کو دفاعی آلات و اسلحہ پر خرچ نہیں کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اساتذہ ٹریننگ کے پرچے میں ہم سے ایک سوال کیا گیا ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف لکھے نیز بتائیے کہ کیا موصول شدہ زکوٰۃ سے دفاعی آلات و اسلحہ خریدے جاسکتے ہیں؟ کافی حضرات نے آیت انما الصدقات الخ میں فی سبیل اللہ کے لفظ سے دلیل جواز لکھ دیا ہے لیکن ہم چند احباب نے عدم جواز کا لکھا ہے دائل بھی ساتھ لکھے ہیں لیکن اب مزید دلائل کی ضرورت ہے لہذا اس مسئلہ کی وضاحت مع حوالہ جات لکھ کر ارسال فرمادیتے مہربانی ہوگی۔ بینواتوجروا
المستفتی: مولوی اشرف الدین فاضل حقانیہ اکوڑہ خٹک..... ۱۳۹۰ھ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ويشترط ان يكون الصرف تمليكاً لا اباحة. (الذرائع المختار
على هامش رد المحتار ۲: ۶۸ باب المصروف)

الجواب: زکوة میں قبض اور تملیک شرط ہے لہذا اس مال سے آلات دفاع نہیں خریدے جاسکتے، یہی احناف کا مذہب اور من حیث الدلائل مضبوط ہے، قال صاحب الہدایۃ وفی سبیل اللہ منقطع الغزاة عند ابی یوسف لانہ المتفاهم عند الاطلاق وعند محمد منقطع الحاج لما روی ان رجلاً جعل بعيراً له فی سبیل اللہ فامرہ رسول اللہ ﷺ ان یحمل علیہ الحاج ﴿۱﴾ (رواہ ابو داؤد والنسائی وغیرہما بهذا المعنی) ﴿۲﴾ ولا ینبئ بہا مسجد ولا یکفن بہا میت لانعدام التملیک وهو الرکن ۱: ۱۸۵ ﴿۳﴾. وفی الاموال لابی عید ۶۰۸ عن ابراہیم قال لا یعطى من الزکوة دین میت ولا فی کفنه وفیہ ایضاً ص ۶۱۰ فاما قضاء الدین عن المیت والعطیۃ فی کفنه وبنیان المساجد واحتفار الانهار وما اشبه ذلك من انواع البرفان سفیان واهل العراق وغیرہم من العلماء مجمعون علی ان ذلك لا یجزى من الزکوة لانه لیس من الاصناف الثمانیۃ انتہی.

وقال ابن حزم فی المحلی ۵: ۲۲۷ قلنا نعم وكل فعل خیر فهو من سبیل اللہ تعالیٰ الا انه لا خلاف فی انه تعالیٰ لم یرد كل وجهه من وجوه البر فی قسمة الصدقات فلم یجز ان توضع الا حیث بین النص وهو الذی ذکرنا (یعنی الجہاد والخمسة والحج) فافہم. وفی العینی شرح الہدایۃ ۱: ۲۶۶ وكذا لا تبني بها القناطر والسقايات ولا یحفر بها الآبار ولا تصرف فی اصلاح الطرق وسد الثغور والحج والجهاد مما لا یملک فیہ فان قلت روی عن انس والحسن ما اعطیت من الجسور

﴿۱﴾ (ہدایۃ ۱: ۱۸۷ باب من یجوز دفع الصدقات الیہ ومن لا یجوز کتاب الزکوة)

﴿۲﴾ (نصب الراية لاحادیث الہدایۃ ۲: ۳۹۵، ۳۹۶ باب من یجوز دفع الصدقات)

﴿۳﴾ (ہدایۃ ۱: ۱۸۸ باب من یجوز دفع الصدقات الیہ ومن لا یجوز کتاب الزکوة)

والطريق صدقة ماضية ، قلت هذا وهم عليهما وليس مرادهما عمارة الجسور والطريق بلا معناه اعطاء الزکوة لمن يبنى الجسور والطريق الخ، وما في القرطبي ۸: ۱۸۶ وقال محمد بن عبد الحكيم ويعطى من الصدقة في الكراع والسلاح وما يحتاج اليه من الآلات لحرب وكف العدو عن الحوزة فليس المراد به وقف هذه الاشياء لعدم مساعدة اللفظ لغة وعرفاً بل المراد اعطاء الصدقة للغازی يشتري بها الآلات او المراد شراء هذه الآلات بالصدقة ثم صرفها الى الغزاة كما لا يخفى على من راجع الى اللفظ وتعامل هذا القرن. وكذا يحمل ما رواه البيضاوي وغيره على ما ذكرنا، وكذا في البدائع ۲: ۳۵ واما قوله تعالى وفي سبيل الله عبارة عن جميع القرب فيدخل فيه كل من سعى في طاعة الله وسبيل الخيرات اذا كان محتاجاً ظاهر في التمليك ﴿۱﴾ وقد صرح به قبل ۲: ۳۹ واما ركن الزکوة فركن الزکوة هو اخراج جزء من النصاب الى الله تعالى وتسليم ذلك اليه يقطع المالك يده عنه بتمليكه من الفقير وتسليمه اليه او الى يد من هو نائب عنه وهو المصدق الى ان قال بعد اسطر وعلی هذا يخرج صرف الزکوة الى وجوه البر من بناء المساجد والرباطات والسقايات واصلاح القناطير وتكفين الموتى ودفنهم انه لا يجوز لانه لم يوجد التمليك اصلاً ﴿۲﴾ انتهى باختصار يسير. وهو الموفق

زکوة کی رقم سے فری ہسپتال چلانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوة کی رقم سے فری ہسپتال چلانا

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۱۵۴ فصل المؤلفۃ قلوبہم)

﴿۲﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۱۴۲ فصل واما رکن الزکوة)

یا اس میں زکوٰۃ جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینو تو جروا

المستفتی: نامعلوم..... ۲۳/۸/۱۹۷۸

الجواب: ان ہسپتالوں میں عشر و زکوٰۃ دینا اضاعت عشر و زکوٰۃ ہے کیونکہ اس میں شرائط

زکوٰۃ پوری نہیں ہوتیں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

زکوٰۃ فنڈ اور تعلیمی فنڈ تعمیر مسجد میں لگانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک درس گاہ جامع مسجد میں قائم کی

گئی تعلیمی فنڈ میں چندہ اور زکوٰۃ فنڈ میں مال زکوٰۃ جمع کیا گیا کم از کم دس ہزار روپے اکٹھا کر کے کام شروع

ہوا مگر طلباء پر صرف پچیس روپے خرچ کر کے مدرسہ کے نظام کو درہم برہم کر دیا گیا اور زکوٰۃ فنڈ سے مسجد کی

﴿۱﴾ چونکہ قرآن مجید میں زکوٰۃ کے مخصوص مصارف بصراحت موجود ہیں اور زکوٰۃ صرف ان مخصوص مصارف پر

خرچ کی جاسکتی ہے اور تجربہ سے ثابت ہے کہ موجودہ خیراتی اداروں اور ہسپتالوں میں ان مصارف کی کوئی رعایت

نہیں کی جاتی بلکہ دوسرے عطیات کی طرح زکوٰۃ بھی خرچ کی جاتی ہے کیونکہ یہ لوگ نہ احکام زکوٰۃ سے واقف

ہوتے ہیں اور نہ مصارف جانتے ہیں، قال الدكتور وهبة الزحيلي: ولا يبعث الامام الاساعيا حراً

عدلاً ثقة لان هذا ولاية وامانة والعبد والفاسق ليسا من اهل الامانة والولاية ولا يبعث الا

فقيهاً لانه يحتاج الى معرفة ما يؤخذ وما لا يؤخذ ويحتاج الى الاجتهاد فيما يعرض له من

مسائل الزكاة واحكامها. (الفقه الاسلامي وادلته ۳: ۱۹۷۲) حالانکہ زکوٰۃ میں یہ ضروری ہے کہ

مصرف کو تملیکادی جائے، ہسپتال بلڈنگ یا عملہ کی تنخواہوں بجلی بل وغیرہ میں یہ خرچ نہیں ہو سکتی، وفی الہندیۃ

ولا يجوز ان يبني بالزكاة المسجد وكذا القناطير والسقايات واصلاح الطرقات وكرى

الانهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۹۷) ہاں اگر عملہ ہسپتال

احکام زکوٰۃ کی پوری رعایت کرتی ہو اور زکوٰۃ فنڈ سے باقاعدہ دوائی وغیرہ خرید کر فقراء کو تملیک دیتے ہوں تو اس میں

کوئی مضائقہ نہیں وهذا نادر جداً... (از مرتب)

توسیع شروع کی اور تعلیمی فنڈ سے بھی، کیا یہ دونوں فنڈ تعمیر مسجد میں لگانا درست ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: خطیب جامع مسجد من بازار جنڈ پنڈی گھیب

الجواب: واضح رہے کہ مال زکوة سے تعمیر مسجد درست نہیں ہے، کما فی البدائع ۲: ۳۹

وعلى هذا يخرج صرف الزكوة الى وجوه البر من بناء المساجد والرباطات والسقايات واصلاح القناطر وتكفين الموتى ودفنهم انه لا يجوز لانه لم يوجد

التملك ﴿۱﴾ اور تعلیمی فنڈ میں چندہ دہندہ گان کی اجازت سے تعمیر مسجد درست ہے، لبقاء ملکهم

الآن كما كان فلا بد من اذنهم صریحا او دلالة ﴿۲﴾ فافهم. وهو الموفق

ہائی سکول بنانے کے قومی چندے میں عشر و زکوة دینا درست نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کے مڈل سکول

کو ہائی کا درجہ دیا گیا ہے سکول کی تعمیر کیلئے لوگ اپنی مدد آپ کے تحت چندہ اکٹھا کرتے ہیں کیا اس قومی

چندے میں زکوة، عشر، صدقہ اور خیرات کی رقم دینا جائز ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: عبدالحنان دکاندار

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ۲: ۱۴۲ فصل واما ركن الزكاة كتاب الزكاة)

﴿۲﴾ وفي الهندية: الوقف في الشرع عند ابی حنیفة حبس العین علی ملک الواقف

والتصدق بالمنفعة علی الفقراء. فلا يكون لازما وله ان يرجع ويبيع ولا يلزم الا بطريقين

احدهما قضاء القاضي بلزومه والثاني ان يخرج مخرج الوصية وقال محمد لا يزول حتى

يجعل للوقف وليا ويسلم اليه وعليه الفتوى كذا في السراجية ويقول محمد يفتي كذا في

الخلاصة، وفي الصفحة ۳۶۲ واما وقف ما لا ينتفع به الا بالانفاق كالذهب والفضة والمأكول

والمشروب فغير جائز في قول عامة الفقهاء والمراد بالذهب والفضة الدراهم والدنانير

وماليس بحلی كذا في فتح القدير الخ. (فتاوی عالمگیریہ ۲: ۳۵۰، ۳۶۲ كتاب الوقف)

الجواب: محترم المقام دام عزکم السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ عشر زکوٰۃ اور نذر و فطرانہ کو اس مد میں صرف نہ کریں ﴿۱﴾ اور خیرات وغیرہ کو اس میں صرف کر سکتے ہیں اس میں تملیک شرط نہیں ہے بخلاف الاول۔ وهو الموفق

زکوٰۃ کی رقم سے ٹرسٹ قائم کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا زکوٰۃ کی رقم سے ٹرسٹ قائم کیا جاسکتا ہے اور اس ٹرسٹ کی حیثیت و نوعیت کیا ہونی چاہئے اور کیا ٹرسٹ کے اخراجات میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے؟ بینواتو جروا

المستفتی: محمد ارشد صدیقی راولپنڈی..... ۱۹۸۶ء/۷/۱

الجواب: بغیر علم و تقویٰ کے یہ ٹرسٹ اور ادارے قائم کرنا اضاعت زکوٰۃ کے مترادف ہے علم دین اور تقویٰ کے بغیر نہ حقیقہ تملیک مقدور ہوتی ہے اور نہ حیلہ ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

زکوٰۃ فنڈ اور بینک کے سودی یا غیر سودی کھاتے میں رکھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کمیٹی کے پاس زکوٰۃ کی رقم جمع ہے جو سال بھر مصارف میں ایک طریقہ کار کے تحت صرف کی جاتی ہے اب ظاہر ہے کہ یہ رقم بینک میں جمع رہے گی اور اس کی چار شکلیں ہیں۔ (۱) سیونگ اکاؤنٹ جس پر سود دیا جاتا ہے۔ (۲) سیونگ

﴿۱﴾ وفي الهندية: ولا يجوز ان يبنى بالزكاة المسجد وكذا القناطر والسقايات واصلاح الطرقات وكري الانهار والحج والجهاد وكل مالا تملك فيه.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۸۸ باب المصارف)

﴿۲﴾ کیونکہ جاہل مصرف زکوٰۃ جانتا ہے نہ شرائط زکوٰۃ، اور غیر متقی مصرف کا اعتبار کرتا ہے نہ شرائط کا، لہذا ایسے ٹرسٹوں میں صدقات واجبہ دینے سے احتراز کرنا چاہئے جس کو جہال یا غیر متقی لوگ چلا رہے ہوں۔۔۔ (سیف اللہ حقانی)

اکاؤنٹ جس میں بینک کو لکھ کر دیا جائے کے اس پر سود جمع نہ کیا جائے۔ (۳) کرنٹ اکاؤنٹ جس پر سود نہیں دیتا۔ (۴) پی ایل ایس یعنی نفع نقصان یعنی دونوں احتمالوں کے ساتھ کاروبار میں جمع کیا جائے۔

اب شکل دوم اور سوم بظاہر بے ضرر ہیں مگر بینک یقیناً اسے سودی کاروبار میں استعمال کرتے ہیں اور شکل چہارم میں نقصان کا احتمال ہے اگرچہ احتمال برائے نام ہے اگر اس برائے نام احتمال کو ختم کرنے کیلئے کوئی تیسرا شخص یا خود حکومت یہ ذمہ داری لے لیں کہ نقصان کی صورت میں تلافی کر لی جائے گی تو کیا یہ صورت جائز ہو سکتی ہے؟ خواہش ہے کہ اگر اسی چوتھی صورت کے جواز کی صورت نکل آئے تو مزید مستحقین کی مدد ہو سکے گی؟ بینواتو جروا

المستفتی: مولانا عبدالقدوس کا کاخیل پلوسی روڈ پشاور۔ ۱۴۰۱ھ/۶/۷

الجواب: صورت چہارم میں اگر یہ معاملہ شرکت ہو تو نفع کے شرح کے عدم تعین کی صورت میں اس معاملہ میں کوئی حرج نہیں ہے نیز حکومت وغیرہ کی جانب سے تلافی کا ذمہ لینا بھی موجب حرج نہیں ہے جبکہ بطور اشتراط کے نہ ہو، کما فی شرح المجملہ ۱۳۷۵ مادہ: ۱۲۳ لیشترط ان تكون حصص الربح التي تنقسم بين الشركاء جزءاً شائعاً كالنصف والثلث والربع فاذا اتفق الشركاء على اعطاء احدهم قدراً معيناً كانت الشركة باطلة انتھی، وقال بعد سطر وعلة الفساد ما ذكر من قطع الشركة ﴿۱﴾ فافهم، وفيه ۷۲۷ مادہ: ۱۳۶۹ الضرر والخسارة الواقع بلا تعد ولا تقصير ينقسم في كل حال على قدر رأس المال واذا شرط على وجه آخر فلا يعتبر الشرط انتھی ﴿۲﴾، قلت فالمفسد هو الاشتراط دون التبرع. وهو الموفق

﴿۱﴾ (شرح المجملہ لسلم رستم باز ۱۳۷۵ قبل الفصل الثالث فی شرائط المخصصة بشركة الاموال)

﴿۲﴾ (شرح المجملہ لرستم باز ۷۲۷ الفصل السادس فی شركة العنان البحث الاول)

زکوۃ کی رقم سے دینی کتب کی اجرت کتابت اور کاغذ خریداری کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مصارف صدقات عند الشرع واضح ہیں ان میں دینی مدارس اور ادارے بھی شامل ہیں جو اعلاء کلمۃ الحق کیلئے مفت لٹریچر تقسیم کرتے ہیں کیا زکوۃ، صدقات، جرم ہائے قربانی، نذر، عقیقہ وغیرہ کی رقم سے کتابوں کی اجرت، کاغذ کی قیمت اور چھپائی کے اخراجات وغیرہ ادا کر سکتے ہیں؟ بینواتوجروا

المستفتی: حاجی محمد اسلم ایمپائر انڈسٹری کراچی ۳..... ۲۸/۶/۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ صدقات واجبہ زکوۃ، نذر، صدقۃ الفطر میں تملیک شرط ہے ﴿۱﴾ (تملیک بلا معاوضہ) اور صورت مسئولہ میں یا تملیک موجود نہیں ہے، کما عند الایماء لاهل الادارة، اور یا تملیک بلا معاوضہ موجود نہیں ہے، کما عند الایماء الی الکاتب و بائع الکاغذ وغیرہما، لہذا ایسے اداروں کو زکوۃ دینا فراغت ذمہ کیلئے کافی نہیں ہے۔ وهو الموفق

زکوۃ کی ادویات وصول کرنے والے مریضوں سے دو روپیہ پرچی کی

بجائے پانچ روپیہ وصول کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں سول ہسپتال میں ڈاکٹر ہونے کے ناطے زکوۃ کی رقم سے ہسپتال کے مریضوں کا علاج کرنا چاہتا ہوں اس کیلئے یہ طریقہ اپناتا ہوں کہ گورنمنٹ ہسپتال میں ہر مریض سے دو روپیہ معائنہ فیس وصول کی جاتی ہے لیکن ایسا مریض جو زکوۃ کی ادویات حاصل کرنا چاہتا ہے ان کی پرچی فیس پانچ روپیہ رکھنا چاہتا ہوں اس میں بعض لوگ جو انتہائی

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ویشرط ان یکون الصرف تملیکاً لا اباحۃ.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۶۸ باب المصروف)

غریب ہوتے ہیں مستثنیٰ بھی ہو سکتے ہیں، یہ پانچ روپیہ فیس یا تو زکوٰۃ کی ادویات دینے والے آدمی کے تنخواہ میں استعمال ہوں گے یا ہسپتال کے دوسرے اخراجات مثلاً وارڈوں میں صابون، تولیہ، کاغذات وغیرہ میں استعمال ہوں گے اور اس زیادہ فیس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بطور فیشن چیک کرانے والے مریض نہ آجائیں اور غیر مستحق مریض زکوٰۃ کی ادویات لینے سے دور رہیں گے کیا یہ طریقہ اختیار کرنا جائز ہے؟ بینواتوجروا

المستفتی: ڈاکٹر محمد نعیم چلڈرن سپیشلسٹ سول ہسپتال ہری پور..... ۱۹۹۰ء/۱۱/۲۰

الجواب: آپ زکوٰۃ کی رقم سے ادویات خرید کر مساکین کو دیا کریں ﴿۱﴾ تاکہ وہ ان کو باقاعدہ استعمال کرتے رہیں ﴿۲﴾ یا آپ زکوٰۃ کی رقم سے ادویات لے کر ان پر استعمال کریں اور پرچی والی فیس کی کمی بیشی یا ملازم وغیرہ کو دینا نہ دینا آپ کے صوابدید پر موقوف ہے یہ زکوٰۃ کو نقصان دہ نہیں ہے۔ وہوالموفق

میت کے ورثاء اور مصیبت زدہ اشخاص کیلئے زکوٰۃ وغیرہ فنڈ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک محلہ والے یا نو دس خاندان ملکر ایک دوسرے کی مصیبت پر یا میت پر مشترکہ رقم سے مال خرچ کرتے ہیں وہ رقم زکوٰۃ، صدقات، خیرات، نذر و منت اور عام امدادی فنڈ ہوتی ہے ان مدات میں سے کس کس کی رقم مذکورہ صدر لائحہ عمل کے تحت استعمال کی جاسکتی ہے اور نگران و خزانچی کیلئے کن کن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے؟ بینواتوجروا

المستفتی: نامعلوم..... ۱۹۶۹ء/۵/۶

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وجاز دفع القيمة فی زکاة وعشر وخراج و فطرة ونذر و کفارة. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۲۳ باب زکاة الغنم)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لا اباحة. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۶۸ باب المصروف)

الجواب: میت کے ورثاء یا مصیبت زدہ اشخاص اگر مساکین اور فقراء ہوں تو ان تمام مدات سے ان کی امداد جائز ہے خواہ نقد ہو یا جنس ہو جبکہ بطور تملیک ہو ﴿۱﴾ اور اگر یہ لوگ مساکین نہ ہوں تو ان کی زکوٰۃ، نذر اور دیگر واجبات کی مدات سے امداد نہ کی جائے گی ﴿۲﴾ دیگر مدات مثلاً امدادی فنڈ وغیرہ سے دینا جائز ہے اور ایسی کمیٹیوں میں ایک عالم دین کے مشورہ کے بعد کوئی عمل اور اقدام کرنا انتہائی ضروری ہے۔ وہو الموفق

مال زکوٰۃ کا دوسری جگہ انتقال اور مال زکوٰۃ سے دوائی خرید کر دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مال زکوٰۃ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال جائز ہے یا نہیں؟ اور مال زکوٰۃ سے دوائیاں خرید کر دے دینا جائز ہیں یا نہیں؟ بینواتوجروا المستفتی: نا معلوم ۶/۱۹۷۱ء/۲۱

الجواب: (۱) بہتر یہ ہے کہ جہاں مال ہو تو اس کی زکوٰۃ وہاں صرف کی جائے، کما فی الہندیہ ۱: ۲۰۲ ﴿۳﴾. (۲) چونکہ زکوٰۃ میں قیمت دینا جائز ہے، کما صرحوا بہ ﴿۴﴾ لہذا زکوٰۃ میں ﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: مصرف الزکاة والعشر واما خمس المعدن فمصرفہ کالغنائم هو فقیر وهو من له ادنی شیء ای دون نصاب او قدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجة..... ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۶۴: ۶۸ باب المصرف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ولا الی غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجتہ الاصلیۃ. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۷۰: باب المصرف)

﴿۳﴾ وفي الہندیۃ: ثم المعتبر فی الزکاة مکان المال حتی لو کان ہو فی بلد ومالہ فی بلد آخر یفرق فی موضع المال. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۱۹۰ الباب السابع فی المصارف)

﴿۴﴾ قال العلامة الحصکفی: وجاز دفع القیمۃ فی..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دوائی بطور تملیک دینا جائز ہے ﴿۱﴾۔ وہو الموفق

مسجد کی تعمیر میں زکوٰۃ دینے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کی تعمیر پر جبکہ قوم غریب ہے

زکوٰۃ خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی: مولوی نصر اللہ جان شریف آباد گڑھی کپورہ مردان..... ۱۹۷۹ء/۱۱/۱۶

الجواب: مسجد کی تعمیر پر زکوٰۃ صرف کرنے سے مزرکی کا ذمہ فارغ نہیں ہوتا، لعدم

التملیک والتملک ﴿۲﴾ اور خلاف سنت حیلہ کرنے سے موافق سنت خاکی مسجد بنانا دارین میں

افضل ہے۔ وہو الموفق

(بقیہ حاشیہ) زکاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة غير الاعتاق.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۲۴ باب زکاة الغنم)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: ويشترط ان يكون الصرف تملیکاً لا اباحة.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۶۸ باب المصروف)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: ويشترط ان يكون الصرف تملیکاً لا اباحة کما مر لا يصرف

الی بناء نحو مسجد ولا الی کفن میت وقضاء دينه.

(الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۶۸ باب المصروف)

مسائل شتی

اس عنوان کے تحت وہ مسائل جمع کئے گئے ہیں جو حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے لکھے اور سہ ماہی الفرید میں شائع ہوتے رہے، سہ ماہی الفرید جلد: ۶ شماره: ۱ سے جلد: ۶ شماره: ۴۰ تک کے مسائل کو جمع کر کے مسائل شتی کے عنوان سے شامل فتاویٰ کیا جاتا ہے۔۔۔ (از مرتب)

مسافر کا مقیم امام کے پیچھے فساد نماز کی وجہ سے اعادہ رکعات کا مسئلہ:

سوال: اگر مقیم امام کے پیچھے مسافر مقتدی اقتدا کرے اور دوران امامت نماز کو فاسد کرے تو یہ مسافر کتنی رکعات کا اعادہ کرے گا؟

الجواب: یہ مسافر فساد اقتدا کی وجہ سے دو رکعت کا اعادہ کرے گا، کما فی الشرح الکبیر ص: ۵۴۲ اما لو افسد صلاته بعد ما اقتدى بالمقيم في الوقت فانه يصلي ركعتين لزوال الاقتداء۔

صدقۃ الفطر کو دو مسکینوں پر تقسیم کرنا جائز ہے:

سوال: کیا صدقۃ الفطر کو دو مسکینوں پر تقسیم کر کے دینا جائز ہے؟

الجواب: جائز ہے، کما فی شرح التویر علی رد المحتار ص: ۳۶۷ جاز دفع

۱۰ (غنیۃ المستملی المعروف بالکبیری ۵۰۰ فصل فی صلاة المسافر)

کل شخص فطرته الی مسکین او مسکینین ﴿۱﴾ و کذا فی البحر ص: ۲۵۶ ﴿۲﴾.

موجودہ کرنسی کے اعتبار سے مہر فاطمی کی مقدار:

سوال: مہر فاطمی کی مقدار کتنی ہے؟

الجواب: مہر بی بی فاطمہ ساڑھے بارہ اوقیہ ہے، (ابو داؤد) ﴿۳﴾ جو ایک سو اکتیس

(۱۳۱) تولہ اور تین ماشہ چاندی ہے ﴿۴﴾ اور ایک سو بیس روپے فی تولہ کے حساب سے پندرہ ہزار سات سو

پچاس روپے تقریباً بنتے ہیں۔

﴿۱﴾ (الدرا المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۸۵ باب صدقة الفطر).

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم: قال في الفتاوى الظهيرية ولا يكره التأخير ولم يتعرض في الكتاب لجواز تفريق صدقة شخص على مساكين وظاهر ما في التبيين وفتح القدير ان المذهب المنع وان القائل بالجواز انما هو الكرخي وصرح الولوالجي وقاضي خان وصاحب المحيط والبدائع بالجواز من غير ذكر خلاف فكان هو المذهب كجواز تفريق الزكاة واما الحديث المأمور فيه بالاغناء فيفيد الاولوية وقد نقل في التبيين الجواز من غير ذكر خلاف. (البحر الرائق ۲: ۲۵۶ قبل كتاب الصوم)

﴿۳﴾ عن ابی سلمة قال سألت عائشة عن صداق رسول الله ﷺ فقالت ثنتا عشرة اوقية ونش فقلت وما نش قالت نصف اوقية. (سنن ابی داؤد ۱: ۲۹۴ باب الصداق) وعن ابی سلمة بن عبد الرحمن رضى الله عنه انه قال سألت عائشة رضى الله عنها: كم كان صداق رسول الله ﷺ؟ قالت كان صداقه لا زواجه اثنتی عشرة اوقية ونشاً، قالت: اتدري ما النش؟ قال: قلت: لا، قالت: نصف اوقية، فتلک خمس مائة درهم، فهذا صداق رسول الله ﷺ لازواجه. (الصحيح لمسلم ۱: ۴۵۸ باب الصداق كتاب النكاح)

﴿۴﴾ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی صاحبزادی سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا جو مہر مقرر کیا تھا اسے مہر فاطمی کہتے ہیں بعد رسالت کے اوزان کے مطابق یہ ساڑھے بارہ اوقیہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شریکین میں سے ایک کو میراث یا بدیہ وہبہ سے ملی ہوئی رقم میں دوسرا شریک نہیں ہوگا

سوال: زید اور عمرو دونوں شریک تھے، اچانک زید کو میراث میں کچھ مال مل گیا یا سلطانی جائزہ یا وہبہ یا بدیہ سے کچھ اموال مل گئے، اب یہ اموال صرف زید کے ہوں گے یا اس میں عمرو بھی شریک ہوگا؟

الجواب: یہ اموال صرف زید کے ہوں گے اس میں دونوں شریک نہیں ہوں گے، کما فی المبسوط ص: ۱۸۹ جلد ۱۱ ﴿۱﴾ ولا یشارك احدہما صاحبہ فیما یرث من میراث ولا جائزۃ یجیزها السلطان لہ او ہبۃ او ہدیۃ ﴿۲﴾۔

(بقیہ حاشیہ) چاندی پر ہوا تھا، اور ایک اوقیہ چالیس درہم کے برابر ہوتا ہے، اسی طرح ساڑھے بارہ اوقیہ کے پانچ سو درہم ہوئے، ایک اوقیہ ۵، ۱۰ تولہ کا ہوتا ہے تو ساڑھے بارہ اوقیہ ۱۳۱، ۲۵ تولہ کے برابر ہوئے یعنی ایک سواکتیس تولہ اور تین ماشہ، اب پنجابی تولہ ۶۶۳، ۱۱ گرام کا ہوتا ہے تو اسی حساب سے مہر فاطمی تقریباً ۱۵۳۱ گرام چاندی بنتا ہے اور ہمارے سرحدی تولہ جو ۱۲، ۱۵ گرام کا ہوتا ہے کے حساب سے تقریباً ۱۵۹۵ گرام چاندی بنتا ہے اور یہ احوط ہے، اس کے علاوہ مہر فاطمی میں دیگر اقوال بھی ہیں مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کی تحقیق کے مطابق مہر فاطمی ۴۰۰ مثقال جو ڈیڑھ سو تولہ چاندی کے برابر ہے (ماہنامہ نظام جولائی ۱۹۶۵ء) یہ قول مولانا سید احمد رضا بجنوری کا بھی ہے (انوار الباری شرح بخاری ۶۱: ۳) اور بعض محققین کے نزدیک مہر فاطمی (۱۴۰) تولہ چاندی کے برابر ہے (نظام الفتاویٰ ۲: ۲۰۸) اور ۱۳۱ تولہ تین ماشہ کا قول حضرت مفتی عزیز الرحمن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کا ہے اور یہی ہمارے نزدیک ماخوذ ہے ہے پس اتنی چاندی جس زمانہ میں جتنے کاغذی روپوں میں ملے گی اتنے روپے مہر فاطمی میں دینے ہوں گے۔ (از مرتب)

﴿۱﴾ (المبسوط للسرخسی ۱۸۹: ۱۱ باب خصومة المفاوضین فیما بینہما)

﴿۲﴾ وفی الہندیۃ: ولا یشارك فیما یرث من میراث ولا جائزۃ یجیزها السلطان ولا الہبۃ ولا الصدقۃ کذا فی فتاویٰ قاضی خان ولا الہدیۃ کذا فی المبسوط۔

(فتاویٰ عالمگیریہ ۲: ۳۰۹ الفصل الثانی فی احکام المفاوضۃ)

قرض مؤجل پر مصالحت کر کے معجل کی صورت میں کم رقم لینے کا مسئلہ:

سوال: زید کا عمر پر ہزار روپے قرض مؤجل تھا، زید نے اس پر مصالحت کی کہ عمرو مجھے پانچ سو روپے فی الحال دے دیں تو عمرو بری ہوگا، کیا یہ مصالحت جائز ہے؟

الجواب: یہ مصالحت امام ابو یوسف کے قول کی بنا پر جائز ہے، کما فی تکملة ردالمحتار ص ۱۷۹ جلد ۲ ذکر فی شرح الکافی للاسبیجانی جواز هذا الصلح مطلقا علی قیاس قول ابی یوسف لانه احسان من المديون فی القضاء بالتعجيل واحسان من صاحب الدين فی الاقتضاء بحط بعض حقه ﴿۱﴾.

تعلقی طلاق کی ایک صورت اور اس سے نجات کا طریقہ

سوال: اگر بیٹا اپنے باپ کو کہدے کہ اگر میں آپ کے گھر آیا تو مجھ پر بیوی تین طلاق سے طلاق ہوگی، فما المخلص منه؟

الجواب: اگر والد اس مکان کو فروخت کرے تو بیٹا اس گھر میں داخل ہو سکتا ہے، کما فی الہندیۃ ص ۱۷۹ جلد ۲ لو حلف لا یدخل دار فلان هذه فباع فلان الدار فدخل الحالف لا یحنت عند ابی حنیفة و ابی یوسف ﴿۲﴾.

﴿۱﴾ (تکملة ردالمحتار ۲: ۱۹۹ فصل فی دعوی الدین)

﴿۲﴾ (فتاوی عالمگیریہ ۲: ۱۷۱ الباب الثالث فی الیمین علی الدخول)

قال ابن عابدین: وفي الخانية حلف لا یدخل دار زید ثم حلف لا یدخل دار عمرو و فباعها زید من عمرو وسلمها الیه فدخلها الحالف حنت فی الیمین الثانية عنده لان عنده المستحدث بعد الیمین یدخل فیها لو مات مالک الدار فدخل لا یحنت لان انتقالها للورثة.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ۳: ۹۱ مطلب لا یدخل دار فلان کتاب الایمان)

”طلاق، طلاق طلاق، ماں بہن“ کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص بیوی کو کہدے ”طلاق طلاق طلاق ماں بہن“ اس سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: ”طلاق، طلاق، طلاق“ میں حکم ”ہے“ یا ”نہیں“ ذکر نہیں ہے اسلئے اس سے طلاق کا واقع ہونا بے قاعدہ امر ہے اور اگر عرف میں حکم ”ہے“ مراد ہو تو یہ معلوم نہیں کہ تکرار سے تاکید مراد ہے یا استیناف اور تکثیر۔ تو تکرار کی تقدیر پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور تکثیر کی تقدیر پر تین طلاق واقع ہوں گے اور بیوی کو ماں یا بہن کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، کما فی رد المحتار ۳: ۴۷۰ او حذف الکاف لغابان قال انت امی ﴿۱﴾۔

بیوی کا شوہر کو یا اپنے آپ کو طلاق دینے کا مسئلہ:

سوال: بیوی اپنے شوہر کو طلاق دے سکتی یا نہیں اور اپنے نفس کو طلاق دے سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: طلاق کا مختار صرف شوہر ہے، لحديث ابن ماجه والدارقطني، الطلاق لمن اخذ بالساق ﴿۲﴾ البتہ اگر شوہر بیوی کو طلاق دینے کا اختیار دے دیں تو اپنے نفس کو طلاق دے سکتی ہے ﴿۳﴾۔

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: قوله: او حذف الکاف لغا: بان قل انت امی ومن بعض الظن جعله من باب زيد اسد در منتقى عن القهستانی قلت ويدل عليه ما ذكره عن الفتح من انه لا بد من التصريح بالاداة. (رد المحتار هامش الدر المختار ۲: ۶۲۶ باب الظهار)

﴿۲﴾ عن ابن عباس قال اتى النبی ﷺ رجل فقال يا رسول الله سيدى زوجنى امته وهو يريد ان يفرق بينى وبينها قال فصعد رسول الله ﷺ المنبر فقال يا ايها الناس ما بال احدكم يزوج عبده امته ثم يريد ان يفرق بينهما انما الطلاق لمن اخذ بالساق۔

(سنن ابن ماجه ۱: ۱۵۲ باب طلاق العبد)

﴿۳﴾ قال الحصكفي: قال لها اختارى او امرک بيدک..... (بقيه حاشيه اگلے صفحہ پر)

طلاق کی نیت سے بیوی کو ماں، بہن یا عمو کہنا:

سوال: اگر شوہر بیوی کو طلاق کے ارادہ سے ماں، بہن یا عمو بولے تو یہ طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ الفاظ بیوی کو کہنا مکروہ ہے لیکن طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، وفی ردالمحتار

۳: ۴۰۰ وینبغی ان یکون مکروہاً ﴿۱﴾.

بیوی کے ساتھ لواطت موجب حرمت مصاہرت نہیں ہے:

سوال: بیوی کے ساتھ لواطت موجب حرمت مصاہرت ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ موجب حرمت مصاہرت نہیں ہے، وکذا لو وطی فی دبرھا لا تثبت به

الحرمة کذا فی التبيين، ہندیہ ۱: ۲۷۵ ﴿۲﴾.

(بقیہ حاشیہ) ینوی تفویض الطلاق او طلقی نفسک فلھا ان تطلق، قال ابن عابدین: قوله او

طلق نفسک، هذا تفویض بالصریح ولا یحتاج الی نية والواقع به رجعی وتصح فیہ نية

الثلاث. (الدرالمختار مع ردالمحتار ۲: ۵۱۵ باب تفویض الطلاق)

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: (قوله یکره) جزم بالکراهة تبعاً للبحر والنهر والذى فی الفتح وفی

انت امی لا یکون مظاهراً وینبغی ان یکون مکروہاً فقد صرحوا بان قوله لزوجه یا اخیة

مکروه وفیه حدیث رواه ابو داؤد ان رسول اللہ ﷺ سمع رجلاً یقول لامراته یا اخیة فکره

ذلک ونهی عنه ومعنی النهی قربه من لفظ التشبیه ولو لا هذا الحدیث لامکن ان یقال هو

ظہار لان التشبیه فی انت امی اقوی منه مع ذکر الاداة ولفظ یا اخیة استعارة بلا شک وهی

مبنیة علی التشبیه لکن الحدیث افاد کونه لیس ظہاراً حیث لم یبین فیہ حکماً سوى الکراهة

والنهی فعلم انه لا بد فی کونه ظہاراً من التصریح باداة التشبیه شرعاً ومثله ان یقول لها یا

بنتی او یا اختی ونحوه. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ۲: ۶۲۶ باب الظہار)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۲۷۵ الباب الثالث القسم الثانی المحرمات بالصهریة)

سالی کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی حرام نہیں ہوتی:

سوال: اپنی بیوی کی بہن کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی حرام ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب: اپنی بیوی حرام نہیں ہوتی، کما فی محرمات الدر المختار ۲۳ و طئ

اخت امرئہ لا تحرم علیہ امرئہ ﴿۱﴾.

بغیر ہاتھ پاؤں والے اور منہ پر زخمی آدمی کی نماز کا حکم:

مسئلہ: جس شخص کے ہاتھ پاؤں بریدہ ہوں اور منہ پر زخم موجود ہوں تو ایسا شخص بغیر وضو اور

بلا تیمم نماز پڑھے گا اور اعادہ نماز نہیں کرے گا (ہندیہ ۱: ۳۱۱ هذا اصح ظہیریہ) ﴿۲﴾.

فاقد الطہورین قیدی کی نماز کا حکم:

مسئلہ: جو قیدی پانی اور پاک مٹی نہ پائے تو طرفین کے نزدیک نماز نہیں پڑھے گا (ہندیہ

۱: ۳۱۱) ﴿۳﴾۔

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۳۰۵ فصل فی المحرمات) (وہکذا فی خلاصۃ الفتاویٰ ۲: ۱۷۰ الفصل الثانی فیمن یكون محلا للنکاح)

﴿۲﴾ وفی الہندیہ: قال الشیخ الامام محمد بن الفضل رحمہ اللہ رأیت فی الجامع الصغیر للکرخی ان مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجہہ جراحة یصلی بغیر طہارة ولا تیمم ولا یعید وهذا هو الاصح کذا فی الظہیریہ. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۳۱۱ الفصل الثالث فی المتفرقات)

﴿۳﴾ وفی الہندیہ: ولو ان المحبوس لم یجد ماء ولا ترابا نظیفا لا یصلی فی قول ابی حنیفہ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ کذا فی فتاویٰ قاضی خان، وهذا اذا لم یمکنہ ان ینقر الارض او الحائط بشئ فان امکنہ یمکنہ استخراج التراب ویتیمم کذا فی الخلاصۃ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۳۱۱ الفصل الثالث فی المتفرقات)

وضو کی وجہ سے مرض سلس البول جاری ہونے والے آدمی تیمم کرے گا:

مسئلہ: ایک شخص جب وضو کرتا ہے تو سلس البول کی بیماری شروع ہو جاتی ہے لیکن تیمم کی صورت میں صحیح ہوتا ہے تو ایسا شخص تیمم سے نماز پڑھے گا (سراج و ہاج) ﴿۱﴾۔

نکاح فاسد کی صورت میں مطلقہ مغلطہ کے ساتھ دوبارہ نکاح بلا تحلیل جائز ہے:

مسئلہ: جب نکاح فاسد کرے اور اس منکوحہ کو طلاق ثلاثہ دے دیں تو اس کے ساتھ دوبارہ نکاح بلا تحلیل جائز ہے (ہندیہ ۱: ۴۷۴) ﴿۲﴾۔

قراءت میں فحش غلطی کرنے والا دوبارہ صحیح پڑھے تو نماز درست ہے:

مسئلہ: جو شخص قراءت نماز میں غلط فاحش کرے اور دوبارہ صحیح پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ (ہندیہ ۱: ۸۲) ﴿۳﴾۔

حرام کمائی کرنے والے شخص کی دعوت طعام میں شرکت:

سوال: ایک تبلیغی آدمی بینک منیجر کے پاس مہمان ہوا اور منیجر نے اس مہمان کیلئے بازار سے

﴿۱﴾ قال العلامة النظام: وفي الايضاح اذا كان لو توطأ سلس بوله وان تیمم لا یسلس جاز له التیمم کذا فی السراج الوہاج. (فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۳۱ الفصل الثالث فی المتفرقات)
﴿۲﴾ وفي الہندیہ: ولو تزوج امرأۃ نکاحاً فاسداً و طلقها ثلاثاً جاز له ان یتزوجها ولو لم تنکح زوجاً غیرہ کذا فی السراج الوہاج.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۴۷۴ فصل فیما تحل بہ المطلقة وما یتصل بہ)

﴿۳﴾ وفي الہندیہ: ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلاة بخطاء فاحش ثم رجع وقرأ صحیحاً قال عندی صلاحہ جائزۃ و كذلك الاعراب الخ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ۱: ۸۲ قبیل الباب الخامس فی الامامۃ)

طعام و خوراک خرید اور تبلیغی کو کھلایا، کیا تبلیغی کیلئے یہ کھانا جائز ہے؟

الجواب: فقہاء کرام نے امام کرخی کے قول پر جواز کا فتویٰ دیا ہے: کما فی رد المحتار

(۵: ۲۳۵) قوله اکتسب حراماً، توضیح المسئلة ما فی التارخانیة حیث قال رجل اکتسب مالاً من حرام ثم اشترى فهذا علی خمسة اوجه اما ان دفع تلك الدراهم الى البائع او لائم اشترى منه بها او اشترى قبل الدفع بها ودفعها، او اشترى قبل الدفع بها ودفع غیرها او اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم او اشترى بدراهم آخر ودفع تلك الدراهم وقال الكرخی فی الوجه الاول والثانی لا یطیب وفی الثلاث الاخيرة یطیب وقال ابوبکر لا یطیب فی الكل لكن الفتوی الآن علی قول الكرخی دفعاً للخرج علی الناس وههنا تحقق الشق الرابع ﴿۱﴾.

فصل سے عشر علیحدہ کئے بغیر کھانے کا حکم:

مسئلہ: جس غلہ اور فصل سے عشر نہیں دیا گیا ہو اس سے خوراک نہیں کھائی جائے گی اور

جب عشر غلہ سے جدا کرے تو باقی غلہ سے خوراک کھائی جاسکتی ہے (عالمگیری وغیرہ) ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ (رد المحتار هامش الدر المختار ۴: ۲۴۴ مطلب اذا اکتسب حراماً ثم اشترى فهو علی خمسة اوجه باب المتفرقات)

﴿۲﴾ وفی الهندیة: ولا یأکل شیاً من طعام العشر حتی یؤدی عشره کذا فی الظہیریة وان افرز العشر یحل له اکل الباقي وقال ابو حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ ما اکل من الثمرة او اطعم غیره ضمن عشره کذا فی محیط السرخسی فی باب ما یحتسب لصاحب الارض.

(فتاویٰ عالمگیری ۱: ۱۸۷ قیل الباب السابع فی المصارف)

پیداوار سے عشر دیتے وقت کرایہ مزدوری چوکیداری وغیرہ کی رقم کا حکم:

مسئلہ: عشر تمام پیداوار سے دیا جائے گا مزدوری، چوکیداری، کرایہ اور تخم وغیرہ عشر سے منہا نہیں کیا جائے گا بلکہ اول سب سے عشر نکالے گا ﴿۱﴾۔

اجارہ کی صورت میں عشر کا مسئلہ:

مسئلہ: اجارہ کی صورت میں عشر مستأجر (کسان) پر ہے مؤجر (مالک زمین) پر نہیں ہے اور یہ مفتی بہ قول ہے (ردالمحتار) ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ وفي الهندية: ولا تحسب اجرة العمال ونفقة البقر وكرى الانهار واجرة الحافظ وغير ذلك فيجب اخراج الواجب من جميع ما اخرجته الارض عشراً. (فتاوى عالمگیری ۱: ۱۸۷ زكاة الزروع والثمار) وقال العلامة ابن عابدين: بلا رفع مؤن ای كلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصريحهم بالعشر في كل خارج.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ۲: ۵۶ باب العشر)

وقال المرغینانی: وكل شیء اخرجته الارض مما فيه العشر لا يحتسب فيه اجر العمال ونفقة البقر، قال ابن الهمام: وكرى الانهار واجرة الحارس وغير ذلك یعنی لا يقال بعدم وجوب العشر في قدر الخارج الذي بمقابلة المؤنة بل يجب العشر في الكل.

(هدایة مع فتح القدير ۲: ۱۹۳ باب زكاة الزروع والثمار)

﴿۲﴾ قال الحصكفی: والعشر علی الموجر... وقال علی المستأجر... وفي الحاوی وبقولهما نأخذ. وقال ابن عابدين: قلت لكن فی زماننا عامة الاوقاف من القرى والمزارع لرضا المستأجر بتحمل غراماتها ومونها يستأجرها بدون اجر المثل بحيث لا تفي الاجرة ولا اصعافها بالعشر او خراج المقاسمة فلا ينبغي العدول عن الافتاء بقولهما في ذلك لانهم في زماننا يقدرון اجرة المثل بناء على ان الاجرة سالمة لجهة... (بقيه حاشیه اگلے صفحہ پر)

مزارعت کی صورت میں عشر کا مسئلہ:

مسئلہ: مزارعت کی صورت میں مالک اور مزارع ہر ایک اپنے اپنے حصہ سے عشر ادا کرے گا جبکہ تخم مزارع کی طرف سے ہو (الدر المختار) ﴿۱﴾۔

عاریت کی صورت میں عشر کا مسئلہ:

مسئلہ: مسلمان کو اعاردہ کی صورت میں عشر مستعیر پر ہوگا ﴿۲﴾۔

(بقیہ حاشیہ) الوقف ولا شیء علیہ من عشر وغیرہ اما لو اعتبر دفع العشر من جهة الوقف وان المستأجر ليس عليه سوى الاجرة فان اجرة المثل تزيد اضعافا كثيرة كما لا يخفى فان امکن اخذ الاجرة كاملة يفتی بقول الامام والافقولهما يلزم عليه من الضرر الواضح الذي لا يقول به احد. (ردالمحتار هامش الدر المختار ۲: ۶۰ مطلب هل يجب العشر على الزراعين في الاراضي السلطانية)

﴿۱﴾ قال الحصكفي: وفي المزارعة ان كان البذر من رب الارض فعليه ولو من العامل فعليهما بالحصّة، قال ابن عابدين: ولو دفع الارض العشرية مزارعة ان البذر من قبل العامل فعلى رب الارض في قياس قوله لفسادها وقال في الزرع لصحتها وقد اشهر ان الفتوى على الصحة وان من قبل رب الارض كان عليه اجماعاً... وفي البدائع من ان المزارعة جائزة عندهما والعشر يجب في الخارج والخارج بينهما فيجب العشر عليهما. (الدر المختار مع ردالمحتار ۱: ۶۱ مطلب هل يجب العشر على المزارعين في الاراضي السلطانية)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: وقال (العشر) على المستأجر كمستعير مسلم، قال ابن عابدين: واوجه زفر على المعير لانه لما اقام المستعير مقامه لزمه كالمؤجر قلنا حصل للمؤجر الاجر الذي هو كالخارج معنى بخلاف المعير وقيد بالمسلم لانه لو استعارها ذمی فالعشر على المعير اتفاقاً لتفويته حق الفقراء بالاعارة من الكافر كذا في شرح درر البحار ای لكونه ليس اهلاً للعشر لكن في البدائع لو استعارها كافر فعندهما... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فصل فروخت کرنے کی صورت میں عشر کا مسئلہ:

مسئلہ: اگر فصل کو پختگی کے بعد فروخت کرے تو عشر بائع پر ہوگا اور اگر پختگی سے قبل فروخت کرے تو عشر مشتری پر ہوگا (الدر المختار) ﴿۱﴾.

اہل حرب کیلئے معاون اور جاسوسی کرنے والے منافق مسلمانوں کا حکم

سوال: اگر منافق مسلمان مال و جاہ کے حصول کیلئے اہل علم اور اہل اسلام کے خلاف کفار کیلئے جاسوسی کرتا ہو اور اہل اسلام کو ضرر اور نقصان پہنچانے پر راضی ہو تو ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب: یہ اہل حرب کے حکم میں ہے اور مباح الدم اور مباح الاموال ہے، کما فی فتاویٰ الکاملیۃ ۶۵۱ ﴿۲﴾.

»(بقیہ حاشیہ) العشر علیہ وعن الامام روایتان فی روایۃ کذلک وفی روایۃ علی المالک.
(الدر المختار مع رد المحتار ۲: ۶۰ مطلب هل یجب العشر علی الزارعین فی الاراضی الخ)
﴿۱﴾ قال الحصکفی: ولو باع الزرع ان قبل ادراکہ فالعشر علی المشتري ولو بعده فعلى البائع. (الدر المختار علی هامش رد المحتار ۲: ۶۰ مطلب هل یجب العشر علی الزارعین الخ)
﴿۲﴾ قال الشیخ محمد کامل ابن مصطفى: فی فتح الثغر الوهرانی لمادعی الناس سلطان الجزائر الی جهاد الکفار الذین استولوا علی ثغر وهران جاؤا الیه من کل فج عمیق وکان هذا غیر حال القبائل العامریۃ واما بنو عامر فانهم کانوا فی ذلک علی فرق منهم من لجأ لحصون العدو مدافعا عن نفسه ومعیناً للعدو بسیفه وفلسه فکانوا یقاتلون المسلمین مع عدوهم ویدفعون عنه ویغزون علی الحجلة المنصورة باللہ تعالیٰ حتی انهم کانوا علی المسلمین اشد ضرراً من الکافرین وهکذا کان بعض القبائل، والظاهر ان حکم هؤلاء حکم اهل دار الحرب فی قتلهم واخذ مالهم واما اولادهم فلا یقتلون ولا یکونون فینا وانما ابیح قتل البالغین منهم لکونهم رداً للعدو الحرب ومعینون له بانفسهم. (الفتاویٰ الکاملیۃ فی الحوادث الطرابلسیۃ ۲۵۱ کتاب الجنایات)

جہاد مقدس عبادت اور انسداد فساد ہے

سوال: کفار حکمران اور ان کے زیر اثر امراء جہاد کو دہشت گردی کہتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

الجواب: جہاد ایک مقدس عبادت ہے جو کہ انسداد فساد کیلئے اکسیر ہے بخلاف الکفار کہ یہ

فساد کے انتشار میں مبتلا ہیں ﴿۱﴾۔

﴿۱﴾ قال الامام ولی اللہ الدہلوی: اعلم ان اتم الشرائع واكمل النوامیس هو الشرع الذی یؤمر فیہ بالجهاد وذلك لان تکلیف اللہ عبادہ بما امر ونہی مثله کمثل رجل مرض عبیدہ فأمر رجلاً من خاصته ان یسقیهم دواءً، فلوانه قهرهم علی شرب الدواء وأجره فی افواہهم لکان حقاً لکن الرحمة اقتضت ان یبین لهم فوائد الدواء یشربوه علی رغبة فیہ، وان یخلط معه العسل لیتعاضد فیہ الرغبة الطبیعیة والعقلیة ثم ان کثیراً من الناس یغلب علیہم الشهوات الدنیة والاخلاق السبعیة ووساوس الشیطان فی حب الریاسات ویلصق بقلوبہم رسوم آبائہم فلا یسمعون تلك الفوائد ولا یذعنون لما یأمر بہ النبی ﷺ ولا یتاملون فی حسنه فلیست الرحمة فی حق اولئک ان یقتصر علی اثبات الحجة علیہم بل الرحمة فی حقہم ان یقہروا لیدخل الایمان علیہم علی رغم انہم بمنزلة ایجاد الدواء المر ولا قہر الا بقتل من له منہم نکایة شدیدة وتمنع قوی او تفریق منعتہم وسلب اموالہم حتی یصیروا لا یقدرون علی شیء..... فالرحمة التامة الکاملة بالنسبة الی البشر ان یہدیہم اللہ الی الاحسان وان یکبح ظالمہم عن الظلم وان یصلح ارتفاقا تہم وتدبیر منزلہم وسیاسة مدینتہم، فالمدن الفاسدة التی یغلب علیہا نفوس سبعیة ویكون لہم تمنع شدید انما ہو بمنزلة الاکلة (ہو مرض معروف) فی بدن الانسان لا یصح الانسان الا بقطعة، والذی یتوجہ الی اصلاح مزاجہ واقامة طبیعته لا بد لہ من القطع والشر القلیل اذا کان مفضیا الی الخیر الکثیر واجب فعلہ.

(حجة اللہ البالغة ۲: ۱۷۰ مبحث الجہاد)

حدیث کی جلیل القدر کتاب جامع ترمذی کی مبسوط اور مدلل عربی شرح

منہاج السنن

شرح

جامع السنن للامام الترمذی

پانچ جلد

لفضيلة الشيخ محدث كبير فقيه العصر مفتي اعظم عارف بالله
مولانا مفتي محمد فريد الزروبي المجددي النقشبندی
المفتي والشيخ بدار العلوم حقانيه اكوره خٹک

کل صفحات / ۱۳۸۰

ناشر

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زرہی ضلع صوابی

واما بنعمة ربك فحدث

الفرائد البهية الى احاديث خير البرية

من افاضات

المحدث الشهير والفقيه النبيل
الشيخ المفتي محمد فريد المجددي الزروبي
جامعة دارالعلوم الحقانية اكوره ختك باكستان

ويليه

المقدمة في مصطلحات علم الحديث
للشيخ عبدالحق الدهلوي رحمه الله

اعداد وتقديم

مفتي محمد وهاب المنجلوري
خادم العلم والافتاء بدارالعلوم صديقيه

..... الناشر:

مولانا حافظ حسين احمد صديقي مدير دارالعلوم صديقيه زروبي (صوابي)

صحیح البخاری کے کتاب الایمان کتاب العلم کا جامع عربی شرح

هدایة القاری علی صحیح البخاری

للعلمیة الفضیلة الشیخ مولانا الحاج محمد فرید المجیدی النقبیة الزرودی

بخاری شریف کے مطاب اور منہم شروع کا مفہم، اکابر محدثین کے مالی کا نمونہ

کل صفحات ۲۵۲
ناشر: دارالعلوم صدیقیہ زرودی ضلع صوابی

صحیح مسلم کے مقدمہ کی محققانہ شرح (عربی)

فتح المنعم شرح

مقدمة المسلم

لفضیلة الشیخ مولانا مفتی محمد فرید مہدی الشیخ والفتی دارالعلوم حقانیہ کورہ خشک

کل صفحات ۵۴

یہ شرح نویں مباحثہ مشتمل ہے، طلبہ احیاء کیلئے مشتمل راہ ہے۔

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ زرودی ضلع صوابی

ناشر

العقائد الاسلاميه باللغة السلیمانیة

چالیس عقائد اور چالیس مہم احکام پر پشتوزبان میں شائع کی گئی ہیں۔
اردو زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے، بہت جلد شائع کیا جائے گا۔

مسائل حج

حج کے اہم مسائل و احکام اور جدید دور میں پیش آنے والے
واقعات کو قدیم کتب کے حوالوں سے مزین کر کے لکھا گیا ہے۔

رسالہ قبریہ

میت کے موت سے کفن و دفن تک تمام اہم مسائل اس میں جمع کئے گئے ہیں۔
بہت سے اختلافی مسائل واضح اور مدلل انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔

مولف حضرت مفتی اعظم مدظلہ العالی مولانا مفتی محمد رفیع دامت برکاتہم